

# تاریخ ہندوستان

سلطنتِ اسلامیہ کا بیان

جلد نہم و دہم

خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
www.pdfbooksfree.pk

**PDFBOOKSFREE.PK**



# سوانح ہندوستان

سلطنت اسلامیہ کا بیان

جلد ہفتم

زوال سلطنت تیموریہ

جلد ہشتم

مضامین مختلفہ

مصنفہ

خان بہادر سر العلاء مولوی محمد ذکاء اللہ صاحب دہلوی مرحوم

باہتمام محمد مقتدی خان شروانی

مطبع نسیمی پریس ٹرسٹی لکھنؤ ۱۳۳۴ھ  
طبع ۱۹۱۹ء

(حقوق بحق بک ڈپو کالج علیگڑھ محفوظ ہیں)

قیمت فی جلد ۲ روپے

بار سوم ایک ہزار جلد



# فہرست کتب موجودہ بک ڈپو

مدرسۃ العلوم علی گڑھ

تاریخ ہندوستان (مصفیٰ خان بہادر مولوی محمد زکریا صاحب شمس العلماء مرحوم دہلوی) یعنی مسلمانوں کے عہد سلطنت کی تاریخ، اجلہ اول میں (جن میں سب جلد نم و دوم کتاب ہذا قیمتی ہے) بہ تفصیل ذیل۔

جلد اول (صفحہ ۲۱۲) جن میں یہ مضامین ہیں (۱) تمہید (۲) مقدمہ تاریخ کے باب میں (۳) عرب جاہلیت (۴) ایک سو اٹھارہ خاندان اسلامیہ کا بیان (۵) تاریخ سندھ (۶) خاندان غزنوی (۷) خاندان غوری قیمت ۲۰۰  
جلد دوم (۴۰۶) صفحات ہیں اور مضامین یہ ہیں (۱) خاندان خلجیہ کی تاریخ (۲) خاندان تغلق کی تاریخ (۳) سلاطین سادات اور لودھی کی تاریخ قیمت ۲۰۰

جلد سوم۔ اس جلد کے تین حصے ہیں جن کے نام یہ ہیں (۱) بابر نامہ اس میں خاندان تیموریہ کے انساب تیمور کا بالا جمال عالی اور ہندوستان کے فتح کرنے کا ذکر بالتفصیل اور نصیر الدین محمد بابر شاہ غازی فردوس گانی بیان (۲) شگرت نامہ ہایوں اس میں نصیر الدین محمد ہایوں جت آشیانی کا حال روڈ ولادت سے ایران کے جانے تک (۳) رزم نامہ شیر شاہی اس میں شیر شاہ کا حال از ابتدا تا انتہا اور خاندان سور کے تمام بادشاہوں کا اور ہایوں کے دوبارہ سلطنت کرنے کا بیان جو قیمت ۲۰۰

جلد چارم۔ اس کے دو حصے ہیں حصہ اول میں (۱) تاریخ سندھ (۲) تاریخ کشمیر (۳) تاریخ گجرات (۴) تاریخ مالوہ (۵) تاریخ خاندان (۶) تاریخ سلاطین بنگال (۷) تاریخ سلاطین جوینور حصہ دوم میں (۱) تاریخ سلاطین بہمنیہ دکن (۲) تاریخ سلاطین عادل شاہیہ بیجا پور (۳) تاریخ سلاطین نظام شاہیہ گونڈہ (۴) تاریخ سلاطین غادیہ ملک برار (۵) تاریخ سلاطین برید شاہیہ ملک بیدر (۶) ضخیمہ تاریخ دکن و پرتگیزی کی تاریخ (۷) تاریخ دکن کاریو قیمت ۲۰۰

جلد پنجم۔ (۱۰۵۶) صفحات اقبال نامہ لکری جس میں شہنشاہ اکبر کا حال تمام و کمال لکھا ہے قیمت ۲۰۰

# شامِ سلطنتِ تیموریہ

یعنی

## زوالِ سلطنتِ تیموریہ

### ویاچہ

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۲۸	کامِ بخشش کا حال	۳۰	رانا براج سنگھ کا خط اورنگ زیب کے نام
۳۱	سیفِ خاں کی کارستانی	۳۱	محمد اعظم شاہ کا سکہ لگانا اور خطبہ پڑھنا
۳۳	مرہٹوں کے ساتھ بادشاہ کے تعلقات	۳۳	اور دل آئی مراد پر نہ پھینچنا اور شاہِ عالم
۳۴	بنیا جی سیندھیا	۳۴	کا بادشاہ ہونا۔
۳۵	راجہ ساہو کا چھوٹنا	۳۵	محمد کامِ بخشش کا کچھ حال
۳۶	سر دیس لکھی کے باب میں فقر خاں اور	۳۶	اعظم شاہ کا کوچ
۳۷	جملۃ الملک کا اختلاف آرا ہونا	۳۷	شاہِ عالم بہادر شاہ کا حال
۳۸	خطاباتِ بہادر شاہ کی دریافت اور زمینی دستا	۳۸	بہادر شاہ کی سلطنت کا استقلال ہونا
۳۹	کے خصائل اور بار کا حال جو اورنگ زیب لکھا	۳۹	امیر الامرا اسد خاں اور دو اب کا فرج
۴۰	پاپ رائے لیسرے کا ذکر	۴۰	بادشاہ کا سید بننا
۴۱	قندھار کا معاملہ	۴۱	جلوسِ سالِ اول ۱۱۹۰ھ بیتِ سنگھ اور اورنگ
		۴۲	جشنِ سالِ دوم ۱۱۹۱ھ شانِ زارہ
		۴۳	کامِ بخشش



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۴۳	خطبہ " " " " " "	۴۵	سوانح سال سوم ۱۱۲۰ھ
۴۴	سوانح سال پنجم ۱۱۲۲ھ	۴۵	بادشاہ کا سفر " " " "
۴۵	اعظم شاہ " " " " " "	۴۶	گورونانک شاہ " " " "
۸۳	شاہ عالم بہادر شاہ کا سفر	۴۸	گوروانگد " " " "
۸۵	حکایت " " " " " "	۴۹	گوروامرداس صاحب بادشاہی سوم
۸۶	بہادر شاہ کے بیٹے " " " "	۴۹	گورورام داس صاحب بادشاہی چہارم
۸۷	ذکر سلطنت جہاندار شاہ بن	۵۰	گوروارجن بادشاہی پنجم
۸۷	بہادر شاہ بادشاہ	۵۳	گوروسرگوبند بادشاہی ششم
۸۷	عظیم شان کی شکست و موت " " "	۵۵	گوروسرراے بادشاہی ہفتم
۸۹	رفیع الشان کا مرزا " " "	۵۵	سرکرن بادشاہی ہشتم
۹۰	مغزلدین کا بادشاہ ہونا " " "	۵۵	گوروتیج بہادر بادشاہی نہم
۹۱	فرخ سیر کا بنگالہ سے کوچ کرنا " " "	۵۷	بابائندہ بہادر " " " "
۹۳	عبداللہ خاں اور سید عبدالغفار خاں کا محاربہ	۵۷	سکھوں کے حال کا خلاصہ سویر گورتاک
۹۳	اور سادات بارہے سید عبدالغفار خاں کی	۵۹	بہادر شاہ اور بابائندہ کی لڑائیاں
۹۴	امانت خاں صوبہ دار مالوہ اور اسلام خاں	۶۳	راچپوٹوں سے لڑائیاں " " "
۹۴	رتن سنگھ کی لڑائی " " " "	۶۶	سوانح سال چہارم ۱۱۲۱ھ
۹۵	فرخ سیر کا سفر " " " "	۶۷	مرہٹوں کی برہان پور پر لڑائی " " "
۱۰۰	ذکر سلطنت محمد فرخ سیر	۶۸	سکھ " " " "
۱۰۰	فرخ سیر کی ولادت سے تخت نشینی تک	۷۰	چین تیلج خاں " " " "
۱۰۰	محمد رضا علی قلعہ دار بتاس پر فرخ سیر کی فتح	۷۰	منعم خان خانان کی وفات اور خصائل
۱۰۷	سوانح سال اول فرخ سیر	۷۲	وزارت کے باب میں اختلاف رائے
۱۰۷	وزرا و امرا کا تقرر " " " "	۷۲	غازی الدین خاں فیروز جنگ کی وفات



صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
۱۲۲	اور ان کے سردار بابا بندہ کا قتل ہونا	۱۰۸	بادشاہ و وزیر کی ناموفقت - - -
۱۲۷	سوانح سال پنجم ۱۱۲۷ھ	۱۱۰	قتل اور سزائیں - - -
۱۲۸	فرخ سیر کی شادی راجہ اجیت سنگھ کی بیٹی سے	۱۱۱	حکم شاہی - - -
۱۲۹	عیسیٰ خاں کی سرکشی	۱۱۲	نظام الملک بہادر فتح جنگ - - -
۱۳۰	سوانح سال ششم ۱۱۲۹ھ	۱۱۳	ذکر سوانح سال دوم جلوس بادشاہ
۱۳۱	بادشاہ کی کدورت کا وزیر اسے زیادہ ہونا	۱۱۴	فرخ سیر ۱۱۲۴ھ
۱۳۲	جزیرہ دغایت اللہ خاں درتن چند کی رنجشیں	۱۱۵	سید حسین علی خاں کا مہاراجہ اجیت سنگھ
۱۳۳	چورامن جاٹ سے صلح - - -	۱۱۶	راٹھور سے لڑنے کے لئے جانا اور اس کا
۱۳۴	سوانح سال ہفتم ۱۱۲۹ھ	۱۱۷	فی الفور اطاعت کرنا - - -
۱۳۵	ذکر سوانح سال ہشتم ۱۱۳۰ھ	۱۱۸	فرخ سیر اور سادات کے درمیان نزاع
۱۳۶	رکن الدولہ اعتقاد خاں کا اقتدار اور امر	۱۱۹	منازعات - - -
۱۳۷	عظام کا اجتماع - - -	۱۲۰	شاہزادوں کا مکھول ہونا - - -
۱۳۸	حسین علی خاں کا دہلی میں آنا - - -	۱۲۱	بادشاہ کی سادات کے ساتھ تجدید عہود
۱۳۹	ذکر سلطنت محمد شمس الدین	۱۲۲	نظام الملک بہادر فتح جنگ کی صوبہ داری
۱۴۰	ابوالبرکات رفیع الدرجات	۱۲۳	دکن میں - - -
۱۴۱	ابوالبرکات کا بادشاہ ہونا - - -	۱۲۴	نظام الملک کا حال - - -
۱۴۲	جزیرہ کی موقوفی اور امر کے گھروں کی غیبت	۱۲۵	حسین علی خاں کی صوبہ داری دکن و
۱۴۳	فرخ سیر کا مارا جانا اور دفن ہونا - - -	۱۲۶	داد و خاں پر فتحیابی - - -
۱۴۴	بھائی بھائیوں میں نا اتفاقی - - -	۱۲۷	ذکر سوانح سال سوم جلوس ۱۱۲۵ھ
۱۴۵	اکبر آباد میں نیکو سیر کا بادشاہ ہونا	۱۲۸	ہندو مسلمانوں اور شیعہ سنیوں کا جھگڑا
۱۴۶	رفیع الدرجات مرنا - - -	۱۲۹	ذکر سوانح سال چہارم جلوس ۱۱۲۶ھ
		۱۳۰	عبدلصمد خاں دلی جنگ کا سکھوں پر فتح پانا

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۱۸۷	امرا کے خطاب	۱۵۳	ذکر سلطنت رفیع الدولہ ملقب بہ شاہجہان ثانی
۱۸۸	سید عبداللہ خاں کے مرنے کی خبر سُنچنا اور سلطان ابراہیم کا بادشاہ بننا	۱۵۷	ذکر سلطنت مرزا روشن اختر
۱۸۹	سلطان ابراہیم کی چند روزہ سلطنت اور اُس کی لڑائی محمد شاہ سے اور اس کا شکست	۱۵۹	ابوالفتح ناصر الدین محمد شاہ چھیلہ رام ناگ صوبہ آباد کا مرزا اور اُس کے بیٹے گروہر بہادر کا سیدوں سے لڑنا اور اس نهم کا آخری فیصلہ
۱۹۷	بادشاہ کا شاہجہان آباد میں آنا	۱۶۲	سادات کا تزلزل اور نظام الملک بہادر فتح جنگ کی ترقی
۱۹۸	جزیرہ کی معافی	۱۶۸	نظام الملک کا حسن اخلاق
۲۰۱	راجہ اجیت سنگھ کی سرکشی	۱۶۹	عبدالصمد خاں دلیر جنگ کی حسین خان افغان سے لڑائی اور حسین خاں کا کشتہ ہونا
۲۰۲	نظام الملک کی وزارت	۱۷۰	نظام الملک کی خبروں کا سیدوں کے پاس آنا
۲۰۳	سید عبداللہ خاں کی وفات	۱۷۳	کشمیر کا مذہبی فساد
۲۰۴	سید عبداللہ خاں و سید حسین علی خاں کے خٹل	۱۷۵	نظام الملک اور دلاور علی خاں خٹبی امیر الامرا کی لڑائی
۲۰۵	جاٹوں سے لڑائی	۱۷۸	زلزلہ
۲۰۶	میر محمد حسین معروف بہ غود و غود کا جدید	۱۷۹	بادشاہ اور سید حسین کا ارادہ
۲۰۷	حیدر علی خاں	۱۸۰	عالم علی خاں کی شکست اور کشتہ ہونا
۲۰۸	نظام الملک کا دوبارہ دکن جانا	۱۸۱	تدابیر و زرا
۲۰۹	مبارز خاں اور نظام الملک بہادر کی لڑائی	۱۸۲	امیر الامرا سید حسین علی خاں کا مارا جانا
۲۱۰	احمد نگر کا ذکر	۱۸۳	غرت خاں کا بادشاہ پر چڑھنا اور مارا جانا
۲۱۱	سر ملند خاں کا احمد آباد کا صوبہ دار ہونا		
۲۱۲	حیدر آباد میں آصف جاہ کے بندوبست کا بیان		
۲۱۳	آصف جاہ کی تدبیر مرہٹوں کے باب میں		



نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۲۳۵	متفرق حالات	۲۱۸	مرہٹوں کی سلطنت کے استقلال کی حالت
۲۳۶	بادشاہ کا سیر و شکار کو جانا	۲۱۹	بالاجی دوسو ساتھ پیشوا
۲۳۷	منظرف خاں کا مرہٹوں کی تہیہ کے لئے جانا	۲۲۰	ساہو کی خصلت اور پیشوا کی لیاقت
۲۳۸	نوابان الملک کی جنگ راجہ بھگونت	۲۲۱	مسلمانوں کا مرہٹوں سے مدد طلب کرنا اور
۲۳۹	کھچار سے	۲۲۲	چوتھہ دینا
۲۴۰	امیرالامرا صمصام الدولہ وزیر الملک اعتماد الدولہ	۲۲۳	دربار شاہی کی کیفیت اور راجہ ابھے سنگھ
۲۴۱	کا بابجے راؤ مرہٹہ کے لئے جانا اور اس نعم	۲۲۴	کا صوبہ گجرات میں مقرر ہونا
۲۴۲	کا انجام	۲۲۵	آصف جاہ کا مرہٹوں میں فساد ڈلوانا اور
۲۴۳	برہان الملک کا مرہٹوں کو لڑنا اور ان کو سکوت دینا	۲۲۶	اپنی سلطنت جانا
۲۴۴	برہان الملک کے صمصام الدولہ کا باجی راؤ سے	۲۲۷	ٹریک راؤ
۲۴۵	لڑنے کے لئے منع کرنا اور شاہجہاں آباد پر	۲۲۸	سرہند خاں اور مرہٹوں کی شرائط صلح اور
۲۴۶	بابجے راؤ کا تاخت کرنا	۲۲۹	ان کا نتیجہ
۲۴۷	نادر شاہ کا دور	۲۳۰	آصف جاہ اور بابجے راؤ کی مصاحبت
۲۴۸	ایران پر افغانوں کا قبضہ	۲۳۱	ہولکر اور سیندھیا
۲۴۹	نادر شاہ کا حملہ ہندوستان پر	۲۳۲	راجہ ابھے سنگھ کا حال اور اس کی صوبہ داری
۲۵۰	محمد علی وردی خاں اور شجاع الدولہ داماد	۲۳۳	گجرات
۲۵۱	جعفر خاں بیان	۲۳۴	مالوہ کی صوبہ داری پر بابجے راؤ کا مقرر ہونا
۲۵۲	شجاع الدولہ کا مرنا اور محمد علی وردی خاں کی	۲۳۵	محمد غضنفر اور ہندیلوں کی لڑائی اور مرہٹوں
۲۵۳	لڑائی سرفراز خاں سے اور اس کا انجام	۲۳۶	کا حوصلہ
۲۵۴	مرہٹوں کا ملک بنگال میں غدر مچانا	۲۳۷	غضنفر پر بادشاہ کا عتاب
۲۵۵	مصطفیٰ خاں سے مہابت جنگ علی وردی	۲۳۸	
۲۵۶	خان کا بھڑا اور اس کا انجام	۲۳۹	



نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۲۸۲	احمد شاہ درانی کا حملہ ہندوستان پر	۲۶۷	ہیبت جنگ اور مصطفیٰ خاں کی لڑائی اور
۲۸۵	احمد شاہ کی سلطنت	۲۶۸	اُس کا انجام - - - - -
۲۸۶	روہیلوں کی لڑائیاں - - - - -	۲۶۹	علی وردی خاں کی مرہٹوں سے پھر لڑائی
۲۸۸	حاکم جمیر کا شکست پانا - - - - -	۲۷۰	علی وردی خاں کے برخلاف سرکشیوں
۲۸۹	احمد شاہ درانی کا حملہ - - - - -	۲۷۱	محمد علی وردی کی وفات و خصائل - - -
۲۹۰	صفدر جنگ کی ناراضی - - - - -	۲۷۲	نادر شاہ کے جانے کے بعد شاہجہان آباد
۲۹۱	صفدر جنگ اور غازی الدین خاں - - - -	۲۷۳	کا حال - - - - -
۲۹۲	عماد الملک کا حال اور خاص دار الخلافہ کے فساد	۲۷۴	مرہٹوں کے معاملات - - - - -
۲۹۳	غازی الدین خاں کی لڑائی جاٹوں سے	۲۷۵	آصف جاہ کے ملک پر بابے راؤ کا حملہ کرنا
۲۹۴	احمد شاہ کا قید ہونا - - - - -	۲۷۶	اور شکست کھانا اور اس کے مصائب - -
۲۹۵	عالمگیر ثانی کی سلطنت کا بیان	۲۷۷	کانکن کی لڑائیاں - - - - -
۲۹۶	غازی الدین خاں کی محم لاہور پر - - -	۲۷۸	بابے راؤ کے دشمن - - - - -
۲۹۷	احمد شاہ ابدالی کا شاہجہان آباد میں آنا	۲۷۹	بالاجی کی جانشینی کے خلاف سازشیں
۲۹۸	وزیر کا دلی میں آنا اور مرہٹوں کا ساتھ لانا	۲۸۰	منقرعات حالات - - - - -
۲۹۹	شاہزادہ ولی محمد علی گور کا حال - - -	۲۸۱	بالاجی کا مالوہ پر قبضہ ہونا اور بعض اور محلات
۳۰۰	ملک پنجاب پر رگھوناتھ کا قبضہ - - -	۲۸۲	مرہٹوں کا ملکی انتظام - - - - -
۳۰۱	مرہٹوں کا ارادہ کل ہندوستان کے فتح کرنے کا	۲۸۳	آصف جاہ کی وفات - - - - -
۳۰۲	مسلمانوں کا متفق ہو کر ان کا مقابلہ کرنا - -	۲۸۴	آصف جاہ اور بابے راؤ پیشوا - - - -
۳۰۳	احمد شاہ درانی کا ہندوستان میں آنا - -	۲۸۵	راجہ ساہو کا مرنا اور جانشینی کے لکھ جگر پانا
۳۰۴	عالمگیر ثانی کا قتل - - - - -	۲۸۶	تارا بائی کا فساد - - - - -
۳۰۵	ہندوستان خاص میں مرہٹوں کی فوج کا	۲۸۷	دلی کا حال - - - - -
		۲۸۸	روہیلوں کا عروج - - - - -

نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۳۲۲	رہیلوں اور شجاع الدولہ کی صلح ..	۳۰۳	احمد شاہ کے ہاتھ سے پرانڈہ ہونا ..
	دلی کے قریب لڑائی اور ضابطہ خاں کا	۳۰۳	احمد شاہ اور شجاع الدولہ کا ملنا ..
۳۲۳	امیر الامرا ہونا ..	۳۰۴	مرہٹوں کا حال ..
۳۲۳	مرہٹوں اور نجف خاں کا ملاپ ..		سدا شیرواؤ معروف بھاؤ اور لیبوس راؤ
۳۲۴	رہیلوں سے لڑائیاں ..		کالشر کے کر دکن سے آنا اور شاہ ابدالی سے
۳۲۴	مرزا نجف خاں کا دلی میں بجال ہونا ..	۳۰۴	شکست پانا ..
۳۲۴	جاٹوں سے مرزا نجف خاں کی لڑائیاں	۳۰۹	احمد شاہ درانی کا واپس جانا ..
	عبدالاحد خاں کی سازشیں اور سکھوں	۳۱۰	شاہ عالم کی سلطنت کا بیان
۳۲۷	سے لڑائی ..	۳۱۱	بادشاہ کی خصلت و لیاقت ..
	نجف خاں کا دلی میں آنا اور سکھوں کو	۳۱۲	بہار کی لڑائی ..
۳۲۸	شکست دینا ..		شجاع الدولہ وزیر کا دلی سے آنا اور بادشاہ
۳۲۸	شہر کا مرزا اور اس کی بیگم کو ریاست ملنا	۳۱۳	سے ملنا ..
	مرزا نجف کی وفات اور مرزا شفیق اور	۳۱۴	شاہ عالم اور انگریزوں کی صلح ..
۳۲۸	افراسیاب کا آپس میں لڑنا ..	۳۱۵	بادشاہ کا الہ آباد میں رہنا ..
	مرزا جواں نخت کا دلی سے انگریزوں		دہلی میں نجیب الدولہ کے معاملات ..
۳۳۰	پس جانا ..	۳۱۶	جاٹوں کے ساتھ نجیب الدولہ کی لڑائی ..
۳۳۱	مادھوجی سیندھیا کا دلی پر قابض ہونا	۳۱۸	شاہ ابدالی کا آنا اور سکھوں کو شکست دینا
۳۳۲	غلام قادر کا باپ کی جگہ بیٹھنا ..	۳۱۹	مرہٹوں کا بھرتپور اور دوآبہ کا لینا ..
	مرزا جواں نخت کا لکھنؤ چھوڑنا اور انگریزوں	۳۲۰	ضابطہ خاں کا دلی سے مرہٹوں کا نکالنا ..
۳۳۲	کو اپنا اختیار چھلانا ..		شاہ عالم کا دلی میں آنا ..
۳۳۲	سیندھیا کے ملکی اور جنگی انتظام ..	۳۲۱	مرزا نجف خاں کا حملہ ضابطہ خاں پر ..
۳۳۳	رجپوتوں کا اتفاق اور لال سوت کی لڑائی		مرزا نجف خاں کا حال ..



نمبر صفحہ	مضمون	نمبر صفحہ	مضمون
۳۳۸	خاتمہ - - -	۳۱۵	رجپوتوں کی امداد کے لئے بادشاہ کا جانا
	مسلمانوں کی سلطنتیں ایشیا میں		مرزا جوآن بخت کا دلی میں آنا اور بنارس
	کہاں کہاں ہیں اور بفعل ان کا	۳۳۶	میں مرزا " " " " " " " "
	کیا حال ہے " " " "	۳۳۸	رانا خاں اور اسماعیل بیگ کی لڑائی " " " "
۳۳۸	سلطان روم کی فرمان روائی		مغلوں کی سرکشی اور ہندو فوج کا بھاگنا اور
	ایشیا میں " " " "	۳۳۸	غلام قادر کا تسلط " " " "
۳۵۱	سلطنت ایران " " " "	۳۳۹	غلام قادر کا شاہ عالم کی آنکھیں نکالنی " " " "
۳۵۵	افغانستان اور بلوچستان		مرہٹوں کا غلام قادر سے لڑنا اور اس کو
۳۵۸		۳۴۱	پکڑ کر مارنا " " " "
		۳۴۶	محمد سراج الدین ابو ظفر بہادر شاہ

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
www.pdfbooksfree.pk

## فہرست مضامین جلد دہم

### مضامین مختلف

نمبر صفحہ	مضمون
۱	ہندوستان اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی سلطنت کے فائدہ پہنچا یا نقصان ہوا " " " "
۲۰	دہلی میں مسلمان بادشاہوں کا پایہ تخت کا بدلنا اور ان کی عمارات کا بننا " " " "
۲۵	سکوں کا بیان " " " " " " " "



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# شامِ سلطنتِ تیموریہ

یعنی

## زوالِ سلطنتِ تیموریہ

دیساکہ

تم روز دیکھتے ہو کہ صبح دوپہر شام ہوتی ہی کچھ وقت فجر اور دوپہر کے درمیان اور کچھ وقت دوپہر اور شام کے مابین گزرتا ہی۔ اسی طرح سلطنتِ تیموریہ کی صبح دوپہر و شام ہوئی۔ یگانہ روزگار دستورِ فرزانہ شہرِ بابر فرغانہ سے ہندوستان میں آیا یہ سلطنتِ تیموریہ کی صبح ہوئی یعنی آفتاب اُس کا مشرق سے طلوع ہوا۔ اور اونچا ہوتا گیا اور اپنی گرمی کو بڑھاتا اور روشنی کو پھیلاتا گیا۔ اہلِ فرنگ کے نزدیک شاہ جہاں کے عہد میں اور اہلِ اسلام کے نزدیک اورنگ زیب کے عہد میں وہ اپنے نصف النہار پر پہنچا اور پھر وہ مغرب کی طرف ڈھلنا شروع ہوا اپنی تیزی اور روشنی کو کم کرتا گیا۔ یہاں تک کہ نابینا شہنشاہ شاہ عالم کے زمانہ میں شام ہو گئی وہ غروب ہو گیا اُس کی روشنی باقی نہیں رہی ایک زمانہ اُس کا ابتدا سے انتہا عروج تک گزرا جس کا حال جلدوں میں مرقوم ہوا۔ دوسرا زمانہ انتہا عروج سے انتہا زوال تک گزرا حال اس جلد میں تحریر ہوتا ہی زمانہ کا دستور چلا آتا ہی کہ جن اقوام اور سلطنتوں کی ترقی ہوئی اُن کا تشرل ہوا۔ اس

اقبال اور زوال کے اسباب کو مُسببِ الاسباب ہی خوب جانتا ہے۔ مُسلمان یہ یقین کرتے ہیں کہ یہ خدائی کارخانے ہیں ان کو کون سمجھ اور جان سکتا ہے یہ محض خدا کی مرضی پر موقوف ہے کہ تو مولیٰ کی ترقی و منزل کا تار بندھا رہتا ہے کہ ایک دوسرے کے لگے پیچھے آتے جاتے رہتے ہیں حاکمی

یہاں ہر ترقی کی غایت یہی ہے سرانجام ہر قوم و ملت یہی ہے  
سدا سے زمانہ کی عادت یہی ہے طلسمِ جہاں کی حقیقت یہی ہے

بہت یہاں ہوئے خشک چشمے اُل کھر  
بہت باغ چھانٹے گئے پھول چل کر

ابھی بشر کی عقل و دانش کی ایسی ترقی نہیں ہوئی کہ وہ ان اسباب کو بالکل صحیح صحیح دریافت کر لے۔ مگر دانشمند اربابِ اَلرَّائے ان اسباب کی عالمانہ تحقیق اور حکیمانہ تدقیق کرتے ہیں اور دلچسپ خرد و فردِ زمباخشے اور دل آویز دانش آموز گفتگوئیں اقام فرماتے ہیں۔ اس لیے میں اُن کو باقی شاہانِ تیموریہ کے عہدوں میں بیان کر دکھانا کہ کیوں ہند کی سلطنت مغلیہ کے کلخِ بُندی کی رنجیں اندر ہی اندر ایسی ہل گئیں کہ وہ دھڑام سے گر پڑا جس کے بُرج و مینار آسمان سے باتیں کرتے تھے اور اُس کے سونے اور چاندی کے رد پہلی سنہری کلس اپنی چمک دمک ایک عالم کو دکھلا دیتے تھے اوس کے ستونوں میں ساری دنیا کے جواہر چڑے جاتے تھے گو اس کے کلس اور جواہر اس خاک کے ملنے پر بھی کیس کیس اپنی درخشان دکھاتے رہے اور کیوں اورنگ زیب کے مرنے کے بعد سلطنتِ مغلیہ کی آنچیں اندھی اکان بہرے دانت ٹوٹے پوپلے، ٹانگیں لنگڑی مکر ٹوٹی، ہاتھ لہجے ہو گئے کوئی کُل سیدھی نہ رہی جیتے جی مر گئی۔ کیوں اس کا حال یہ ہو گیا جیسے کوئی مُردہ زمین سے نکل آئے کہ زیور پہنے ہوئے اور ہتیار لگائے ہوئے ہو مگر اس کا حال یہ ہو کہ اُس پر پھونک مار دو تو اُس کی خاک اُڑنے لگے۔ اگرچہ شہنشاہی کا سر شمشیرِ بزرگی دہلی بنی رہی مگر اُسے میل لگ لاپانی ان باغوں میں جاری رہا جو خس و خاشاک سے پر تھے۔ سلطنتِ مغلیہ کے زمانہ منزل کی ابتدا مقرر کرنی بڑی مشکل بات ہے جو مورخ کہ اورنگ زیب کے عہد کو اسکی



ابتدا ٹھہراتے ہیں وہ اپنے فرض کو نہیں ادا کرتے بہت سی تمہیں اورنگ زیب پر بغیر تحقیق و تفتیش کے تھوپتے ہیں اس بادشاہ کی ان باتوں کو بہ ترتیب بیان کرتا ہوں جس کو اسباب تنزل سلطنت مغلیہ ٹھہراتے ہیں بتاتا ہوں کہ وہ کیسی بے اصل ہیں اول سلطنت مغلیہ کے تنزل کا سبب سوار مسلمانوں کے اور سب اورنگ زیب کے تعصب مذہبی کو بتاتے ہیں۔ اورنگ زیب نہایت متشرع بادشاہ تھا وہ ساری عمر میں ایک کام بھی ایسا کرنا نہیں چاہتا تھا جسکو شریعت مصطفویٰ علیہ السلام کے خلاف بتلائے وہ شریعت اسلام کا پورا پابند تھا۔ بہت سے عیسائی جو اپنے مذہب کے تعصب کی بلایں گرفتار ہیں وہ شریعت مصطفویٰ کی نسبت یہ رائے رکھتے ہیں کہ اس میں صلاحیت و قابلیت ہی نہیں ہے کہ اس کی پابندی سے کوئی قوم مذہبِ شایستہ ہو یا کوئی سلطنت اس پر عمل کر کے ظلم و ستم سے خالی ہو سکے مسلمانوں میں انہیں بادشاہوں کی سلطنت کا عروج ہوا جنہوں نے اپنی شریعت اسلام کو بلائے طاق رکھا۔ اکبر اور عالمگیر کا مقابلہ اس طرح کر کے اپنے دعویٰ کی دلیل پیش کر رہے ہیں۔ اکبر شریعت اسلام کا پابند نہ تھا اس کے عہد میں سلطنت کا عروج ہوا۔ اورنگ زیب شریعت اسلام کا پابند تھا اس کی سلطنت کا زوال شروع ہوا۔ اکبر نے شریعت کے برخلاف جزیہ ہندؤں کو معاف کیا۔ عالمگیر نے شریعت کے موافق جزیہ غیر اسلام قوموں پر مقرر کیا۔ اس جزیہ کے باب میں ٹوڈر اجتان میں اورنگ زیب کے نام کے خط کا ذکر ہے جس کو اورم صاحب نے تو یہ تحقیق کیا تھا کہ وہ ماڑواڑ کے راجہ سنگھ نے اورنگ زیب کو لکھا ہے مگر یہ راجہ جزیہ کے حکم سے پہلے مر چکا تھا تو ٹوڈر صاحب نے یہ تحقیق کیا کہ وہ رانا راج سنگھ نے اورنگ زیب کو لکھا تھا۔ اُدے پور سے ان کا منشی اصل کی نقل ان پاس لایا تھا انھوں نے اس کا ترجمہ انگریزی لکھا ہے اس انگریزی ترجمہ کا ماحصل ترجمہ کر کے لکھا ہوں۔

## رانا راج سنگھ کا خط اورنگ زیب کے نام

ساری حمد و قدر مطلق کے لیے ہو اور تمام ستائش بادشاہ کے لیے ہو جو شمس و قمر کی طرح تاباں



دور خاش ہے۔ بندہ گو حضور پر نور سے دُور ہے مگر دل سے خیر خواہ ہے۔ اطاعت اور دولت خواہی کاموں کے کرنے میں ساعی اور مصروف ہے میری عین تمنا، دلی یہ ہے کہ میں ایسی خدمات بجالاؤں کہ جسے پادشاہوں امیروں، مرزاؤں راجاؤں، رایوں اور ایران، توران، شام کے امیروں اور ہفت اقلیم کے باشندوں اور تری و خشکی کے مسافروں کی بہبودی اور فلاح ہو۔ یہ میرا میلان خاطر مشہور ہے۔ حضور کو بھی اس میں فرائشک نہوگا۔ میں اپنی خدمات سابقہ پر اور حضور کے تحمل پر نظر کر کے جناب عالی کی خدمت مبارک میں حضور کے اور خاص و عام کی صلاح و فلاح کے لیے چند التماس کرتا ہوں۔

مجھے اطلاع ہوئی ہے کہ اس بندہ خیر خواہ کے استیصال کے لیے اتنی دولت خرچ ہو چکی ہے کہ خزانہ شاہی خالی ہو گیا ہے اُس کے معمر کرنے کے لیے جزیہ لینا قرار پایا ہے۔

حضور کے جدِ اعلیٰ محمد جلال الدین اکبر عرشِ آسمانی نے باون برس سلطنت عدالت اور شفقت کے ساتھ کی جس سے رعیتِ آسائش اور آرام پایا اور وہ خوش خرم رہی اُس نے عیسائی موسوی۔ داد دی۔ محمدی۔ برہمن۔ لاندھیا۔ دھرمیہ کو ایک ہی نگاہ سے دیکھا سب پر دیا مہربانی شفقت و عطف فرمائی۔ اس لطف و کرم کا معاوضہ یہ ملا کہ گت گرد اُس کا خطاب و لقب ہو اسی طرح نور الدین جہانگیر خبث مکانی نے بائیس برس تک شاہنشاہی کی اور رعیت کو اپنے ظلم و ظف میں رکھا اور اپنے دوستوں کی نیک خواہی اور خیر خواہی کی وجہ سے فتنہ مچا رہا۔

شاہجہاں نے بھی اپنی ۳۲ برس کی فرمانروائی میں کچھ پہلے بادشاہوں سے نیک نامی کم نہیں حاصل کی جسمِ ملی اور نیکو کاری سے نیک نامی دوام پائی۔

یہ حضور کے باپ ادا کے رافت و کرم و عدالت کا حال تھا جب وہ ان اصولِ عدالت و بزرگی کے پیروں سے توجہ انہوں نے قدم رکھا وہاں مسخ و ظفر ہر کاب رہیں۔ بہت قلعے اور ملک اُن قبضہ و تصرف میں آئے۔ مگر حضور عالی کے ملک میں سے بہت سالک نکل گیا اور آئندہ نکلنے والا ہے۔ سارے ملک میں تباہی اور غارت گری و فتراتی کا بازار گرم ہے اور کوئی سچی

روک ٹوک نہیں۔ رعایا ویران و برباد ہو گئی۔ سارا ملک بھوکا مریا ہے۔ زور بردار و شواریاں اور مشکلات جمع ہوتی جاتی ہیں۔ جب بادشاہ اور بادشاہنراؤں کے گھروں میں افلاس آگیا ہو تو دوا بر حال امیراں۔ سپاہ و ادویلا چارہ ہی ہر سوداگر رکشیت کر رہے ہیں، مسلمان ناراض بیٹھے ہیں۔ ہندو بے نوابے دست دیا ہو رہے ہیں۔ بے نصیب خلقت کو رات کو روٹی میسر نہیں ہوتی۔ دن کو وہ غصہ کھاتے ہیں اور رنج کے مائے سر کوٹے سے مائے تے ہیں۔

کس طرح اس بادشاہ کا جاہ و حشم باقی رہ سکتا ہے کہ وہ ایسی رعایا سے جس کا افلاس حدِ غایت کو پہنچ گیا ہے۔ سخت محصول وصول کرے۔ اس زمانہ میں مشرق سے مغرب تک یہ پتہ ہو رہی ہے کہ بادشاہ ہندوؤں سے جگر برہمنوں۔ سناؤں جوگیوں۔ برائیوں سانیوں سے جزیہ لگا۔ اپنے خاندان تیموریہ کے ننگ و نام و عزت و اقتدار کا خیال سمجھ نہیں کرے گا بے گناہ تارک الدنیا آدمیوں پر زبردستی کرے گا۔ جناب عالی کو کتب الہامی پر ایمان و اعتقاد ہو تو آپ کو یہ ہدایت ہو سکتی ہے کہ خدا رب العالمین جو فقط رب الملین نہیں ہے ہندو مسلمان خدا کے نزدیک برابر ہیں اُس نے اُن کے رنگ اپنے حکم سے مختلف بنا دیے ہیں۔ وہی سب کو پیدا کرتا ہے۔ مساجد اذان ہوتی ہے بت خانوں میں گھنٹہ بجاتی ہے مگر دونوں جگہ ایک ہی خدا کی عبادت ہوتی ہے۔ کسی غیر مذہب و رسم و رواج میں دست اندازی کرنا اور اُس کو بے عزت کرنا خدا کو ناراض کرنا ہے۔ اگر کسی تصویر کو بگاڑیے تو مصوّر کے دل میں کینہ خود بخود بے اختیار پیدا ہوتا ہے کسی شاعر نے یہ کہا ہے کہ قدرت کے مختلف کاموں کی عیب جوئی نہ کرو۔

القصة جو ہندوؤں سے جزیہ مانگا جاتا ہے وہ عدالت کے برخلاف ہے اور حضور کی صلاح دولت کے لیے مضر ہے۔ وہ ملک کو مفلس بنا دے گا وہ ایک بدعت ہے اور ہندوستان کے قوانین و آئین کے خلاف اگر حضور کو اپنی شریعت کی پابندی اس جزیہ لینے پر مجبور کرتی تھی تو عدالت کا مقرر تھا کہ اول رام سنگھ جو اسے ہندوؤں کا مذہبی جزیہ طلب کرتے۔ بعد اس کے اس خیر خواہ سے مانگتے جس کا مقابلہ حضور آسانی سے کر سکتے ہیں۔ بہادر جو افراد کو چٹائیوں اور کھیتوں کا تنا زیا نہیں



یہ تعجب کی بات ہے کہ اگر کین سلطنت نے غفلت کی کہ حضور کو ثواب و بزرگی کے قواعد پر ہدایت نہیں کی۔

کوئی تاریخ اور سنہ اس خط پر نہیں لکھا معلوم نہیں کہ اورنگ زیب کی زندگی میں وہ لکھا گیا یا اُس کے مرنے کے بعد اگر مان لیا جائے کہ وہ اُس کی زندگی میں تحریر ہوا تو یقینی اس پاس بھیجا گیا۔ اگر یہ عرضداشت اس پاس آتی تو اس کا جواب ضرور دیتا۔ اس کے فرامین و خطوط درقات میں کیس اس کا جواب نہیں اور مسلمانوں کی تاریخوں میں مذکور نہیں۔ ہندوستان میں قاعدہ ہے کہ کسی معزز و محترم انگریز کو کسی چیز کا شوق ہوتا ہے تو بہت سا ہندوستانی اسباب اصلی اور غیر اصلی اس کے میلان خاطر کے موافق جمع کر دیتے ہیں مثلاً بعض انگریزوں کو قدیم سکون کے جمع کرنے کا شوق ہوا۔ ہزاروں جعلی سکے بنا کر اس کو لائے۔ ایسے ہی صالوڈ صاحب کو خط اور بہت نوشتے ہندوستانیوں نے جعلی بنانا کے لیے دیے ہونگے وہ راجپوتوں کے بڑے سرپرست تھے۔ جب تک کسی نوشتہ کی سند معتبر نہ ہو وہ پایہ اعتبار سے ساقط ہوتا ہے۔

مسلمانوں کا جزیہ۔ مہذب قوموں میں ایک فحشیانہ ٹیکس سمجھی جاتی ہے جو ان کو اور غیر قوموں کو یہ خیال ہے کہ اسلام یہ ٹیکس متعصبانہ اس لیے مقرر کرتا ہے کہ مسلمانوں کی عزت و عظمت اور تسلط غیر قوموں پر ظاہر ہو اور یہ بھی وہ خیال کرتے ہیں کہ جزیہ مسلمان بنانے کا ذریعہ جبراً ہے۔ جب جزیہ دینے والا جانتا ہے کہ اگر میں مسلمان ہو جاؤں گا تو اس محصول سے بچ جاؤں گا۔ وہ لالچ میں آن کر مسلمان ہو جاتا ہے۔ مگر اس جزیہ کو ایسا خیال کرنا اور شریعت مصطفویٰ کو ایسا سمجھنا جیسا اداریہ نے بیان کیا فقط غیر قوموں کا تعصب مذہبی ہے۔ میں ان مباحثوں کو یہاں نہیں لکھتا جس کو آنچ دیکھنا ہو تو سر ڈاکٹر سید احمد خاں اور مولوی چارغ علی مرحوم اور نواب محسن الملک اور شمس العلماء مولوی شبلی اور شمس العلماء حافظ مولوی نذیر احمد کی تصنیفات میں دیکھ کر براہین متین سے عیسائی متعصبین کے ان خیالات کا غلط و باطل ثابت کیا ہے عالمگیر نامہ میں لکھا ہے کہ جب شریعت اسلام کے موافق ہندوؤں پر جزیہ لگایا تو مسلمانوں پر زکوٰۃ بھی لگائی تھی۔ شہاب الدین طالش

تاریخ اشام میں لکھا ہے کہ بنگالہ میں قحط میں اس زکوٰۃ نے افلاس کی مصیبت کو اور بڑھا دیا تھا۔  
 دنیا میں یہ قاعدہ ہے کہ جب بادشاہ کوئی نئی ٹیکس رعایا پر لگاتا ہے تو وہ ناراض ہوتی ہے اور او دیا  
 مچاتی ہے کہ ہم پہلے ہی جھوٹے دے جاتے تھے یہ ٹیکس کس گھر سے دیں گے۔ اس سے سارے ملک  
 میں فتنہ برپا ہو گا۔ خلعت برباد ہو جائیگی، اور رنگ زیبخت جزیرہ لگایا تو ہندو اس کے پاس دیا  
 کرتے ہوئے جیسے ایسے موقعوں پر بادشاہوں پاس جایا کرتے ہیں وہی میں قلعہ کے نیچے گئے۔ بادشاہ  
 کو گھیر لیا۔ بھڑکھڑ میں دایک آدمی بھی پس گئے۔ یہ ایسا واقعہ عظیم نہ تھا جیسا کہ ڈرانونا دکھایا جاتا ہے  
 دوم بعض مورخ مسلمانوں کی تدبیر کے لئے اس بات کے دکھانے کا قصد کرتے ہیں کہ  
 سلطنت مغلیہ کا تخت سلطنت راجپوتوں کے کندھے پر قائم تھا۔ اکبر نے راجپوتوں سے ناتے رستے  
 پیدا کر کے ان کے دل میں نہ مسلمانوں کی محبت و موانست پیدا کی کہ اس خاندان کے بادشاہوں  
 پر راجپوت جان مال اور اولاد کو قربان کرنے لگے۔ ان کے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑنے لگے  
 عالمگیر نے اس کے برخلاف عمل یہ کیا تو وہ اس کے دشمنوں کے معاون ہو گئے اس لیے سلطنت  
 کا زوال ہوا۔ یہ بیان غلط ہے۔ اول تو خود عالمگیر نے راجپوتوں سے رشتے کیے اپنے بیٹے کو راجپوتوں  
 میں بیابا۔ دوم مسلمان اس قسم کی رشتہ مندی کو اپنے حق میں سمجھتے تھے کہ کیا راجپوت محکوم  
 تھے یا اس رشتہ مندی کے سبب برابری کا دعویٰ کرنے لگے اور گستاخ ہو گئے۔ وہ ان راجپوتوں  
 کی معاونت کو اپنی سلطنت کا استحکام نہیں جانتے۔ اور اکبر کی رشتہ مندی کو پسند نہیں کرتے۔  
 ٹوڈ صاحب لکھتے ہیں کہ عالمگیر نے جو وہ پوریں آدمی بھیجا رت خانہ ڈھولے اور بت ترڈوا کر منگائے۔  
 ادھے پوریں بنیں بجاریوں کا خون کیا۔ غرض سارے راجپوتانہ میں تین سو بت خانے و  
 و مندر عالمگیر نے مسمار کرائے۔ یہ تعداد کا تعین تو صاحب مدح کی تحقیق کا نتیجہ ہو گا۔ مگر اس پر  
 شک نہیں کہ اس نے راجپوتانہ میں بت خانے ڈھولے اور ان کے سوائے ہندوؤں کے مقتدر  
 شہر بنارس میں بیشنور اور زندا دھوکے مندر توڑے۔ متھرا کا مندر کیشورائے کو مسمار کرایا  
 اور اس کی جگہ مسجد بنوائی۔ ملتان میں بھی ایک مندر توڑا۔ ہند میں تین دریا۔ جمنہ۔ گنگا۔ سندھ



ہندوؤں کی بڑی پرستش گاہیں ہیں جن کے کناروں پر یہ مندر اس نے منسار کر رکھے۔  
 دنیا کا یہ دستور چلا آتا ہے کہ جب کوئی فاتح کسی شہر اور ملک کو اپنی جان پر کھیل کر فتح کرتا  
 ہے تو وہ اُس کی جان مال کا مالک ہوتا ہے وہ انتقام کو اس طرح بھی دگھاتا ہے کہ مفتوح جن چیزوں  
 کو مقدس جان کر اُن کے آگے سر جھکاتا ہے وہ اُن کو ناپاک و نجس سمجھ کر پامال کرتا ہے۔ ان بتوں  
 کا توڑ نابت خانوں کا ڈھانا ہندوؤں کی سرکشی کی سزا تھی۔ قاعدہ ہے کہ رعایا کے دل میں بادشاہ  
 کے سونظم و ستم و نفرت و عداوت پیدا نہیں کرتے جو ذرا ساندہی بغض قلبی عداوت اور دلی  
 نفرت پیدا کرتا ہے۔ اس لیے ہندو راجپوتوں کے دل ناراض ہوئے مگر یہ لکھنا کہ راجپوتوں کی  
 اس ناراضی سے مسلمانوں کی سلطنت میں زوال آیا غلط ہے۔ کوئی ہم اس کی ایسی نہ تھی جس میں  
 راجپوت اس کے ساتھ شریک نہوں۔ مائثر عالمگیری میں ہر سال کے جشن میں دیکھ لو کہ کتنے راجپوت  
 راجہ درجے اور منصب اربابے جاتے تھے۔ رقیات عالمگیری کو پڑھو کہ اُس نے اپنے بیٹوں  
 سے کتنے ہندوؤں کی سفارش کی۔ اصل حال یہ ہے کہ اورنگ زیب کی یہ پابندی مذہبی تھی جس نے  
 اُس کے سر پر تاج رکھا اور پادشاہی تخت سلطنت بچایا۔ اُس کی کئی پیڑھی سے سلطنت میں  
 ہندوؤں کا عروج ہوتا جاتا تھا۔ تورانی، ایرانی، افغانی، ماور النہری اور غیر ملکیوں کے مسلمان  
 اپنے تنزل سے اور ہندوؤں کی ترقی سے زہر کھائے ہوئے بیٹھے تھے۔ انھوں نے اورنگ زیب  
 کو دیکھا کہ وہ سچا و سچا دیندار مسلمان ہے۔ سارے مسلمان امراء اُس کے دلی خیر خواہ بنے اُس کو  
 بادشاہ بنایا۔ شاہجہاں جیسا بادشاہ سات برس تک قید خانہ میں پڑا رہا کسی نے اُس کی ہائی  
 کی پیروی نہ کی۔ دارا۔ شجاع مراد برابر کے مدعیان سلطنت کو خاک میں ملا دیا وہ سچا دیندار  
 تھا۔ اپنے دین کی پابندی سے خواہ اُس کا دنیا کا نقصان کیا ہی ہو اُس کو وہ فائدہ سمجھتا تھا  
 وہ مسلمانوں کی خاطر داری کے لیے جن کی عنایت سے اُس کو بادشاہی میسر ہوئی تھی ایسے  
 احکام جاری کرتا تھا کہ ہندو اہل ظلم موقوف ہوں اور اُن کی جگہ مسلمان مقرر ہوں۔ گویا  
 احکام پر اُس کی تعمیل نہیں ہوتی تھی مگر مسلمان خوش اور ہندو ناخوش ہوتے تھے۔ عیسائی

مورخ اُس کو متعصب کہتے ہیں اور جو کام اُس کے ایسے ہیں کہ بالکل تعصب خالی ہیں اُن کو مکروہ  
ریاست منسوب کرتے ہیں۔ اور شیعہ مورخ عالمگیر کو سراپا مکروہ بتا دیتے ہیں اور عیسائی  
مورخ بھی اُن کی اس تحریر کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور یہی جانتے ہیں

عیسائی مورخوں کو سنی مسلمانوں کی تذلیل و تحقیک کے واسطے ہمیشہ شیعہ مورخوں کی  
تاریخوں سے بہت دلائل و شہادتیں مل جاتی ہیں وہ محض بے اصل ہوتی ہیں یہ صرف باہمی عداوت  
نذہبی کی وجہ سے گھڑی ہوئی ہوتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اورنگ زیب جو لمبی چوڑی غازی تختہ  
تھا اور رمضان میں وزے رکھتا تھا تراویح پڑھتا تھا اور اعتکاف میں بیٹھتا تھا اس کا سبب  
یہ نہ تھا کہ وہ عابد تھا جو عبادت الہی کرتا تھا بلکہ وہ اس مذہب کی آڑ میں شکار کھیلنا چاہتا تھا۔  
بھائیوں کے خون کو اور باپ کی قید کو مذہبی چادر میں چھپانا چاہتا تھا۔ دنیا پرستوں کی نزدیک  
تو نماز بھگتا نہ ہی ایک ہنسی کی بات ہو وہ اورنگ زیب کی حق پرستی اور خدا شناسی کو ریاکار  
سے کب خالی ٹھکتے ہیں۔ وہ اس زاہد بادشاہی کو زہد کے سبب سلطنت کی قابلیت سے خالی  
سمجھتے ہیں۔ اہل فرنگ جو اس بادشاہ کی نسبت برے خیالات ظاہر کرتے ہیں اس کے کئی  
سبب ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ یہاں کے عیب صواب و نیک و بد کو اپنے ملک  
کے عیب صواب کے پیمانے سے ناپتے ہیں۔ مثلاً وہ اورنگ زیب کو غاصب سلطنت کہتے  
ہیں کیونکہ اُن کے دستور کے موافق پسر اکبر مستحق سلطنت ہوتا ہے۔ یہاں کچھ پسر اکبر کی قید  
نہیں پانچ مرنے کے بعد جو بیٹا لڑ بھڑ کر کامیاب ہوا وہ سلطنت کا مستحق سمجھا گیا۔ دوسرا سبب  
یہ ہے کہ وہ یہاں کی بعض تحریروں کی طرز کو پوری طرح سمجھتے نہیں اور جو سمجھتے ہیں وہ غلط سمجھتے ہیں  
اورنگ زیب جو اپنے آخری وقت میں شاہزادوں عظیم اور کام بخش و عظم شاہ کو خطوط لکھے ہیں وہ  
سمجھتے ہیں کہ اورنگ زیب ایسی حالت میں مرا جیسے کہ بد آدمی مرا کرتے ہیں۔

مگر جو اُن کو سمجھتے ہیں وہ اُن ہی سے جانتے ہیں کہ اورنگ زیب خدا پرست ولی اللہ کی توت  
مرا۔ وہ اپنے افعال پر بھروسہ نہیں لکھتا تھا بلکہ خدا کے لطف و کرم پر۔ اس کو کہتے ہیں کہ وہ



ہر دل عزیز نہ تھا دنیا میں نیک نیت بادشاہ تھوٹے ہوتے ہیں اور ان میں بھی جو سب زیادہ نیک ہوتے ہوں کچھ ضرور نہیں کہ ہر دل عزیز بھی ہوں یعنی یہ کہ بادشاہ جن کاموں کو حق جانتا ہو انکو رعایا بھی اس لیے حق جانے کہ بادشاہ ان کو حق جانتا ہی۔ اور نگ نیک جس کام کو اپنے مذہب کے موافق حق جانتا تھا اس کو کرتا تھا خواہ اس سے کسی کا دل فکے یا خوش ہو۔ گو بادشاہ کو یہ بات کرنی لازم نہیں ہو اس کو حیا کہ ملک پر حکومت کرنے کا خیال ہوا ایسا ہی اس کو رعایا کے دل میں محبت پیدا کرنے کا بھی خیال ہونا چاہیئے۔ یہ سچ ہو اس نے اپنے مذہب کی پیروی کر کے ملک پر سلطنت کی لیکن دلوں پر حکمرانی کرنے کی پرواہ نہیں کی۔ جو موخ اس کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ زبردستی مسلمان کرتا تھا بڑا جھوٹ بولتے ہیں۔

پروفیسر رنڈل نے اپنی کتاب دعوت اسلام میں لکھا ہے کہ اوزنگ نیک کے فرامین اور خطوط و رعایا کا مجموعہ جو طبع نہیں ہوا ایک صلح کے پاس موجود ہے اس مجموعہ کو میں نے دیکھا ہے اور اس میں فرمان میں مذہبی آزادی کا وہ جامع اصول درج ہے جو ہر بادشاہ کو غیر مذہب رعایا کے ساتھ برتنا لازم ہے واقعہ یہ تھا کہ ایک دفعہ ایک شخص نے بادشاہ کو اس مضمون کی عرضی دی کہ دوشاہی ملکہ کو جو تنخواہ تقسیم کرنے پر مقرر ہیں بادشاہ اس بنا پر درخواست کرے کہ وہ کافر آتش پرست پاری ہیں اور ان کی جگہ تجربہ کار متعمد مسلمانوں کو مقرر کر دے کیونکہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا دَعْوَةَ الْفَاسِقِينَ وَعَدْوَاهُمْ** (اے مومنو! امت جھوٹے اور اپنے دشمن کو دعوت) عالمگیر نے جواب لکھا کہ مذہب کو دنیا کے کاروبار میں دخل نہ دینا چاہیئے اور ان میں معاملت بے تعصب کو جگہ نہیں مل سکتی۔ اور میں اپنی قول کی تائید میں۔ **لَا تَتَّبِعُوا دَعْوَةَ الْفَاسِقِينَ** (نہی تمہاری راہ اور جھوٹ میری راہ)۔ نقل کرتا ہوں اور لکھتا ہوں کہ جو آیت عرضی نویس نے نقل کی ہے اگر وہی سلطنت کا دستور العمل بنایا جائے تو ہم کو اس ملت کے سب اجاڑ اور ان کی رعیت کو غارت کر دینا چاہیئے تھا۔ لیکن یہ کب ہو سکتا ہے۔ بادشاہی نوکریاں لوگوں کو ان کی لیاقت اور قابلیت کے موافق ملینگی اور کسی طرح کا لحاظ نہیں ہو سکتا فقط اس کی نسبت یہ کہا جاتا ہے کہ وہ اس شریعت

پر عمل کر کے رعیت کا انصاف کرتا تھا جس کو رعایا مانتی نہ تھی۔ ایسی عدالت کو رعیت اپنے حق پر ظلم و ستم سمجھتی ہی۔ یہ بات بھی اُس کی عدالت کے بیان میں دیکھ لو کہ وہ بعض معاملات کو بشریت کے موافق اور بعض کو آئین و قوانین سلطنت کے موافق فیصلہ کیا کرتا تھا۔

اس کی ساری تاریخ شہادت دیتی ہے کہ کبھی اُس نے یہ نہیں کیا کہ کسی ہندو کو اس کے مذہب کی وجہ سے مارا ہو یا پکڑا، جکڑا، لوٹا، کھسٹا ہو، کسی اس کی آبائی رسومِ علانیہ عبادت کی روک تھام کی ہو۔ اس کا سبب نہیں کہتے ہیں کہ اُسکی دادی ہندی تھی اُس کا اثر یہ تھا کہ کسی ہندو کو نہیں مارا مارا گھونٹا پھونٹی لگھو۔ وہ اپنے اس اصول کا پابند تھا جس کو فرمانِ مذکور میں خود اُس نے بیان کیا۔ اس کے ذمہ یہ بھی الزام لگایا جاتا ہے کہ اُس کی سلطنت بدگمانیوں کا ایک متواتر سلسلہ تھا۔ ہر عہدہ دار کے پیچھے چاسوس لگے رہتے تھے۔ ایک مہم میں کئی شریک کیے جاتے تھے۔ یہ اُسکی بدظنی نہ تھی بلکہ یہ اُسکے پردادا اکبر کا ضابطہ تھا کہ ایک مہم میں دو مہتمم کار اس سبب جایا کریں کہ اگر ایک مر جائے یا بیمار ہو جائے تو اُس کی جگہ دوسرا مہتمم موجود ہو۔ اور یہ بھی کہ اگر ایک کی نیت میں فساد لگے تو دوسرا اُس کا علاج کرے۔ اس پر اس کا عمل تھا۔

عالمگیری میں ایک ملکہ خداداد تھا کہ وہ مردِ شناس بڑا تھا وہ خوب سمجھتا تھا کہ سیائے آدم آئینہ حالِ باطن است۔ جب وہ کسی نوکر کی نیت بگڑتی ہوئی دیکھتا اُسی وقت تاڑ جاتا اور اس کا علاج کرتا۔ وہ معتقد آدمیوں کا قدر شناس بڑا تھا۔ عبدالرزاق لاری کی کیسی خاطر داری فقط اس سبب کی کہ وہ قابلِ اعتماد تھا۔ جو مورخ یہ کہتا ہے کہ نوکروں نے اس سبب کہ اوپر مذکور پورا اعتبار کسی پر نہیں کرتا تھا۔ اُس کی نئی طرح خدمت گزاری کی وہ اپنے اوپر ہنساتا ہے اگر اُس کے نوکر خدمت گزار نہ ہوتے تو کیسے اُس کو بادشاہ بناتے اور سلطنت کی وسعت ایسی بڑھاتے جو کسی بادشاہ کو میسر نہیں ہوئی۔ انسان کے اعتماد اور اعتبار کی تکمیل کا اندازہ پیمانہ عالمگیرِ ذہن میں تھا اُس سے وہ آدمیوں کے اعتبار کو نپاتا تھا۔ اسلئے وہ اُن کو بتاتا تھا اور لکھتا تھا۔

آدم خوب لانا در کا لمعذم ۵



انچہ جہستیم کم دیدم و بسیارست نیست نیست جز انسان دین عالم کہ بسیارست نیست  
 اُس نے لکھا ہے کہ ہر خد جو ہر دیانت امانت و خلقت انسانی جہلی ست بہر کہ حق تعالیٰ کرما  
 کردہ باشد تا ہمت الصاف آثار نیز دخلے ہست کہ نوکر امر قد الحال از وجہ معاش بمقدار  
 احوال فارغ البال از دما ضروریات عالم تعلق خلل انداز اعتقاد و نشود

کہ فرد و خوش دل کند کارش

اذنگ بن صاحب لکھتا ہے کہ اوزنگ نے ب عبدالت کا سمندر تھا۔ ذیل سے ذیل آدمی کی فرما  
 اس طرح متناج طرح کہ ایک بڑے امیر کی۔ سب امیر اس سے خائف ہتے ہیں کہ وہ اپنے کاموں  
 کو احتیاط سے کرتے ہیں اور ان کو جس کسی کا دنیا ہوا داکرتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک تو اورنگ نے ب بادشاہ کے افعال و اس سلطنت مغلیہ کا  
 سبب نہیں ہو سکتے۔ وہ تو اسکو سب بادشاہوں میں اعلیٰ اور اکبر سے بہتر جاتے ہیں۔ لی سمجھتے ہیں  
 اب بھی وہ خلد آباد اورنگ آباد میں قبر میں لیا پڑا ہے جیسا کہ تخت سلطنت پر بیٹھا ہے اسکی زندگی  
 میں جو لوازم تسلیم و کونش تخت کے آگے ادا کیے جاتے تھے اب اسکی قبر پر ادا کیے جاتے ہیں باقی خبر  
 و شیعہ مؤرخ اپنے خیال کے موافق اسکی نسبت جو باتیں بیان کرتے ہیں وہ اوپر کے بیان سے ثابت ہوا  
 ہو گا کہ صحیح ہندو و ہندوستانی نہیں ہیں اصل سبب سلطنت مغلیہ کے زوال کا یہ تھا کہ کوئی بادشاہ  
 خاندان تیموریہ کا اسکے بعد سلطنت لائق نہیں پیدا ہوا۔ اس کے بعد جو شاہ عالم جانشین ہوا اول تو تعجب ہے کہ  
 ایسے سنی باپ کا بیٹا شیعہ ہو۔ پھر اسکی عقل و لیاقت باوجودیکہ اس نے باپ ادا کی سلطنت کا زمانہ دیکھا تھا  
 ایسی تھی کہ وہ اس سلطنت دیمع کا نظام کرتا جسکو اکبر جہانگیر شاہجہاں عالمگیر جیسے دہشتہ بادشاہوں اور  
 اسکے عاقل فرزند امیرن و وزیروں نے قائم کیا ہو۔ سلطنت عالمگیر کی انتظام تو وہی بادشاہ کر سکتا تھا  
 جو دوسرا عالمگیر ہوتا۔ اسکے نالائق دیوانے بیٹوں سے سلطنت نہ منہل سکی جہاں حق الزام باپ کے لوگ لگاتے  
 لگے عالمگیر کے مرنے کے بعد خاندان تیموریہ میں ایک متنفس بھی لیا پیدا ہوا کہ اسکی طبیعت امور سلطنت سے متنا  
 رکھتی اور دل و دماغ شاہانہ رکھتا تھا ہی کے اعتبار سے وہ بالکل ناجبج ہو گیا۔

# محمد عظیم شاہ کا سکہ لگانا اور خطبہ پڑھوانا اور دل کی مراد پر ہنچنا اور شاہ عالم کا بادشاہ ہونا

ہم نے بیان کیا ہے کہ محمد عظیم شاہ مالوہ کی صوبہ داری پر بادشاہ سے نصرت لیکر گیا تھا وہ میں کس  
پرنسپال تھا کہ باب کا انتقال ہوا اس کی لگی بہن زیب الحسن نے قاصد کو دوڑا کر شاہزادہ کو بادشاہ کے انتقال  
کی خبر دی شاہزادہ یہ خبر سنتے ہی راتوں رات لشکر میں آیا۔ اُمرانے مراہم تنہیت تعزیت کو ادائیجا  
جب کھنڈن سے فراغت ہوئی تو شاہزادہ نے امرا حاضرین و خدمتہ محل کی کشتی اور تالیف قلوب کی  
اور کیت خزانہ و جواہر خانہ و توپخانہ اور اور کا فوجیات کی خبر کی۔ بار بردار اور مایہ تاج سفر کے سر انجام  
کرنے کا حکم دیا۔ منجوں کے کتنے سے جلوس کے لیے۔ دہم ذی الحجہ ۱۱۷۷ مقرر ہوئی۔ شاہزادہ بیدار  
جو احمد آباد میں تھا اسکو اپنی نیابت میں مقرر کیا۔ اور جب ابراہیم خاں صوبہ ارگجات آگیا تو شاہزادہ کو یہ  
حکم ہوا کہ سرحد مالوہ پرنسپل کا حکم کا منتظر ہے۔ ابراہیم خاں نے احمد آباد میں پھچکر مراد خاں کی معرفت محمد  
کا حکم بیدار بخت پاس پہنچایا تو اُس نے کہا کہ محمد مراد خاں تم تحقیق جانو کہ ہندوستان کی سلطنت کا کام  
اتبرو گیا عالمگیر بادشاہ کی قدر خلعت میں جاتی تھی اب اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے کہ چند روز میرے باپ  
کو سلطنت نصیب ہو اور خون ریزی ہو۔ اب عید الفصحی اتنی ابراہیم خان ناظم کو یہ فکر ہوئی کہ خطبہ کس کے  
نام کا پڑھوایا جائے۔ مگر آخر کو یہ فیصلہ ہوا کہ اس سبب کہ عالمگیر کے واقعہ کی خبر عالمگیر نہیں ایسی کے  
نام کا خطبہ پڑھا گیا۔ ابراہیم خاں عظیم خانی کہلاتا تھا وہ چاہتا تھا کہ بیدار بخت کو حکم ہو کہ وہ اگر  
جائے تو میں اُس کے ساتھ جاؤں۔ اگر عظیم شاہ کو بیدار بخت سے دل میں سو نہوتا اور اسکو اکبر آباد  
بھیجا جہاں بیدار بخت کا خسر تما زخان صوبہ دار تھا اور دہلی نوکر ڈور دیہ سوار اشرفی درویش نواز  
کے کہ پانوں تولہ وزن میں تھا و ملا نصرت رالات غیر مسکوک کے موجود تھا وہ ہاتھ آتا۔ قلعہ دار منظر  
تھا کہ درخان ملک میں سے جو پیشتر آئے اسکو خزانہ و قلعہ حوالہ کرے۔ یہ کام مصلحت عقل اور رے  
صائب کے موافق تھا مگر تقدیر الہی میں کچھ اور تھا۔



کام بخش باپ سے رخصت ہو کر قلعہ پریندہ میں کہ چالیس پچاس کوس کی مسافت پر تھا پہنچا کہ بادشاہ کے واقعہ ناگزیر کی خبر اسکو ہوئی۔ محمد امین خاں ایک حاجت کو ہمراہ لیکر اعظم شاہ کی خدمت میں آیا۔ اُس سے کام بخش کے لشکر میں تفرقہ و فساد پیدا ہوا۔ احسن خاں باقی ہمراہی لشکر کو تسلی دے کر قلعہ بجا پور پر تصرف کرنے کے لیے روانہ ہوا جب قلعہ کے پاس آیا تو نیا زخاں قلعہ دار نے احسن خاں کی حسن سعی و تدبیر سے قلعہ کی کنجیاں بھیج دیں اور کام بخش کی خدمت میں آیا۔ دو مہینے بعد یہاں کہ نسبت سے خاطر جمع کر کے احسن خاں کو منصب پنجزاری سے سر بلند کیا اور شیکری پر مستقل اور حکیم محمد حسن قلعہ دار زارت عطا کیا اور تقریباً کا خطاب دیا اور آکر کو خطاب منصب عطایہ کئے اور جشن جلوس کیا خطبہ میں اپنا لقب دیں پناہ پڑھوایا اور سکتہ میں یہ شعر مشکوک کرایا ۵

دروکن زد سکہ بر خورشید دماہ بادشاہ کام بخش دیں پناہ

جب سات آٹھ ہزار سوار جمع ہو گئے تو قلعہ داکنیرہ کی تسخیر کی طرف کام بخش متوجہ ہوا۔ سینڈیا زخاں ایک دو منزل ساتھ گیا اور بعد ازاں وہ اعظم شاہ کی خدمت میں چلا گیا تو کام بخش گلبرگہ میں آیا اور قلعہ پر تصرف کیا گیا اور سید جعفر کو قلعہ دار کیا۔ اور پھر قلعہ داکنیرہ پر متوجہ ہوا جو عالمگیر کی دفاکتے بعد پرانی ایک کے قبضہ میں آگیا تھا۔ احسن خاں نے قلعہ کا پندرہ بیس روز تک غاصر رکھا اور اسکو تسخیر کر لیا قلعہ دار قلعہ چھوڑ کر ٹک گری میں مصروف ہوا، تقریباً اور احسن خاں میں ہچمتی کے سبب سو مزاج باہم ہوا تقریباً نے گلبرگہ کی قلعہ داری پر سید جعفر کی جگہ جو احسن خاں کی تجویز سے ہوا اتحاد دوسرا آدمی بھیجا اُس نے عمل دخل نہ دیا۔ کام بخش یہاں گلبرگہ میں آیا تو جعفر خاں نے قلعہ کے حوالہ کرنے میں چند روز ایسا دگی کی جسکے سبب احسن خاں کی بدنامی ہوئی۔ گنج احسن خاں ایک بازار تھا جس میں محصول کی معافی کا قول دیکر سید جمع ہوتی تھی تقریباً نے کام بخش سے کہا کہ بازار گنج احسن خاں سے بازار گنج بادشاہی کی کساد بازاری ہوتی ہے تو کام بخش بازار احسن خاں کی آبادی کا مانع ہوا تو احسن خاں نے اپنے بازار کا جھنڈ توڑ کے تقریباً پاس بھیج دیا۔ پھر کام بخش نے احسن خاں کی تسلی کر کے قلعہ کرنول کی تسخیر کے لیے معین کیا۔ یہاں یوسف خاں فوجدار اور قلعہ دار

تھا اور اپنے چھوٹے بیٹے کو بطور تورہ کے اُس کے ہمراہ کیا۔ یوسف خاں نے احسن خاں کو بیکار  
کے لیے تین لاکھ روپیہ دے کر راضی کیا۔ اور بلا کو سر پرست ٹالا۔ پھر وہ ارکاٹ کی طرف ملک  
نمک گیری کے لیے تعین ہوا اس ضلع کا ڈوڈخان افغان فوجدار تھا مگر احسن خاں نے یہاں ٹپی  
جانشانی کی گولش کر پر عسرت کے سبب فاقہ کی نوبت تھی۔ باقی حال کام بخش کلپنے محل پر بیان ہوگا  
اعظم شاہ نے تخت پر جلوس کیا اور سکہ کو اس شہر سے رونق دی۔

سکہ زد درجہاں بدولت و جہاں بادشاہ مملکت اعظم شاہ

اُمراء بادشاہی اور اکثر امیران ہمرکاب کی خلعت جو اہر و اضافہ و وعدہ و وعید لطف آمیز  
سے نوازش کی گئی۔ وسط ذی الحجہ میں جدۃ الملک امیر الامرا اسد اللہ خاں ڈوڈخان خاں بہادر  
جنگ اور اُمراء نامی جو بادشاہ مغفور کے رکاب میں تھے ان سب کو اعظم شاہ ہمراہ لیکر شاہ عالم  
کے مقابلہ کے قصد سے چلا۔ محمد امین خاں اور صحن قلیچ خاں مخاطب بہ خاندوران خاں نے اعظم شاہ  
کے بعض وضع و سلوک سے انصرہ خاطر ہو کر ترک رفاقت کی اور اورنگ آباد میں وہ آئے اور اکثر  
پرگنات میں قابض و متصرف ہوئے۔

شاہ عالم پاس منعم خاں کو بادشاہ مرحوم نے بھیجا تھا اُس نے شاہزادہ کی خدمت میں ایسی ریوشت  
بہم پہنچائی کہ شاہزادہ نے لاہور میں اپنی جاگیرات کی دیوانی بھی اُس کو عنایت کی جب عالمگیری کی علالت  
کے امتداد کی خبر منعم خاں کو معلوم ہوئی تو اُس نے بار بردار داسباب سفر متیا کیا اور جنگ سلطانی  
کے لیے اونٹوں کی قطاریں اور توپ کشی کے لیے بیل اور ضروری مایحتاج براہ لاہور اور پشاور  
میں چھپے چھپے جمع کئے کہ بروقت کام آئیں پشاور میں ۲۴ ذی الحجہ کو بادشاہ کے مرنے کی  
خبر شاہ عالم کو معلوم ہوئی۔ وہ اُسی روز کوچ کی فکر میں ہوا۔ اور امیروں تانبیوں کی طلب میں نہ  
جاری کیے اور کوچ کیا۔ لاہور کے نزدیک منعم خاں چالیس لاکھ روپیہ لے کر شاہ عالم کی خدمت  
میں آیا۔ اور سلیمات سلطنت بجالایا شاہ عالم نے بھی اُس کو وزارت کی مبارکباد دی۔ سلخ محرم  
یا غرہ صفر کو نواح لاہور میں مقام کر کے اپنے خطبہ اور سکہ کا حکم دیا اور اُمراء و نیاز کے ساتھ

اعظم شاہ کا بیچ

شاہ عالم بہادر کا حال



تسلیمات مبارکہ دجبالائے شاہ عالم نے حکم دیا کہ روپے کے وزن میں نیم ماشہ بڑھا کر میرے نام کا سکہ لگایا جائے۔ مگر ارباب طلب کی خواہ میں اودست پہلے ہی سکے کے وزن کے موافق ہوتی اس لیے یہ سکہ رائج نہ ہوا۔ یہاں اس کا بیٹا محمد معزالدین صوبہ دار قلعہ بھی آگیا اور اسکو بہت پیہنزار پانزن سوار کا منصب عنایت ہوا۔ اور محمد عظیم کی ہیجده ہزاری پانزدہ سوار کا منصب غائبانہ عطا کیا اور اس کو حکم دیا کہ وہ اکبر آباد میں بنگالہ سے آئے بہت امیروں کو منصب عنایت کے اور خزانہ لاہور سے چالیس لاکھ روپیہ لیکر کوچ کیا سہرند میں اٹھائیس لاکھ روپیہ وزیر خاں صاحب سہرند نے پیشکش میں دیئے۔ شاہ عالم ادا خضر صفر میں شاہجان آباد کے حوالی میں آیا۔ بادشاہنراؤ محمد عظیم عظیم الشان میں ہزار سوار لے کر محمد بیدار تخت کے پٹنچے سے پہلے اکبر آباد میں آگیا۔ اس نے مختار خاں صوبہ دار کو مغلوب بے دخل و محصور کر کے اس کا مال ضبط کیا۔ باقی خاں قلعہ دار کو خزانوں کی کنجیاں کے سپرد کرنے کا حکم دیا۔ قلعہ دار نے خزانے کے سپرد کرنے میں یہ عذر کیا کہ اگرچہ قلعہ دار خزانے دونوں درت تاج و تخت سے تعلق رکھتے ہیں لیکن جو پہلے آجائیں گے اس کو خزانے کی کنجیاں اور قلعہ سپرد کر دوں گا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
www.pdfbooksfree.pk

جب شاہنراؤہ کی عرضداشت سے معلوم ہوا کہ مختار خاں قید ہوا اور باقی خاں مطیع اور اکبر آباد تسخیر تو شاہ عالم نے شادیانے بجانے کا حکم دیا۔ شاہجان آباد سے تیس لاکھ روپیہ لے کر اوائل ربیع الاول میں اکبر آباد کی طرف کوچ کیا اور وسط ماہ مذکور میں وہ باغ دہرہ نواح اکبر آباد میں آگیا۔ باقی خاں قلعہ دار نے قلعہ اور خزانوں کی کنجیاں۔ بادشاہ کی خدمت میں بھیج دیں۔ شاہجان نے خزانہ میں یہاں جو بیس کڑوڑ روپیہ جمع کیا تھا۔ جس میں سے ٹم دکن میں اورنگ زیب نے بہت روپیہ خرچ کیا بعد اس خرچ کے نو کڑوڑ روپیہ سولے طلا آلات و فقرہ غیر مسکوک کے باقی تھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ تیرہ کڑوڑ روپیہ تھا اس میں اشرفی دروغیہ نواز کہ سو تولہ سے پانچ سو تولہ تک مخصوص انعام مسکوک سے تھا اور بارہ و ستر ماشہ اشرفیاں محمد اکبر شاہ کی بھی موجود تھیں۔ شاہ عالم نے حکم دیا کہ چار کڑوڑ کے

روپے اشرفیاں خزانہ سے نکالی جائیں تین شاہزادوں میں سے ہر ایک کو جو ہم کاب ہیں تین تین لاکھ روپیہ دیا جائے۔ تین لاکھ روپیہ خاں زبان بہادر کو مع سپردوں کے اور ایک لاکھ روپیہ سادات بارہ کو اور ایک لاکھ روپیہ آغزاں اور اس کے ہمراہی مغلوں کو اور اسی طرح اور بندہ ہائے بادشاہی کو جو ہم کاب ہیں اور نوکران سابق کو آٹھ نو مہینے کی طلب اور نئے ملازموں کو دو ماہہ اور توپ خانہ اور تمام کارخانوں کے ملازموں اور خدمتہ محل کو سہ ماہہ دیا جائے۔ اور ایسے ارباب طلب اور صاحب ریاضت و ریشوں کو بہت روپیہ دیا گیا۔ یوں دو کروڑ روپیہ تقسیم کیا گیا۔ خاں زبان کو پنج ہزار سی پنج ہزار سوار کا منصب ملا۔ اور وزارت حوالہ کی اور صاحب سیف و قلم وزیر بافرہنگ جملۃ الملک سادات طغر جنک کا خطاب دیا۔ فوج کا ہر ذل مقرر کیا۔ اور فوج بندی کی ترتیب دی۔ جرنالار و برانفار و ملتیش و قول چنداقل میں امرائے کارزار نامور مقرر کئے۔ آغزاں کو قراول مقرر کیا۔ بادشاہزادہ محمد عظیم آٹھ نو کروڑ روپیہ اور ایک قول کے موافق گیارہ کروڑ روپیہ صوبہ بنگالہ کا زفر فرماہم شدہ ساتھ لایا تھا اس نے تیس ہزار سوار کی موجودات باپ کو دکھائی۔ قیاساً اسی ہزار سوار تھے۔

محمد اعظم شاہ تو بیخانہ اور سنیقین ہزار سوار موجودی کو بحساب فوج بندی اسی نو سے ہزار سوار ہوتے ہیں ہمراہ لے کر کھائی سے لڑنے چلا۔ اگرچہ وہ عطاۃ اضافہ و ترقی مراتب اور رعایات سے امر کا جذبہ قلوب کرتا تھا لیکن تقسیم داؤنی و طلب سپاہ و عطاۃ مساعداۃ و انعام نقدیں بسبب خزانہ کی قلت کے امساک کو کارفرما ہوتا۔ اس کو اپنی تنہوری کا غور اتنا تھا کہ وہ عدم احتیاج لشکر اور طرف ثانی کی نامردی کے باب میں کلمات درشت زبان پر لاتا۔ فی الحقیقت اس قدر خزانہ بھی اس پاس نہ تھا کہ وہ کشادہ پیشانی سے خراج کرتا۔ علاوہ اس کے درشت گوئی اور کج خلقی کا رویہ اس کا ایسا تھا کہ جس سے ہمراہیوں کی خردش خاطر اور دل افسردگی ہوتی۔ محمد اعظم کو الیا ریں آیا۔ یہاں اس کو معلوم ہوا کہ شاہ عالم اور محمد عظیم بڑے لشکر کے ساتھ اکبر آباد میں موجود ہیں۔ اپنی سگی بہن بی بی بیگم اور فضول اسباب کو قلعہ گوالیار میں چھوڑا کچھ روپیہ سپاہ میں تقسیم کیا اور شاہزادہ بیدار نجات کو ہر دل کیا۔ اور پچیس ہزار سوار لے کر اکبر آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ کہتے ہیں کہ محمد اعظم کے ساتھ پچاس ہزار



سوار تھے لیکن یہاں خزانہ کی تنگی کے سبب سپاہیوں کے زردینے میں امساک ہوتا تھا اور طرف  
نہانی میں زرباشی اور گنج بخشی کی شہرت تھی۔ اکثر سپاہ اور قہنہ اربانام و نشان متفرق ہو کر شاہزادہ  
محمد عظیم نشان کی طرف چلے گئے۔

کہتے ہیں کہ محمد عظیم شاہ کے گوالیار میں آنے کی خبر جب شاہ عالم کو ہوئی۔ اُس نے بھائی پاس  
یہ نامہ نصیحت آمیز بھیجا کہ پدر بزرگوار نے اپنے خط مبارک و وصیت نامہ تقسیم ملک کے باب میں لکھا ہے کہ  
دکن کے کل چھ صوبوں میں چار صوبے مع صوبہ احمد آباد کے تم کو دیئے جائیں۔ ان کے سوار میں  
ایک واد صوبے تمہاری تواضع کرتا ہوں اور یہ نہیں چاہتا کہ مسلمانوں کی خوں ریزی ہو۔ اہل سلام  
کے نزدیک ایک ایک مسلمان کے ناحق خون کے کفارہ میں خسران ملے دیں تو اُس کی تلافی نہیں ہو سکتی  
باپ کی وصیت کے موافق راضی ہو کر فساد و آشوب کے دفع میں کوشش کرو اور یہ بھی کہتے ہیں کہ اُس نے  
یہ پیغام دیا کہ اگر زیادہ طلبی اور بے انصافی سے ہاتھ نہ اٹھاؤ گے اور باپ کے ارشاد کے موافق جو خزانہ  
مجازی ہے اور جس نے خداوند حقیقی کے حکم کے موافق وصیت کی ہے اس پر راضی نہ ہو گے اور اپنی عیبت  
تہوری کے اظہار کے لئے شہر خلاف خلاف سے نکالو گے تو کیا لازم ہے کہ ملک فانی کے لئے جس پر  
باجم نزاع ہے ہم تم اپنی شامت سے ایک عالم کو زیر تیغ لائیں۔ بہتر یہ ہے کہ ہم تم بد نفس احمدیہ  
معین میں مقابلے میں آئیں ۵

یہ پیغمبر کز ما بلند دی کراست

بادشاہ حقیقی کس کی اعانت کرتا ہے۔ تم اپنی تلوار کے مقابل میں کسی دوسرے کی حقیقت نہیں سمجھتے  
تمہارے لئے اس کا رزار میں فائدہ ہے۔ پھر دیکھیے واسب بے منت کس کی یادری کرے۔  
محمد عظیم کی شجاعت مشہور تھی۔ شاہ عالم تا بمقدور جنگ میں اقدام نہیں کرتا تھا اور مسلمانوں کی  
خوں ریزی پر راضی نہیں ہوتا تھا۔ لیکن دشمن کے ساتھ کارزار اور مقابلے میں اُس کی استقامت  
اور حوصلہ میں خلل نہیں پڑتا تھا۔ کبھی کبھی وہ یہ کہا کرتا تھا کہ ہمارا بھائی شجاعت، ویردلی میں ایسا غرہ  
رکھتا ہے کہ شاید حملہ اذل میں تیز جلو سے اپنے تئیں تسکے میں ڈالے اور غلبہ ہے کہ اپنے

غور کی وجہ سے آرزوے سلطنت اپنے ساتھ لے جائے۔

غرض جب بڑے بھائی کا یہ نامہ و پیغام عظیم شاہ یاس پھنچا تو براشتہ ہو کر اس نے کہا کہ اس عقل و ہوش باختہ نے گلستاں بھی نہیں پڑھی جن میں شیخ سعدی شیرازی نے لکھا ہے کہ دو بادشاہے در اقلیمے نہ گنجند و وہ درویش در گلیمے نہ خپند۔ اور آستین چڑھا کر یہ شعر پڑھا ہے

چو فردا بر آید بلند آفتاب

من دگر ز میدان و افراسیاب

جب بہادر شاہ کے جاسوسوں نے خبر دی کہ محمد اعظم شاہ کی فوج کاہرول آب جنیل پر جو اکبر آباد سے اٹھا رہا ہے اور وہ اس دریا پر تصرف کرنا چاہتا ہے تو اس نے حکم دیا کہ خانہ زاد خاں و صف شکن خاں داروغہ توپ خانہ اور آخر خاں قراول جاکر معرب آب پر تصرف کریں اور دشمن کی فوج کو دریا سے نہ اترنے دیں۔ ان دنوں میں شاہ عالم سے عرض ہوا کہ محمد اعظم شاہ چاہتا ہے کہ سموکٹہ کی طرف کے گھاٹ سے اتر کر آئے اور اکبر آباد کو پشت کی طرف چھوڑ کر مقابلہ کرے شاہ عالم نے حکم دیا کہ سرے حاجو کے نزدیک پیش خیمہ کھڑا کیا جائے۔ رستم دل خاں اور دین میرد کو مقرر کیا کہ غنیم کی فوج کی خبر متواتر پہنچاتے رہیں اور باپ شکار کے لئے سوار ہوا۔ شاہزادہ محمد عظیم کو پیغام بھیجا کہ وہ اپنے لشکر کے ساتھ مستعد جنگ رہے اور فوج خیم کے ساتھ مقابلہ میں مشغول ہو۔ خان زمان کو مامور کیا کہ فوج بندی میں مشغول ہو اور ہر وقت محمد عظیم کی کمک کرے اور ایسی باتیں شنہزادوں کو جزا نثار و برافزار ملتیش مقرر کیا۔ اور ہر ایک کو ایک ایک طرف بھیج دیا کہ وہ فوج خیم سے کارزار کے لئے مستعد رہے۔

محمد اعظم خاں نے اپنی فوج کی آرائش کی اور ازراہ تھوری جیسے شیرغاں کو سفندوں کے گلہ کی طرف جاتا ہے وہ شاہ عالم کی فوج کی طرف چلا۔ شاہزادہ بیدار بخت نے سبقت کر کے پیش خانہ بہادر شاہی پر حملہ کیا اور اس کو آگ لگا کے جلا دیا۔ بھوٹری سی فوج جو مقابل آئی ہو سکھ نہر میت دی عظیم الشان کہ مقدمۃً بحیثیت پرتھا وہ کچھ آگے چلا اور باپ کا انتظار کیا جو شکار میں



میں مشغول تھا۔ جب باپ کو یہ خبر ہوئی تو وہ مع شاہزادہ محمد معز الدین اور تمام ارکانِ دولت کے ساتھ اپنے  
 فرزند کی مدد کو آیا۔ مخالفوں کے دفع کرنے میں جرات کی۔ اعظم شاہ نے بڑے بیٹے بیدار تخت کو  
 مقدمہ لکھیش بنایا اور بادشاہزادہ والا جاہ کو دستِ رہست پر تعین کیا۔ شاہزادہ عالی تبار کو  
 کہ خرد سال تھا اپنے ساتھ ہاتھی پر بٹھایا۔ مقدر یہی تھا کہ ہندوستان کی سلطنت بہادر شاہ کو نصیب ہو  
 اس اثنا میں ایسی تندہوا اعظم شاہ کی فوج کے منہ پر اور مخالف کی پشت پر چلنی شروع ہوئی کہ بادشاہ  
 کو یاد دلاتی تھی۔ ذوالفقار خاں نصرت جنگ نے ازراہ دولت خواہی عرض کیا کہ اب دوسرے ہو گئی اور  
 ہوا بھی تند چل رہی ہے اور آصف الدولہ اسد خاں اور اتش خانہ گراں گوالیار میں ہیں اس صورت میں  
 جنگ میں قدم رکھنا صلاحِ وقت نہیں ہے اور اسی قدر غلبہ کو کہ ختم کے پیش خیمے کو کھلادیا ہے اور  
 آدمی کو منہزم کیا ہے۔ فتح سمجھ کر اپنے خیمے میں نزول فرمائیں۔ کہ کل لشکر اور اسباب آجائے گا  
 خاطر جمع سے مخالف پر تاخت کریں گے۔ اعظم شاہ کو شجاعت اور ثقاہت قدیم پر ایسا تمکین تھا کہ وہ  
 اس کے جواب پر ملتفت نہیں ہوا اور جب دوبارہ اس نے کہا تو خشوت سے یہ جواب دیا کہ بہادری  
 تم اپنی جان بچا کر جہاں چاہو چلے جاؤ۔ ہم تو اس گل زمین سے ہل نہیں سکتے۔ بادشاہوں کے  
 لئے تخت ہے یا تختہ۔ سپہ سالار نے کہا کہ جب حضور بندہ کی سنتے نہیں تو میں رخصت ہوتا ہوں۔  
 اعظم شاہ نے اس کی طرف منہ پھیر لیا۔ ذوالفقار خاں اپنے باپ آصف الدولہ اسد خاں پاس جو  
 بنگاہ میں پیچھے تھا چلا گیا۔ اعظم شاہ نے اپنی پہلی طرح ستیزہ و آویزیں اصرار کیا۔ دوڑتا ہوا دشمن پر  
 چڑھا۔ مقابلہ سے متعلقہ پر زور آئی۔ طرفین کے پردلوں نے مردی اور مردانگی کی داو دی لکین  
 مقابل کی ہوا کی شدت نے اور گرد و غبار کی کثرت نے عرصہ کارزار کو آدمیوں کی آنکھوں میں ایسا  
 تیر و تاریک کیا کہ قریب سے بھی حریف و رفیق میں تمیز نہیں ہوتی تھی۔ جو تیر اعظم شاہ کے لشکر سے  
 آتا تھا وہ ہوا کی مدد سے محمد اعظم کے لشکر کے زرہ و بکتر کے پار جاتا تھا۔ اور سنگ ریزہ جو باد صحر  
 سے اڑ کر اس لشکر میں آتا تھا وہ چھڑ کی طرح چہرہ پر لگتا تھا۔ اور برخلاف اس کے بان و تیر و گولہ  
 لشکر محمد اعظم شاہ سے پھینکا جاتا تھا ہوا کی مخالفت سے فوجِ خصم میں ہمتیا ہی نہ تھا چند قدم چل کر

زمین پر گر پڑتا تھا۔ اس گرد و باد نے عظیم شاہ کے لشکر کی آنکھوں کے آگے جہان کو سیاہ کر دیا تھا۔ باجوہ شاہ عالم کی فوج کے غلبہ کے اولاد و غلبہ میں محمد عظیم شاہ کے حملے رستمہ نے کارنامہ بہادری بزرگھماکاری سے سکے و نہر شہم بہادری کو لگایا۔ ایسی کوشش کی کہ آج کے دن تک یہ جنگ ہندوستان میں بہت عظمت کے ساتھ مشہور ہے۔ اس آئنا میں منور خاں بہادر اور خان عالم بہادر دکھنی نے اپنے قوم کے رئیس اور شجاعت و قوت میں جہودیں مشہور تھے یہ کہا کہ ہم میدان رزم کو مجلس شادی اور بزم کھجائی جانتے ہیں اور لباس زربار پہنتے ہیں ہمارے پانچ ہزار سوار اپنے سرداروں کے اتباع سے دستار زربار بادلہ سر پہنے ہوئے اپنی خوں نشانی پر اور اعدا کی جاں ستانی پر مستعد ہو رہے ہیں۔ عظیم شاہ پاس آن کر انہوں نے عرض کیا کہ ہم کو سواری اسپ کا حکم ہو کہ ہم اپنے ہمراہیوں کو بے جا کر میدان داری کی راہ و رسم اور گھوڑوں کی جولانی اور اعدا کی جاں ستانی اور قتل کی راہ میں سربازی و دست دشمن کو دکھلائیں۔ عظیم شاہ ان کے مخالفوں کی بدگوئی کے سبب سے ان کی طرف بد گمان تھا اس نے قبول نہیں کیا۔ اس نے ان کو ہاتھوں پر جن کے فیل بان سرکاری مقرر تھے بٹھائے رکھا۔ مجبور سواری فیل مع ہمراہیوں کے لشکر محمد عظیم کے ہرا دل سے لڑے۔ حسین علی خاں وغیرہ اولاد بید میاں محاطب عبداللہ خاں اپنی بھیت کے ساتھ ان کے رد و بر آئے۔ خان عالم کے بہت رفیق کشتہ و زخمی ہوئے۔ حسن علی خاں اور اس کے بھائی اور اکثر لازم زخمائے کالی اٹھا کر خاک و خون میں غلطاں ہوئے۔ خان عالم چند آدمیوں کے ساتھ عظیم شان کے ہاتھی کے مقابل پھینچا اور نیزہ جس کو ہندی میں تلہم کہتے ہیں ایسا مارا کہ اس کی آنی ہاتھی کے ہودہ کے پیچھے کے تختہ کے پار ہوئی۔ عظیم الشان پہلو تہی کر کے بچ گیا۔ خان عالم کو عظیم الشان کے رفقاء مار ڈالا۔ اس حال میں بیدار تخت جو عظیم شاہ کا مقدمہ کجیش تھا اس جہان فانی سے گزرا اور اس کے بعد والا جا بھی عالم جاودانی کو دوڑا۔ عظیم شاہ نے اپنے بیٹوں کے مرنے کی خبر سن کر علی الخصوص بیدار تخت کی جس کو وہ بہت ہی عزیز رکھتا تھا آہ سرد دل پرورد سے کہنچی اور کہا کہ اب مجھے زندگی و تسخ و در کا نہیں ہے۔ میرے ہاتھی کو بھائی کے ہاتھی کے مقابل لاؤ۔ دوسری طرف لگاؤ عظیم شاہ پر تیر اندازی



کیا کرتے تھے۔ مینہ برساتے تھے۔ اس سبب سے عظیم شاہ کے اکثر ملازم مقتول و مجروح ہوئے۔ باوجود اس کے عظیم شاہ اپنی شجاعت و بہت قہاں کو نہیں چھوڑتا تھا۔ مخالف کے سر پر حملہ آور تھا۔ اور بڑی جرات سے تیر چھوڑتا تھا۔ اور شاہزادہ عالی تبار کو کہ ہمراہ تھا شفقت اور مہر پوری سے سپر کے نیچے سلا رکھا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹہ دن سے کم دن باقی تھا کہ عظیم شاہ کے رفقاء معتبر مثل امان اللہ خاں قطب خاں و تربیت خاں و منور خاں و راجہ رام سنگھ و راجہ دیپ سنگھ وغیرہ کشتہ ہوئے اور عظیم شاہ کے لشکر کو شکست فاش ہوئی اور وہ خود بھی زخموں سے چور ہوا اسکرت کی حالت میں گرفتار ہوا کہ رستم دل خاں نے عظیم شاہ کے ہاتھی پر سوار ہو کر اس کا سر جدا کیا۔

جب رستم دل خاں محمد عظیم کا سر بہادر شاہ پاس لایا تو اس کو اپنے دامن سے نکال کر اس کے رخسارہ خون آلود پر غصہ سے جھپٹے بھرا۔ اور شاہ عالم کے ہاتھی کے پاؤں تلے ڈال دیا۔ اور مبارک باد دی۔ بہادر شاہ نے اس کی طرف تند نگاہ سے دیکھا اور آنکھوں میں آنسو بھر آئے پیچھے چاروں شاہزادے و خان خانان مع بیٹوں اور امیروں کے دست و زبان سے تعینیت فتنہ بجالائے۔ آصف الدولہ اور اس کے بیٹے ذوالفقار خاں کے ہاتھ دست مال سے بندھے ہوئے تھے۔ بہادر شاہ نے مہربانی کر کے آگے بلایا اور خود اپنی جگہ سے اٹھ کر آصف الدولہ کے دست اپنے ہاتھ سے کھولے اور ذوالفقار کے ہاتھ اپنے بیٹے مغیر الدین سے کھلوائے۔ پدراور پسر کی تسلی خاطر کی خلعت بلبوس خاص عنایت کیا۔ آصف الدولہ اسد خاں سے معاف کیا بیٹھنے کی اجازت دی منصب نہ نہرا ہی ہفت ہزار سوار دیا۔ اور اجازت دی کہ اس کی سواری کی پالکی غسل خانہ کے دروازہ تک وہاں آیا کرے جہاں شاہزادہ کی نالکی آتی ہے اور حضور کے دربار و وہ اپنی نوبت بجوائے! اور وکالت کل کا عہدہ جلیل امت در عنایت کیا۔ منعم خاں نے خطاب جملۃ الملک اور وزارت عظیم کا عہدہ پایا۔ اور اکبر آباد کی صوبہ داری ضمیمہ وزارت ہوئی۔ اور حکم ہوا کہ وہ کچہری میں آصف الدولہ کے دائیں طرف بیٹھا کرے اور کاغذات میں اپنی مہر آصف الدولہ کی مہر کے نیچے لگایا کرے۔

بہادر شاہ کی سلطنت کا اختتام

شاہزادہ عالی تبار پر رحم کیا۔ اور مادم الحیات اپنے بیٹوں کی طرح رکھا۔ اور غرت و احترام کے ساتھ مطلق العنان کیا۔ بیٹوں نے مصلحتاً ممانعت کی تو جواب دیا کہ اگر سلطنت کے لئے اہدیشہ دشمنی ہے تو تم میرے بڑے دشمن ہو۔ اور وہ میری سلامتی کا خواہاں ہے۔

شاہ عالم نے ایک مختصر ساجیمہ کھرا کیا۔ اور دو رکعت نماز شکر ادا کی۔ پھر عالی تبار اور محمد بیدار کے بیٹوں بیدار دل وغیرہ کو بلایا اور سب کو گلے لگایا پدرانہ دست شفقت اُن کے سر پر رکھا اور فرزندوں کی طرح پالنے کا قرہ اُن کو سنایا۔ پردگیان مغموم کو پیغام تسلی دیا ویرسہ ماتم کیا۔ خانخانان کو گلے لگایا اور فرمایا کہ جو کچھ جھکوا ملا وہ آپ کی سعی و تردد و جانفشانی سے ہاتھ آیا۔ حکم دیا کہ محمد اعظم اور بیدار بخت والا جاہ کی لاشوں کو غسل و کفن کے بعد ہمایوں کے مقبرہ میں مدخون کریں۔ دوسرے روز خان خانان کی عیادت کو جس کے زخم لگاتھا تشریف لے گیا اور اُس کو خان خانان بہادر نظر خجائی یار وفادار سے مخاطب کیا۔ ایک کروڑ روپیہ نقد جنس انعام دیا کہ ابتداء عہد تیوریہ سے کسی بادشاہ نے کسی امیر کے ساتھ ایسی رعایت و بخشش نہیں کی اور بہت ہزاری ہفت ہزار سوار کا منصب دیا خانخانان نے جو دس لاکھ روپیہ کی پیش کش دی تھی اس میں سے ایک لاکھ روپیہ نقد جنس قبول کیا اور منعم خاں سپرکلاں خانخانان کو خان زمان بہادر سے مخاطب کیا۔ پنج ہزاری پنج ہزار سوار کا منصب اور بخشی سوم کا خلعت دیا۔ اور چھوٹے بیٹے کو خانہ زاواں بہادر کا خطاب دیا اور چار ہزار سہ ہزار سوار کا منصب دیا۔ اور چاروں شاہزادوں میں سے ہر ایک کو کسی سی ہزاری ہشت ہزار سوار کا منصب دیا۔ محمد مغر الدین سب سے بڑے بیٹے کو جہاندار شاہ کا اور محمد عظیم کو عظیم الشان بہادر اور رفیع القدر کو رفیع الشان اور خجئے اختر کو جہان شاہ بہادر کا خطاب دیا۔

بہادر شاہ کی فتح کی اور محمد اعظم شاہ کے کشتہ ہونے کی خبر جب گوالیار میں آئی تو خجئے خیمے میں ایک ماتم حشر برپا ہوا۔ امیر الامرا اسد خاں نے عظیم شاہ کی سگی بن زریب النساء بیگم کی مختار جاکر تعزیت کی مراسم ادا کیں۔ اور اُس کو اور سب کارخانوں کو لے کر گوالیار سے بادشاہ کی خدمت میں آیا۔ زریب النساء بھائی کے ماتم کا لباس پہنے رہی اور آداب تمینت نہیں بجالائی۔ یہ امر بادشاہ



کو ناگوار تو ہوا مگر خیم پوشی کی اور سلیم کا سالیانہ مقررہ مضاعف کیا اور خدمہ محل محمد اعظم میں سے ہر ایک کے فز و خصال یومیہ مقرر ہوا۔ اور شاہجان آباد روانہ کیا۔

بہادر شاہ نے عہد کیا تھا کہ اگر خدا اُس کو بادشاہی دے گا تو وہ کسی سائل کا سوال نہیں کرے گا۔ اُس نے چھوٹے بڑوں کو لاکھوں روپیوں کے انعام سے اور بڑے بڑے وظیفوں سے اور مراتب کے سہ چند و چہار چند کرنے سے اور جو ہر ذیل کے عطا سے کام رد کیا۔ اُس نے منعم خاں کو مامور اور مختار کیا تھا کہ ہر کام کے حسن و قبح کو سمجھ کر انتظام سلطنت کے لئے جو بہتر جانے وہ عمل میں لائے۔ اُس کے عہد میں عمدہ خطاب مناصب عظیمہ متبذل ہو گئے۔ اور ہر کس و ناکس کو ملنے لگے اُن کا اعتبار جاتا رہا۔

ایک نقل دل لگی کی مشورہ ہے کہ کسی پیشکار نے دار و دفع کی معرفت راے کی درخواست کی غیظ الشان باپ کی طرف سے صاحب دستخط تھا اُس نے تو قیغ کیا کہ خانے بہ ہر خانہ رانی در ہر بازار بیس خاطر شما این گیدی ہم راے باشد۔ اس کا خطاب گیدی راے مشہور ہو گیا جس کے سبب سے وہ بڑا جبر ہوا پیش کش میں روپیہ دے کر اس فصاحت سے رنگاری چاہتا تھا۔ لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا مرتے دم تک یہی خطاب رہا۔

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ بادشاہ نے اسد خاں کو وکیل مطلق اور منعم خاں کو وزیر مقرر کیا پہلے بادشاہوں کے زمانہ میں وکیل مطلق کو وزیر کے عزل و نصب کا اختیار ہوتا تھا اور ارکان سلطنت وکیل کے قبضہ اقتدار میں ہوتے تھے۔ بعض فقرہوں نے خلوت میں بادشاہ کی خاطر نشان کیا کہ اعظم شاہ کا رفیق شفیق اور مصلحت میں شریک۔ امیر الامرا تھا تو اُس کے جواب میں بادشاہ نے فرمایا کہ اگر دکن میں میسے بیٹے بھی ہوتے تو تقاضائے مصلحت یہ تھا کہ اپنے عوی کی رفاقت کرتے۔

گو اسد خاں وکیل اور منعم خاں وزیر تھا مگر ان دونوں میں مراتب و کالت اور وزارت کے تعلقات نہ تھے۔ چاہیے تھا کہ آصف الدولہ جب یوان کرتا تو خان خانان اور امرائے دستور کے

امیر الامرا اسد خاں و وزیر

موافق آنکر مجرا کرتا اور کھڑے ہو کر کاغذوں پر دستخط کرتا۔ ایسا کر نامنعم خاں کو ناگوار تھا۔ آصف الدولہ عیش و آرام طلب تھا۔ اور عالمگیر کے متروک ہوئی سے زندگانی کی لذات سے متمتع نہیں ہوتا تھا۔ تو مصلحت یہ ٹھہری کہ پدر کی نیابت و کالت مصماں الدولہ سرانجام دے اور آصف الدولہ نواب بادشاہ بیگم کو اپنے ساتھ لے کر دار الخلافہ شاہجہاں آباد کو آجائے اور ایام پیرانہ سالی کو بغیر سفر داعی کے جرج کے فرخ خاطر سے بسر کرے۔ آصف الدولہ کی مہر پردانوں و کسنا و مالی و ملکی پر مہر وزارت کے بعد لگتی تھی۔ مگر اس کے سوار کوئی اور دخل امور سلطنت میں اس کو اصرار نہ تھا۔ خان خانان نے خدمت وزارت کو بہت نیک نامی اور نیک نفسی و بے طمعی و استقلال سے سرانجام دیا۔ اجراء کا خلق میں اس درجہ کوشش کی کہ دیوان میں بیٹھنے کے وقت سزا دل تعین کئے کہ آج کے ارباب حاجت کے کاغذ اور دستخط دوسرے روز کے لئے باقی نہ رہیں اس نے بڑی نیک نامی اور ثواب عظیم یہ حاصل کیا کہ اورنگ زیب کے عہد میں اختہ بیگی اور تصدیوں نے یہ مقرر کر رکھا تھا کہ خوراک و آب کا سرانجام کرنا منصب داروں کے ذمے لازمی تھا۔ منصب داروں کا یہ حال تھا کہ مشکل سے ان کو روٹی ملتی تھی۔ ایک ناراضہ بیمار۔ بادشاہ نے خود ان کے لئے دستخط کئے تھے۔ جب ان کے وکیلوں کو مقید کر کے خرچ و دو آب طلب کرتے تھے تو وہ بادشاہ سے فریاد کرتے تھے تو داروغہ فیل خانہ اور اختہ بیگی بادشاہ سے ایسی باتیں لگا دیتے تھے کہ وہ ان کی سنتا نہ تھا۔ اس عہد سے یہاں تک نوبت آئی کہ وکیل و کالت سے استغناء دینے لگے۔ شاہ عالم کے عہد میں خانخانان نے یہ مقرر کیا کہ تنخواہ (نقد) جاگیر کے منصب داروں کو دی جائے اور دو آب کی خوراک کے دام جاگیر کی کل آمدنی میں سے منہا کئے جائیں اور باقی کو تنخواہ میں محسوب کریں۔ اس صورت میں دو آب کا کالہ منصب داروں کے سر سے اٹھ گیا۔ فی الحقیقت خوراک و دو آب کے معاف ہونے کا حکم ہو گیا۔

خان خانان کے مزاج میں تصوف غالب تھا۔ علم سے بھی بہرہ تھا اس نے ایک کتاب علم سلوک اور تصوف میں تالیف کی اس کا نام الہامیہ رکھا۔ بعض مقدمات و فقرات اس کے



متکلمین کے نزدیک شرع کے خلاف تھے۔

خانی خاں لکھتا ہے کہ بادشاہ نے حکم دیا کہ روپیہ و اشرفی کے سکے میں نظم نہ ہو نہ عبارت میں شاہ عالم بادشاہ اور نام بلند لکھا جائے اور خطبہ میں حکم دیا کہ نام نامی شاہ عالم لفظ سید کے ساتھ پڑھا جائے۔ اگرچہ از روئے تاریخ ابتدا سلسلہ صاحبقران سے بلکہ شروع سلطنت مغوریوں سے اسم سیادت بادشاہان سلف میں سے کسی کے نام کے ساتھ خطبہ میں اور حسب نسب کے ذکر میں ثابت نہیں ہوا۔ ہاں خضر خاں جب وہ دہلی کی سلطنت پر کام رواہو تو روایت ضعیف کی دلیل سے اُس کے عہد کے مورخوں نے اُس کو سید بنایا۔ مگر اُس کے جد و آبائے کی اصل اور اُن کے اسم ملک سے اُس کی قوم افغان معلوم ہوتی ہے۔ اس مورخ کے نزدیک خضر خاں سید نہ تھا۔ لیکن بہادر شاہ نے ایک اور ہی دلیل سے اپنے تئیں سید بنایا۔ اگرچہ اس میں اختلاف اقوال سنگ گیا۔ لیکن حاصل کلام مجمل خامہ صدق بیان کرتا ہے کہ سید میر حضرت غوث الاعظم کی اولاد میں تھا اور جد مادری کے ملک اور پہاڑوں میں جو توابع کثیر سے تھے گوشہ نشین ہوا تھا۔ راجہ کشمیر اُس کا مرید و معتقد ہوا۔ اپنی بیٹی کو سید شاہ میر کی خدمت میں بھجوا سید نے اُس کو مسلمان کر کے نکاح کیا۔ اُس سے ایک بیٹی اور ایک بیٹا پیدا ہوا۔ سید بیت اللہ چلا گیا۔ پھر اُس کا پتہ نہ لگا کہ کیا ہوا۔ اسی پہاڑ میں اُس کی اولاد کی پرورش میں راجہ نے بھی کوشش کی۔ اہل اسلام سے اُن کو پیوند نہ دیا جب شاہجہاں نے راجہ سے اُس کی لڑکی کی باج و خراج کے ساتھ درخواست کی تو راجہ نے اُسی سید کی دختر کو کہ حسن صورت سیرت و دکھائیں موصوف تھی تحف و پیش کش کو اُس کا جہیز بنا کے روانہ کیا۔ شاہجہاں نے معلم اور دُعا منفلانیاں اُس کے واسطے مقرر کیں اور زبانوں سے آشنا کیا۔ اور شاہزادہ اورنگ زیب اُس کا نکاح کیا۔ نواب بانی بیکم اُس کا خطاب ہوا۔ اُس کے لہن سے شاہ عالم بہادر شاہ پیدا ہوا۔ اس سیکم میں طرح طرح کی خوبیاں اور ضعف تھے اور سرے فردا پور وسط سرحد خاندیس میں کہ پائے محل میں واقع ہے اُس کو جاگیر ملی تھی۔ اورنگ آباد میں بانی بے پورہ اُس کا آباد کیا ہوا ہے۔ پس اس صورت سے شاہ عالم کی سیادت ہاں کی طرف سے ثابت ہوتی ہے۔

اکبر بادیں ۱۱۹ھ میں سلج رجب کو بادشاہ کا وزن قمری ہوا۔

بادشاہ نے اودے پور و جودہ پور کی طرف کوچ کیا۔ صوبہ اجمیر و پرگنات و اطراف جودہ پور کے اخبار نویسوں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ راجہ اجیت سنگھ سپہ راجہ جسوت سنگھ جودر گاداس کے بہکانے سے اورنگ زیب سے برگشتہ ہو گیا تھا اُس نے بادشاہ کے مرنے کے بعد اُسے نو نافرمانی اور سرکشی کا طریقہ اختیار کیا۔ مسلمانوں کو ایذا پہنچائی اور گادکشی کو منع کیا اذان دینے کی ممانعت کی۔ اُن مساجد کو ڈھایا جو اورنگ زیب کے عہد میں بت خانوں کو مسمار کر کے بنی تھیں اور اپنے نئے نئے مہبد خانے بنانے شروع کئے۔ رانا اودہ پور کی فوج اور اپنے خسر جے سنگھ راجہ کی رفاقت کے زوروں سے ایسا مغرور ہوا کہ قبل از فتح اور بعد از جکوس بادشاہ نہ آیا۔ اس نے ۱۱۹ھ راجپوتوں کی گوشالی پر بادشاہ متوجہ ہوا۔ اور انیسوٹن بجے سنگھ کی راہ سے منزل پہنچا ہوا۔ اجمیر اور جتوڑ کے درمیان خیمہ زن ہوا کہ رمضان شریف آگیا۔ مقامات کا حکم دیا۔ راجپوتانہ پائمال و غارت کرنے کے لئے فوج کو بسرفوجی شاہزادہ غلام الشان اور ہرادل جملہ الملک خانخانان بہادر و مصمام الدولہ مقرر کیا۔ جب لشکر شاہی نے ملک مال و جان و عیال کی خرابی بہت کی اور راجپوتوں اور رعایا کے زن و فرزند کو اسیر کیا اور آباد قصبات و دہات کو جلا یا لوٹا کھسوا تو راجپوتوں کے صاحب فوج سردار مال و عیال و اطفال کے ساتھ دشوار گزار پہاڑوں میں داخل ہوئے جو اشجار خاردار سے پُر تھے۔ اجیت سنگھ اور اُس کے معاونوں نے جانا کہ جان کی سلامتی اور مال و عیال امان انقیاد اور اطاعت میں ہے تو انہوں نے خان خانان اور اُس کے بیٹے خان زمان کی طرف رجوع کی اپنی عاجزی ظاہر کر کے امان چاہی اور عبودیت قبول کی اور پیغام دیا کہ خان زمان و قاضی القضاات قاضی خاں جودھپور میں آنکر مساجد کی تعمیر اور بت خانوں کی تخریب اور احکام شرعی کا اجرا کریں نمازیں پڑھیں۔ اذانیں دیں گائیں فوج کریں۔ ارباب عدا کو تین کریں جزیہ کے احکام مقرر کریں اور ہمارے اعمال کو معاف کریں اور جودھپور اور اُس کے اطراف کے معزوروں میں ارباب عدالت قاضی و مفتی اور مساجد میں امام و موزن مقرر کریں

۱۱۹ھ  
اجیت سنگھ اور راجپوت جیسے سال اول



اجیت شکہ وجے شکہ باتفاق درگا دس بادشاہ پاس آئے اُن کے قصور معاف ہوئے۔  
خلعت و قیل و شمشیر و بیم عنایت ہوئے۔

۸ اردی الجمرہ کو جلوس کے سال دوم کا جشن بڑی دھوم دھام سے ہوا۔ بادشاہ نے  
فرمایا کہ مجھ کو کام بخش کو نامہ محبت افزا اور فرمان نصیحت و تسلی آمیز اس مضمون کا لکھا جائے کہ  
پر بزرگوار نے صوبہ بیجاپور کی حکومت تم کو دی تھی۔ ہم برادرانِ عالی قدر کو دونوں صوبوں بیجاپور  
اور حیدرآباد کو مع ان کے تابع و لواحق کے دیتے ہیں بشرطیکہ فروایان سابق دکن کے دستور  
کے موافق ہمارا سکہ اور خطبہ جاری کرو اور زبان قدیم سے ان دونوں صوبوں کے حکام جو پیشکش  
سرکار شاہی میں داخل کرتے ہیں وہ بھی نورالابصار کو معاف کرتے ہیں چاہئے کہ اس رعایت  
اور عنایت کا شکریہ دل اور زبان سے ادا کرو اور طریقہ سلوک و عدالت پر درسی و داد گسری اپنے  
باپ دادا کے رویہ کے موافق رعایا و مضعفا و کافہ انام کے لئے جاری رکھو۔ اور سرکشوں کی تہنید اور  
راہ زلوں اور ظالموں کا خسران پیش نہاد خاطر رکھو۔ حافظ محمد مفتی مخاطب بہ معبر خاں کو یہ خط دیا گیا۔  
بادشاہ اور اردی الجمرہ میں الجمرہ کو چلا گیا۔

کام بخش کا حال کچھ بیان کیا جاتا ہے کہ حسن خاں عرف میرمنیگ نے حق میں مدعی بادشاہ  
بادشاہ سے باتیں لگاتے تھے تھے جس سے بادشاہ کی توجہ اُس کی طرف کم ہوتی جاتی تھی اور  
وہ خفیف ہوتا جاتا تھا۔ مگر وہ سوائے طریقہ ندوایتِ شیرخوہی کے کوئی اور راہ نہ کرتا تھا۔ وہ گولکنڈہ  
اور حیدرآباد کی تسخیر کی طرف متوجہ ہوا۔ حیدرآباد سے تین چار منبرل پر پہنچ کر رستم دل خاں صوبہ دار  
حیدرآباد سے نامہ پیغام ہتھیام افزاے اور قلعہ گولکنڈہ کے حوالہ کرنے میں رسل و رسائل بھیجے  
قلعہ دار نے بہادر شاہ کے فرمان کا عذر کر کے قلعہ نہ سپرد کیا مگر رستم دل خاں چار پانچ ہزار سوارے کر  
کام بخش پاس آیا اور حسن خاں اور اُس نے اتفاق کر کے یہ ٹھہرائی کہ قلعہ کی تسخیر میں صرف اوقات  
نہ کی جائے۔ حکام و عمال مقرر کر کے ملک کا بندوبست و محصول اطراف کی گردآوری کی جائے  
اور داخل جاگیر کی راہ اور سند قلعہ دار پر مسدود کی جائے۔ کام بخش کے تمام کاموں کا مدار

سال دوم ۱۱۱۱ھ شہزادہ کام بخش

کام بخش کا حال

احسن خاں پر تھا حکیم محمد حسن وزیر اور امیر اُس کے اکھڑنے کے درپے تھے مگر احسن خاں اپنے مددِ مال کے بھروسہ اور نشہ جوانی اور آقا کے کاریں تردد و جانفشانہ کی وجہ سے مدعیوں کے حسد کی اصلاح پر اصلاً خیال نہ کرتا تھا کبھی کبھی احسن خاں دیوسف خاں جو کام بخش کا تیر اندازی میں اُستاد تھا اور ارشد خاں دناصر خاں و احمد خاں درستم دل خاں ہم دستار اور ہم دم ہو کر کارِ سرکار کے مشورت کے لئے خلوت کرتے تھے اور آپس میں ضیافتیں اور تحفہ تحائف کی تواضع کرتے تھے۔ محمد کام بخش کے مزاج میں ابتداء سے سودا کا اثر تھا۔ بدخواہوں کے افسوں کے پھونکنے سے اس قدر اُس کا سودا بڑھ گیا کہ اُس نے اپنے پانوں میں آپ کلہاڑی ماری جس کی تفصیل یہ ہے کہ تقریب خاں و اسد خاں و میر احمد نے محمد کام بخش کے دل نشین کر دیا کہ رستم دل خاں و احسن خاں و سیف خاں و احمد خاں اتفاق کر کے بادشاہ دیں پناہ کو مسجد جامع میں جمع کے دنگیر کرینگے۔ آپ اُن کا علاج جلد کیجئے۔ محمد کام بخش نے صاحبِ عرض کی باتوں پر غور نہ کی کہ اُس کی تحقیقات کرتا۔ اپنے ہاتھ سے شقہ لکھ کر رستم دل خاں کو بلایا۔ وہ آیا تو اُس کو مع بیٹوں کے کام بخش کے آدمیوں نے قید کر لیا۔ تین روز قید رکھ کر اُس کو مار ڈالا۔ اور اُس کی بیوی سیدہ منموہ کو بھی جو لڑنے کو تیار ہوئی تھی ہلاک کیا اور سیف خاں کے ہاتھ کٹوائے جنہوں نے اُس کو تیر اندازی سکھائی تھی۔ احمد خاں کو لٹا کر اُس پر گھوڑے دوڑائے مظلومانہ اُس نے جان دی۔ ارشد خاں کی زبان کٹوائی اور مظلوموں کو مارا۔ احسن خاں کو لوگوں نے سمجھایا کہ بھاگ کر بہادر شاہ کی عملداری میں جا جا۔ مگر احسن خاں اپنے عقیدت اور فدویت کے سبب خواب غفلت سے نہ بیدار ہوا۔ کام بخش نے اُس کا گھر بار ضبط کیا۔ دو تین مہینے تک اُس کو طرح طرح سے شکنجہ عذاب میں کھینچا۔ پادشیر کھڑی جس میں نمک زیادہ ہوتا کھانے کو دیتا وہ بھی مر گیا۔ اس کا غلبہ سودا اور دوسو سہ سفاکی اور بڑھا جب بہادر شاہ کا ایلچی اُس پاس آیا تو بعض بدسرشت ہرزہ گو ہوا خواہوں نے اُس کی خاطر نشان کیا کہ معتبر خاں ایک جماعت سرسنگوں کی ساتھ لایا ہے اور قصد فاسد رکھتا ہے کہ اُن کو دیں پناہ تک لائے۔ کام بخش نے بے سوچے سمجھے حکم دے دیا کہ ایلچی کے ساتھ جتنے ہمراہی



آئے ہیں اُن کے نام لکھ کر لائیں کہ میں ہر ایک کا یومیہ نقد و خوراک مقرر کروں۔ اس یومیہ کی شہرت سے حافظوں اور طالب العلوم نے ایچی پاس آمد و رفت کر کے اپنا نام ایچی کے ہمراہوں میں لکھا دیا۔ ان سب کے جو پچھتر آدمیوں کے قریب تھے دعوت میں بلایا۔ اُن میں سے دس دس آدمیوں کی جماعت کو دست بستہ ہر محلہ اور بازار میں لے جا کر تیغ سے بے دریغ قتل کرایا۔ ہر چند لوگوں نے وا دیا مچائی کہ ہم ایچی کے ہمراہوں میں سے نہیں ہیں لیکن کسی نے کچھ نہ سنا۔ ملا سعد الدین مفتی حیدر آباد سے جو ایک فاضل متدین تھا مظلوم مقتولوں کے باب میں فتوے مانگا تو اس خدا پرست حق گو نے بے باکانہ دے مجا با جواب میں کہا کہ موافق شرع محمدی محض از راہ سوزن و گشتہ دعیان جرات اقدام بر خو ریزی مسلمانان نمودن باعث مذمت بازخواست روز جزاست۔

کام بخشش کی خوں ریزی اور ظلم کے سبب اکثر فضلاء و شرفاء نے حیدر آباد کا رہنا چھوڑ دیا مال و عیال کو لے کر جہاں جان بچا سکے چلے گئے۔ جب کام بخش کو اُن کے فرار ہونے کی اطلاع ہوئی تو اطراف شہر میں چوکی مقرر کی۔ ایچی کو ذلیل کر کے قید کیا۔ بہادر شاہ کے نامہ لطف آمیز کے جواب میں کلمات خصومت انگیز لکھے۔ جو بہادر شاہ نے اپنی مہربانی کا جواب نامہ ربانی سنا تو وہ ہم کام بخش کے لئے چلا اور جب اچین کے قریب آیا تو راجہ بے سنگہ اور در راجپوتیہ جو اکبر آباد میں آکر بادشاہ کے ہمراہ ہوئے تھے۔ بادشاہ کے قریب شکار کے بہانے سے سوار ہوئے اور جو اسباب اٹھا سکے اُس کو اٹھایا، پرانے خیموں کو چھوڑا بعض خیموں کو آگ لگائی اور اپنے وطن کی راہ لی۔ بادشاہ نے اُن کے اس طرح چلے جانے پر کچھ خیال نہ کیا۔ اوائل جمادی الاول نے میں برہان پور میں آیا۔ تمام رات مینہ برستا رہا اور دریائے تپتی کے قلعے کے نیچے بہتی ہے لمبی طیفانی میں آئی کہ تین چار روز مجبوری مقام کرنا پڑا۔ جب دریا کا پانی اتر گیا کہ وہ پایاب ہوئی تو برہان پور سے ایک کوچ ایک مقام کر کے آخر شوال میں حیدر آباد سے دو تین منزل پر بہادر شاہ باوجودیکہ محمد کام بخش کا لشکر اُس کی سفاکی اور غلبہ سودا سے متفرق ہو گیا تھا۔ اور پانچ چہ سو

سواروں سے زیادہ سپاہ اس پکسن تھی وہ بھی بدسلوکی و خون ریزی اور گرنگی سے اور ایک سال کی تنخواہ نہ ملنے سے نالائ اور بخجہ خاطر تھی۔ اور شاہ عالم بادشاہ کے ساتھ اتنی ہزار سوار جمع تھے مگر ان کے دل میں دشمن کے شبخوں مارنے کا خوف و ہراس ایسا آیا کہ رات بھر سوئے نہیں۔ ان ہی ایام میں سیف خاں عرف میرا سدائے عالمگیر کے خانہ زادوں میں سے تھا اور ایسا جنوں کا نشہ رکھتا تھا کہ بادشاہ نے اس کو لشکر سے خارج کر کے کعبہ اللہ بھجوا دیا تھا۔ وہاں سے وہ آنکر کل صوبجات ہندوستان کا میر بجری مقرر ہوا۔ ان دنوں میں پھر جنوں کی شورش ہوئی۔ ذوالفتا نصرت جنگ آصف الدولہ سے برہم ہو کر بادشاہ کے لشکر سے فرار ہوا اور راجہ جے سنگھ و ہیت سنگھ پاس بچھا اور بانام و نشان راجپوتوں سے موافقت کی اور محمد کام بخش کی وکالت و حجابت کرنے لگا۔ اور یہ عہد و پیمان بٹھراے کہ محمد کام بخش راہ برار سے سرحد متینہ راجپوتوں میں آجائے تو پچاس ہزار سوار راجپوت اس کو شاہجان آباد میں اس سے پہلے تخت پر بٹھادیں کہ دکن سے بہادر شاہ مراجعت کرے اور ایک دست آویز پر اس جماعت کی تہ لگوائی جو بہادر شاہ سے بغاوت رکھتے تھے۔ حسن خدمت و فدویت کے اظہار کے لئے راہ گوندوانہ و ہزار و چاندہ سے حیدر آباد میں آ گیا اور محمد کام بخش کو پیغام دیا کہ میں اس کو بالبالا بھجوا دینگا۔ اور سترہ اٹھارہ ہزار سوار راجپوتوں کے نزدیک تہ استقبال کو آئیں گے۔ پھر حضور راجپوتوں کی فوج سنگین کے ساتھ وادارسلطنت میں بھجوا کر سکھ و خطبہ جاری کیجے اور امرار غائب حاضر کی تالیف قلوب فرمائے۔ بہادر شاہ کو خبر بھی نہ ہوگی اور اس کی مراجعت سے پہلے یہ کام ہو جائیں گے۔ پھر بہادر شاہ کے مقابلہ میں آئے۔ کام بخش کو ہراس اور سودا اور وسوسہ نے مغلوب کر رکھا تھا اس نے سیف اللہ خاں کے آنے کو اور پیغام کے اظہار کو محض بہادر شاہ کی تمہید اور سانگلی جانا اور اصلاً اس کی بات پر کان نہ لگایا اور اس کے احوال پر متوجہ نہ ہوا۔ اور اس کو اپنے پاس نہ بلایا۔ اور پیغام کا جواب دیا کہ یہاں سواے زبان کاٹنے اور اقسام سیاست سے مارنے کے تدبیر جن تردد و تحقیقات کا نتیجہ کوئی اور پھیل نہ لائے گا۔ بار بار اس نے درخواست کی کہ اس کو کام بخش نے اپنے پاس نہ لے لے دیا جائے۔

سیف خاں کی ہمت



مقرر کر دیا۔

باوجود اس بے لُباعت ہونے کے کہ اصلاً لشکر و خزانہ پاس نہ تھا۔ فقیروں اور منجھوں کی خالوں نے اُس کی فتح مندی کی شہرت اُڑا رکھی تھی و دو تین کوس حیدر آباد سے تین چار سو سواروں کے ساتھ بہادر شاہ کے لشکر کے انتظار میں بیٹھا۔ دہم ذی القعدہ ۱۱۲۰ھ کو بادشاہ کا خیمہ حیدر آباد سے تین کردہ پر لگا۔ بادشاہ نے رفیع الشان و جہان شاہ اور خان خانان اور امیروں کو بھیجا اور فرمایا کہ تمہارا جنگ میں سبقت نہ کریں اور کام بخش کو گھیر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ وہ مارا جائے اور مسلمانوں کی خوں ریزی ہو غرض دونوں لشکروں میں محاربہ صعب ہوا۔ محمد کام بخش مغلوب ہوا اور میدان دار و گیر میں اکثر اُس کے معتبر و عمدہ رفیق کشتہ و زخمی ہوئے اور باقی ماندہ بھاگ گئے۔ محمد کام بخش ایسا مردانہ لڑا جیسا سلطان تیموریہ و بابر یہ کو سنوارا ہے اور زخمی ہو کر سنجو ہوا۔ ملازمان بہادر شاہ ہی اُس کو جس حال میں تھا مع بیٹوں کے بادشاہ پاس لائے۔ بادشاہ اُس کو دیکھ کر دیا اور اُس کو اپنے خیمہ کے متصل احترام و اکرام کے ساتھ جگہ دی۔ اور یونانی اور فرنگی جراح اُس کے علاج کے لئے بھیجے مگر کام بخش علاج کا مانع ہوا۔ اُس کو کچھ ہوش آیا اور آنکھیں کھولیں۔ اُس کی حقیقت حال کو جب بادشاہ سے بیان کیا تو شاہنژادہ جہان شاہ کو اُس نے عیادت کے لئے بھیجا۔ بیٹھے نے چپا سے کہا کہ ابا جان کا دل نہ چاہتا تھا کہ جناب ایسے زخمی ہوں۔ تو چپا نے آشفۃ ہو کر کہا کہ تم کو بھی باپ کے مرنے کے بعد یہی معاملہ بھائیوں سے پیش ہونے والا ہے تم اپنی فکر کرو۔ پھر بادشاہ خود بھائی کو دیکھنے آیا۔ اور اُس نے یہ کہا کہ نہ منی خواہستم کہ بائیں حالت شمارا بہ بنیم۔ اما مقدسین بود۔ محمد بخش نے اسے طاعتی کی حالت میں کہا کہ اُس قبلہ بکدام صورت مرا می خواہستید کہ بہ بنید مارا تحت ست یا تحت۔ بعض یہ لکھتے ہیں کہ اُس نے کہا کہ من ہم منی خواہستم کہ بشہرت بے جوہری و بے غرتی اولاد تیمور و شیکر گرد شاہ عالم نے اُس کو دو چھپے شور بہ پلایا اور وہ بہت رویا۔ کام بخش ایسا غصہ میں آیا کہ تمام زخموں کا بخیمہ کھل گیا اور اسی تکلیف میں جان آفریں کو جاں سپرد کی۔ اس کا بیٹا فیروز مند بھی مر گیا۔ بادشاہ نے دونوں کی لاشوں کو شاہ جہان آباد میں ہمایوں کے مقبرہ میں دفن کرنے کے لئے بھیج دیا۔

کا ختم بخش محی السنہ وغیرہ کو مثل عالی تبار مطلق لعن ان رکھا اور تین روز تک مراسم تغیرت لاکیں اور نوبت نہ بجوائی۔

ارادت خاں شانزادہ کا ختم بخش کا حال یہ لکھتا ہے کہ اُس کا حافظ بڑا قوی تھا وہ عالم تھا اور خوش تحریر منشی تھا۔ ظاہری کمالات اعلیٰ درجہ کے رکھتا تھا۔ مگر اس کے مزاج میں وہم و وسوسہ ایسا تھا کہ اُس کی نوبت جنون پر پہنچ گئی تھی۔ بہت کم ایسا اتفاق ہوا کہ وہ اپنے باپ پاس ایک حبیبہ رہا ہو۔ اور کوئی بداطواری ایسی نہ کی ہو کہ اُس پر لعنت ملامت نہ ہوئی ہو اور بے غرت یا متعبد نہ کیا گیا ہو۔ بعض کام اُس نے ایسے بُرے کئے ہیں کہ میں اُن کو بیان کرنے کے لائق نہیں سمجھتا خیالات باطل اور جنون کے سبب سے کوئی حماقت ایسی نہ تھی جو اُس نے نہ کی ہو۔ اُس کے خوشامدیوں نے اُس سے کہا کہ کبھی نہ کبھی اُس کا بڑا بیٹا بھی شہنشاہ ہوگا۔ تو وہ حسد کے مارے اس معصوم بچے کے مارنے کی فکر میں ہوا گو اس گناہ کو اورنگ زیب کے خوف سے نہ کر سکا۔ مگر بیٹے کو ہمیشہ قید میں رکھا۔ غیروں کے بچوں کی طرح اُس کو بُری خوراک کھلائی اور بُری پوشاک پہنائی۔ غرض اُس کو اس طرح رکھا کہ اُس کی زندگی موت سے بدتر تھی۔ اسی جنون کے سبب سے اُس نے ناحق بدگمانیاں کر کے حرم کی بیوی کو بُری بے رحمی سے بُری طرح خنقی مار ڈالا۔ اُس نے اپنے ذکوروں اور مصاحبوں پر وہ ظلم و ستم کئے جو پہلے نہ کبھی دیکھے تھے نہ سنے تھے۔

عالمگیر کے مرنے کے بعد سلطنت کے کاموں میں انقلابِ بظیم ہو گئے تھے۔ اور تمام تعلقات کی صورت بدل گئی تھی اور مرہٹوں سے جو سلطنت تیموریہ کے تعلقات تھے وہ بالکل کایا لٹ ہو گئے تھے۔ انہوں نے ایک نئی مستقل صورت پیدا کی۔ جب اورنگ زیب بیجاپور کی سلطنت فتح کر رہا تھا تو اُس وقت مرہٹے اُس کے جاں نثار خدمت گزار دست تھے۔ بعد اُس کے وہ ذاتِ کنب کی طرح بادشاہی اصناف کے ہمسایہ بد ہو گئے۔ پھر اپنے مذہبِ قوم کے آزاد کرنے والے اور مسلمانوں کی پیش قدمی کے پیچھے ہٹنے والے آخر کو سلطنتِ مغلیہ سے چوتھ لینے والے یا مالک ہو گئے سلطنتِ مغلیہ کمزور ہو کر قریبِ لبرگ تھی مگر مرتے دم تک اپنی نخوتِ تکبر سے ہاتھ نہیں اٹھایا۔ اور

مرہٹوں کے ساتھ بادشاہوں کے تعلقات



مرہٹوں کو اپنے اُسکے کچھ نہ گنا۔

عالمگیر کے مرنے کے بعد کسی مسلمان بادشاہ نے اس قوم کے مطیع کرنے کا ارادہ نہیں کیا۔ مرہٹے بادشاہوں کی اولاد کو آپس میں لڑا لڑا کر اپنی قوت اور سلطنت کو بڑھاتے رہے۔ مرہٹوں کو خواہ لیٹر سمجھو خواہ قزاق جانو اور کوئی بُرا نام رکھو۔ مگر جو انہوں نے اپنی قوم اور مذہب کے آزاد کرنے میں بہادری اور مردانہ کوشش دہی کی اور قومی ہمدردی کے جوش و دلوے ہندوؤں میں پیدا کئے وہ ایک کارنامہ اُن کا تاریخ میں ہمیشہ قابلِ ستائش و یادگار رہے گا۔ اب آئندہ حال جو مرہٹوں کو لکھا جائے گا وہ اس بیان کی تصدیق کرے گا۔

نیپا سیدھیا (نیپا جی سیدھیا) کہ مرہٹوں کے سرداروں میں نامور و سر فوج تھا۔ اور اُس نے تانت و تاراج سے صوبہ مالوہ تک خرابی پھیلائی تھی۔ اس زمانہ میں ذوالفقار خاں کی تجویز اور دستگیری سے اُس نے توبہ کی اور بادشاہ کی درگاہ میں آیا اور محمد کام بخش کی جنگ میں شریک ہوا۔ اور اس وسیلہ سے اُس کی معافی ہوئی اور اُس کی اقوام کے شفاعت ہوئی۔ اُس کو ہفت ہزاری پنچ ہزار سوار کا منصب اور دو لاکھ روپیہ نقد اور خلعت وغیرہ مرحمت ہوا اور اُس کے بیٹوں اور پوتوں میں ہر ایک کو منصب پنچ ہزاری اور چار ہزاری عنایت کیا جن کا مجموعہ چالیس ہزار اور پچیس ہزار سوار ہوتے ہیں۔ اور اُس کی درخواست اور بخشی الممالک کی التماس سے پہلے کہ اسناد منصب تیار ہوں بلکہ پہلے اس سے کہ عرض کر رہو حکم فرمایا کہ صوبہ اورنگ آباد اُس کی تنخواہ میں مقرر ہو جہاں ہزار کے قریب چھوٹے بڑے منصب دار بدلتے گئے۔

راجہ ساہو نیر دیا جی کا پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ اورنگ زیب اُس پر بہت عنایت کرتا تھا اور یہ نام بھی اُس کا رکھا ہوا تھا۔ ذوالفقار خاں نصرت جنگ اُس سے رابطہ خاص رکھتا تھا اور قدیم سے اُس کے احوال پر متوجہ تھا۔ اُس نے اعظم شاہ سے جب وہ مسجد دہلی پر آیا سفارش کر کے اُس کو مطلق النان کرادیا۔ وہ پچاس ساٹھ آدمیوں کے ساتھ جو اُس کی رفاقت کر سکے مومن سنگہ زمیندار پاس آیا۔ یہ زمیندار سرکار بیجا گڑھ و پرگنہ سلطان پور ندر بار میں مشہور و مفید پیشہ تھا اُس نے راجہ ساہو

نیپا جی سیدھیا

راجہ ساہو کا چھوٹا

کا کچھ سر انجام کار کیا۔ اور اپنے تعلقہ اور سلطان پور سے غرت کے ساتھ باہر کر دیا۔ یہاں سے وہ ابنو نام مرہٹہ معروف پانڈا پاس گیا وہ ایک مشہور مفید پیشہ تھا۔ پرگنہ سلطان پور میں گڈھی کو کر مندہ اس کے تصرف میں تھی۔ بندر سورت سے وہ برہان پور تک تاخت و تاراج کرتا تھا سلطنت کی افزائری میں اورنگ زیب کے فتح کئے ہوئے موروثی قلعے اُس کے ہاتھ آگئے تھے بعض مرہٹوں کے سردار راجہ ساہو کے ساتھ اس سبب متفق ہوئے کہ وہ راجا رام کی بیوی تارا بانی سے اتفاق رکھتے تھے۔ راجہ ساہو نے فوج عظیم فراہم کی۔ اول نواح احمد نگر میں آیا۔ ایک دایت ہے کہ وطن کے چلنے کے وقت اس گل زمین کی جہاں اورنگ زیب کا واقعہ ہوا تھا جا کر زیارت کی نقد و طعام وافر فخر کو قیام کیا۔ بیس ہزار سوار مرہٹہ فراہم ہوئے۔ اُس نے اورنگ زیب کی قبر کی زیارت کا ارادہ کیا۔ غلہ آباد کی طرف چلا۔ جب اُس کی فوج پیش آہنگ اورنگ آباد کے قریب آئی سرچند راجہ ساہو اور اُس کے ہمراہی بجائی بند تاخت و تاراج کا ارادہ نہیں رکھتے تھے۔ لیکن مرہٹوں کو لوٹ کا چسکا ایسا منہ کو لگا ہوا تھا کہ وہ کب دست اندازی سے باز رہ سکتے تھے۔ اورنگ آباد سے منصور خاں اور ادرستینہ نکلے اور انھوں نے برج و بارہ کا بندوبست کیا اور اس جماعت کے رفع شر میں کوشش کی۔ اور راجہ ساہو نے اپنے آدمیوں کو منع کیا۔ راجہ ساہو بزرگوں کے فراروں اور اورنگ زیب کی قبر کی زیارت کر کے اپنے قلعوں میں چلا گیا۔

ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ کل و کن کا صوبہ دار تھا اور اُس کی میر بخشی گیری بھی اُس کو سپرد تھی۔ اُس کی وساطت سے راجہ ساہو کے وکیل نے درخواست کی کہ چھ صوبوں کی سرحدیں کچی کا فرمان مجھ کو اس شرط سے مل جائے کہ وہ دیران ملک کو آباد کرے۔ اس سبب سے کہ جملہ الملک معظم خان خانان نے صوبہ برہان پور اور نصف صوبہ برار کو جو دو خاتر میں برابر پایاں گھاٹ کے نام سے موسوم تھا اور یہی نام اُس کا لوگ لیتے تھے موافق سررشتہ قدیم فاروقی و محمد اکبر بادشاہ کے چھ صوبوں سے نکال کر شاہجہان آباد کے توابع صوبوں میں داخل کیا تھا جو اصل ہندوستان زبان زد خاص و عام سہہ وہ چاہتا تھا کہ امور ملکی و مالی کا اختیار غزل و نصب حکام اپنے ہرے

سرحدیں کچی کے باب میں ذوالفقار خاں اور ملکہ الملک کا اختلاف آرا ہوا



بیٹے مہابت خاں کو سپرد کرے۔ اس سبب سے ذوالفقار خاں اور معظم خاں کے درمیان لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ آپس میں سو فرامی ہو گئی اور بخشی الملک یہ نہیں چاہتا تھا کہ کل مقدمات ملکی اور مالی دکن میں کوئی دوسرا شخص ذخیل اور صاحب اقتدار ہو۔ راجہ رام عمو راجہ ساہو کی زوجہ نارابائی تھی اُس کے بطن سے دو بیٹے راجہ رام کے خود سال تھے۔ عالمگیر کے عہد میں لشکر کشی اور سرکشی دس تک رہی اُس کے بعد اُس نے صلح کی التماس اس شرط سے کی کہ نور پور فی صدی سرویس کم ہی اُس کو عطا کی جائے۔ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ عالمگیر نے یہ سبب بعض شرطوں کے اس درخواست کو قبول نہیں کیا تھا۔ ان دنوں میں اُس نے حملۃ الملک کی وساطت سے یہی درخواست پھر کی کہ نور پور فی صدی سرویس کم ہی کا فرمان اُس کے بیٹے کے نام عطا ہو جس میں چوتھ کا کچھ نام نہ ہو تاکہ وہ مفیدوں کو دفع کر کے ملک کا بندوبست کرے۔ اس سبب کہ صمصام الدولہ ذوالفقار خاں بہادر راجہ ساہو کا طرفدار تھا۔ اس بارہ میں گفتگو مخالفانہ دونوں مہربوں کے درمیان واقع ہوئی۔ بادشاہ نے اپنی وسعت خلق سے دل میں یہ مقرر کر رکھا تھا کہ اس نے اعلیٰ میں کسی ایک شخص کی التماس کو رد نہ کرے گا۔ چنانچہ مدعی و مدعا علیہ اپنے متضاد مدعا عرض کرتے جن میں صبح و شام کا ساتھ افتاد ہوتا۔ دونوں کی التماس قبول ہوتی حکم ناطق فرمایا جاتا۔ مقدمہ سرویس کم ہی میں بھی حملۃ الملک اور میر بخشی دونوں کی درخواست کے موافق عطا فرمان کا حکم دیا۔ مگر آپس کی پر خاش کے موافق مقدمہ سرویس کم ہی دونوں کے نام ملتوی رہا۔

ابتداء سے عہد خاندان تیموریہ میں یہ مقرر تھا کہ ایک خطاب دو آدمیوں کو نہ عطا کیا جاتا تھا۔ ایک دولفظ کا فرق اس میں کیا جاتا تھا۔ اس عہد میں صفدر خاں بابی متعینہ احمد آباد کا یہ خطاب موردی تھا وہ دوسرے شخص کو عطا ہوا تو صفدر خاں بابی نے اپنے خطاب کی بحالی کے لئے عرض بھیجی تو اُس کے اوپر یہ دستخط ہوئے کہ بحال بحال بحال گودیرے ہم دستہ تہ باشد۔ اس روز سے ایک ایک خطاب کا دو تین آدمیوں کے ملنے کا عیب جاتا رہا۔ اور اسی طرح منصب نوبت و قارہ و فیل بیخہ و سر پہنچ کے ملنے میں پایہ و مراتب کا اعتبار نہیں رہا۔ ان دنوں میں اخلاص خاں جدیدی

خطبات و بہادر شاہ ولی و بنا ولی و زمری

کہ جملہ فضیلت و دیانت سے آراستہ تھا اور مقصدی نگری میں اور حساب میں بڑی سختی کرنے میں مشہور تھا۔ وہ عرض مکر کی خدمت میں معزز ہوا۔ بادشاہ دریا دل بدون مراتب کے لحاظ کے عطا منصب اضافہ میں آب سیل کی طرح ایسا رائگان ہوا تھا کہ اخلاص خاں اجراء عرض مکر کا متحمل نہ ہوا۔ اس نے جملہ الملک سے التماس کی کہ بادشاہ اقلیم بخش کی ہمت کے موافق دولت سلطنت ہفت اقلیم کا وفاقہ خیال و فاکرنا خیال و خیال اور دروازہ عقل ہے تمام عالم بدین طلب ہے اس صورت میں بادشاہ عالم بوناہ کی شجر فیض بخشی کا شریہ ہو گا کہ تمام منصب دار اور خانہ دار با نام و نشان بے چاکر ہوں گے۔ اور غلہ و ہندوستان کی دولت عشر عشر بادشاہ کی اس ہمت کے لئے وفانہ کرے گی۔ صلاح دولت و تقاضاے مصلحت یہ ہے کہ اس بارہ میں تدبیر و بندوبست کیا جائے کہ آب سیل کا سدرہ ہو کہ وسعت ہندوستان کے مدخل کا سرسبز ہونا بخشش خرچ کے لئے کم و بیش ہوں گے۔ اگر اس سے کافہ انام کے نزدیک اخلاص خاں کے بخل و شہرت و حسد کی شہرت ہوئی اور نے الواقع مانع خیر و نافی رزق حلیق اللہ کا ہونا بدترین صفت مذموم ہے۔ لیکن بعض نکتہ بیخ منصب پیشوں کے نزدیک اس کا سخن راست تلخی آمیز تھا۔ اخلاص خاں چاہتا تھا کہ جس وقت یادداشت منصب وزیر کے نزدیک عرض مکر کے دستخط کے واسطے آئے تو چاہئے کہ بعد تحقیق و غور اصل دلیل و پایہ مراتب صاحب منصب کے دستخط کرے۔ خان خانان نے اس وقت اس رزق خلق کی اسناد کے بند کرنے کی بدنامی اپنے لئے پسند نہیں کی اور اخلاص خاں کو تحقیقات کی تکلیف دی۔ اخلاص خاں نے علامت و بطون کے خیال سے اس بات کو قبول نہیں کیا اور خدمت سے ہٹھا دیا۔ اور اس کی جگہ مستعد خاں عرف محمد ساقی مقرر ہوا۔ اور یہ انتظام ہوا کہ جس وقت یادداشت منصب عرض مکر کے لئے آئے تو مستعد خاں کی طرف رجوع کی جائے کہ وہ تحقیق کرے کہ صاحب منصب ملازم بادشاہ کی بندگی کی قابلیت رکھتا ہے یا نہیں اور کس سبب اور وسیلہ سے اس نے منصب اضافہ پایا ہے۔ کوئی شخص پایہ مراتب سے زیادہ اور قبل از ایام معیاد مقرر کی اضافہ نہ پائے۔ اور اسی طرح یومیہ وجہ مسائل



کی تحقیق کی جائے۔ ان امور کے تجسس و تفتیش کے بعد جن میں بہت دیر لگے گی، لفظاً صحیح کا نشان  
مستعد خاں یا دوست منصب اضافہ دیومید و وجہ معاش پر کر دے۔ زیادہ تر بادشاہ کے  
دو محل مہر پرور اور امۃ الکبیب اور مقربان حضور سزا دل شدید مقرر کرتے کہ یادداشت پر تحقیق کی  
کاوش کے بدوں مستعد خاں کے دستخط ہو جاتے۔ مگر باضابطہ و بے ضابطہ اجراء کار میں فوراً  
تفاوت ہوتا اور بادشاہ کے دستخط کا اعتبار نہیں رہا۔ بادشاہ اپنے متصدیوں سے فرمایا کرتا کہ اب  
اہل کار آپس میں مل گئے ہیں جو بہتر جانتے ہیں عمل میں لاتے ہیں۔ ہمارا نقطہ اعتبار رہ گیا ہے  
خلق کے مطلب قبول کرنے کے سواے ہم کو کوئی اور چارہ نہیں ہے وہ صائب کا شعر و ذربا  
رکھتا تھا

ہر کہ اینجادست رو بر سینہ سائل زند  
حاجت جنت گزار و چوب پیش روز باد

ہر خند سخاوت و دوست خلق و عیب پوشی خلق و خطا بخشی میں ایسا بادشاہ زمانہ ماضی میں  
از روئے تواریخ خصوصاً غلڈان تیموریہ میں کمتر نظر آتا ہے مگر بے عیب خدا کی ذات ہے وہ  
کار و بار سلطنت اور ملک کی خبر گیری اور امور لابدی کے بندوبست میں مستغنی و بے خبر ہے پڑا  
تھا کہ نظریہ شوخ طبعوں نے اس کی تاریخ جو کس (شہ بے خبر) کہی ہے۔ راتوں کو جاگتا  
دو پہر دن چڑھے تک سوتا جس کے سبب سے خلق اللہ سفر کے دن تکلیف ہوتی کہ ان کو اپنے  
خیموں کی مثل نہ ملتی اور دربار محلے کے تقار خانے اور کچہریوں اور بازاروں میں رات  
بسر کرتے۔

ارادت خاں نے بادشاہ کی خصائل اور اس کے دربار کا حال یہ لکھا ہے۔

شاہ عالم سخی، رحمہ اللہ، عالی دماغ، خوش اخلاق و جوہر شناس تھا۔ وہ اپنے باپ دادا  
کی سلطنتوں کو دیکھ چکا تھا کہ سیاست و قدرت شاہانہ کس طرح صحیح طور پر استعمال میں لانی  
چاہئے۔ آخر چپاس سال سے وہ خود بھی حکومت کرتا تھا۔ جب بادشاہ ہوا تو زمانہ نے ایک نئی

بادشاہ کے قصائل اور دربار کا حال

رونی پائی۔ سب درجے کے آدمی علی قدر حال اُس کی مہربانی سے مستفید ہوئے۔ اُس کی فیاضی اور دیادلی نے خلقت کے دل سے اورنگ زیب کی ساری خوبیوں کو محو کر دیا۔ بعض تنگ دل بخیل حسد اور احسان فراموشی کے سبب سے اُس کی سخاوت و دیادلی کو کہتے ہیں وہ بے جا ہرٹ اور دولت کو رائیگاں کرتا تھا۔ لیکن حقیقت میں ہر فرقہ اور سب درجہ کی لیاقت کے آدمیوں اور وضع و شریف و عالم و سخنور نے بادشاہ کے تخت سے ایسا فیض پایا جو اس عہد سے پہلے زمانہ کی آنکھ نے نہ دیکھا تھا اور نہ کان نے سنا تھا۔ جو کمالات و صفات اُس کی ذات میں تھے وہ بیا نہیں ہو سکتے بہادر ایسا تھا کہ جنگ میں عظیم شاہ سے جس کی شجاعت کی دھاک تھی تنہا لڑنے کو مستعد تھا۔ اس کے چاروں بیٹے بڑے صاحب قدرت تھے اور بہت فوج اپنے پاس رکھتے تھے وہ اُن کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ ایک لمحہ اُن پر بظن نہ ہوا۔ اور اُن کو وزراء عظم کے اختلاط و تعلقات پیدا کرنے سے منع نہیں کیا۔ خاکسار جیسا کہ اورنگ زیب سے اپنا فرض سمجھ کر عرض کیا کرتا تھا۔ بادشاہ سے بھی معروض کیا کہ ان صاحب زادوں سے احتیاط کرنی اور ضرور رہنما ضروری ہے تو اُس نے مجھے جواب باصواب یہ دیا کہ میں نے ان شانہ زادوں کے بیٹوں کو جو اُس کے ساتھ معرکہ جنگ میں مشغول ہوئے اجازت دی کہ وہ اُس کے حضور میں مکمل مسلح حاضر ہوا کریں۔ چھوٹے بچوں کو میں نے اُن کے ماؤں پاس رکھا اور اُن کو کچھ نہیں ستایا اور جب وہ بالغ ہوئے تو میرے ساتھ شکامیں اور میری سیر و تفریح میں بے روک ٹوک شریک جب اوروں کی اولاد کے ساتھ میرا یہ نیک سلوک تھا تو اپنی اولاد کے ساتھ کیوں نہ ہو۔ شاہ عالم کا دربار شاہجہاں کے دربار سے بھی ایک درجہ بڑھا ہوا تھا۔ سترہ شانہ زادے جن میں اُس کے بیٹے پوتے بھتیجے ہوتے اُس کے تخت کے گرد اس طرح بیٹھتے۔ اُس کے دائیں طرف بڑا بیٹا جہاندار شاہ مع اپنے تین بیٹوں کے اور اُس کا تیسرا بیٹا رفیع الشان مع اپنے تین بیٹوں کے اور بیدار دل جو اُس کے بھتیجے تھے بیدار بخت کا بیٹا تھا اُس کے بائیں طرف عظیم الشان مع اپنے دونوں بیٹوں کے۔ جہاں شاہ مع اپنے بیٹے کے اور عظیم شاہ کا صرف ایک بیٹا عالی تبار



جو زندہ رہا تھا وہ عظیم الشان کے بایں طرف اور کچھ وائیں طرف سے آگے کام نبخش کے دو بیٹے ان شاہزادوں کے پیچھے سکندر عادل شاہ بیجا پور اور قطب شاہ گول کنڈہ کے بیٹے بیٹھے۔ یہ بادشاہ وہ تھے جن کو اوزنگ زینے مغلوب کیا تھا۔ چاندی کے کٹھنوں میں ہفت ہزاری سے سہ ہزاری تک امرا کھڑے ہوتے۔ اس کے دربار کی شان و شکوہ بیان میں نہیں آسکتی عیدین اور احبشنوں میں بادشاہ اپنے ہاتھ سے امیروں کو ان کے درجے کے موافق عطر و پان دیتا۔ اس کے عطیات و انعامات شاہانہ ہوتے۔ جب وہ اپنے گھر میں ہوتا تو دینداروں کی طرح سادہ لباس میں ہوتا۔ اور جماعت کے ساتھ نماز کبھی قضا نہ کرتا۔ سفر کے اندر اکثر تعطیلوں اور جمعوں میں وہ خود نماز دربار کے خیمہ میں پڑھاتا۔ اور قرآن مجید کی سورتیں ایسے خوش لہجے اور قرأت میں پڑھتا کہ بڑے فصیح اہل عرب بھی اس پر فرقتیہ ہو جاتے۔ وہ آخر شب کی عبادت کو کبھی ترک نہیں کرتا اور بعض دفعہ ساری رات نمازیں پڑھا کرتا اور دعائیں مانگتا۔ اول شب میں اس کے پاس فضلاء و علماء دینی کی ایک جماعت جمع ہوتی۔ وہ حدیثوں کو خود بیان کرتا اس کو بہت حدیثیں یاد تھیں اور علم فقہ خوب جانتا تھا۔ اس نے تمام فرقوں کے مذہبوں کی تحقیقات کی تھی اور آزاد خیالوں کی کتابیں پڑھی تھیں اور ہر ایک فرقہ کے عقائد سے واقف تھا۔ اس سبب متعصب دینداروں نے اس کے مذہبی رایوں پر برکتی ہونے کا الزام لگایا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس کی قابلیت پر وہ حسد کرتے تھے۔ اس کے اوصاف لکھنے کے لئے نوکتابیں چاہئیں۔ اس لئے میں نے اس کا ایک جزو بیان کر دیا۔

پاپ رائے سیندھی فردشوں کی نسل میں تھا۔ اس کی بہن بیوہ صاحبہ مایہ تھی اس سے ملنے وہ گیا۔ پانچ چار روز اس کے گھر میں رہا۔ اس کی نقد و جنس کی مالیت کو تاکا۔ چند پیادے اپنے رفیق کے اور اپنی بہن کو نپڑا کر طرح طرح کے ظلم و سیاست سے اس کے تمام اعضا کو جلا کر جو نقد و زیور اس پاس تھے لے لیا اور بہت سے پیادے نوکر رکھ لئے اور ایک پارچہ کوہ پر جا کر اس کو اپنا ملجا و پناہ بنایا اور مسافروں اور رعایا کے اطراف پر رہ زنی و دست اندازی

پاپ رائے سیندھی

## شروع کی۔

فوجدار اور زمیندار اُس کے پکڑنے کی فکر میں ہوئے۔ پاپ رائے کو اُس کی خبر ہوئی تو وہ دنکٹ رائے زمیندار پر گنہ گوارا لیکن ڈل پکس چلا گیا اور جامعہ داری کی نوکری اُس کی کر لی۔ چند روز بعد وہ چٹا ہنوت ایک اور زمیندار کے جامعہ دار کا مہم مصلحت ہوا اور اُس کو اپنا شفیق رفیق بنایا۔ پھر ان دونوں نے اس ضلع کے مسافروں پر دست اندازی شروع کی دنکٹ کو جب اُس کی خبر ہوئی تو اُس نے دونوں کو مقدمہ کر کے شکنجہ سیاست میں رکھا۔ ایک دہینے کے بعد دنکٹ رائے کا بیٹا بیمار ہوا۔ اُس کی بیوی نے اپنے بیٹے کی شفا کے لئے تمام قیدیوں کو چھوڑ دیا۔ پاپا بھی قید سے خلاص ہوا۔ موضع شاد پور پر گنہ برکنڈا سرکار بھونگری (بھونگری) اس خطر پر واقع ہے جو حیدر آباد اور ورنگل کے درمیان کھینچا جائے اور اور مقامات جن کا ذکر آئے گا وہ اس خط کے شمال میں واقع ہیں) میں چلا گیا اور یہاں ایک بڑے مشہور مفند سردار کے ساتھ اپنا زود سار ہوا اور اپنے پاس بڑی جمعیت فراہم کی اور شاہ پور میں ایک پارچہ زمین سنگ لاخ پر گڑھی بنائی اور اطراف کو ماتحت و تاراج کیا۔ جہاں کسی زن مبتول و مال ہنود و مسلمین کو سنتا ان پر تعدی کر کے متصرف ہوتا۔ اشرفوں اور میواریوں کی ایک جماعت بادشاہ پاس استغاثہ کے لئے آئی اور رستم دل خاں پکس اُس کی تنبیہ کا حکم لائی حکم پھینچنے کے بعد پر گنہ کلیاک میں جو شاہ پور سے سات آٹھ کوس تھا رستم دل خاں فوجدار نے قاسم خاں افغان کو شائستہ جمعیت کے ساتھ بھیجا کہ پاپ رائے کو پکڑے۔ وہ پاپ رائے کی تادیب اور استیصال کی فکر میں رہتا تھا۔ وہ اُس کے ساتھ کبھی کبھی شوخی کرتا تھا۔ ایک دن اُس نے پر گنہ کلیاک کے ایک موضع پر تاخت کی قاسم خاں اُس کی تنبیہ کو آیا اور ان دونوں کے درمیان ایک جنگ واقع ہوئی۔ جب پاپ رائے کے بہت آدمی مارے گئے تو وہ بھاگ گیا اور پارچہ کوہ قلب میں چلا گیا۔ قاسم خاں اُس کے پیچھے گیا کہ ایک گولی اُس کے ایسی لگی کہ وہ مر گیا۔ باقی فوج نے ہزیمت پائی۔ پھر رستم دل خاں نے ایک فوج بھی مگر فائدہ مرتب نہ ہوا۔ تو خود اُس نے انکر شاہ پور کا محاصرہ کیا



پاپ راسے اور سردار دھینے محاصرہ میں ہے اور جنگ کرتے رہے آخر کو جھاگ گئے۔ رستم دل خاں نے گڈھی کو مہار کیا اور مراجعت کی تو پاپ راسے اور سردار نے آنکر خام گڈھی کی جگہ پختہ گڈھی بنالی اور اس میں مصلح جنگ فراہم کیا۔ اس گڈھی کے بننے سے عوام میں یہ مشہور ہوا کہ رستم دل خاں اپنی گرمی بازار کے لئے پاپ راسے کی تنبیہ و استیصال میں واقعی تن دہی نہیں کرتا۔ غرض مقدمہ فساد کو طول ہوا اور نوبت یہ آئی کہ شاہ پور سے پندرہ بیس کوس تک کوئی شخص رات کو آرام سے نہیں سوتا تھا۔ سردار اور پردل خاں جماعہ دار میں سے ہر ایک کو فن سپہ گری کا دعویٰ تھا ان میں یکساں ہوئی اور اس کا انجام یہ ہوا کہ دونوں آپس میں لڑ کر فنا ہوئے۔ سردار کے مرنے کے بعد پاپ راسے کو اور زیادہ استقلال ہوا۔ فوج اور ذخیرہ کو بڑھایا اور اطراف کے قلعوں کی تسخیر میں کوشش کی و رستم دل خاں نے اس پر چڑھائی کی اور شاہ پور کا محاصرہ کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ دار و مدار کر کے کچھ روپیہ لے لیا اور مراجعت کی۔ اب پاپ راسے قلعہ درنگل کی تسخیر کے فائدہ میں ہوا وہ شاہ پور سے سولہ سترہ کرودہ تھا۔ قصبہ مذکور میں بہت تجارتا رہے دار رہتے تھے لاکھوں روپیہ کے اتمشہ اور پیش بہا قالین بختین۔ بہت ودھم محمد مسلمان اور ہنودتا بوتوں کے گشت میں مصروف تھے کہ پاپ راسے دو تین ہزار پیادے اور چار پانسو سوار لے کر قلعہ درنگل پھنچا اور سنگین پیش بہا قالینوں کو کاٹ کر دست بہ دست لیٹے لے گئے۔ بارہ پندرہ ہزار مرد وزن و اطفال اس نے قید کئے۔ اول قصبہ کو ایسا لوٹ لیا کہ اس میں آدمیوں کو خاک پر بٹھا دیا۔ قاضی کی بیوی کو اپنی بیوی بنایا اور اول اس کی بیٹی کو رقا صوں کو تعلیم کے لئے دیا۔ قاضی کو کچھ دنوں قید رکھ کے چھوڑ دیا اب اس کی سواری کے ساتھ سات سو بندو قچی چلتے تھے اور بندوق میں دو خزانے تھے دس بارہ ہزار بیل غلہ کے بخاریوں کے پکڑ کر قلعہ میں ان کا غلہ ذخیرہ کیا اور سیلوں کو قلعہ رانی کے لئے بھیج دیا کہ اس کے واسطے زراعت کو سرسبز کریں پھر اس نے قلعہ بھونگری پر جو حیدر آباد سے سولہ کرودہ پر ہے ۱۲ ربیع الاول کو کہ لوگ فاتحہ درو میں مشغول تھے حملہ کیا اور اس کو فتح کر لیا ہوتا مگر وہ ہاتھ نہ آیا قصبہ اور پیٹھ کو لوٹ لیا اور دو تین ہزار عورت مرد کو پکڑ کر لے گیا اور اس نے یہ مقرر کیا تھا کہ جو کوئی مسلمان عورت

کو بکرا لائے تو پانچ روپیہ انعام پائے اور کسی مشہور خاندان قضاوت و مشائخ کی عورت کو گرفتار کر کے لائے تو پانچ ہون انعام پائے۔ مارا کنڈا کے قریب شاہ پور سے چار کوس پر ایک قلعہ بنایا اور ذخیرہ و افراد راہیج اُس میں جمع کیا۔ جب اُس کے فساد کو امتداد ہوا۔ اس ضلع کے پاس اور دور کے رہنے والوں کو خوابِ بُخ کا آرام حرام ہوا اور عروسِ شادی کی رسم اٹھ گئی جہاں وہ کسی بالغ نابالغ و لہن کو سنتا تو اُس کو راہ میں میانہ سے یا خانہ سے بلوالیتا۔

قاضی جن کی جو رو اُس نے چھین لی تھی اور اور مظلوم بہادر شاہ پاس آئے روزانہ مشعلین و شہزادے کے عرض کیا کہ بادشاہ خود جا کر اس کا فکاہ استیصال کرے بادشاہ نے فرمایا کہ مناسب نہیں ہے کہ میں ایک سینہ سی فروش کی تنبیہ کے لئے جاؤں۔ یوسف خاں صوبہ دار مقرر ہوا کہ اس مفید کا استیصال کرے۔ پاپ رے نے فوج آنے سے پہلے قصبہ کلیاک کا محاصرہ کیا جو شاہ پور سے اٹھ کوس تھا۔ جب سپاہ آئی تو وہ شاہ پور کو بھاگ گیا اور اُس کے بہت آدمی مارے گئے قلعہ شاہ پور میں اس کا خسر مقید تھا فقط اُس کی بیوی کو اجازت تھی کہ اٹھ پہر میں اُس کو ایک دن فہ کھانا کھائے۔ اُس نے اپنی بیوی سے تین چار سوہن کھانے میں چھپو کر منگائے اور اُن سے اپنی اور چنڈ اور قیدیوں کی بیڑیاں کاٹیں۔ پاپ رے مچھلی کے شکار کو دو کوس پر گیا تھا کہ ان قیدیوں نے قلعہ کے نگہبانوں کو مارا اور کلیاک کے زمیندار کو پہلے سے کھلا بھجوا یا تھا کہ جب ہم توپ چھوڑیں تو تم آجانا۔ پاپ رے یہ خبر سن کر شاہ پور کے دروازہ پر آیا اور اُس کو جلایا مگر دروازہ اس حکمت سے بنایا گیا تھا کہ دروازہ چوبی جل جائے تو ایک پارچہ تختہ آہن و سنگ اوپر سے گر کر اُس کا قائم مقام ہو جائے اس لئے دروازہ کے جلانے سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس عرصہ میں دلاور خاں کلیاک سے سپاہ لے کر آیا۔ پاپ رے سے لڑائی ہوئی۔ دلاور خاں قلعہ میں داخل ہوا۔ پاپ رے کی فوج متفرق ہوئی وہ قلعہ کے رینگڑا میں آیا۔ نو مہینے اس قلعہ کا محاصرہ لشکر شاہی نے کیا۔ یوسف خاں نے قلعہ کے اندر پاپ رے کے آدمیوں کے ساتھ سازش کی۔ وہ جوق جوق قلعہ سے نکل کر یوسف خاں کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوئے۔ یوسف خاں بیٹھ و پر کوٹ و بارہ بُرج اطراف قلعہ کو اپنے لہر صرف



میں لایا۔ پاپ راسے قلعہ سے باہر موضع حسن آباد میں جو اس کا آباد کیا ہوا تھا چلا گیا۔ وہاں ایک  
تاڑی فروشن نے پچان کر اُس کو پکڑ وا دیا۔ وہ یوسف خاں کے روبرو لایا۔ اُس کے بند بند  
جدا کئے گئے۔ اُس کے اعضاء جیدر آباد کے دروازہ پر لٹکائے گئے اور سر اُس کا بادشاہ پاس  
بھیجا گیا۔ ۷

دہقان سال خوردہ پید خوش گفٹ با پسر  
کائے نور چشم من بجز از کشتہ نہ دردی

اس سال کا آخر سانحہ یہ ہے کہ قلعہ قندہار کا قلعہ دار صاحب سلطان حسین شاہ ایران کی  
طرف سے گر گئیں خاں تھا۔ اس کا نہایت متحدہ نوکر میراویس افغان تھا قلعہ کے ایک دروازہ کا  
بند و بست اُس کے سپرد تھا کبھی کبھی قلعہ دار اور میراویس کے درمیان ناخوشی ملال افزا ہوتی تھی  
پھر کب ظالم رنج کدورت ہو جاتی تھی۔ اس کا ذخیرہ افغان کے دل میں جمع ہوتا جاتا تھا اس لئے  
دغاے کر گر گئیں خاں کو مار ڈالا اور قلعہ پر اپنا عمل دخل کر لیا مصلحت خطبہ بہادر شاہ کے  
نام کا پڑھوا دیا کہ بدنامی رنج ہو اور بند و بست کا استحکام ہو۔ اور کلید طلائی اور عرضداشت بادشاہ  
پاس بھیج دی۔ بہادر شاہ نے شاہ ایران کے ساتھ نامہ و پیغام و تحفہ تحائف بھیج کر موردی  
اتحاد اور صرفو پیدا کر لیا تھا۔ فی الحال تقاضا مصلحت وقت یہ جانا کہ خلعت و فرمان آفریں باد  
اور سند قلعہ داری مع عطاے منصب پنج ہزاری میراویس پاس ارسال کیا اور خفیہ تجارت کی  
زبانی پیغام حسین شاہ ایران کو مکمل بھیجا کہ افغان نے جو نمک حرامی پر جرات کی ہے اُس سے  
مجھے ملال خاطر ہوا اور اُس نے بہت بُرا کیا۔ آپ کو اس کے فساد کے رنج کرنے کے لئے  
جلد کوشش کرنی چاہیے۔ ہم اُس کی کمک نہیں کریں گے۔ اس سے آپ خاطر جمع رکھئے۔ شاہ ایران  
بھی بند و بست سلطنت سے بے خبر تھا۔ اصلاً فوج کشی و تعین لشکر و مردم کشی پر رضی نہ ہوا  
قلعہ قندہار کی تسخیر کی کچھ تلافی نہ ہوئی۔ دو برس بعد لشکر بھیجا جس کا نتیجہ کچھ نہ ہوا۔ محمد شاہ کی تباہ  
میں اس کا بیان ہوگا۔

نہ جارا کا معاملہ

# سوانح سال سوم ۱۱۲۰ھ

۸۔ ازادہ ذی الحجہ کو سال انوم جلوس کا آغاز ہوا جس کے انعامات کی تفصیل بیان نہیں کی جاسکتی۔ شاہزادوں کو فرمایا کہ نایکوں میں جو تخت رواں کی طرح مرتب ہوئی تھیں سواریوں اور محمد اعظم شاہ بیدار بخت و کام بخشش کے بیٹوں کو خلعت دیئے اور دربار میں بیٹھنے کا اور سواری میں گھوڑوں پر سوار ہو کر ساتھ چلنے کا حکم دیا۔ جملہ الملک خان خانان اور بخشی الملک و الفقار خاں کو حکم دیا کہ وہ حضور میں اپنے آپ کے نوبت بجاویں ذوالفقار خاں نے عرض کیا کہ ہم خانہ زادوں اور شاہزادوں میں یہی فرق تقارہ بجانے کا ولی نعمت کی رکاب میں ہے اس لئے میں اس کے قبول کرنے سے انکار کرتا ہوں۔ خان خانان کو حضور میں تقارہ بجانے کی آرزو تھی اور اس کی جملہ الملک سے سوز مزاجی تھی اس لئے یہ انکار ہوا۔

بادشاہ نے اول ربیع الاول ۱۱۲۱ھ میں دار الخلافہ کے قصد سے کوچ کیا۔ وسط جمادی الاول کو اورنگ آباد میں آیا اور آخر مہینے میں یہاں سے کوچ کیا۔ آخر رجب میں بادشاہ برہان پوری آیا۔ یہ شہر ننگار گاہ اور سیر گاہ ہے یہاں رہنے کا ارادہ تھا کہ راجپوتوں کے فساد کی خبر آئی کہ جب وہ کام بخشش کی مہم میں مصروف ہوا تو نواح اجیمیر میں راجپوت جمع ہو گئے اور انہوں نے شورش کی اور صوبہ اجیمیر سے تھانوں اور فوجداروں کو اٹھا دیا سید حسین خاں بارہ صوبہ دار اجیمیر ان کی نواہی میں مشغول ہوا۔ راجپوتوں نے اطراف سے ہجوم کر کے مقابلہ کیا۔ سید حسین خاں نے کارزار صوبہ کے بعد بہت راجپوتوں کو مارا اور کئی ہزار زن و فرزند راجپوتوں کے پکڑ لئے۔ بت خانے مسمار کئے۔ چاروں طرف سے راجپوت مور و ملج کی طرح جمع ہوئے۔ سید حسین خاں مع احمد سعید خاں فوجدار میرٹھ سکھانہ وغیرت خاں و فوجدار نار نول جو حسین خاں کے برادر حقیقی تھے اور اور فرزندوں و خویشوں و ہمراہیوں اور بندہ ہائے بادشاہی میں سے مارے گئے۔ جب بہادر شاہ نے یہ سنا تو برہان پور میں اس نے وقت مناسب نہ جانا۔ اوائل شعبان ۱۱۲۱ھ کو یہاں سے کوچ کیا۔ اب نربدا پر



ماہ رمضان میں آیا۔ گزر اکبر پور پر مقام کیا عید فطر کے بعد آب نرہا سے عبور کیا۔ جب سرحد چین پر پہنچا تو اس نے خبر سنی کہ اطراف نواح دارالخلافہ اور پنجاب میں سکھوں نے فساد مچایا ہے۔ میں نے التزام کیا کہ اگر کوئی مشاذ و مادر ہندوؤں کی تصنیف کی ہوئی تاریخ ہاتھ آجائے تو اس میں سے بعض واقعات تائید کی کو نقل کرتا ہوں کہ جس سے مسلمانوں کے بیان سے ان کا مقابلہ ہو جائے۔ اختلاف اور اتفاق ان کا کھل جائے سکھوں کی کتابیں بہت سی ہیں جن میں انہوں نے مسلمانوں سے اپنی لڑائیوں کا حال لکھا ہے۔ شمشیر خالصہ ان سب کی جامع ہے۔ مصنف بھائی گیانی سنگھ گیانی نے مسلمانوں کے ساتھ جو سکھوں کو معاملات پیش آئے مذہبی پیروی میں بیان کئے ہیں اور کشف خرق عادت کو دخل دیا ہے جن کو مذہب سے تعلق ہے تاریخ سے تعلق نہیں ہے۔ غرض اس میں سے بعض مضامین چند صفحات میں گھٹا بڑھا کر لکھتا ہوں۔

## سکھوں کا بیان

سلطان بہلول لودھی کے زمانہ میں کا تک سدی پور غاشی سمر ۱۵۲۶ مطابق ۱۴۶۹ء کو موضع تلونڈی تحصیل شرق پور ضلع لاہور میں گورو نانک پیدا ہوئے۔ ان کی پیدائش کی جگہ ایک پختہ عمارت نام کا مہ بنی ہوئی ہے جہاں میلا ہوتا ہے ان کے باپ کا نام کالو چند بیدی تھا جو قوم کا کھتری تھا۔ اس کے حسب نسب کو راجہ رام چند جی سے سکھ ملاتے ہیں۔ ان کے لڑکپن کی حکایات معجزات اور کرامات سکھ بہت بیان کرتے ہیں اور ان کو اوتار مانتے ہیں۔ یہ یا میں تو اعتقادات کی ہیں مگر یہ سب مانتے ہیں کہ وہ لڑکپن میں وجاہت اور لیاقت رکھتے تھے۔ چوتھارے برس کے چلنے چلنے پات مسلمان یہ کہتے ہیں کہ سید حسن درویش نے کہ صاحب کشف و کرامات تھے گورو پر نظر توجہ کی اور ان کی صحبت کی برکت سے گورو جی باپ دادا کے امین و مذہب سے برگشتہ ہوئے اور فقراء صوفیہ کے زمرہ میں آئے۔ اور مسلمان فقراء کے اقوال سے اپنی پنجابی زبان میں گرنہ کتاب بنائی۔ سکھ یہ کہتے ہیں کہ وہ ہندو مسلمان فقراء کی صحبت میں رہے اور

گورو نانک شاہ

بعض سے وہ خود مستفیض ہوئے اور بعض کو اپنے سے مستفید کیا۔ گرداناںک موحّد صوفی تھے اور فرقہ صوفیہ میں مسلمان و ہندو کی باہم کچھ تمیز نہیں اس میں دونوں ایک ہیں۔ ان کا مذہب ایسا ہی تھا جیسا کہ سائیں کبیر کا۔ ان کے مذہب کا خاص مطلب صلح کل تھا۔ وہ دونوں ہندو مسلمانوں کو متحد کرنا چاہتے تھے۔ وہ توحید کے معتقد تھے۔ ان کے نزدیک جیسا کہ وید و پران ایسا ہی قرآن۔ وہ کسی مذہب پر جمش کرنا اپنے مذہب میں کفر جانتے تھے۔ ان کا یہ قول تھا کہ انسان پر خدا کی پرستش فرض ہے مگر پرستش الہی کی ظاہری صورت کی پابندی کی چنداں ضرورت نہیں۔ ان فقرا کے کلمات خواہ ہندو ہوں یا مسلمان ہوں ایسے ہوتے ہیں کہ مذہبی عناد و فساد کو بالکل دور کرتے ہیں۔ معراج کے باب میں گورو کا یہ دوسرہ ہے ۷

نانک تنھ میں در نہیں بنی گیسو کس بار

جیسے چھچھ سے اچھے نلکس جات ہے پار

(ترجمہ) اے نانک آسمان میں دروازہ نہیں بنی کیونکر چلا گیا۔ جیسے عینک سے نگاہ پار جاتی ہے۔ نانک نے مذہب میں کوئی حصّہ مسلمانوں کے مذہب سے اخذ کیا ہے۔ کوئی ہندوؤں کے مذہب سے مسائل توحید قرآن و وید سے اخذ کئے ہیں۔ اور گائے کی تعظیم اور بتوں کی تکریم یہ ہندوؤں کے پرانوں سے استنباط کی۔ مذہب میں کوئی بات ایجاد نہیں ہوئی۔

گرداناںک نے چار بڑے بڑے سفر کئے ہیں اور ان میں فقراء صوفیہ سے تحقیقات مذہب کی ہے ۹۹ برس ۱۰ مئی ۱۰۱۰ء کی عمر میں اسوج بدی دہی سمت ۱۵۹۶ء بکری مطابق ۹۳ھ کو انہوں نے دنیا سے سفر کیا۔ ان کی پاکبازی اور استبازی میں دونوں ہندو مسلمانوں کو اتھا ہے۔ شمشیر خالصہ میں لکھا ہے کہ جب بابر سے گرداناںک ملے تو انہوں نے اس کو ہندوستان کے فتح کرنے کی اور اس کی سات ایش تک ہندوستان میں فرمانروائی رہنے کی دعا دی تھی۔ بابر نے ان کی بھنگ کے قبیح اور جواہر وغیرہ کی تواضع کی ان کے قبول کرنے میں انہوں نے انکار کیا۔ بابر نے ان کی بڑی تعظیم و تکریم کی۔



نانا شاہ کے دو بیٹے تھے ایک سری چند جس نے اپنی زندگی درویشی میں گزاری اور نہ جو رو کی نہ باپ کی جانشینی کی۔ دوسرا لکھی چند تھا وہ دنیا کے مال و غرت کو غریزہ رکھتا تھا۔ کرتا لوک اُس کی زمینداری تھی ہمیشہ حکمرانی و شکار اٹکنی اور باغ و رنغ کی سیر میں مشغول رہتا۔ اب تک اُس کی اولاد کو صاحب زادہ کہتے ہیں۔

گورو نانا کے جانشین گورو وانگد ہوئے۔ وہ سکندر لودھی کے زمانہ میں ۱۵۰۴ء میں ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے۔ ۱۵۵۵ء میں گورو نانا کے چیلے ہوئے۔ انہوں نے اپنے گورو کی پوری پیروی کی۔ گورو لکھی حریفوں کو ایجاد کیا۔ اور جنم ساکھی کتاب لکھی۔ ہمایوں بادشاہ جب شیر شاہ سے شکست پا کر بھاگا ہے تو وہ اس گورو سے ملنے گیا۔ اُس نے تعظیم نہ کی تو ہمایوں نے اُس کے تلوار مارنے کا ارادہ کیا۔ تو گورو نے کہا کہ یہ شمشیر شیر شاہ پر کیوں نہ چلائی۔ وہاں سے بھاگ آئے۔ اب فقروں کا تلوار چلاتے ہو تو بادشاہ نے اُن سے معافی مانگی تو گورو نے کہا کہ چند سال بعد پھر تم ہندوستان کے بادشاہ ہو جاؤ گے۔ اور اب کے پیدا ہونے کا قرعہ سنایا۔

یہ گورو ۱۶۰۹ء مطابق ۱۵۵۲ء میں بمقام کھنڈوے ۳۵ سال ۶ ماہ ۹ یوم کی عمر میں گدی نشین ہوا۔ ۱۶۰۹ء سال ۶ ماہ ۹ یوم گدی نشینی کی اور ۳۴ سال ۱۱ ماہ ۱۵ یوم کی عمر میں سفر آخرت کیا۔

یہ گورو سکندر لودھی کے وقت میں ۹ بیساکہ بدی ۱۵۳۶ء مطابق ۱۶۰۹ء کو موضع باصرہ پر گنہ امت سڑیں تیج بھان بھلے کھتری کے گھر میں پیدا ہوا۔ ۱۶۰۹ء میں گورو وانگد نے امر داس کو گوریانی کی گدی پر سرفراز کیا۔ اس گورو نے قصبہ گوبند وال کو آباد کیا۔

ایک دفعہ گوبند امر داس کھتری کے بیٹے نے حاکم لاہور کے روبرو گورو جی پر یہ ناش کی کہ گورو فقیر سچے کر اس گانوں میں ٹھیرنے کو مکان دیا تھا مگر اب یہ مالک بن کر بیٹھا ہے اور نکالنے سے نہ کھلتا نہیں۔ گورو جی نے اپنے داماد کو جواب دیا کہ یہی ہے جو بھیا امر زاجعفر بیگ حاکم نے گورو کو لاہور میں طلب کر کے ثبوت طلب کیا۔ گورو نے غصہ میں آنکر کہا کہ گردن لٹائے زمین سے گواہی دے۔ حاکم گوبند وال گیا اور تحقیق سے مدعی کا دعویٰ باطل ٹھیرا۔ وہ اٹھا جاتا تھا کہ گھوڑے سے

گورو وانگد

گورو امر داس صاحب بادشاہی سوم

گر گردن ٹوٹ گئی۔ اس کا بیٹا مرزا طاہر بیگ اس واقعہ کو گردی بدو کا سمجھ کر اس پاس گیا اور عرض کیا کہ میں آپ کا خادم ہوں مجھ پر نظر کرم رکھئے۔ گورو جو گوبند وال میں بادی کھدواتے تھے اس میں طاہر بیگ نے بڑی مدد دی اور جب قلعہ چتور کے محاصرہ میں گیا تو ایک کیرو صلاح دی کہ آپ گورو کی منت مانیں گے تو قلعہ فتح ہو جائیگا۔ اکبر بادشاہ نے جیسے بائیں صوبے مقرر کئے تھے۔ گورو جی نے بائیں منجے یعنی گدیاں مقرر کیں۔ سمیت میں گنگا اشنان کے لئے جنما کے عبور کرنے پر گورو سے محصل نے دستور سوار و پیہنی کس محصول مانگا۔ گورو جی نے محصول دینے سے انکار کیا۔ اور کہا کہ ہم فقرا سے تو دھرم راج بھی محصول نہیں مانگتا تم کیوں کرے سکتے ہو۔ جب اس کی خبر اکبر بادشاہ کو ہوئی تو اس نے فوراً معافی محصول کا حکم بھیج دیا۔ جاتری ہزار کا اشنان کر کے چلے گئے نہ آنے میں محصول دیا نہ چا میں۔ بہت لوگ ان کے ساتھ سکھ بن کر بنے محصول چلے گئے۔ اکبر بادشاہ نے جھکواند اس کھری کو گورو جی پس چتور کی دعا کے لئے بھیجا۔ انہوں نے کہا کہ جب ہماری بادی کا کڑھ پھوٹے گا تو قلعہ چتور کڑھ ٹوٹے گا۔ اکبر نے کارنگردن کو بھیج کر ۱۶۱۶ء میں بادی کا کڑھ توڑا دیا تو اسی وقت چتور فتح ہو گیا۔ تو بادشاہ نے اس پس تحائف اور نذر نیا بھیجی۔

جب اکبر بادشاہ سمیت میں لاہور آیا تو قصبہ گویند وال میں گورو امر داس جی پاس گیا بلکہ برگنہ چیمبال کے بارہ دہات کی آمدنی گورو جی کو دینی چاہتے مگر وہ انہوں نے یعنی نامنظور کی۔ یہ گورو ۶۲ برس کی عمر میں گورو انگد کی خدمت میں آئے۔ بارہ برس ان کی خدمت کی پھر ان کے انتقال کے بعد ۲۲ برس گدی نشین رہے۔ ۹۵ سال ۳ ماہ ۱۳ یوم کی عمر میں انتقال کیا۔

گورو امر داس ۲۲ کاتک بندی و فوج سمیت ۱۵۹۱ء مطابق ۱۵۳۳ء میں لاہور میں شیر شاہ کے زمانہ میں ہر داس سوڈھی کے گھر میں پیدا ہوئے۔ گورو امر داس نے اپنی بیٹی کا بیاہ ان سے کیا سمیت ۱۶۳۳ء میں جب اکبر بادشاہ لاہور کو جاتا تھا تو گورو سے ملنے آیا۔ اور موضع سلطان ونڈ دتوںک وغیرہ قضاہات گرد و نواح کی زمین گورو چاک کے ساتھ شامل کر کے گورو جی کو دیدی اور

گورو امر داس بادشاہی تمام



سید معانی لکھ دی۔ امرت سر اسبی زمین پر گوردی نے آباد کیا۔

گوردی رام کو کس تین بیٹے پر تھی چند وہاں پورا وارجن تھے۔ گوردی وارجن کو گدی پر بٹھائے  
ساون سمیت میں دنیا سے چلے۔ عمر ۴۹ برس ۱۰ ماہ ۱۴ دن کی تھی۔

گوردی وارجن بسا کہ سدی ستمی ستم مطابق ۱۶۲۵ء کو اکبر بادشاہ کے عہد میں موضع گوندوال  
میں گوردی رام کو کس گھر میں پیدا ہوئے۔

سید ۱۶۳۵ء کو گوردی رام کی گدی میں انہوں نے اپنے فرقہ کو بہت ترقی دی اور ہزار ہا لوگوں کو اپنے  
فرقہ میں شامل کیا۔ اس گوردی کے عہد سے سکھوں میں فقیری کے ساتھ دنیا داری شروع ہوئی۔ گوردی رام  
کی اولاد میں مسند گوردی کے لئے ہمیشہ جھگڑے فساد ہوتے رہے۔ دولت کی محبت بھی پیدا ہو گئی سکھوں  
کی پوتھیوں میں لکھا ہے کہ دنیا کی دولت گوردی نامک بارہ کو کس فاصلہ پر اور گوردی نامک سے چھ کو  
پر اور گوردی نامک کے درمیان پر اور گوردی نامک کے قدموں پر اور گوردی وارجن کے گھر میں تھی۔

گوردی وارجن سے پہلے کسی گوردی کے عہد میں گوردیوں کے خراج کے لئے سالانہ بادشاہی روپیہ  
وصول نہیں ہوتا تھا۔ گوردی وارجن نے سر تعلقہ میں ایک مسند یعنی کارکن مقرر کیا کہ وہ دس سو روپیہ  
حصہ جمع کیا کرے جب سال ختم ہوتا تو یہ مسند (کارکن) اپنے اپنے علاقہ کے سکھوں سے کار بھیٹ  
(چندہ بھجی) لاکھوں روپیہ گوردی وارجن پاس لاتے اور سکھوں کے گرد ہا گروہ وارجن کی زیارت کو آتے  
اور فقہ و جنس مذہب دیتے اور گوردی وارجن کو خلعت دستار رخصت کے وقت دیتے۔ یہ طریقہ دسویں  
گوردی نامک جاری رہا۔

گوردی وارجن نے امرت سر میں تالاب کے اندر چھ مندر بنایا اس کی بنیاد میاں میر فقیر سے رکھوائی  
اسی مندر کو احمد شاہ بادشاہ کابل نے ۱۷۵۸ء میں ڈھایا تھا۔ شہر امرت سر کو اس گوردی کے زمانہ میں  
بڑی رونق ہوئی۔ ساہیوگی نے ۲۲ ذائقوں کے آدمیوں کو لا کر اس میں بسایا۔ ۱۶۴۹ء میں قصبہ  
ترتارن میں گوردی وارجن نے ایک تالاب کھدوایا اس کی انیٹوں کے پڑاؤ پر تھی چند گوردیوں کے  
بڑے بھائی کے بہکانے سے امیر الدین سپر نور الدین حاکم وقت اپنے مکان کے بنانے کے کام میں

گوردی وارجن بادشاہی بی بی



لایا۔ گوردارجن لائوہ میں آیا تو خن خان حاکم شہر اس کی خدمت میں آیا اور مقدمہ ہوا۔ اس نے اس  
 بادشاہ کے کچھ ہوا سے میں بڑی اندوگی ہو کر گوردارجن نے لائوہ میں دلی بازار میں گھردلی بھٹی پر تھی چند  
 بار چاہا کہ گوردارجن اس کا گدی کے گھٹنے سے لے کر بھاگیں گوردارجن کا براؤ شہنشاہ تھا۔ موضع ہنہیر میں جا کر  
 آیا تو ہوا یہ موضع اس کے دوست غلمی خان نے آباد کیا تھا۔ یہاں اس نے امرت سر کے تالاب کی  
 فضل اور اسی اور کنا کہ یہی تیرہ بھات دے گا۔ پر تھی چند نے غلمی خان کو جو اس ملک کا حاکم تھا بہت  
 کچھ رشوت دے کر اپنا بندہ گار بنایا اور گوردارجن پر دعویٰ دار کیا۔ جس کا اگر شہنشاہ نے یہ فیصلہ کیا کہ  
 باپ جس کو ہوز تہ دے گیا وہ مستور نہیں ہو سکتا۔ پر تھی چند ہمیشہ غلمی خان کی امداد سے گوردارجن کو  
 شتا رہتا تھا۔ اس اثنا میں وزیر خاں حاکم لائوہ جلد ہر کے مرض میں مبتلا ہوا تو وہ حضرت مینا میر کے  
 ارشاد سے گوردارجن پاس آیا اور ان کے علاج سے وہ اچھا ہو گیا۔ اس سبب سے وہ ان کا مقدمہ ہو گیا۔  
 آخر میں غلمی خان نے پر تھی چند گوردارجن کا آپس میں یہ فیصلہ کیا کہ تمام سکاکی سپہیوں کا مالک  
 تو گوردارجن کو بنایا اور باقی گوردارجن کے گل زمیندارہ وغیرہ کی وراثت میں کچھ حصہ اس شہر کے  
 جو اگر شہا نے کیا تھا۔ پر تھی چند کو دیا۔ اس اگر شہا کی سند میں چودہ ہزار بیکہ غرمروہ اراضی شیع کے  
 کنارہ پر مندرج تھی۔ پر تھی چند نے اپنی دشمنی نہ چھوڑی۔ وہ چند ولال قوم کھتری بادشاہی دیوان  
 پاس گیا۔ اس کی اور گوردارجن کی اس بات پر عداوت ہو گئی تھی کہ دیوان اپنی بیٹی کی سکاکی  
 گوردارجن کے بیٹے ہر کو بند سے چاہتا تھا اور گوردارجن نے کسی خاص وجہ سے اس کو نامنظر کیا  
 تھا۔ اس دیوان کے ذریعہ سے اگر بادشاہ کو یہ شک دیا کہ گوردارجن ڈاکوؤں اور رہزموں کو اپنے  
 پاس رکھتا ہے ہمیشہ ڈاکہ زنی کے مال سے گزارہ کرتا ہے جس کے سبب سے سمٹ میں غلمی خان  
 تعینات کیا گیا۔ مگر اس کو گوردارجن میں ایک نوکر نے مار ڈالا۔ تو دیوان چند ولال نے اگر بادشاہ  
 کو یہ سمجھایا کہ گوردارجن نے سازش کر کے اس کو قتل کر لیا ہے تو بادشاہ نے غصہ میں اگر غلمی خان  
 حاکم لائوہ کو گوردارجن کی تنبیہ کے لئے فرمان لکھا غلمی خان بھیہ میں پر تھی چند پاس آیا۔ دونوں  
 شکار کھیلنے گئے کہ غلمی خان کا گھوڑا ایک جانور کے مارنے سے بھڑک کر چلتی آگ میں جا پڑا



اور صلحی خاں مر گیا۔

سمت<sup>۱۶۶</sup> میں اکبر بادشاہ لاہور میں آیا۔ تو قصبہ بنالہ ضلع گورداس پور میں دیوان چند ولال نے بادشاہ سے یہ کہا کہ گوردارجن نے گرنٹھ کو مرتب کیا ہے اور اُس کو کتاب ہے کہ میں نے المام الہی سے لکھا ہے۔ اس میں مذہب اسلام کی تحقیر کی ہے اور پیمران خدا کی تضحیک اور بت پرستی کی تعریف بادشاہ نے گوردارجن کو بلایا کہ وہ گرنٹھ لے کر آئے مگر گورداسی سبب سے خود نہ گئے مگر اپنے سیلو کو بھائی گورداس جی اور بابا بدھا کو گرنٹھ کے ساتھ بھیج دیا۔ اکبر نے کئی جگہ سے گرنٹھ کو سنا اور چند ولال کے بیان کو جھوٹا جانا اور کیا دن اشرفیاں گرنٹھ پر چڑھائیں اور گوردارجن کے پاس جانے کا وعدہ کیا۔ اور اُس کو خلعت پہنچا۔

سمت<sup>۱۶۷</sup> میں تودہ گوردارجن پاس گیا اور اُس کے کلام سے متصف ہوا۔ گورداسی کی سفارش سے کل پنجاب کا لگان بوجہ قحط سالی اس سال کے لئے معاف کر دیا۔ بلکہ بہت سا غلہ و کپڑا غریبوں کو تقسیم کرنے کا حکم دے دیا۔ شہنشاہ اکبر کی اس مہربانی سے گوردارجن کی بزرگی کا بڑا شہرہ ہو گیا جب نور الدین جہانگیر بادشاہ ہوا اور اُس کا سرکش بیٹا خسرو ترن تارن میں آیا تو وہ گورداسی امداد کا خواہاں ہوا تو گورداسی نے پانچ ہزار روپیہ اُس کو دیا۔ جس کو دشمنوں نے پچاس ہزار روپیہ بنا کر بادشاہ سے شکایت کی۔ جب خسرو پکڑا آیا اور قتل ہوا تو دیوان چند ولال نے گورداسی کو بھی اُس کے معاونوں میں بیان کیا۔ تو بادشاہ نے گورداسی کو بھی طلب کیا تو وہ اُس کو پیغام اجل سمجھ کر اپنے بیٹے گورداسی کو گدی نشین کر کے لاہور آئے۔ اور چند ولال نے گورداسی کو بادشاہ پاس بٹھایا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ تم نے خسرو کو پچاس ہزار روپیہ دیا تھا اس جرم کا جرمانہ دو لاکھ روپیہ خزانہ میں داخل کر دو ورنہ جان سے مارے جاؤ گے۔ اُس کے جواب میں گورداسی نے کہا کہ ہم فقرا و پاس سواے خدا کے نام کے کوئی اور دولت نہیں ہے۔ اور نہ خسرو کو پچاس ہزار روپیہ میں سے دیا ہے۔ یہ کسی دشمن نے غلاف واقعہ بیان کیا ہے۔ بادشاہ نے گورداسی کو کوتالی میں بھیج دیا۔ چند ولال گورداسی کو اپنے گھر لے گیا اور کہا کہ میری لڑکی سے اپنے لڑکے کا بیاہ قبول کیجے نہیں آپ

بڑی طرح مارے جائینگے۔ گورد نے یہ رشتہ کرنا منظور نہ کیا۔ اُس نے گورو پر گرم ریت ڈلوایا اور دیگر آہنی میں بند کیا۔ پھر گائے کی کھال میں گورو کو سینا چاہا۔ گورد نے کہا کہ مجھے دریائے راوی نشان کر آئے۔ پھر جو تو کہے گائیں قبول کر دنگا۔ چند دلال نے اپنے آدمیوں کی حوالات میں اشنان کو بھیجا۔ وہ اشنان کر کے بیٹھ سدی چوتھ ۱۶۶۳ء مطابق ۱۶۰۶ء پر لوک گون پر ۶۳ برس کی عمر تھی۔

گورد نامک کی ولادت سے ۱۲۶ برس بعد سمیت ۱۶۵۳ء مطابق ۱۶۰۹ء اسارت میں گورد برکوبند پیدا ہوئے۔ وہ گورد ارجن کے بیٹے تھے۔ وہ ۱۱ سال کی عمر میں سمیت ۱۶۶۳ء میں گدی پر بیٹھے اب گورد نے فقیرانہ طریقہ کے خلاف کمر میں دوسری تلواریں باندھیں اور تمام سپاہیانہ کرتیوں میں ہمار پیدا کی۔ باپ کے مرتے ہی چند دلال سے انتقام لینے کا ارادہ کیا۔ سکھوں کو فن سپہ گری کی طرف رغبت کیا۔ عمدہ گھوڑوں اور ہتھیاروں کے اندر میں آنے سے بہت خوش ہوتے تھے۔ غرض تھوڑے دنوں میں ظاہری اسباب درست کر کے اپنے تئیں فقیر سے راجہ بنالیا۔ سمیت ۱۶۶۵ء میں دربار امرت سر کے سامنے ایک چوترا بنوا کے اس کا نام اکال بنگاہ رکھا۔ دونوں وقت اُس پر دربار کمرنا شروع کیا۔ اور یہیں بیٹھ کر دینی و دنیاوی مواظبات سکھوں کو سناتے اور سکھوں کے مقدمات کا فیصلہ کرتے۔ ان کا خطاب سچا بادشاہ ہوا۔ گورد جی کی شاہانہ شان دیکھ کر پرستی چند سودی کا بڑا بیٹا مہربان چند دلال پاس دہلی گیا۔ اور اُس کے توسل سے بادشاہ کے گوش گزار کیا کہ گورد ہر بند پاس زہنوں اور ڈاکوؤں کا جھگٹ لگا رہتا ہے اور سکھوں کو سپہ گری سکھاتا ہے کہ بادشاہی ملک میں فساد پیدا کریں۔ وزیر خاں کو حکم ہوا کہ وہ گورد کو حاضر کرے۔ وہ گورد کو بند کے پاس امرت سر میں آیا۔ اور گورد اُس کے ساتھ دہلی گیا۔ ایک سو سو سوار دیادے سکھوں کے اس کے ہمراہ تھے۔ بادشاہ اُن سے باخلاق پیش آیا۔ پانسو روپیہ ان کا یومیہ مقرر کر دیا۔ ویوان چند دلال نے جہانگیر بادشاہ کو دولاکھ روپیہ خزانہ جو گورد ارجن پر ہوا تھا اور اب تک ادا نہیں ہوا تھا یاد دلایا۔ گورد جی سے وہ طلب ہوا اس کے ادا کرنے سے انکار کیا تو قلعہ گوالیار میں بادشاہ نے گورد کو مقید کیا۔ پھر

گورد کو بند بادشاہی شہر



بادشاہ نے اس کو چھوڑ دیا اور اس کی سپاہیانہ لیاقتیں دیکھ کر سات توپیں اور ایک ہزار سپاہ پنا  
وہ پانسو سواروں کے رکھنے کی اجازت دی اور پنجاب کے تمام بادشاہی حکام کے نام احکام جاری  
کر دیئے کہ وہ گورو کو گورنر سے نیک سلوک کریں اور وہ جو امداد طلب کریں وہ ان کو دیں۔ گورو نے  
چند دلال کو گورو والیجن کی مالانہ فروزید کے ہضم کرنے کے جرم میں موقوفہ کر لیا اور بادشاہ نے  
چند دلال کو گورو کے حوالہ کیا۔ گورو جی نے اس سے خوب مال کھول کر باپ کا انتقام لیا اور  
بیت بری طرح سے مارا۔ جہانگیر کی مہربانی ان کے حال پر دیکھ کر بہت لوگ گورو کے گرد ہوسے  
گورو جی نے امرت سر میں قلعہ لودہ بنایا۔ جہانگیر کشمیر کے سفر میں گورو سے ملا اور کل پنجاب کی  
نکرائی کا اختیار اس کو دیا اور اپنے ہمراہ کشمیر لے گیا۔ جہانگیر کا کشمیر سے مراجعت کرنے میں انتقال  
ہوا۔ شاہ جہان بادشاہ ہوا۔

پرتھی چند کے بیٹے نے چند دلال دیوان کے بیٹے سے مل کر بادشاہ کے حضور میں گورو  
سے گورنر پر دعویٰ کر لیا۔ گورو لاہور میں طلب ہوا۔ بادشاہ نے دعویٰ خارج کیا اور گورو کی بڑی عزت  
کی اور خلعت فاخرہ دیا۔ اسی سال گورو نے پڑیے خان ٹیجان پیلوان اور جمال خان ورستم خان  
عالم خان وغیرہ پٹیلوں کو نوکر رکھا۔

بہران ان کے چچا زاد بھائی کی نالائقی نے اور بعض اور باتوں کے سبب شاہ جہان گورو پر  
غیران نہیں رہا جیسا کہ جہانگیر تھا۔ سیکار میں ایک بار پر گورو اور شاہ جہان کی تکرار ہو گئی۔ شاہ جہان نے  
مخلص خان نائب ناظم کو سات ہزار فوج دے کر گورو کے نکالنے کے لئے بھیجا۔ گورو بھی تین ہزار  
سپاہ سے مقابلہ کرنے کے لئے موضع ندلی میں آیا۔ مخلص خان اور غلام رسول بادشاہی فوج کے  
سردار مارے گئے۔ بادشاہی فوج تتر بتر ہو گئی۔ پھر بادشاہ نے پندرہ ہزار سپاہ سردار میٹا  
بیسوی قلعہ لودہ پر گورو نے مورچے باز سے اور گورو کی فوج بادشاہی لشکر سے شکست پا کر قلعہ  
میں داخل ہوئی۔ جب لشکر شاہی کا غلبہ گورو نے دیکھا تو موضع جہال پر گنہ گوبند دال میں اہل دنیا  
کو پناہ دیا۔ لودہ گڑھ کو چھوڑ کر وہ موضع جہال میں چلے گئے۔ پھر گورو کی لڑائی عبداللہ خان ضرور



جالبندہ سے ہوئی جس میں اُن کو فتح ہوئی۔ ایسی اور دو تین لڑائیاں بادشاہی لشکر سے لکھی ہیں جن میں سکھوں کو فتح ہوئی۔

گورو دہر گوبند ۴۸ سال ۱۰۹۰ء یوم کی عمر میں ۳۷ برس ۱۰ ماہ گوریانی کر کے ۱۵ اپریست ۱۶۰۱ء میں دس دنیا سے چل بسا۔

گورو دہر گوبند کا پوتا گورو ہر رائے دادا کا جانشین ہوا۔ دارا شکوہ اس کا معتقد تھا جب اورنگ زیب سے شکست پاکر بھاگا تو اس گورو پاس آیا مگر ٹھہرے نہ پایا تھا کہ لشکر شاہی اُن بچھا تو وہ بھاگ گیا۔ گورو نے ۳۳ سال کی عمر میں ۱۵ سال ۵ ماہ ۸ یوم گوریانی کر کے ۱۶۰۸ء میں ۵۷ برس کو چھوڑا۔ گورو ہر رائے کا بیٹا ہر کرشن ۵ سال ۳ ماہ ایک یوم کی عمر میں باپ کا جانشین ہوا۔ ہر رائے اس کا بڑا بھائی اورنگ زیب پاس فریادی گیا کہ ہر کرشن میرے چھوٹے بھائی کو جو ابھی ۵ سال کا ہے خوشامدی لوٹ رہے ہیں سات پشت کی دولت بزرگوں کی جمع کی ہوئی خاک میں مل رہی ہے کم عمری کے سبب وہ گوریانی کے قابل نہیں۔ اورنگ زیب نے راجہ جے سنگھ سوانی والی جے پور کو گورو ہر کرشن کے بلانے کے لئے قصہ کثرت پو میں جانے کا حکم دیا۔ جب اس کے آدمی گئے تو گورو اُن کے ساتھ دہلی روانہ ہوا۔ دہلی میں وہ چھپکے مرض میں مبتلا ہو کر مر گیا۔

گورو دہر گوبند کا سب سے چھوٹا بیٹا گورو تیغ بہادر ۱۶۰۱ء میں گدی نشین ہوا۔ اورنگ زیب نے گورو تیغ بہادر کو دہلی میں بلایا۔ ۱۶۰۳ء میں وہ دہلی میں آیا۔ تو حالات میں رکھا اور اُن کو قتل کر دیا۔ دھڑ کو الگ چاندنی چوک میں رکھ دیا۔ لکھی نے اُس کو اپنے گھر میں جلایا اور جہاں رہ کر کتا تھا وہاں ایک مندر بنایا ہوا ہے جس کو سیس گنج کہتے ہیں۔

گورو تیغ بہادر کا بیٹا گورو گوبند باپ کا جانشین ہوا یہی گورو ہے جس نے سکھوں کو فرماں روا بنایا اور اپنے باپ تیغ بہادر کے انتقام کے دریہ ہوا۔ اپنے دادا گورو دہر گوبند کی طرح عمدہ عمدہ لکھوڑے بھم بھچانے اور چھپتا رہتا رہنے کے لئے سکھوں کو سکھایا۔

اب اُس نے سب طرح کا سامان جنگ تیار کر کے اپنے تئیں بادشاہ بنایا۔ چاروں طرف سے

گورو ہر رائے بادشاہی شہنشاہ

گورو تیغ بہادر بادشاہی شہنشاہ



اُن کی زیارت کو آدمی آتے اور گھوڑے اور ہتھیار نذر کے لئے لاتے اور کالے خاں - نجابت خاں  
 حیات خاں - بھیکن خاں کو مع پانسو سواروں کے نوکر رکھا۔ اس گورو کو جیسا کہ سکھوں کو ہمیشہ  
 سپہ گری سکھانے کا شوق تھا ایسا ہی علم کی تعلیم کا بھی خیال تھا۔ سنسکرت طلبہ کو پڑھواتا تھا۔  
 بہت سے کوہستانی راجہ و سہر سپاہ سے گورو کو بند پر حملہ آور ہوئے اور گورو نے ان کو  
 شکست دیدی اور لوہ گڈھ - اند گڈھ - پھول گڈھ - فتح گڈھ کے ناموں سے قلعے جا بجا تعمیر کرائے  
 اور تھوڑے دنوں میں اپنا سارا ٹھکانہ بنا لیا جب اورنگ زیب نے کوہستانی راجاؤں کی پیروی کے  
 لئے فوج بھیجی ہے تو گورو کو بند بعض راجاؤں کا طرفدار ہوا۔ شکر شاہی سے لڑا کہ کبھی فتح ہوئی کبھی  
 شکست پائی۔ اس کے ساتھ سپاہی ایسے ہمراہ تھے جو اپنے گورو پر جاں نثار کرنے کو اپنی عزت  
 سمجھتے تھے۔ خوب جان لڑا کر لڑتے تھے اس سبب فتح زیادہ اور شکست کم ہوتی تھی۔ گورو کو بند  
 اپنی لڑائیوں کا حال خود بچر نالک میں لکھا ہے۔ گورو کو بند نے اورنگ زیب کی فوج سے بڑی شکست  
 اند پور میں پائی۔ جہاں سے وہ مجبور ہو کر بھاگا۔ اور راہ میں بڑی مصیبتیں اٹھائیں۔ گورو جی کی والدہ  
 مع گورو کے بیٹے زور آورنگ اور اس کے چھوٹے بھائی کے اپنے قدیمی رسوئے برہمن کے گھر میں جا کر  
 چھپیں۔ رسوئے نے یہ دیکھ کر کہ حاجی پاس سونا بہت ہے جانی خاں موزنڈہ کو خبر کر دی اس نے  
 اُن کو جا کر گرفتار کر لیا اور تمام مال سبب چھین لیا اور دونوں بیٹوں کو دیوار میں زندہ چڑا دیا۔ گورو  
 کی ماں ایک برج سے گر کر مر گئی۔ اورنگ زیب اس گورو کی شجاعت اور کامیابی سے ایسا گھبرایا کہ  
 اس نے مصاحبت کر لی۔ اورنگ زیب کے مرنے کے بعد بہادر شاہ نے گورو کو بند کو اپنا معاون بنایا  
 سکھ کہتے ہیں کہ گورو کو بند کے تیر سے اس کا بھائی اعظم شاہ لڑائی میں مارا گیا تھا۔ بہادر شاہ  
 کے ساتھ وہ دکن کے سفر میں ہمراہ تھا۔ گورو کے پیٹھ میں اس کے ایک مسلمان نوکر نے زخم لگایا جس  
 وہ جانبر نہ ہوا۔ اور کاتنگ سدی پنجھی سمت لڑا کو گورو نے اس دنیا سے انتقال کیا۔

گورو کو بند نے دکن میں بابا بندہ بہادر کو اپنا چیلہ بنا کے سرنہ میں اپنے بیٹوں کا انتقام  
 لینے کے لئے بھیجا۔ بابا بندہ قوم کا رجوت تھا۔ پہلے اس کا نام نرائن داس بیراگی تھا جب وہ

ناذیر صوبہ دکن میں گورو گوہند کا چیلہ ہوا تو اپنا نام بندہ رکھا جس کی لڑائیوں کا حال مسلمان بادشاہوں سے آگے تاریخ میں لکھا جائے گا۔

اب سکھوں کے گروؤں کا سلسلہ دسویں گورو گوہند پر ختم ہوا۔ ان کے آخر زمانہ تک سکھوں کے حال کا خلاصہ یہ ہے کہ چوتھے گورو تک سکھوں کا فرقہ فقیری کے لباس میں رہا تو مسلمان بادشاہوں نے ان کے گوروں پر ہمیشہ مکرمیت و عاطفت شاہانہ کی۔ کبھی ان کے پاس خود جا کر ان کی قدر و عزت کو بڑھایا۔ کبھی ان کو اپنے پاس بلایا۔ پانچواں گورو راجن کو چند دلال نے قتل کیا جس کا سبب دیر بیان ہوا۔ چھٹے گورو پر گوہند نے جہانگیر کے بیٹے خسرو پر مہربانی کر کے اپنے تئیں گوالیار میں قید کرایا جہانگیر نے اس کا قصور یہ بیان کیا ہے کہ اس گرو نے خسرو کے راج تلک لگایا تھا۔ مگر پھر اس گورو پر باوجود اس قصور کے کیسی کیسی مہربانیاں کیں۔ ان کا ذکر اوپر ہوا۔ شاہجہاں سے گورو کی بے اعتدالیوں کی ہندوؤں اور اس کے بھائی بندوں نے اس قدر شکایتیں کیں کہ وہ اس سے ناخوش ہو گیا۔ داراشکوہ پر گورو ہر رے نے عنایت کر کے اورنگ زیب نے اپنے سے خفا کرایا۔

تین بہادر کو اورنگ زیب نے قتل کرایا۔ گورو گوہند نے تو مسلمانوں سے لڑنے کا بیڑا اٹھایا۔ گورو کی عقل و دانش نے سکھوں کو ایک فرماں و اتوم کچھ دنوں کے لئے بنایا۔

سکھوں کا فرقہ مدت تک مرنج مرخاں رہا اور صلح کل کی صورت میں پرورش پاتا رہا۔ مگر اب وہ ایک جنگی قوم ہو گئی اور مسلمانوں کی سلطنت میں اس نے جاہ و جلال کا کمال دکھایا مگر سلطنت انگریزی میں اس کا زوال آ گیا۔ مذہبی جوش اس کا ٹھنڈا ہو گیا نہ اسپاہی پن رہ گیا۔ گورو گوہند نے مذہبی فرقہ کو سپاہیانہ جمہوری سلطنت بنادیا۔ گورو جی نے اپنے گروہ کی تعداد بڑھانے کے واسطے ذات کی قید کو اٹھادیا۔ مسلمانوں، برہمنوں، بھگتیوں، شودروں، چوڑے، چاروں بھنگیوں اور سب کو سکھ بنانے کے برابر کر دیا اور اس میں اتحاد و اتفاق کے لئے سب کا ایک لباس اور وضع و انداز مقرر کیا تاکہ ان کی امتیاز اور آدمیوں سے ہواوریہ فرقہ اور قوموں سے جدا معلوم ہو اس نے یہ قاعدے مقرر کئے کہ ہر شخص روز ولادت یا روز ولادت سے اپنے پاس لوہا رکھے گویا یہ اس کے

سکھوں کے حال کا خلاصہ دسویں گورو تک



سپاہی ہونے کا تمنا تھا، نیلا بانا مقرر کیا۔ ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو بڑھنے دے اور سارے بدن کے بالوں میں سے ایک بال کو نہ کترے نہ اکھیرے کیس رکھے۔ گلے کی تغلیم و تکریم کرے مگر کھانے پینے اور شراب خوری کی قید کو اٹھا دیا اور ہندوؤں کا پرانا طریقہ پریش کا چھوڑ دیا۔ عبادت کا نیا دستور نکالا۔ سلام کا یہ نیا طریقہ اختیار کیا کہ ملاقات کے وقت کسے کہ بول واہ گوردی کا خالصہ۔ دوسرا جواب دے سری واہ گوردی کی فتح۔ اُس نے اس فرقہ کی صورت کو ایسا بدل دیا کہ آج تک وہ سب قوموں سے نرالی قوم معلوم ہوتی ہے اور یہ نہیں معلوم ہوتا کہ وہ پچھل قوموں میں سے مل کر ایک قوم بنی ہے بلکہ اصلی قوم بجائے خود معلوم ہوتی ہے۔ وہ گوردو گوند کے وقت سے ایک ایسی دین کی حرارت میں بھری کہ اپنے مخالف مذہب والوں سے نفرت کرنے لگی مسلمانوں کی جانی دشمن ہو گئی بلکہ جو مسلمانوں سے پاداش و انتقام لینے کے لئے تدابیر سوچتے تھے ان کی تکمیل و عمل اس سبب سے نہیں ہو سکتی تھی کہ ان کی تعداد کافی نہ تھی۔ آخر گوردو گوند کو نامذیر میں بندہ ایسا چیلہ ہا آیا کہ اُس نے سکھوں کو زمین سے آسمان پر بلند کیا گوردو گوند نے اُس کو سر ہند میں اپنے بیٹوں کو انتقام کے لئے بھیجا۔ اور کل پنجاب کے سکھوں کے نام پر روانے بھیج دیے کہ بابا بندہ کی وہ اطاعت کریں۔ اس حکم سے بابا بندہ پاس سارے سکھ جمع ہو گئے۔ ملک مالوہ کے سکھ اُس کے ساتھ ہوئے۔ سکھ تناخ کے قائل ہیں وہ بابا بندہ کو گوردو گوند کا اوتار کہتے ہیں۔ اس نے خرق عادات دکھا کر سکھوں کو جمع کیا اور سچا بادشاہ اپنا خطاب رکھا اور سرحد پنجاب کی نواح اور سر ہند میں تانت و تاراج کا بازار گرم کیا۔ بہادر شاہ نے حکم دیا کہ سارے ملک کے سکھوں کے نائبوں کو نکال دیں اور ان کے معبودوں کو مسمار کریں۔ بابا بندہ نے دو تین مہینے میں پانچ ہزار سوار اور سات آٹھ ہزار پیادے جمع کر لئے اور روبرو اُس کی جمعیت بڑھتی گئی۔ لوٹ کے مال سے مالامال ہو گیا۔ اٹھارہ اُنیس ہزار سپاہی جن پاس سارا سامان جنگ تیار تھا اُس پاس جمع ہوئے۔ سکھوں نے قزاقی اور مردم آزادی کا علم اٹھایا۔ اور تین فوجدار شاہی جو ان کی تنبیہ کے لئے مکرستہ ہو کر مقابلہ اور مقابلہ کے لئے آئے ان پر سکھ غالب آئے۔ ان کو قتل کیا اور شکر شاہی کو بہت تاراج کیا۔ تہا نہ دار اور تحصیلدار مال اپنی طرف

بہادر شاہ اور بابا بندہ کی لڑائی

سے مقرر کئے۔ اب نوبت یہ آئی کہ تیس چالیس ہزار سکھ بابا باندہ کے رفیق ہو گئے۔ انہوں نے حکام بادشاہی اور عمال جاگیرداروں کے نام احکام لکھ کر بھیجے کہ اطاعت کریں اور اپنے تعلقہ سے ہاتھ اٹھائیں۔ سرکار سہند میں وزیر خاں فوجدار تھا۔ مدت سے اس ضلع کی حکومت ملکی اور مالی اُس سے متعلق تھی صاحب خزانہ اور فوج گنا جاتا تھا۔ اور اس ضلع کے بندوبست کرنے میں وہ بہت مشغول تھا جب اس کو خبر ہوئی کہ اُس کے تعلقہ کے پرگنوں پر سکھ خرابی چھا رہے ہیں تو وہ سپاہ کی گردآوری اور مصالح جنگ کے جمع کرنے کی فکر میں ہوا۔ چار پانچ فوجدار اور باقی زمینداروں کو اپنے ساتھ متفق کیا اور سرب و باروت کا سرانجام کر کے پانچ چھ ہزار سوار اور سات آٹھ ہزار پیادے برقرار وزیر انداز و مصالح توپ خانہ جنگی ہاتھیوں کو ہمراہ لے کر سکھوں کی تنبیہ کے قصد سے روانہ ہوا۔ اور سکھوں کے لشکر سے تین چار کرہ پر جا بیٹھا۔ بابا باندہ جو سکھوں کو ہمیشہ فتح کا درس دیتا تھا وزیر خاں سے لڑنے آیا۔ مقابلہ اور مقابلہ شروع ہوا۔ سکھوں نے ایسی بہادری کی کہ تلواریں سوت سوت ہاتھیوں پر چل گیا اور ایک دو ہاتھیوں کو پاؤں انداز کیا اور بہت مسلمانوں کو کشتہ کیا۔ بہت سکھ بھی مارے گئے۔ وزیر خاں کے ایک بندوق لگی جس سے وہ مر گیا اور اسلام کی فوج کو شکست ہوئی۔ اور سکھوں کو تمام مال و اسباب ہاتھی گھوڑے اُس کے ہاتھ آئے۔ سپاہ اسلام سوائے جان اور بدن کے کپڑوں کے کچھ اور نہ لے جاسکی اور سوار پیادے سکھوں نے بہت مارے۔ اور بندہ تعاقب کرتا ہوا شہر سہند میں آیا اور سہند ایسا شہر تھا جو تجارت کے مال سے بھرا ہوا تھا اور جس کے صرف مال دار اور اہل پیشہ مایہ دار تھے۔ ہر قوم کے شرفاء خصوصاً اعیان و صلحا و فضلا بہت شہر میں رہتے تھے۔ کسی کو جان و مال باہر لے جانے کی فرصت نہ ملی۔ وہ سب وزیر خاں کے مرنے کی اور لشکر اسلام کے غارت ہونے کی خبر سنکر بدحواس ہوئے اور محصور ہو گئے۔ ایک دو روز دست و پا زنی لاچارگی کی آخر کو قہر الہی میں گرفتار ہوئے۔ سکھوں نے مال لوٹا۔ مردوں کو مارا۔ وضع و شریف کے اطفال و عیال کو اسیر کیا۔ تین چار روز تک ایسا بیدا و اذلم کیا کہ حاملہ عورتوں کے پیٹوں کو چاک کیا جو بچہ زندہ نکلا تو اُس کو زمین پر ٹپکے مرہ کیا۔ عمارات کو جلایا فقیر و غنی کو ہم صورت بنادیا۔ جہاں مسجد اور بزرگوں کے مقبرے اور مزار دیکھے



اُن کو توڑا دھایا اکھڑا فراروں میں سے مُردوں کی ہڈیوں کو نکالا اور مُردوں کی لاشوں سے جھپٹانہ  
 عوض یہاں تک لیا کہ اُن کی بوٹیاں کر کے کوئے چیلوں کو کھلائیں۔ سسرہ ہند کے تالچ کے بعد تمام  
 پرگنات میں تحصیل باج و خراج کے لئے اپنے عمال تعین کئے۔ ان کا نوشتہ تہدید آمیز علی محمد خاں فوجدار  
 سہارن، پورپاس گیا۔ سرنہند کے باشندوں کے حال سننے سے اُس کے ہوش حواس اڑے ہوئے  
 تھے۔ ہر چیز شرفا و رافخانوں نے جمع ہو کر استقامت کے لئے اور برج و بارہ کے مستحکم کرنے کے  
 واسطے کہا گروہ مال و عیال سمیت شاہجہاں آباد کو بھاگ گیا۔ قصبے کے آدمیوں نے ہلکسہم اتفاق  
 کر کے کل اطراف میں مورچال باندھے۔ سکھوں سے اُنہوں نے بہادرانہ جنگ کی اور قلب مکانوں  
 کی پناہ میں بیٹھ کر تیر و گولے مار کر بہت سکھوں کو مارا۔ شرفا کی ایک جماعت نے اپنے عیال و ناموس کو  
 مار کر ترد و نمایاں کیا اور بہادرانہ جان دینی۔ مگر قصبہ کے بڑے حصے میں مال و عیال ضائع ہوئے۔  
 عورتوں نے اپنے ناموس کا پاس کر کے اپنے تئیں ہلاک کیا اور قید ہونے سے کنوں میں گرنا پسند کیا  
 لیکن بعض شرفاء جلاوت پیشہ نے عیال اور ناموس کو جمع کیا اور سکھوں کے دفع میں کوشش کی  
 اُن کی چنداں ضررت جانی و مالی اور بے ناموسی نہیں ہوئی۔ جب سکھوں کو مال وافر نقد و زیور اقمشہ  
 سہارن پور سے ہاتھ آئے تو اُنہوں نے اطراف کا بندوبست کیا۔ جلال خاں فوجدار جلال آباد و مظفرنگر  
 کے نام تہدید آمیز حکم بھیجے۔ قصبہ جلال آباد کو جلال خاں نے آباد کیا تھا۔ وہاں حصار قائم تھا۔ اور  
 مایہ دار افغان بہت وہاں سکونت رکھتے تھے۔ اس ضلع میں جلال خاں شجاعت و تہوری میں بہت  
 مشہور تھا۔ جب بندہ کا خط اس پاس پہنچا تو خط لانے والوں کو تشہیر کر کے نکال دیا۔ اور برج و بارہ  
 کا بندوبست کیا۔ اسباب جنگ مصالح نام و ننگ کا تہیہ کیا اور سپاہ کو سکھوں سے لڑنے کے لئے  
 بھیجے گا را وہ کیا۔ اس ضمن میں خبر آئی کہ بندہ کی فوج تین کوس پر آگئی ہے اور سکھوں نے توابع  
 جلال آباد کے دو مواضع میں لگدھیوں کا محاصرہ کیا جو خوب آباد و تجارت کے مال سے بھری  
 ہوئی تھیں۔ جلال خاں اس خبر کو سن کر تین چار سو سوار افغان اور قریب ہزار کے برتنہ از تیر انداز  
 بسرا ری غلام محمد خاں اپنے پوتے کے اور ہنہر خاں بنی عم کے محصوروں کی کمک کو سکھوں کے

دفع کرنے کے لئے بھیجے۔ چار پانچ سو بقیہ از تیر انداز اور بہت سی رعایا طرح طرح کے ہتھیار اور فلاحی لے کر سکھوں سے لڑنے کے لئے نکلی خوب لڑائی ہوئی۔ ہر برہاں اور ایک جماعت کثیر افغانوں اور رعایا کی کشتہ ہوئی۔ لیکن آخر کو پیادے حملے کر کے افغانوں اور شرفار نے سکھوں کو مار بھگایا۔ پھر کئی دفعہ جلال خاں اور بندہ کی لڑائیاں ہوئیں دو تین دفعہ سکھوں کو شکستیں ہوئیں۔ مگر جلال آباد کے محاصرہ میں وہ جے رہے۔ سب طرفوں سے مور و بلخ کی طرح ستر اسی ہزار کھ پیادہ و سوار فراہم ہو گئے اور اپنے ساتھ دو تین سو موچال رواں ساتھ لائے جو چوب کے تختوں سے بنائے تھے اور ان کے پائے مثل ارابہ کے لگائے تھے اور جلال آباد کو گمنیہ کی طرح چاروں طرف سے گھیر لیا۔ افغانوں نے بھی ایسی بہادری دکھائی کہ بیان نہیں ہو سکتی۔

محاصرین مورچالوں کے ساتھ پائے دیوار میں دروازے کے نزدیک آئے اور انہوں نے تیر و گولہ بندہ بوق دنگ پھینکے اور فتح و دشمن بکارتے ہوئے چار پانچ سو کلنڈر اقسام حربے لے کر پیادے حصار کے کھودنے کے لئے آئے اور زینے لگانے اور دروازوں کے جلانے میں حد سے زیادہ شوقی کی۔

افغان دروازوں کو کھول کر ہاتھوں میں ننگی تلواریں لئے ہوئے اور منہ پر سپریں لگاتے ہوئے نکلے اور سکھوں پر حملہ کیا اور ہر حملہ میں سو دو سو سکھوں کو کشتہ و زخمی کیا۔ مسلمان بھی مارے گئے۔ راتوں کو بھی سکھوں پر حملہ کرتے۔ بیس روز رات دن محصوروں پر خور و خواب آرام حرام رہا۔ آخر کو سکھ کئی ہزار قتل ہوئے اور کچھ فائدہ نہ حاصل کر سکے۔ محاصرہ چھوڑ کر چلے گئے اور سلطان پور اور پرگنہ دوآبہ جالندھر کی تسخیر کے درپے ہوئے اور اپنے دستور کے موافق شمس خاں کے نام پر روانہ لکھا کہ اطاعت قبول کرو بعض فرمائشوں کا سر انجام کرو اور خزانہ موجود ہے اگر استقبال کو آؤ۔ یہ پروانہ دد سکھوں کے ہاتھ بھیجا۔

شمس خاں نے شرفاؤ و متن داروں سے مشورہ کیا۔ سب شرفا نے اس پر فاتحہ خیر



پڑھی کہ اُس کی رفاقت کرنے کے اور شہادت پانے کی نیت سے رفاقت و اتفاق لے نفا  
کی کلام اُسی پر قدم کھائی شمس خاں نے بندہ کے فرستادوں کے سامنے باہر خمیہ نکالنے کا حکم دیا  
اور جواب تہدید آمیز لکھا کہ ہم جلد آتے ہیں۔ بندہ کی فرمائشوں میں ایک یہ بھی تھی کہ سرب و  
باروت بھیج دو۔ کچھ سرب و باروت بھیج دیا اور لکھا کہ بازار کے تاجروں اور باروت خانہ سرکار  
میں یہ دونوں چیزیں بہت موجود ہیں مگر بار بردار اور سواریاں شرفاء و رفا کے لئے بہت  
درکار ہیں و خالی نہیں۔ اس لئے زیادہ سرب و باروت نہیں بھیج سکا۔ جس قدر بار برداری  
بھیج دو گے اس قدر وہ بھیج دی جا سکیگی۔

شمس خاں نے چار پانچ ہزار سوار اور تیس ہزار پیادے برتندار و تیر انداز اور  
اسلحہ دار پرانے اور نئے اطراف کے زمینداروں کی رفاقت سے جمع کئے اور سب اقوام  
کے شرفاء و رجایا اور اہل کسب نے جن میں زیادہ تر جلابے تھے شہادت کی آرزو میں رغبت و  
خواہش سے کمر بستہ ہوئے۔ اور جان و مال عیال سے ہاتھ دھو کر پیمان رفاقت کلام اللہ کی  
کفالت پر آپس میں باندھا اور پرخ ندریں بھی شریک ہوئے۔ ایک لاکھ آدمیوں سے زیادہ  
جمع ہوئے اور بڑے دبدبہ کے ساتھ سلطان پور سے نکلے۔

سکھوں نے شمس خاں کے جرات پر اور ایسی فوج و مصلحہ جنگ کے ساتھ آنے پر  
اطلاع پائی تو وہ بھی ستر استی ہزار سوار اور پیادوں سے چلے آئے ان کے ساتھ توپیں تھیں  
جو وہ سرہند سے لائے تھے اور ان پاس مصلحہ وافر تھا اور تختے اور ریت بھرے تیلے  
مورچال باندھنے کے لئے اور سرب و باروت بہت سالدا ہوا ان کے ہمراہ تھا۔ لوٹتے مارتے  
قصبہ راہوں (جالندہر کے دو آب میں ہے) میں کہ سلطان پور سے سات کو کس سے وہ  
آئے اور لنگر اقامت ڈالا۔ ایک اینٹوں کا پڑا وہ تھا اُس کی تمام اینٹوں سے اپنے لشکر  
کی پناہ کے لئے ایک گدھی بنالی اور اطراف میں مورچال بنا کے کارزار کے لئے مستعد  
ہوئے اور فوج ٹلائیہ کو روانہ کیا اور اطراف کے پرگنات کے چودہ ہریوں اور قانون گویوں

کے نام اطاعت و تہدیک کے احکام بھیجے۔

شمس خاں کے داہیں اور باہیں کی طرف ہزار ہا مسلمان جلادت شعار غزا اور جہاد کے لئے جمع تھے اور شہادت کی آرزو میں وہ ایک دوسرے کو ترغیب دیتے تھے کہ نہ میت پانے اور شمس خاں کے کشتہ ہونے کی حالت میں ہم سب کے جان و مال و عیال و مملکت تلف میں آئیں گے۔ بہ ہمت مجموعی ذوق و شوق و ہمتا ش کے اظہار میں اللہ اکبر کہتے ہوئے ایک دوسرے پر سبقت کرتے تھے اور مردانہ وار پیش قدم ہوتے تھے جب سکھوں سے گولہ رس فاصلے پر آئے۔ پیردن پڑھا تھا کہ توپ و بندوق کی آوازیں بلند ہوئیں۔ ایک بائیں قریب دس بارہ ہزار کے گولہ اور سنگ فلاخن اولوں کی طرح لشکر اسلام پر برسے۔ مگر وہ لشکر اسلام پر کارگر نہ ہوئے کہ کوئی نامی آدمی مارا جاتا۔

شمس خاں تیز جلوئی کو باروت کے بے فائدہ صرف کرنے کو تاکید سے منع کرتا تھا اور قدم بقدم آگے جاتا تھا۔ سکھوں کے شلک کے اول اور دوم کے تمام ہونے کے بعد فرج اسلام جرات کر کے آگے بڑھی۔ پرگنات اطراف سے چالیس پچاس ہزار مسلمان آن کر فریق ہو گئے تھے۔ صدر تکبیر بہت افزا بلند کر کے سکھوں پر یورش اور ناخاک کی اور پیہم حملہ کر کے بہت سکھوں کو قتل اور زخمی کیا۔ سکھ مغلوب ہو کر قلعہ راہون میں چلے گئے جو جنگ سے پہلے ان کے تصرف میں آگیا تھا۔ اس میں محصور ہوئے اور بندوق اور بان مارنے لگے۔ حساب جنگ کا سابق ذخیرہ و ماکولات کہ راہون کے پہلے آدمی چھوڑ کر جان سلامت لے کر بھاگ گئے وہ قلعہ میں موجود تھا۔ چند روز اس گدھی میں استقامت کے ساتھ محصور رہے۔ راتوں کو قلعہ سے نکل کر بہ ہمت مجموعی لشکر اسلام کے اطراف پر حملے کرتے تھے اور گھوڑے اور آدمیوں کو ضائع کرتے تھے۔ طرفین پر خاص کر سکھوں پر کار تنگ ہوا۔ رات کو سکھوں نے گدھی سے فرار کیا۔ اور شمس خاں نے کئی کئی تعاقب کیا۔ ایک توپ و چند شتر لے ہوئے بہیر کے اس کو ہاتھ آئے اور اس نے سلطان پور کو مراجعت کی مگر دوسرے روز ہزار کے



قریب سکھوں نے اُن کر راہوں سے شمس خاں کے تھانہ کو اٹھا دیا اور اپنا تھانہ حصار میں قائم کیا۔ اور پھر اُس کے بعد سکھوں نے حوالی لاہور کے پرگنات کی تاخت و تاراج شروع کی۔ لاہور کی اطراف میں عجب دادیلا اور ترزلزل ہوا۔ اسلم خاں کہ دیوان شاہنشاہ اور نائب صوبہ لاہور اُس نے برج و بارہ کا بندوبست کیا اور کاظم خاں دیوان بادشاہی اور حکام کے ساتھ اتفاق کر کے اہل اسلام و ہندو کے اردو حامی کے ساتھ باہر آیا اور شہر سے تین چار کوس پر خمیہ لگایا اور سکھوں کے لشکر تلایہ کے دفع میں کوشش کی۔ اگرچہ لاہور کے آدمی ضرر جانی و مالی سے محفوظ رہے لیکن اطراف لاہور شالامار تک کہ لاہور سے دو کوس پر ہے بہت خراب ہوئے۔ القصہ آٹھ نو جینے کے عرصہ میں دارالخلافہ شاہجہان آباد سے دو تین منزل تک اور سواد دارا لاہور میں تمام مشہور قصبات و معموری سکھوں کی تاخت و تاراج سے پامال اور ویران ہوئے۔ اور بے شمار آدمی مرے اور ایک خلقت کو سکھوں نے برباد کیا اور بزرگوں کی قبروں اور مزاروں کا نشان نہ چھوڑا۔ قصبہ و دیہات ساڈھوڑ و کرنال میں لاہور سے زیادہ خرابی ہوئی۔ یہاں کے فوجدار نے بقدر حالت سعی کی اور جان دی۔ سو دو سو ہندو مسلمان جو سکھ گرد آ کرتے اُن کو ایک جا بھا کر قتل کرتے۔ سکھ ہندوؤں سے مذہب میں ایسے جدا ہو گئے تھے کہ وہ اُن کی بھی ایذا اور قتل میں کوشش کرتے تھے۔

جب بادشاہ سے ان سکھوں کے فساد کا حال معروض ہوا تو اُس کے چہرہ حال پر پٹال ظاہر ہوا لیکن صلح و صواب دولت اس میں سمجھی گئی کہ سکھوں کا فساد مٹانا راجپوتوں کی سرکشی اور شورش کے مقابل میں کوئی بڑا کام نہیں ہے۔ بہادر شاہ جس دقت اس طرف توجہ کرے گا تو اُن پر جھاڑو پھیر دے گا۔ لیکن راجپوتوں کی تنبیہ اور تادیب کو اور فسادوں کے رفع کرنے پر مقدم بنانا بادشاہ جین سے راجپوتانہ کی طرف متوجہ ہوا۔

محمد مراد خاں صوبہ دار اجیر اپنی جبل طبعی سے مر گیا۔ جب بادشاہ اجیر میں آیا تو اُس نے او سے پورا موجودہ پور کی طرف افواج بھیجیں کہ ملک مال کو پاتھال اور الخفال عیال کو قید کریں

راجپوتوں سے لڑنا

سیر حاصل آبادیوں اور زراعت کو خراب کریں جب اس فوج نے کوچ کیا تو راجپوت خواب غفلت سے بیدار ہوئے۔ رسولوں کو درمیان میں ڈال کر خانخانان معظم خان بہادر کی معرفت اپنی تقصیرات کو معاف کیا بادشاہ کو سکھوں کی طرف سے اندیشہ تھا اس لئے بہادر شاہ نے راجپوتوں کی بعض شرائط کو جو اس کو پسند نہ تھیں بتقاضا وقت منظور کر لیا۔ اور یہ فیصلہ ہوا کہ راجہ جے سنگھ و راجہ جیت سنگھ اور رانا اودے پور کے اور راجپوتوں کے مکمل سرسواری ملازمت کریں و راجہ ملازمت و رخصت اسی روز زمین کرنا بد کے کوچ کے بعد سر انجام سفر کر کے بادشاہ پاس آئیں۔ تمام با نام و نشان راجپوتوں کی تیس چالیس ہزار سواروں کی جمعیت محلہ بنا کے اور اپنے ہاتھوں کو رومال سے باندھ کے سرسواری ملازمت کی اور عطا خلعت اسب فیل سے مفتخر ہوئے اور رخص ہوئے۔

راجپوتوں کا حال ہم نے خانی خاں کی تاریخ سے نقل کیا ہے۔ ٹوڈراجستان اور انگریزی تواریخ میں معلوم نہیں کہ کس استناد پر یہ لکھا ہے کہ جس وقت کام بخش سے بہادر شاہ لڑنے کے لئے جانے لگا ہے تو رانا امر سنگھ اودے پور نے ایک مخفی عہد نامہ کر لیا جس کی شرائط ٹوڈراجستان میں یہ لکھی ہیں:-  
اول شہا جہان کے زمانہ میں جو ریاست چھوڑ کی صورت تھی وہ دوبارہ قائم ہو۔  
دوم۔ گائے کشی ممنوع ہو۔

سوم۔ شاہ جہان کے زمانہ میں جو ضلع رانا پاس تھے وہ سب بدستور اس کو دئے جائیں۔  
چہارم۔ ساری مذہبی رسوم اور عبادت میں وہی آزادی حاصل ہو جو اب تک کے عہد میں تھی۔  
پنجم۔ رانا جس شخص کو ہر طرف و خارج کر گیا تو بادشاہ اس پر مہربانی نہیں کرے گا۔  
ششم۔ دکن کی خدمت کے لئے جو رانا سے سپاہ لی جاتی تھی وہ نہ لی جائے۔

رانانے ان شرائط کو پیش کیا اور بہادر شاہ نے قبول کیا اور کہا کہ خدا کے فضل سے ان میں کبھی انحراف نہیں ہوگا۔

ماڈراٹ کے راجہ اہیت سنگھ سے انھیں شرائط پر عہد و پیمان ہوئے مگر ادا کے لئے فوج دینے کی شرط قائم رہی۔ جے پور کے راجہ جے سنگھ پر بڑی کڑی کڑی شرطیں لگائیں اور اس کی وجہ یہ تھی



کہ اگرچہ اس راجہ نے خود مختاری کا دعویٰ نہیں کیا تھا مگر بادشاہ کی مخالفت میں غلام شاہ سے موافق ہو گیا۔ چنانچہ اس کی سلطنت میں سپاہیوں کا ایک ٹاگرہ متعین کیا۔ اور اس مدد دی فوج کی حکمرانی اس سے متعلق تھی جو بادشاہی فوج کے ہمراہ گئی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس کی خاص یا ست میں تمام اختیار اس کا ضبط کیا تھا۔ جبکہ یورپ کے زمانہ میں بادشاہی فوج نے بڑا پرچھی تو اجیت سنگہ اور بے سنگہ دونوں اپنی اپنی فوجیں لیکر الگ ہو گئے اور اپنے اپنے گھر چلے گئے اور بہادر شاہ کے مخالف ہو گئے۔ جب بہادر شاہ نے کامنشن کا قصہ تمام کیا تو اس نے ان راجاؤں سے اتفاق توڑنے کا قصد کیا۔ راجپوتوں کی مملکت میں اب تک نہ بھینچا تھا کہ ناگاہ اس کو یہ پرچہ لگا کہ سکھوں نے سرسند پر قبضہ کیا اور پنجاب کے ایسا حال تھا کہ اس کو راجپوتوں کے مقدمہ میں تدابیر تجویزہ کی تعمیل و تکمیل کی فرصت نہ ملی۔ بہادر شاہ نے اس سبب راجپوتوں سے آشتی چاہی مگر راجپوتوں کی فریبی چالوں کا شککا مانع و مزامم ہوا۔ چنانچہ وہ خود نہ گیا بلکہ اپنے بیٹے عظیم الشان کو دونوں راجاؤں سے ملاقات کے لئے ایک مقام معین پر روانہ کیا جو بادشاہی فوج کے رستہ پر واقع تھا۔ یہ راجہ اپنی فوجوں سمیت آئے۔ غرض کہ ساری درخواستیں راجپوتوں کی منظور ہوئیں یہ صلح ۱۱۲۱ھ میں ہوئی۔

## سوانح سال چہارم ۱۱۲۱ھ ۱۷۰۹-۱۷۱۰ء

سال چہارم کے جشن کے انفرارغ کے بعد بادشاہ لاہور کی سمت میں چلا۔ ۶ ربیع الاول کو راوی کے کنارے پر آیا اور لاہور میں داخل ہوا شیعہ مورخ لکھتے ہیں کہ بہادر شاہ نے شیعہ مذہب اختیار کیا تھا اس نے بعض علما کو جو باطنی مذہب امامیہ رکھتے تھے بنایا اور ان کی صلاح سے یہ حکم فرمایا کہ خطبہ میں خلفاء راشدہ کے ذکر میں حضرت علی کے نام کے ساتھ علی و ابی اللہ و صی رسول اللہ داخل کیا جائے اس حکم سے علمائے اہل سنت و جماعت نے اس قدر زلزلے عام کیا کہ حکم جاری نہ ہو سکا اور بادشاہ نے اس کلمہ کے اظہار پر ایسا اصرار کیا کہ بادشاہزادہ عظیم الشان کو جامع مسجد میں بھیجا اور خطیب کے اپنے پاس سے ہمراہ کیا جس وقت نشانہ مسجد میں داخل ہوا بے گناہ خطیب کے پہلے اس سے کہ کلمہ عام زبان سے نکالے ایک جماعت اس پر ہجوم کر کے مار ڈالا۔ اسی طرح آٹھ آباد میں ایک خطیب کے مار ڈالا۔ غرض اہل سنت و جماعت نے بادشاہ کے

اس حکم کو چلنے نہیں دیا اور بادشاہ کے مرنے کی وہ دعائیں مانگنے لگے۔

تلسی بائی ایک مہن تھی وہ پندرہ سولہ ہزار سوار لے کر اس قصد سے آئی کہ برہان پور سے چھٹے  
برہان پور سے سات کوں پر قصبہ نانڈ پڑ تھا اس کی سرے میں بہت سے قافلے اور رعیت کے آدمی پنہاں  
تھے۔ اس سرے کو اس نے محاصرہ کر لیا اور میر احمد خاں صوبہ ارپس پیغام بھیجا کہ گیارہ لاکھ روپیہ  
چوتھ کا بھیج دو تو سرے جس کا محاصرہ ہو رہا ہے اور شہر برہان پور لوٹ مار سے بچ سکتے ہیں۔ میر احمد خاں  
اس پیغام کے آنے سے پہلے اس زن جنگی کے باب میں فکر میں تھا کہ عورتوں کے مقابلہ سے مردوں کا  
مُٹنہ چھپانا عورت بننے سے بدتر ہے۔ وہ ۹۰ محرم کو اپنی اور نواح کے فوجداروں کی جمعیت آٹھ نو ہزار سوار  
کی لے کر برہان پور سے برآمد ہوا۔ ظفر خاں فوجدار پر گنہ جامود کو جو سب فوجداروں میں بہادر تھا ہر اول  
بنایا۔ تلسی بائی نے یہ خبر سن کر تین چار ہزار سوار اپنے بہیر بنگاہ کی نگاہ بانی کے لئے چھوڑے اور چار  
پانچ ہزار میر احمد خاں کے مقابلہ کے لئے بھیجے۔ اور باقی فوج مرہٹہ کو شہر برہان پور کے بوروں کو لٹنے  
کے لئے روانہ کی میر احمد خاں نے دو تین روز تک خوب دد کیا اور خود اس کے پلے زخمی ہوئے۔ بڑھاپا  
کے محاصرہ کی خبر سن کر اس طرف مراجعت کی۔ اس مراجعت میں ہر جگہ اس کے دشمن نے گھیرا وہ ان سے  
لڑا۔ ظفر خاں بھی لڑ کر زخمی ہوا اور آخر شب میں جب اس نے مرہٹوں کا غلبہ دیکھا تو بقاضاے  
مصلحت اپنی جان بچانے کے لئے وہ میر احمد خاں کے بیٹے کو ہمراہ لے کر شہر میں چلا گیا۔ چنداول  
کے بہت سے آدمی مارے گئے۔ باقی نے بھاگ کر اپنی جان بچائی بہت آدمی قید ہوئے۔ میر احمد خاں  
تنہا لڑتا رہا اور زخمی ہو کر گھوڑے سے گرا اور درخت کے نیچے اپنے تئیں گھسیٹ کر چھپایا اور  
وہاں مر گیا۔ بہت امیر قید ہوئے۔ ان میں شرف الدین نے قوال بن کر اپنے مرہٹی زبان میں  
گیت سنائے۔ بارہ سو روپیہ دے کر چھوٹے اور یہ کہا کہ میں مشہور منصب داروں میں تھا یہ اپنے  
اوپر سے بارہ سو روپیہ کا صدمہ اُتارتا ہوں۔ محمد تقی جو قید ہوئے انہوں نے اپنے تئیں نہیں چھپایا  
اور اپنے تئیں منصب دار صاحب اسم و رسم بتایا۔ تیس ہزار روپیہ دے کر چھٹکارا پایا۔

بہادر شاہ دہلی کے قریب آیا۔ اور محمد منعم خاں و رستم دل خاں و چورامن جاٹ کے ساتھ

مردہ برہان پور پر ہوا



بڑی بجاری فوج روانہ کی کہ سکھوں کا اسیتصال کریں اور ان کے تھانوں کو اٹھادیں اور اپنے تھانے  
 قائم کریں۔ شاہ آباد (مصطفیٰ آباد) سادھورہ اور قدیم آبادیوں کو جن کو سکھوں نے دیران  
 کیا ہے آباد کریں۔ باوجودیکہ بادشاہ اس ضلع میں موجود تھا اور سکھ پہلے فرار ہونے چکے تھے مگر اپنی  
 شوخی سے باز نہیں آتے تھے۔ دہم شوال ۱۱۱۲ھ کو سادھورہ سے چار پانچ کوس پر بادشاہ کا  
 ٹیمہ آیا۔ رستم دل خاں اور فیروز خاں میواتی کو بھیجا کہ لشکر گاہ کے لئے جگہ تلاش کریں۔ مابین راہ  
 سکھوں کے تیس چالیس ہزار سوار و پیادے بے شمار دس بارہ کوس سے فتح درشن کہتے ہوئے  
 سیل کی طرح ناگہان فوج بادشاہی کے مقابل آئے۔ سکھوں کے حملوں سے لشکر شاہی کا پتلا  
 حال ہوا۔ بہت آدمی زخمی و کشتہ ہوئے۔ فیروز خاں میواتی کی خاص و عام جماعت اور کچھ سادہ  
 ہاتھی گھوڑوں سے پیادہ ہوئے اور سکھوں کے مقابل ہوئے۔ بہادرانہ حملے کر کے سکھوں کو ہزیمت  
 دی اس کے بعد بادشاہ سادھورہ میں اس قصد سے گیا کہ سکھوں کی تہذیب و اخراج کے لئے  
 سپاہ مقرر کرے۔ چار پانچ روز مہاوٹ کا مینہ دھواں دھار برسا اور سردی بڑی شدت سے  
 پڑی کئی ہزار آدمی خاص کر دکنی جو اس تاب نہ لائے مر گئے۔ سواری اور بار برداری کے  
 گھوڑے بہت مر گئے جن کی گندہ بو سے زندوں کو رہنا دشوار ہوا۔ لوگ کہتے تھے کہ سکھوں نے  
 جادو کیا اور ایسی ہیودہ باتیں کہتے تھے۔ یہ خبر بھی آئی کہ سکھوں نے کسی اور اطراف کی بادشاہی  
 فوج پر تاخت کر کے ایک ونامی فوجدار مار ڈالے۔ حلیۃ الملک خان خانان کو ایک بیٹے کے  
 ساتھ وحمید الدین خاں بہادر و رستم دل خاں و راجہ چتر سال و فیروز خاں میواتی و چورامن جات اڈ  
 باقی سرداروں کو لہرداری شانہ زادہ رفیع اٹھان سکھوں کے اسیتصال کے لئے بھیجا۔ کئی لڑائیاں  
 ہوئیں اور بادشاہی آدمی اور سکھ بہت سے مارے گئے اور سکھ نہر میت پاکر لوہ گدہ میں چلے گئے  
 جو قلعہ پہاڑوں میں راجہ برنی کے قلعہ کے نزدیک تھا۔ اور اس میں ساٹھ ستر ہزار سوار و پیادے  
 محصور ہو سکتے تھے وہ برج بارہ کے درست کرنے میں مشغول ہوئے اور پنجاروں میں ہزار سیل  
 تاخت کر کے حصار میں غلہ کا ذخیرہ جمع کر لیا۔ بادشاہی لشکر نے اس کا محاصرہ کیا۔ اور مورچاں

باندھے۔ بندہ اپنے مقتعدوں کو یہ سمجھا کر جنگِ محاربہ کی ترغیب تحریریں دیتا کہ جو کوئی تم میرے سے اس جنگ میں مارا جائے گا وہ بلا فرصتِ فاصلہ ایامِ صورتِ امر و ولینِ دار میں عود کرے گا اور حیاتِ ابدی اور فزاجاتِ دینی میں ترقی پائے گا۔ چیلے اس کی باتوں کو سچ جانتے تھے۔ اور حصار سے نکل کر سچا بادشاہ کی فتح و دشمن کا آوازہ لگاتے ہوئے خوب لڑتے تھے۔ اور ہر روز بہت قتل ہوتے تھے اور مسلمان بھی کشتہ ہوتے تھے۔

سکھ سوائے ان ہندوؤں کے جو ان کے ساتھ شریک تھے سارے ہندوؤں کو مسلمانوں کے ساتھ واجبِ قتل جانتے تھے۔ مصافِ دیدگانِ رزم پر ظاہر ہو کہ اگر دو تین ہزار سواروں میں سو دو سو سوار بھی ایسے ہوتے ہیں کہ جو ہر شجاعت و ارادت رکھتے ہیں اور جانفشانی میں حق نہک کی مراعات کرتے ہیں تو اس کی فتح و فخر کا سبب ہوتے ہیں۔ چہ جائے کہ سکھوں میں بہت ہی کم سوار اور پیادے ایسے ہونگے کہ وہ دل و جان سے اپنے گرو پر گوسفند کی طرح قربان ہونے کو کمالِ مراد اور آرزوے دل نہ جانتے ہوں۔ اور یہ ارادت اور طمع زر و اقسامِ اقمشہ و زیور و تاج میں ہاتھ آتا تھا۔ یوں اس فرقہ کا پیشہ کا تسلط و غلبہ ٹرختا گیا۔ محاصرہ میں طرفین نے جلالت و دلیری کی داد دی۔ اس کا امتداد ہوا قلعہ کا ذخیرہ ختم ہوا۔ سکھوں کا ایسا تنگ حال ہوا کہ وہ قلعے کے اوپر سے ہاتھ اور آنکھوں کے اشاروں سے لشکرِ شاہی کے بقالوں کو بلاتے اور دو تین روپیہ سیر غلہ خریدتے اور پے چادر میں پھینک دیتے اور اس میں غلہ بندھوا کے رستیوں سے کھینچ لیتے اور ایک ایک دو دو ٹمبھی آپس میں بانٹ لیتے تین چار ہزار سکھ فاقوں سے مر گئے۔ سواری اور بار برداری کے چار پائے فوج اور بن فوج کے کھاکے۔

ایک کھتری جس کا نام کلابو تھا اور تمباکو فروش بنی اس کا پیشہ تھا اپنے پیرو مرشد پر جانش کرنے کے لئے بندہ کلابو کا لباسِ فاخرہ پہنا اور بندہ کے مکان میں بیٹھا اور بندہ مع فوج کے لشکرِ شاہی پر ایک طرف حملہ کر کے کوہستانِ راجہ برنی کی طرف باہر چلا گیا۔ فوجِ شاہی نے گدھی میں جا کر کلابو کو زینت کے ساتھ بیٹھے ہوئے دیکھ کر عقید کیا۔ خوشی خوشی خانمانان پاس لاسے۔



چاروں طرف سے صدائے مبارک باؤ بلند ہوئی جب خانخانان پاس نہ آ سیدہ آیا اور تحقیقات حال ہوئی تو معلوم ہوا کہ باز آگیا اور اُس کی جگہ آؤ ہاتھ لگا۔ اس سے خانخانان کو شرمندگی ہوئی۔ اُس نے اپنے سب ہمراہی سرداروں کو حکم دیا کہ وہ پیادہ ہو کر راجہ برنی کے کوہ میں جائیں اور بندہ کو پکڑ کر لائیں اور اگر وہ نہ ہاتھ آئے تو راجہ برنی کو پکڑ لائیں۔ چنانچہ یہ راجہ حضور میں پکڑ آیا۔ اس راجہ اور اس مرید کو خوب فرائشی میں بند کر کے قلعہ شاہجہان آباد میں بھجوا دیا۔

سکھوں میں ڈاڑھی اور سر کا منڈا ناگناہِ عظیم ہے۔ بادشاہ کے دربار و دفتر و شکر میں مخفی سکھ بھی نوکر تھے۔ اس لئے بادشاہ نے حکم دیا کہ سارے ہندو اپنی ڈاڑھیاں منڈا میں ناچا سکھوں کو بھی ڈاڑھی منڈانی پڑی۔ چند روز حجاموں کا استرخوب چلتا رہا بعض صاحبِ اہم رسم ریش داروں کی ڈاڑھی صفایٹ ہوئی۔

چین سیج خاں بہادر صوبہ دارا اودھ بہادر شاہ کی بعضی وضع سے اور خلعتِ عمد و قرا سے جو ابتدا میں ہوئی تھے اور بادشاہ کے اور سلوکوں سے ملال خاطر رکھتا تھا اور اگر اہل کے ساتھ اُس نے اودھ کی صوبہ داری منظور کی تھی۔ اس زمانہ میں اُس نے زمانہ کی سفلی نوازی اور بادشاہ کی ناقدر دانی کے سبب اپنے منصبِ خدمت سے استعفا دیا اور گوشہ نشین ہوا اور اپنا نقد و جنس فقرا و مساکین میں تقسیم کیا۔ ایک دن میں پانچ لاکھ روپیہ فقرا میں خیرات کر دیا۔

ارادت خاں لکھتا ہے کہ منعم خاں خانخانان نے اس قلعہ کو جس میں سکھ تھے محاصرہ کیا اور یہ یقینی سمجھ کر کہ بندہ اس کو ہاتھ لگ گیا سپاہ کو حملہ کرنے سے منع کر دیا کہ وہ صبح کو خود فتحیابی کے ساتھ کام کو ختم کرے گا۔ اُس نے اپنی بد نصیبی سے ایک تنگ راہ جو قلعہ سے کوہستان کو جاتی تھی بندہ کی تھی یا تو اس کو معلوم ہی نہیں ہوئی یا وہ جانتا تھا کہ وہ راہ بھی اُس کے کسی مورچہ کے درمیان جاتی تھی۔ رات کو بندہ نے تبدیل لباس کیا اور نامعلوم قلعہ سے باہر چلا گیا۔

چین سیج خاں

منعم خاں خاں کی ثنائت اور حضرات

خانخانان نے صبح کو حملہ کرنا شروع کیا۔ اور تھوڑی لڑائی کے بعد قلعہ کو لے لیا۔ تلوار اُس کے ہاتھ میں تھی اور بہت خوش تھا کہ بندہ کو زندہ یا مردہ بادشاہ پاس لے جاؤں اور میں نے جو قلعہ پر بادشاہ کی باوجود ممانعت کے حملہ کیا ہے جس سے وہ ناخوش ہوا ہے وہ اس خدمت سے خوش ہو جائے گا۔ مگر کون اس مایوسی اور غم کو بیان کر سکتا ہے کہ وہ چیز جس پر تمام اُمیدیں منحصر تھیں وہ ہاتھ سے ایسی نکل گئی کہ کہیں اُس کا پتا بھی نہیں لگا۔ ایک لمحہ کے لئے تو اُس کے بالکل جو اس بادشاہ کے خوف سے جاتے رہے۔ یہ خوف بے وجہ نہ تھا۔ یہ دستور ہے کہ بادشاہ کے خیموں کی طرف فتح نمایاں کے بعد نقارہ فوج بجا ہوا چلتا ہے۔ بادشاہی حکم آیا کہ نقارہ نہ بجو اور خانخانان بادشاہ کی حضور میں نہ آئے۔ وہ مایوس ہو کر اپنے خیمہ میں گیا۔ مگر بادشاہ عالم اُس کے پہلی خدمات پر نظر کر کے چند روز بعد پھر اُس پر مہربانی کرنے لگا۔ مگر یہ وفادار وزیر بادشاہی نا اہل غمندی کے غم سے فارغ نہ ہوا اور اس غم پر یہ اور طرہ چڑھا کہ اُس کے اُکھڑنے کے لئے تینوں شاہزادے اور امیر الامرا یہ تدبیریں کرنے لگے۔ یہ زہر آلود تیر اُس کے کلبے میں بچھتا تھا۔ اب نیا کی کوئی چیز اُس کو خوش نہیں کرتی تھی جس کے پہنچ کارہ ہونے کا تجربہ اُس نے خود کر لیا تھا۔ ذلت مذکور سے اُس کی صحت میں خلل آیا۔ چند روز میں صاحب فرار ہو گیا۔ ۱۱۲۴ھ میں حضرت غزرائیل کو روح اپنی مذکر۔

ایسا وزیر بدقول میں بھی کوئی نہیں پیدا ہوا فقط وہ صوفی فرج اور فقیر دوست تھا۔ اُس نے اپنی حکومت کے عالم میں غلط کو کوئی ایذا نہیں چھنچائی اس کی وزارت میں کسی مسلمان کو ضرر نہیں پہنچا۔ ہر شہر میں اُس نے سرائے اور مسجد و خانقاہ بنوانے کے لئے اور زمین اور تعمیر کے وسط پیشگی روپیہ بھیج دیا۔

اب خانخانان کی وفات کے بعد اس باب میں اختلاف رائے ہوا کہ اُس کے عہدہ وزارت اور صوبہ داری و کن پر کون شخص مقرر ہو۔ عظیم الشان جو سلطنت میں صاحب اختیار تھا اور سعد اللہ خاں کہ دیوان تن اور خالصہ تھا دونوں یہ رائے دیتے تھے کہ ذوالفقار خاں وزارت پر اور خانخانان



کے دونوں بیٹے بخشی الملکی اور صوبہ داری دکن پر مامور ہوں۔ ذوالفقار خاں صوبہ داری دکن کو وزارت کے لئے چھوڑنا پسند نہیں کرتا تھا۔ اُس نے بادشاہ سے التماس کی کہ جب حضرت بادشاہ نے خانخاناں سے وزارت کا وعدہ کیا تھا ہم عذر نہیں کر سکتے تھے۔ لیکن اب میرا باپ جب تک عہدہ وزارت پر بدستور سابق نہ مقرر ہو مجھے وزارت کے قبول کرنے میں کوئی فخر نہیں ہے۔ اس پر عظیم شہان نے کہا کہ ذوالفقار خاں چاہتا ہے کہ باپ کو وزارت ہو اور خدمات مذکور اُس کے نام پر ہوں۔ بادشاہ ان دونوں درخواستوں میں سے کسی کی درخواست کو رد نہیں کر سکتا تھا۔ آخر کو وزارت کے باب میں یہ تجویز ہوئی کہ جب تک کوئی مستقل وزیر مقرر ہو سعد اللہ خاں پسر عنایت اللہ خاں جو دیوان تن اور خالصہ مقرر ہوا تھا وہ وزارت کا کام شہزادہ عظیم شہان کی نیابت میں سب کا کام اُس کو دکھا کر کرے۔

غازی الدین فیروز جنگ بہادر نے ممالک دکن میں اپنا بڑا اعتبار اور تسلط پیدا کیا تھا۔ وہ تورانی مغلوں کا سردار تھا۔ بڑی سپاہ اپنے پاس رکھتا تھا۔ عظیم شاہ سے وہ جدا ہو گیا تھا۔ عظیم شاہ کے انتقام سے اس لئے بہت ڈرتا تھا کہ اُس نے عالمگیر کو اُس کے قید کرنے کی اس وقت صلاح دی تھی کہ وہ گول کندہ کے سامنے تھا۔ وہ فتح نصیب تھا۔ عظیم پر زیادہ غلبہ پاتا تھا۔ بڑا تجربہ کار مدبر تھا گوانکھوں سے اندھا تھا مگر وہ آدمی کے دل کو کھینچتا تھا۔ اُس کی بڑی آرزو تھی کہ میں کسی شہزادہ کو بادشاہ بناؤں۔ کام بخش کی ایسی بیوقوفیاں دیکھ کر جن سے وہ برباد ہوا اُس نے اُس سے کنارہ کشی کی۔ منعم خانخاناں نے غازی الدین سے خط و کتابت کی اور اُس کی بہت تسلی و تسنی کی کہ بہادر شاہ اس پر عنایت اور شفقت کرے گا۔ اس تجربہ کار مدبر نے زمانہ کے انقلابات کو آنکھیں کھول کر خوب دیکھا تھا وہ چاہتا تھا کہ بادشاہ پہلے باتوں کو بھول جائے۔ اور مجھے تکلیف نہ دے آئندہ میری زندگی عبادت الہی میں آرام سے بسر کرنے دے۔ اس کا بیٹا چچین قلیج خاں مدت سے ناراض تھا اس کا بھائی چاند خاں جس کو اُس نے سپاہ میں اپنا نائب مقرر کیا تھا وہ اور تورانی افسر

افسر اسے چھوڑ کر بادشاہ پاس چلے گئے تھے۔ ان واقعات کے سبب اس نے وزیر کے اقراروں کے سبب احمد آباد کی صوبہ داری گجرات میں قبول کی۔ بادشاہ پاس خبر آئی کہ غازی الدین خاں فیروز نے گجرات میں وفات پائی۔ کہتے ہیں کہ مصدیان سرکار نے نو لاکھ روپیہ نکال کر روپیوں کی جگہ پیسے رکھ دیے۔ فیروز جنگ اس تغلب پر مطلع ہوا تو اس نے اپنے عمل و تدبیر سے سارا روپیہ لوگوں سے اٹکوا کر خزانہ میں داخل کر دیا۔ فضلای لاہور نے ایسی شورش پیدا کی تھی کہ نقطہ وصلی لفظ میں داخل ہو سکا۔ بادشاہ نے فضلای لاہور کی حاضری کا حکم دیا تو یار محمد و محمد مراد تین چار مشہور فاضلوں کے ساتھ بادشاہ کی خدمت میں تسبیح خانہ میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے خود حضرت امام اعظمؒ کے قول کے موافق گفتگو کی حاجی یار محمد نے بادشاہ کے قول کو بہت گستاخانہ اور بے باکانہ رو کیا۔ بادشاہ نے برا تشفی ہو کر فرمایا کہ تو بادشاہوں کے غضب سے نہیں ڈرتا۔ حاجی یار محمد نے جواب دیا کہ میں اپنے خدا سے چار چیزوں کے عطا کی آرزو رکھتا تھا۔ اول تحصیل علم۔ دوم حفظ کلام اللہ سیوم حج چہار شہادت۔ الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے تین نعمتیں مجھے عطا کیں۔ آرزو شہادت باقی ہو امیدوار ہوں کہ بادشاہ کی توجہ سے اس میں کامیاب ہوں۔

اس مباحثہ میں کئی روز لگے۔ ایک لاکھ آدمی جن میں بعض افغان تین ڈیڑھ تھے حاجی محمد یار سے متفق ہوئے۔ شاہزادہ عظیم الشان بھی نفیہ اس جماعت کا طرفدار تھا۔ آخر کو جب حیدر نے خطبہ کے لئے عرضی دی تو بادشاہ نے اس پر دستخط کئے کہ عالمگیر کے زمانہ کی طرح خطبہ پڑھا جائیگا۔ اس طرح جھگڑا ختم ہوا۔ کہتے ہیں کہ بادشاہ نے حاجی یار محمد اور دو اور فاضلوں کو جن سے وہ آشفتنہ خاطر تھا ایک قلعہ میں بھیج دیا۔

## سوانح سال پنجم ۱۱۲۲ھ

جلوس کا سال پنجم ۱۱۲۲ھ کی کچھ کو منعقد ہوا۔ ۱۴ محرم کو بادشاہ کے مزاج میں خلل پیدا ہوا حکم ہوا کہ شہر کے سارے کتے شہر سے باہر نکالے جائیں۔ اس زمانہ کی خلقت یہ یقین کرتی تھی



کہ بادشاہ کو سو و اعلیٰ اسنن کے آثار دعوت و سحر سے ہوا ہے۔ اس حکم سے کہیں گتتا نظر نہیں آتا تھا۔ دور کے قصبات و دیہات میں وہ تھے۔ دوسرا حکم والا یہ ہوا کہ ہند و اپنی ڈاڑھی منڈائیں اور آئینہ کوئی ہندو ہرگز ڈاڑھی نہ رکھے تیسرا کام اُس نے اپنے آئین کے خلاف یہ کیا کہ علما پر عتاب و نطاب کیا اور جا بجا مجبوس کیا۔ پھر فراج پر خقان کا غلبہ ایسا ہوا کہ دار السلطنت لاہور میں ۱۹ محرم ۱۱۲۳ھ کو جہان سے رخصت ہوا اور اُس کی نعش شاہجان آباد میں حضرت قطب جیب کے احاطہ کے باہر دفن ہوئی تاریخ تولد بادشاہ معظم قمری۔ اس حساب سے ۳۷ سال کی عمر ہوئی۔ اور سلطنت کی مدت پانچ سال ۲ ماہ تھی میں نے بہادر شاہ کی سلطنت کا بیان زیادہ تر منتخب اللباب خانی خاں اور تاریخ مظفر بھی لکھا ہے اور اس میں کچھ اور حالات بھی اور تاریخوں سے بڑھائے ہیں۔ اب میں بطور ضمیمہ کے بعض واقعات تاریخ اراوت خانی سے نقل کرتا ہوں۔ اراوت خاں شاہ عالم بہادر شاہ کے عہد میں دو آب کا حاکم تھا اور وزیر معظم خاں کا دلی دوست تھا وہ فرخ سیر کے زمانہ میں مرا۔ وہ بڑا مشہور شاعر تھا اُس کا دیوا ہے۔ اس کا نام مبارک اللہ اراوت خاں اور تخلص واضح تھا وہ اپنے دیباچہ میں لکھتا ہے کہ اب میری عمر ۱۱۲۶ھ میں ۶۴ برس کی ہے۔ اس تھوڑے عرصہ میں دنیا کے معاملات میں یہ انقلابات سلطنتوں کی بربادی۔ شانہزادوں کا مرنا۔ پُرانے شریف و امیر خاندانوں کا مٹنا۔ لائق آدمیوں کا تنزل اور نالائقوں کی ترقی۔ میں نے ایسے دیکھے ہیں کہ تاریخ میں ہزار برس کے اندر بھی اس کثرت سے متواتر ایسے حادثات نہیں بیان ہوئے میرا ارادہ یہ نہیں ہے کہ میں تاریخ لکھوں بلکہ میں ان حادثات و واقعات کو بیان کرتا ہوں جن کو میں نے بحکم خود دیکھا ہے اور ان میں شریک رہا ہوں۔ اراوت خاں نہایت عمدہ و معتبر سپاہی و دانش مند فرزانہ تھا۔ تاریخ کو بے تکلف عبارت میں سچ سچ لکھتا ہے۔ وہ جہاندار شاہ اور فرخ سیر کی لڑائی کے باب میں لکھتا ہے کہ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ جب کارزار شروع ہوتی ہے تو ایک آدمی کے واسطے یہ ناممکن ہے کہ وہ میدان جنگ میں طرفین کا سارا حال دیکھے وہ صرف ایسے مقام کا حال جان سکتا ہے جو اُس کے پیش نظر ہو۔ پس میں کس طرح کہہ سکتا ہوں میں نے دونوں طرف کی صف بندی کو دیکھا ہے جو کہ سوں میں پھیلی ہوئی تھی۔ ایک مصنف نے اورنگ زیب کے روبرو اُس کی ایک لڑائی کا

حال پڑھا تو آخر کو بادشاہ نے ارشاد کیا کہ معلوم ہوتا ہے کہ لڑائی کے وقت تو کسی اونچے پہاڑ کی چوٹی پر بیٹھا ہوا تھا کہ ایسا دراز سا جنگ کا حال دیکھا ہے میں خود ہاتھی پر سوار تھا اور فوج پر حکم کر رہا تھا مگر میں نے تو ان حالات کی ایک تہائی بھی نہیں دیکھی جو تو نے بیان کی۔ اب ہم اس سے انتخاب کر کے بعض واقعات لکھتے ہیں جو پہلے بیانون سے کچھ اختلاف کچھ اتفاق رکھتے ہیں۔

اعظم شاہ کو اورنگ زیب کے مرنے کی خبر اراکین سلطنت نے دی جو اس کے خیر خواہ تھے وہ احمد نگر کے لشکر شاہ گاہ میں سرفری کچھ کو آیا۔ بہت سے امرا جو اسکے دلی خیر خواہ تھے اس پاس آئے بعض امرا نے اس کے نیک خواہ تھے نہ بد خواہ۔ بعض اس سے نفرت رکھتے تھے مگر اس کی حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے سوائے اطاعت کے کوئی چارہ نہ تھا۔ اس سے ملنے میں ان تین مغل امرا فیروز جنگ وچین قلیچ خاں و محمد امین خاں نے تامل کیا۔

۱۱۔ ارزی الحجز ۱۱۵۰ء کو اعظم شاہ نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا اور مرہٹوں کی تقدیم ہوئی اس نے امرا کو اقتدار کی حالت کے عطیے عطا کئے۔ مگر چند ہی ان میں اس سے خوش ہوئے جب اعظم شاہ شہزادہ تھا تو بہت سے امرا اس کے دلی خیر خواہ تھے اور جانتے تھے کہ اس میں سلطنت کرنے کی پسندیدہ لیاقتیں سب طرح کی موجود ہیں۔ مگر جب وہ تخت سلطنت پر بیٹھا تو اس کے کل اوضاع و اطوار کے سبب اس کی نسبت کل امرا کی رائیں بدل گئیں۔ وہ بڑے بڑے امیروں کی عزت نہیں کرتا تھا۔ سپاہ کے چرخ میں خست ایسی کرتا تھا کہ گویا اس کو سپاہ سے کبھی کچھ کام ہی نہیں پڑے گا۔ یہ خط اس کو اپنے اس بیہودہ یقین سے پیدا ہوا تھا کہ کسی شخص کو اس سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ نہیں ہے اور اس کا بڑا بھائی شاہ عالم ہندوستان کی یہ سلطنت عظیم الشان چھوڑ کر کسی اور اقلیم میں اپنی جان و عزت بچانے کے لئے چلا جائے گا اور اسی زمانہ میں اس کو اپنے بیٹے بیدار بخت پر حسد اس سبب سے پیدا ہوا کہ داد اس کو بہت عزیز رکھتا تھا۔ وہ قدیمی اراکین سلطنت کی تحارت کرتا تھا اور برسرِ دربار کھتا تھا کہ وہ اپنی خدمات کے لائق نہیں رہے اعظم شاہ اپنا شاہانہ ٹھاٹھ ساتھ لے کر آگرہ کی طرف باقاعدہ منزل بمنزل تو مری گھاٹ کی طرف



چلا یہ راہ کو ہستانی تھی اور درختوں سے بھری ہوئی راہ میں بڑے بڑے فاصلوں میں پانی نہر ملتا تھا۔ دو روز کے اندر بہت سے مرد و عورت بچے جانور پیاسے مر گئے۔

بیدار بخت کو دادا سے بڑی محبت تھی اور دادا کو اس سے۔ وہ باپ کے حکم سے فوراً گجرات سے اپنے نوکر تین ہزار سوار لیکر چلا۔ اور اپنے ہی خزانہ کے تیس لاکھ روپیہ ساتھ لئے بادشاہی خزانہ کے بیس لاکھ روپیوں کو اس نے ہاتھ نہیں لگایا۔ اپنی فوج و دولت کو بھی نہیں لٹھا باوجودیکہ آسانی سے وہ اپنی سپاہ کو بہت بڑھا سکتا تھا اور صرافوں اور مال گزاروں سے ایک کروڑ روپیہ لے سکتا تھا۔ خزانہ و فوج کے بڑھانے میں اس کو یہ اندیشہ تھا کہ باپ کو اس کی وفاداری اور خیر خواہی میں شبہ پیدا ہوگا۔ بیدار بخت نے اُصہن سے باہر ایک فاصلہ پر دریا کے کنارے پر نیچے ڈالے وہ شہر کے اندر نہیں داخل ہوا۔ بعد اللہ خاں صوبہ دار مالوہ اس پاس آیا اور اُصہن میں بیدار بخت نے ایک مہینہ چند روز باپ کے آنے کے انتظار میں قیام کیا تو باپ نے بیٹے کو یہ پیغام بھیجا کہ کس واسطے تو نے جلدی کر کے دشمن کے روکنے کے لئے تلج میں کشتیاں نہیں بٹیں گو غنیمت کا یہ حوصلہ نہیں ہو کہ وہ مقابلہ کرے مگر تو خطر عظیم کا مرتکب ہوا۔ بیدار بخت باپ کے حکم کے موافق اگرہ کی طرف چلا۔ ذوالفقار خاں ورام سنگھ ہاڈارنیدار کوٹہ و دیپ بندیلہ و امین اللہ خاں کو غنیم شاہ نے بھیجا کہ وہ شاہزادہ کی حرکات کو بھی دیکھیں اور اس کی مدد بھی کریں۔ یہ سب غنیم شاہ کے پاس سے چل کر بیدار بخت سے ملے مرزا زاہد بے سنگھ اور خان عالم سردار وکنی اور اس کا بھائی منو خاں اور اور امر، چچ ہزار سواروں کے ساتھ غنیم شاہ کے حضور سے بیدار بخت پاس آئے۔

شاہزادہ غنیم شاہ کو اورنگ زیب نے حکم بھیجا تھا کہ وہ بنگالہ سے اس پاس آئے۔ جب وہ حوالی آگرہ میں آیا تو اس نے عالمگیر کے مرنے کی خبر سنی تو باپ کے لئے اس شہر کے لینے کے واسطے گیا۔ جب چنیل کے کنارہ پر بیدار بخت پہنچا اور غنیم شاہ گوالیار میں آیا۔ غنیم الشان نے ختم خاں کو آگرہ سے بڑی سپاہ کے ساتھ روانہ کیا کہ وہ بیدار بخت کو دریا سے پار نہ اترنے دے بیدار بخت اول غنیم تھا اور باپ کا رقیب تھا۔ سلطنت کا خواہاں تھا۔ غنیم شاہ ایک بیباک مشہور تھا

اور اپنے اوضاع میں عاقبت بینی اور دُور اندیشی نہ کرتا تھا اور زمانہ حال کے سوائے کچھ اور اُس کے نہ دیکھتا تھا۔ ہندوستان کے مچھلوں کے تاؤ دینے والوں لاف زبوں کی مانند اگر سفر میں بیٹا تاخیر کرتا تو اُس کی تضحیک کرتا اور کہتا کہ تو دشمن سے نامرد ڈرتا ہے۔ اس لئے بیدار بخت نے چنبل سے پار اُترنے کا اور مختتم خاں کے مورچالوں پر حملہ کرنے کا جواز دہ کیا تو اس تدبیر کو تجربہ کار ہوشیار سپہ سالار ذوالفقار خاں نے ناپسند کیا۔ بعض امیروں کی رائے تھی کہ ذوالفقار خاں دغا بازی کر رہا ہے۔ اب انہوں نے بیدار بخت کو یقین دلایا کہ وہ شاہ عالم سے خط و کتابت رکھتا ہے اور تاخیر کی صلاح اس لئے دیتا ہے کہ معظم شاہ نزدیک آجائے تو وہ اپنے منصوبوں کو پورا کر کے اُس سے جا ملے۔

دوسرے دن یکایک صبح کی نماز سے پہلے جنگ کے لئے کوچ کا تقارہ بجا اور بیدار بخت نے جنگ کا پورا سامان کیا۔ اور ہاتھی پر سوار ہوا۔ ہمیشہ وہ لڑائی میں فیل نشین ہوتا۔ میں بھی جلدی سے اُس کی ہمراہی کے لئے گیا تو میں نے اُس کو دیکھا کہ چہرہ سخت سے بھرا ہوا ہے اور پیکار پیکار کر ذوالفقار خاں کو دغا باز مکار جھوٹا اور اسی طرح کے بُرے الفاظ اپنے ہاتھی کے گرد ادنیٰ انوکروں سے کہہ رہا ہے۔

اعظم شاہ اور اُس کے بیٹے بیدار بخت میں جو اختلاف تھا اس میں حق باپ کی جانب میں تھا۔ بیدار بخت باپ کا قریب تھا اور اس تاک میں لگا رہتا تھا کہ کسی طرح باپ کو تخت سے اتار دے۔ ایک دن اُس نے مجھ (ارادت خاں) سے پوچھا کہ اگر باپ بادشاہ ہو اور وہ اپنے بیٹے کی جان لینی چاہے اور بیٹے کو باپ کا یہ ارادہ تحقیق معلوم ہو گیا ہو تو بیٹے کو اپنی خانقاہ کے لئے کیا کرنا چاہیے۔ تم کوئی ایسی مثال پہلے جانتے ہو۔ میں نے کہا کہ سوال کی ضرورت نہیں ہے آپ کے دادا کا طریقہ اپنے باپ کے ساتھ کافی مثال ہے۔ بادشاہوں کو بہ ضرورت ایسے کام کرنے جائز ہیں جو اوروں کے لئے جائز نہیں ہیں۔ پھر ایک دن اُس نے مجھ سے یہ پوچھا کہ میں باپ کو کس طرح گرفتار کروں۔ اس کا جواب بھی میں نے دے دیا۔ بیدار بخت چنبل سے کسی بیابان



مقام سے پارا تر گیا جو دشمن کو معلوم نہ ہوا۔ عظیم شان کی افواج دریا کے کنارے پر ایک اور مقام میں پڑی ہوئی تھی وہ اپنا توپ خانہ مختلف مورچوں میں چھوڑ کر اگرہ کو بھاگیں وہ اپنی جان بچانے سے خوش تھیں۔ ذوالفقار خاں جو شاہزادہ کو دریا کے پار جانے کے لئے منع کرتا تھا وہ مجبوری شاہزادہ کو ظفر جو سفر سے ہوئی مبارک باد دینے آیا۔ کچھ دنوں بعد عظیم شاہ قریب آیا۔ بیدار تخت نے ایک کوس سامنے جا کر باپ کے خیموں کے لئے جگہ تجویز کی اور جب باپ آیا تو دو کوس اُس کے استقبال کے لئے گیا۔ باپ نے بیٹے کو بہت پیار کیا۔ گو اُس کو وہ اورنگزیب کی محبت کے سبب اپنا رقیب جانتا تھا۔ مدتوں کے بعد بیٹے کو دیکھا تھا۔ اب رقابت کی حد پر پدری شفقت نے غلبہ کیا۔ اُس پر بہت عنایت کی اور ایک شاہانہ خلعت عطا کیا۔

تقدیر انہی میں تو شاہ عالم کو سلطنت ملنی تھی عظیم شاہ ایسا سنجی و گھمنڈ میں آیا کہ اُس کو یقین تھا کہ اگر اُس کے بھائی کے ساتھ لاکھوں تور اور سلم ہوں تو بھی اُس کو میدان جنگ میں اُس کے سامنے آنے کی جرأت نہ ہوگی۔ جو لوگ شاہ عالم کے قریب آنے کی خبر لاتے تو وہ اُن کو نامرد محض کہہ کر دھتکارتا دیتا اس کو سچی خبر سنانے سے بڑے بڑے افسروں کی جان نکلتی تھی۔ اس لئے عظیم شاہ کو شاہ عالم کے نزدیک آنے کی خبر نہ ہوئی۔ جب شاہ عالم مقرر ہوا آیا تو اُس نے ایک بڑے مشہور درویش کے ہاتھ عظیم شاہ کے پاس یہ خط بھیجا کہ خدا کے فضل سے ہم ایسی موروثی و وسیع سلطنت کے وارث ہوئے ہیں جس میں بہت سی ملکیتیں ہیں۔ ہم تم آپس میں ایک دوسرے پر تلواریں نہ کھیچیں اس میں عدالت اور غرت و شان ہے۔ سلطنت کو آپس میں ہم تقسیم کر لیں گو میں بڑا بھائی ہوں مگر میں اُس کا اختیار تم کو سپرد کرتا ہوں۔ عظیم شاہ بڑا متکبر مغرور تھا اُس نے جواب دیا کہ میں اپنے بھائی کو کل میدان جنگ میں اس کا جواب دوں گا۔ یہ سن کر پیغام بر چلا گیا۔

عظیم شاہ نے صبح کو کوچ کیا جاچو اور اگرہ کے درمیان بنجر زمین میں جہاں پانی نہ تھا خیمہ زن ہوا۔ جس سے سپاہ کو بڑی تکلیف ہوئی۔ اس دن خبر آئی کہ شاہ عالم سات کوس پر خیمہ زن

ہے اور کل اس کا ارادہ حرکت کرنے کا ہے۔ مگر یہ معلوم نہیں کہ کس طرف کا ارادہ ہے۔  
 ارادت خاں کہتا ہے کہ ان دو بھائیوں کی لڑائی کا حال جو میری آنکھوں کے سامنے  
 گزرا اُس کو بیان کرتا ہوں۔ شاہزادہ بیدار بخت سہراول تھا وہ ضروری احکام دے کر چلا۔  
 اعظم شاہ فول میں تھا۔ اس کا لشکر بھی اُس کے بعد روانہ ہوا۔ اب تک اُن کو یہ نہ معلوم ہوا کہ  
 غنیم کا مقام کہاں ہے اور شاہ عالم کا ارادہ کیا ہے۔ بیدار بخت ایک گاؤں پر ٹھہرا جس کے نیچے  
 ندی بہتی تھی اور اُس کا پانی صاف تھا اور اُس کے گرد کھوے بھی تھے۔ اُس وقت افواج  
 متفرق تھیں اور کسی سردار کو فوج کی ترتیب کا خیال نہ تھا جس طرف اس کا جی چاہتا تھا  
 جاتا تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے شاہزادہ سے کہا کہ بڑا لشکر پیچھے دُور ہے اور سامنے ملک چند  
 میل تک بے آب ہر اور دن بھی نہایت گرم ہے۔ ترتیب بغیر غنیم کے مقام و حرکت معلوم  
 ہونے کے اب کہاں چلے جائینگے۔ میں نے اس کو بتلایا کہ آپ کے ملازم کیسے پرانگڑہ  
 پھر رہے ہیں۔ ذوالفقار خاں بائیں طرف ایسا ترچھا گیا کہ نظر نہیں آیا۔ آپ کو یہاں مقام  
 کرنا چاہئے کہ غنیم کی خبر آئے۔ لشکر کے لئے یہاں پانی کافی ہے۔ توپ خانہ آجائے گا۔ وقت  
 اتنا مل جائے گا کہ بادشاہ آجائے گا۔ اور لشکر مرتب ہو جائے گا۔ اگر غنیم چڑھ کر آئے گا تو آپ کو  
 یہ فائدہ رہے گا کہ آپ اچھی زمین پر اترے ہوئے ہیں اور یہاں پانی بکثرت ہے۔ بیدار  
 نے کہا کہ آپ کی تدبیر بہت ہے آپ جا کر میرے باپ سے کہئے میں اُس کے حکم کی  
 تعمیل کرونگا۔ شاہ عالم کو بھی ہمارے لشکر کی راہ پر اطلاع نہ تھی جہاں وہ اُترتا تھا وہاں پانی  
 کم تھا۔ اُس نے آج صبح کو اپنے بڑے لشکر کو منعم خاں کے ساتھ بھیجا اور خود اپنے بیٹوں کے  
 ساتھ اپنے نوکروں کو لے کر جہنا کے کنارے پرشکار کھیلنے گیا۔ پیش خمیہ دستور کے موافق پہرہ  
 چوکی کے ساتھ رستم دل خاں نے ہمراہ روانہ کیا۔ اتفاق سے وہ اسی راہ پر آیا جس پر ہمارا  
 لشکر پڑا ہوا تھا۔

جب میں نے بیدار بخت کا پیغام اعظم شاہ کو دیا تو اُس نے کہا کہ بیٹے سے کہہ دو کہ میں



اس پاس آتا ہوں میں اپنے مقام پر آیا تو دیکھا کہ شہزادہ نے اس گاؤں کو چھوڑ دیا اور آگے گیا میں اس کے پیچھے گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ لشکر گاہ میں فتح کی مبارک باد و تہنیت کا ٹھل ہو رہا ہے شہزادہ نے مجھے دیکھ کر کہا کہ میں آپ کو فتح کی مبارک باد دیتا ہوں۔ میں نے کہا کہ بغیر جنگ کے فتح کیسے ہوئی۔ یہ سن کر شہزادہ نے ایک ہرکارہ کی طرف اشارہ کیا کہ جو کچھ تو نے دیکھا ہے ارادت خاں سو وہ بیان کر تو اس الحق نے یہ کہا کہ میں نے دیکھا کہ شاہ عالم کا ہاتھی خالی ہے۔ اس کے ساتھ چند آدمی اگر کو بھاگے جاتے ہیں۔ شہزادہ نے کہا کہ ہمارے جرنیلوں نے دشمن کو شکست دی اور اس کے تمام خیمے ڈیرے چھین لئے۔ اس خیالی فتح کا سبب یہ تھا کہ شاہ عالم کا پیش خیمہ ہمارے جرنیلوں کی طرف آیا اس کے ساتھ آدمی کم تھے۔ جرنیلوں نے حملہ کر کے پیش خیمہ چھین لیا۔ ہاتھی جو بھاگتا ہوا دیکھا تھا وہ رستم دل خاں کا تھا جو پیش خیمہ کا سردار تھا۔

اب شہزادہ نے مجھے حکم دیا کہ میرے باپ کو اس فتح کی اطلاع دو میں نے انکار کیا اور کہا کہ بھلا یہ بھی کوئی فتح ہے کہ جس کی اطلاع دے کے ہنسی اڑاؤں۔ اس پر شہزادہ مجھ پر خفا ہوا اور چلایا کہ کیا تیری اس کھنہ سے مراد ہے؟ میں نے کہا کہ سپاہیوں کے خیموں ڈیروں کے لئے ایسے اتفاق ہوتے ہی رہتے ہیں اور ایسی شہنشی کی فتح پھر نہ ہوگی۔ حضور کی فوج نے غنیمت کے پیش خیمے کو لوٹا ہے ان کے حال پر افسوس ہے جنہوں نے یہ کام کیا ہے۔ اب اگر کوئی بڑا کام پیش آئے گا تو وہ لوٹ کے مال سے لدے ہوئے ہونگے اور بے کار ہونگے۔ ان باتوں کو سن کر غصہ ہو کر وہ چلایا کہ تم ہمیشہ ایسی اندیشہ ناک بدفالی کیا کرتے ہو۔ اس نے اپنے دیوان کے داروغہ قاسم خاں کو حکم دیا کہ عظیم شاہ کو میری اس فتح کا ہر وہ سنا دو۔ آدھ گھنٹہ گزرنے نہ پایا تھا کہ ہماری دائیں طرف بڑی خاک آڑی میں نے یہ دیکھ کر شہزادہ سے کہا کہ ہماری فتح عظیم کا نتیجہ اور شاہ عالم کی پرواز دیکھو۔ سامنے گرد کا بادل پچاس ہزار سواروں کا معلوم ہوتا ہے یہ بات میں کہہ ہی چکا تھا کہ اور گرد اٹھی جس سے ثابت ہوتا تھا کہ دوسری سپاہ پاس آتی ہے۔ میں نے شہزادہ سے کہا ابی دشمن کچھ فاصلہ پر ہے۔ آپ اتنے میں لڑائی کی تیاری کر لیجئے۔ شہزادہ نے

مجھ سے کہا کہ تم جا کر میرے باپ کو غنیم کے نزدیک آنے کی خبر کر دو میں جلدی سے گھوڑے پر سوار ہو کر اعظم شاہ کی طرف چلا میں نے اپنی راہ میں سپاہ کی بڑی بے ترتیبی دیکھی۔ امان اللہ خاں جو ایک عمدہ نامور سپہ سالار تھا اور شاہزادہ والا جاہ کا ہر اول تھا تین سو سواروں کے ساتھ جاتا تھا جو پرانہ تھے۔ اعظم شاہ ڈیڑھ کوں پیچھے تھا۔ اور اس کی سپاہ تین حصوں میں منقسم تھی مجھے معلوم نہیں ہوتا تھا کہ اعظم شاہ کس حصہ میں ہے۔ توپ خانے دکن میں چھوڑ آئے تھے جب سپہ سالار نے توپ خانوں کے حکم کی درخواست کی تو اعظم شاہ بہت تنہا ہوا اور غصے میں آنکر چلایا کہ کیا لوگ، یہ خیال کرتے ہیں کہ میں تو یوں کو ایک حیوان پر چلاؤں گا۔ میں تو تلوار بھی میان سے نہیں نکالوں گا اپنے عصا سے اس کا سر پھوڑ دوں گا۔

اعظم شاہ نے جب مجھے دیکھا تو اشارہ سے بلایا میں نے پاس جا کر کہا کہ شاہزادہ حضور کو اطلاع دیتا ہے کہ غنیم پکس آگیا ہے۔ اعظم شاہ ایسا چونکا کہ جیسے کسی بچھو نے اس کو کاٹا اور چہرہ غضب ناک بنایا اور آنکھیں دکھائیں۔ یہ اس کی عادت تھی جب غصہ آتا تھا تو وہ اپنی آستین کو کھینچ کر مارتا تھا۔ اس کو کھینچ کر چلایا کہ غنیم میرے پاس آئے میں نے کہا کہ ایسا ہی ظہوریں آتا ہے تو اس نے اپنا جنگی ہاتھی منگایا اور ایک خمیدہ عصا کو چکر دے کر غضب ناک اپنے تخت پر بیٹھا اور طنزاً کہا کہ تم ڈرو نہیں میں اپنے بیٹے پاس آتا ہوں میں نے کہا کہ وہ بھی حضور کا بیٹا ہے دُنا جانتا ہی نہیں۔ اس نے تو فقط دشمن کے قریب آنے کی اطلاع دی ہے حضور اپنے لشکر کے ساتھ آگے بڑھیں۔ اور لڑائی کے دن جو بادشاہ کی جگہ ہوتی ہے وہاں کھڑے ہوتے کہہ سنکر میں بیدار پاس آیا۔ تو اس کے ملازم کے جو پاس کھڑا تھا گولی لگی اور وہ مر گیا۔

غنیم کی افواج کے دو غول ہماری جگہ سے گولہ رس مقاموں پر کھڑے ہوئے۔ ایک غول کا سردار اعظم شان تھا اور دوسرے غول کا افسر نعم خاں جس کے ساتھ شاہزادہ مغرالدین جہانگیر شاہ اور جہان شاہ تھے۔ ہماری سپاہ کی صفیں گھمانچھتیں پیچھے ہاتھیوں کے مویشیوں اور بھیڑ کا ہجوم اس قدر تھا کہ اس سے لشکر کی عافیت تنگ تھی اور وہ اس کو بے کار کرتی تھیں۔



اب شاہ عالم کے توپ خانہ نے ہمارے لشکر پر برابر باریں مارنی شروع کیں جس سے بہت آدمی  
کشتہ ہوئے۔ اور شاہ عالم کے بیٹوں نے بڑھکر بندو قوں کی گولیوں کا مینہ برسا دیا۔ ہمارا لشکر بھی  
توپوں کی مار سے طیش میں آیا اور اُس نے باریں ماریں۔ خان عالم بہت تیزی و تندی سے دشمن  
کی طرف بڑھا۔ جتنا وہ دشمن کے قریب ہوتا گیا اُتے اُس کے ہمراہی پیچھے رہتے گئے۔ یمن سو  
سے زیادہ آدمی اُس کی ہمراہی میں نہ رہے۔ جب میں نے یہ حال دیکھا تو جان لیا کہ اب سب کچھ گیا  
یہ بہادر جواں مرد شاہزادہ عظیم الشان کے ہاتھی پاس گیا۔ اور ایک نیزہ شاہزادہ کے لگایا مگر وہ  
بچ گیا۔ اُس کے نوکر کی ران میں لگا۔ شاہزادہ نے ایک تیر اُس کی چھاتی میں ایسا مارا کہ وہ فنا ہو گیا  
غنیم کے ایک گروہ نے بہمداری بازخاں افغان ذوالفقار خاں پر حملہ کیا مگر بہت نقصان اٹھا کر واپس  
گیا اور بازخاں کے زخم کاری لگے۔ تقدیر اُسی سے رام سنگھ ہڈا اور ولایت راؤ بندیاہ جنگی کار گزار  
اور بہادری پر ساری جنگ کا مدار تھا توپ کے گولہ سے مر گئے۔ اُن کے ساتھ راجپوتوں کو ہمت  
ہوئی اور اپنے مردہ سرداروں کی لاشوں کو ساتھ لیکر چلے گئے۔ ذوالفقار خاں اپنے ہمراہیوں کے  
ساتھ ہتھال سے قائم رہا۔ جب عظیم الشان کی کل فوج نے اُس پر حملہ کیا تو وہ سید مظفر کو سپاہ کا ہتھیار  
دے کر اعظم شاہ کے مقام کے پیچھے حمید الدین خاں کے ساتھ گیا۔ ہاتھی سے نیچے اتر کر گھوڑے پر سوار  
ہو کر گوالیار اپنے باپ اسد خاں پاس چلا گیا۔ اُس کے بھاگنے سے اعظم شاہ کے لشکر کو شکست ہو گئی۔  
اعظم شاہ کے ہمراہی اور ذاتی ملازم سوار یوں سے اترے اور انہوں نے اپنے ترکش زمین پر رکھ دیے  
اور دشمن کے حملے کے انتظار میں بیٹھے اور اپنے ولی نعمت پر جاں نثار کرنے کو تیار ہوئے۔ سید عبداللہ  
اُس کا بھائی حسین علی خاں سادات بارہ کے نامور جن کی بہادری و کارنامے تمام بادشاہوں کے عہد  
میں مشہور رہے اپنے ہاتھیوں سے اترے اور پیادہ لڑنے کو تیار ہوئے۔ اب لڑائی دست بہ دست خجڑوں  
اور شمشیروں سے شروع ہوئی اور طرفین کے بہت آدمی تلف ہوئے۔ حسین علی خاں کے کئی زخم لگے  
لگے اور خون کے پھلنے سے وہ ضعیف ہو گیا۔ آخر کو ایک بندو ق کی گولی اور کئی تیر بیدار بخت کے لگے  
جس سے وہ فوراً اپنے ہاتھی پر مر گیا۔ اعظم شاہ کے بہت زخم لگے تھے مگر اب تک وہ زندہ تھا۔ شاہ عالم

کی فوج کی طرف سے خاک کا گرد آلود اُس کی طرف آیا اور اُس میں سے شانہزادہ عظیم الشان معزالدین بہادر شاہ اور بہان شاہ نمودار ہوئے۔ عظیم شاہ کے زخم کاری ایسا لگا کہ وہ مر گیا اور شانہزادہ والا جی بھی خواب عدم میں سویا۔ رستم دل خاں جو شاہ عالم کے پیش خیمہ کا سردار تھا صبح کو بیدار بخت کے لشکر نے اُس کو شکست دے کر راہ بند کر دی تھی تو وہ عظیم شاہ کی ملازمت کے لئے اُس کے ہاتھی کے ساتھ اس جنگ میں تھا۔ جب اُس نے عظیم شاہ کو مردہ دیکھا تو اُس نے ہاتھی پر چڑھ کر عظیم شاہ کا سر کاٹ لیا اور شاہ عالم کے خیمہ گاہ کی طرف بڑے انعام کی امید میں دوڑا دوڑا آیا۔ سر کو شاہ عالم کے قدموں تلے رکھا۔ وہ بھائی کے سر کو خون آلودہ دیکھ کر بہت رویا۔ رستم دل کو سوائے گالیوں کے کچھ اور نہ دیا منعم خاں نے مردہ شانہزادوں کی تجنیز و تکفین کا اہتمام کیا اور اہل حرم کا نہایت اغزاز و احترام کیا۔ گو اُس کے ایک زخم کاری لگا تھا جس سے اُس کو بڑی تکلیف تھی مگر اُس نے اُس کو چھپایا اور رات تک میدان جنگ کا انتظام رکھا۔ اور فوج کو لوٹ سے روکا۔

## شاہ عالم بہادر شاہ کا سفر

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
www.pdfbooksfree.pk

اب میں کابل سے شاہ عالم کے سفر کا بیان کرتا ہوں اور ان واقعات کا ذکر کرتا ہوں جو لڑائی کے دن تک واقع ہوئے۔

اورنگ زیب نے اپنے مرنے سے کچھ پہلے شاہ عالم کا دیوان منعم خاں کو مقرر کیا تھا اور شاہ عالم کابل کا حاکم تھا۔ یہ منعم خاں بڑی قابلیت اور لیاقت کا آدمی تھا۔ بڑا مدبر کاموں میں مستقل۔ بڑا دنیات دار اُس کے کام کرنے سے پہلے نالائق امرا کی ترقی سے شانہزادہ کے سارے کارخانے پریشان اور تباہ تھے اُس نے انکو سب کو جلا دی اور درست کر دیا۔ فضول سپاہ آخو کی بھرتی جمع ہو رہی تھی جن کی تنخواہ کے لئے ملک کی آمدنی کافی نہ تھی۔ سپاہ کو پوری تنخواہ ملتی نہ تھی اس لئے وہ ناراض ہمیشہ بغاوت کے لئے پٹی بیٹھی رہتی تھی۔ اُس نے شانہزادہ کی سپاہ کو کم کر دیا۔ ہمیشہ اُن کو باقاعدہ تنخواہ تقسیم کرنی شروع کی جس کے سبب سے اُس کو ناخوش یا شتر بے ہمار ہونے کے لئے کوئی عذر نہ رہا جب



اور نگ زیب کی علالت کا حال سنا تو اعظم شاہ کے حق میں منصوبوں کے روکنے کے لئے منعم خاں نے  
یہ اشتہار دے دیا کہ شاہ عالم سلطنت کے لئے بھائی سے لڑنے کا نہیں بلکہ اُس کے ہاتھ سے بچنے  
کے لئے وہ ایران میں چلا جائے گا۔ بہت دنوں پہلے شاہ عالم نے یہ خود شہرت دی تھی اور ایسا  
اپنا ارادہ ظاہر کیا تھا کہ اُس کے بیٹے جو ساتھ رہتے تھے وہ اُس کو یقین کرتے تھے اور اندیشہ ناک  
تھے۔ منعم خاں نے مجھ سے اصل حال یہ کہا کہ میں نے بادشاہ سے ایک دن یہ پوچھا کہ یہ مشہور ہے کہ  
حضور کا ارادہ ایران جانے کا ہے اور یہ امر ایسا یقینی سمجھا گیا ہے کہ شاہزادوں نے جو آپ کے  
بیٹے ہیں مجھ سے قسمیں کھا کھا کر کہا ہے کہ یہ بات سچ ہے۔ تو شاہ عالم نے جواب دیا کہ اس شہرت  
میں میرا ایک منصوبہ بے غلطی مخفی ہے جس کے سبب سے میں نے اس شہرت کو پھیلایا ہے اور محنت  
کی ہے کہ اس پر یقین کیا جائے۔ اول میرے باپ نے فقط ذرا سے شہرت پر مجھے نو برس مقید و محبوس  
رکھا۔ اب اگر اُس کو معلوم ہو جائے کہ میں نے ذرا سی بھی اولوالعزمی کی ہے تو وہ فوراً مجھے غارت  
برباد کر دے گا۔ دوم میرا بھائی محمد اعظم شاہ میرا بڑا قوی دشمن ہے اور بڑا بے باک بہادر ہے اور  
سارے اپنے زور کو میری بربادی کے لئے کام میں لاتا ہے۔ اس شہرت سے میرے باپ کی  
خوشی اور میرے بھائی کی تسلی ہوگی کہ وہ اپنے تئیں محفوظ سمجھے گا۔ مگر میں اس قادی مطلق خدا کی او  
اس قرآن کی جس پر میرا ہاتھ ہے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ ایک دوست بھی نہ ہو تو بھی  
میں اکیلا اگر غلط شاہ سے لڑوں گا۔ خواہ کچھ ہی ہو۔ اس راز کو میں نے اپنی اولاد سے بھی چھپایا  
ہے۔ اب اس کو تجھ سے کہتا ہوں کسی پر ظاہر نہ کرنا۔

جب اورنگ زیب کے مرنے کی خبر منعم خاں پاس لاہور میں آئی تو اُس نے ڈاک میں شاہ عالم  
کو یہ خبر بھیجی اور لکھا کہ جس قدر جلد ممکن ہو لاہور کی طرف بے خوف و خطر بغیر کسی تیاری کے سفر کرو  
یہاں لاہور میں توپ خانہ اور سامان تیار اُس کو ملے گا۔ اس دشمنہ وزیر نے بہت سے  
دریاؤں پر پل بندھوائے۔ جس کے سبب سے شاہ عالم کی سپاہ کو دریاؤں کے پار جانے میں  
ایک وز کا توقف نہیں ہوا۔ لاہور میں اُس کو بڑا توپ خانہ اور سامان اس کا تیار ملا۔ اُس نے

تمام سپاہ کی تختہ تقسیم کردی اور پہلی بھرتی کے سپاہیوں کو پیشگی تختہ دینے میں بہت روپیہ صرف کیا۔ شاہ عالم بہت جلد دہلی کے نواح میں آیا۔ اور منعم خاں ایک منتخب سپاہ کے ساتھ شہر میں داخل ہوا۔ محمد یار خاں جو شاہجہاں آباد کا حاکم تھا۔ وزیر کی بہادری سے اور شاہ عالم کے آنے سے ایسا خائف ہوا کہ اس کو اپنی سلامتی کے لئے کوئی چارہ سوا اس کے نہ تھا کہ وہ قلعہ کو چھوڑ دے اس نے قلعہ حوالہ کیا۔ جس میں اکبر کے عہد سے خزانہ جمع ہو رہا تھا۔ پھر منعم خاں شاہ عالم سے پہلے آگرہ میں گیا۔ باقی خاں قدیمی بادشاہی ملازم تھا اور یہاں قلعہ دار تھا اور اس نے عظیم الشان کو قلعہ کے حوالہ کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ جب اس کو یہ تحقیق ہو گیا کہ شاہ عالم نزدیک آگیا ہے تو پھر اس نے مقابلہ کرنا پسند نہیں کیا اور یہ اس نے پیش کیا کہ اگر منعم خاں اکیلا قلعہ میں آئے گا تو میں اس کو قلعہ حوالہ کر دوں گا۔ منعم خاں نے زرا اس کے کہنے پر بے اعتباری نہیں کی۔ خندق اور گرٹھ کے درمیان ایک کم عرض تختہ دھرا ہوا تھا جس پر سے ایک آدمی جاسکتا تھا اس پر سے قلعہ کے اندر گیا۔ بعد کھانا کھانے کے اس نے خزانہ پر مہر لگائیں اور قلعہ میں مختلف مقامات پر اپنے پہرے جمائے اور آدھی رات کو عظیم الشان سے ملنے گیا جس کا خیہ چھ کوس پر تھا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں ہے کہ شاہ عالم کو سلطنت نقطہ منعم خاں کی شجاعت اور فرزانگی اور حسن تدابیر سے ملی۔

بہادر شاہ بیمار تھا اس کے بستر سے جہاں دار شاہ عظیم الشان لگے بیٹھے تھے کہ عظیم الشان نے ایک خنجر میان سے نکالا اور اس کے لوہے اور جوہر کی تعریف کرنے لگا۔ جہاں دار شاہ یہ دیکھ کر ایسا بدحواس ہوا کہ بے تحاشا بھاگا خیہ کے دروازہ کی ٹکڑ سے پکڑی گری۔ جوتیاں بھولا۔ رستوں پر گر پڑا۔ نوکروں نے آنکر اس کا لباس درست کیا۔ بھاگا بھاگ اپنے خیمہ میں آیا اس بات کا چرچا نہیں میں پھیلا۔ امیر الامرا نے عظیم الشان پاس عنایت اللہ کو بھیجا اور اس سے پوچھا کہ میں آپ کے ایسے موقع پر کیا خدمات بجالاؤں۔ اس کا جواب ایسا نامعقول دیا کہ امیر الامرا اس سے ناراض ہو گیا۔ وہ پہلے بھی عظیم الشان سے اس سبب سے ناراض تھا کہ وہ اس پر خانخاناں و مہابت خاں کو ترجیح دیتا تھا۔ امیر الامرا نے قسم کھائی کہ میں تینوں بھائیوں کی مدد کر کے عظیم الشان کو تباہ کر دوں گا۔



اور سلطنت اور دولت کو اُس کے سواے اور بھائیوں میں تقسیم کر دینگا۔

مغز الدین جہاندار شاہ سب بیٹوں میں بڑا تھا۔ وہ خیف العقل اور عیش دوست تھا سلطنت کے کاموں کے کرنے میں اپنے اوپر تکلیف نہیں گوارا کرتا تھا اور نہ کسی امیر کو اپنا یا مرد دگر د خیر خواہ بنانے کی پروا کرتا تھا۔ اُس سے چھوٹا بیٹا عظیم شان تھا وہ مدبر اور خلیق تھا کہ لوگوں کا دل اُس کی طرف کھینچتا تھا۔ اورنگ زیب کی مدبرانہ حکمت تھی کہ وہ پوتوں پر بہت مہربانی اور شفقت کرتا تھا اور سلطنت کے معاملات عظیم اُن کے سپرد کرتا تھا۔ اُس کے بیٹے بادشاہی حاصل کرنے میں اولو العزمی کرتے تھے۔ اُس کا علاج اورنگ زیب نے یہ نکالا تھا کہ ان ہی کے گھروں میں اُن کا دشمن پیدا کر دیا تھا۔ بیدار بخت اپنے باپ اعظم شاہ کا رقیب اور عظیم الشان اپنے باپ شاہ عالم کا حریف تھا جس کو اورنگ زیب نے تین اضلاع بنگال و بہار اڑیسہ کا صوبہ مقرر کیا تھا جہاں سے وہ بہت سی دولت اور سپاہ لاکر باپ کے ساتھ جنگ میں شریک ہوا تھا۔ گو اُس نے لڑائی میں بڑی بڑی خدمات کیں تھیں مگر باپ اُس کو اپنا رقیب اور حریف ہی سمجھتا تھا۔ تیسرا بیٹا رفیع اُشان تھا جو باپ کے ہمراہ ہمیشہ رہتا تھا اور اُس کا بڑا لاڈلہ تھا۔ بڑا ذہین تھا۔ علوم و دینیہ میں مہارت رکھتا تھا۔ منشی تھا۔ فقہ خوب جانتا تھا۔ مگر وہ بھی عیش کا بندہ تھا موسیقی کا اور دربار کی شان و شکوہ کا بڑا شوقین تھا۔ نہ وہ سلطنت کے کاموں پر توجہ کرتا تھا نہ اپنے گھر کے انتظام پر۔ خجستہ اختر جہان شاہ سب میں چھوٹا بیٹا تھا۔ شاہ عالم کی تخت نشینی سے پہلے وہ معاملات ملکی پر بہت توجہ کرتا تھا۔ اور آخر کو تمام کاروبار و اختیارات سلطنت میں وہ بڑا دخل تھا۔ وہ منعم خاں سے بہت محبت اور تعلق رکھتا تھا۔

## ذکر سلطنت جہاندار شاہ بن بہادر شاہ بادشاہ

شاہ عالم بادشاہ کی وفات سے ایک ہفتہ کے بعد چاروں بھائیوں کے درمیان تقسیم ملک مال کے باب میں پیغام سل و رسائل شروع ہوئے۔

ذوالفقار خاں بہادر نے بحقیقت جہاندار شاہ کا طرفدار تھا۔ وہ چاروں بھائیوں میں سے ہر ایک کی طرف سے آمد و رفت کرتا تھا۔ جہان شاہ کے مقرروں نے مکرر یہ مصلحت بتلائی کہ ذوالفقار خاں کو اس آمد و رفت میں گرفتار کر کے قید کرنا چاہئے جس سے جہاندار شاہ کے پردہ بال شکستہ ہوں مگر جہان شاہ کو اس پر جرأت نہیں ہوئی۔ مخالفوں نے قابو پایا کہ جہان شاہ کے باروت و توپخانہ میں آگ لگا دی۔

اول یہ قرار پایا کہ دکن تو جہان شاہ کو ملے۔ ملتان، ٹھٹھہ و کشمیر رفیع الشان کو دیا جائے اور باقی اور صوبے ہندوستان کے عظیم الشان و جہاندار شاہ کے درمیاں آپس میں قسمت ہوں۔ مگر آخر کو ملک خزانہ کی تقسیم نہ ہوئی اور آپس میں نزاع ہو گئی۔ ان ایام آشوب میں میرزا صدر الدین محمد خاں صفوی بخشی عظیم الشان سے برگشتہ ہو کر جہان شاہ کے روبرو جاتا تھا کہ جہان شاہ کے لشکر کے آدمیوں نے غلط کمائی و بدظنی سے اس قدر اس کو مارا کہ وہ مر گیا۔ اس مابین میں رفیع الشان نے حکیم الملک پسر محمد محمد خاں سے جو اس کا ہمدم و ہم مصلحت تھا کسی تقصیر پر ایسا نفا ہوا کہ اسکو لشکر کے نقد و جواہر بے حرمتی کے ساتھ لے لئے۔

عظیم الشان نے کچھ تبدیل مکان کیا موضع بوڑانہ میں جو شہر سے تین چار کوس تھا آیا۔ اس کے لشکر کی ایک طرف راوی پشت پناہ تھا۔ لشکر کے دونوں طرف خندق کھودنے کا حکم دیا۔ دوسری طرف عظیم الشان کا لشکر اوترا ہوا تھا۔ وہ بہ سبب نظامت بنگالہ صاحب استطاعت تھا۔ اور باپ کے عہد میں مدار المہام صاحب دستخط بادشاہ تھا اور بہ سبب سلطنت اس کے تصرف میں تھا۔ اب تینوں بھائی سبب عدم استطاعت و قلت مقدور کے باہم شریک ہوئے۔ اور آپس میں عہود موافقت ہوئے کہ عظیم الشان پرستخ پانے کے بعد ملک کو برابر تقسیم کریں گے! اور ہر ایک اپنے اپنے ممالک متعلقہ پر فرماں روا ہو گا۔ چار پانچ روز تک تینوں بھائی گھوڑوں پر سوار ہو کر آدھ کوس سے عظیم الشان کے لشکر پر گئے اور بان مارتے اور عظیم الشان کے توپ خانے سے تینوں بھائیوں کے لشکروں میں گولے آتے اور گھوڑے اور آدمیوں کو ضائع کرتے۔ ۲۰ صفر کے قریب بلبل فضا



بجا اور لڑائی شروع ہوئی۔ عظیم الشان ایک ہاتھی پر سوار تھا وہ آدمیوں کی نظر وں غائب ہو گیا۔ بعض کا قول ہے کہ توپ کے گولہ سے اڑ گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جب اُس نے دیکھا کہ اُس کو ہالہ کی طرح گھیر لیا ہے اور افواج کے چاروں طرف سے جان بڑھنا ممکن نہیں ہے تو وہ دریا میں گر پڑا اور پھر اس کا کوئی نشان نہیں ظاہر ہوا۔

ایک بھائی مرا تین بھائی تھارے بجاتے ہوئے اپنے مکانات میں آئے۔ ایک سواستی ارا بے خزانے کے جن میں اسی ارا بے اشرفیوں کے اور سوار بے روپیوں سے بھرے ہوئے تھے مغز الدین جہان شاہ کو ہاتھ لگے۔ بھائی چاہتے تھے کہ برابر تقسیم ہوں۔ ذوالفقار خاں نے ثالث بنکر یہ فیصلہ کیا کہ پانچ حصوں میں تین حصے مغز الدین اور دو حصے دونوں بھائیوں کو دیئے جائیں۔ اسی سبب سے آپس میں نفاق ہوا۔

دوسرے روز مغز الدین اور جہان شاہ کے درمیان مصالحت کے پیغام سلام ہوئے مگر کچھ فائدہ اس سے نہیں ہوا آپس میں خونریزی پر آمادہ ہوئے۔ دونوں میں فوج کشی ہوئی۔ رفیع الشان کنارہ کش ہو کر دونوں بھائیوں کے جنگ کے نتیجہ کا منتظر رہا۔ ایک دفعہ جہان شاہ کے لشکر نے مغز الدین کے لشکر کا عرصہ تنگ کیا اور وہ اپنے معشوق دلرباے جانی لال کنور سے جدا ہوا اور دشمن کے غلبہ سے اینٹ کے پڑاؤں میں جا کر چھپا۔ جہاں شاہ کی فتح کا نعل ایسا مچا کہ بعض جگہ اُس کے نام کا خطبہ پڑھا گیا مگر اس اثناء میں ناگاہ جہاں شاہ کا بڑا بیٹا فرزندہ اختر کشتہ ہوا جس سے جہاں شاہ کو بڑا اضطراب ہوا۔ ہر چند دوستوں نے سمجھایا کہ اب غم غریب حسبِ نخواستہ ہوئی ہے مگر اُس نے کہا کہ میں فرزندہ اختر کے لئے سلطنت چاہتا تھا اب مجھے فتح و کار نہیں ہے۔ یہاں بھی وہی حال ہوا جو عظیم شاہ کا بیدار بخت کے مرنے پر ہوا تھا۔ وہ ہاتھی پر سوار ہوا۔ گولہ کے لگنے سے مارا گیا۔ فوج بھاگ گئی جہاں شاہ و فرزندہ اختر کی لاشوں کو باو شاہ پکس ذوالفقار خاں لایا اور خجستہ اختر زندہ مع چھوٹے بھائی کے گرفتار ہوا۔ مغز الدین کے صدائے شادیانہ فستح بلند ہوئی۔

رفیع الشان کا زمانہ

مغل الدین کا بادشاہ ہونا

رفیع الشان باوجود قلت سپاہ اور عدم استعداد کارزار پر متوجہ ہوا۔ کمال جرأت و جہاد کی داد دی اور کشتہ ہوا۔ مغل الدین نے بعد فتح کے بھائی کی نعش کو شاہجہاں آباد مقبرہ ہمایوں میں دفن کرنے کے لئے بھیج دیا۔ رفیع الشان کے تین بیٹے زخمی زندہ رہے۔ محمد ابراہیم و رفیع الدولہ رفیع الدرجات۔

مغل الدین ۲۰ محرم ۱۲۳۱ھ کو بھائیوں سے فارغ ہو کر باؤں برس کی عمر میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور جہاں دارشاہ اپنا خطاب رکھا۔ محمد کریم و شانہزادہ ہمایوں بخت کہ نو دس برس کے لڑکے تھے اور جہاں شاہ کے دونوں بیٹوں اور رفیع الشان کے بیٹوں کو شاہجہاں آباد کے قلعہ کو روانہ کیا۔ حکم دیا کہ رسم دل خاں والہ دردی خاں اور خلص خاں کے بندہ جدا کئے جائیں۔ اول دو کے ظلموں سے خلعت نالاں نخی مگر تیسرے کی تقصیر نہیں معلوم ہوئی کہ کیا تھی۔ حیات خاں وغیرہ اسیسٹوں کو بازو بخیہ نہ کرنے کا حکم دیا اور ان کے گھروں کو ضبط کر لیا۔ غلام الشان کے منقود الاثر ہونے کے بعد محمد کریم بھاگ کر کسی مفلس کے گھر میں جا کر چھپا تھا اس نے اپنی انگوٹھی بیچنے کے لئے بھیجی تھی اس کے سبب وہ گرفتار ہوا اور قتل ہوا۔

جہاں دارشاہ کے عہد نامہ پادشاہی فسق و فجور کی بنیاد پوری مستحکم ہوئی۔ توالوں اور کلاوتوں و ڈوم و ڈھاریوں کے گانے اور راگ کا بازار گرم ہوا۔ قریب تھا کہ قاضی تراز بہن او مفتی سیالہ نوش ہو۔

آصف الدولہ اسد خاں بہادر کو کالت کے عہدہ پر اور اس کے بیٹے ذوالفقار خاں کو وزارت کے عہدہ پر سرفراز کیا۔ اور وجہ اس کی یہ تھی کہ ذوالفقار خاں دہشمن فطرتی تھا اور سازشوں اور جوڑ توڑ کرنے کا استاد تھا۔ وہ اول ہی جہاں دارشاہ کے ساتھ ساری مہمات میں اس لئے شریک ہوتا تھا کہ وہ سب شانہزادوں میں زیادہ بے وقوف اور احمق تھا۔ سلطنت کی قابلیت نہیں رکھتا تھا۔ وہ اس کو سمجھتا تھا کہ میسر ہاتھ میں کٹ پتلی کی طرح رہے گا۔ جو پانچ نچاؤں کا نامچے گا۔ چنانچہ سارا اختیار سلطنت اسی کے ہاتھ میں تھا۔ اور وہ بادشاہ کی حقیقت



کچھ نہ سمجھتا تھا۔ اب بادشاہ لاہور سے دہلی میں آ گیا۔ اگر وہ ذوالفقار خاں کی رائے پر چلتا تو وہ مصائب نہ دیکھتا جو اُس کو پیش آئے۔ ایک کبھی لال کنور تھی پادشاہ اس کے عشق میں مر رہا تھا۔ اب اُس کو امتیاز محل کا خطاب عطا کیا۔ اور بادشاہانہ سواری کا سامان عنایت ہوا۔ لال کنور کے سگے بھائی خوش حال خاں کو صوبہ داری اکبر آباد اور منصب پنجہزاری سہ ہزار سوار مرحمت ہوا۔ اور اُس کے چچیرے بھائی لغمت خاں کو منصب عنایت ہوا۔ ذوالفقار خاں نے ان خطابوں کے اسناد و فرمان چند روز بعد نہ لکھے تو بادشاہ کی خدمت میں لال کنور نے ذوالفقار خاں کی شکایت کی۔ جہاں دارشاہ نے ذوالفقار خاں سے سبب پوچھا کہ برا در لال کنور کی اسناد و فرمان لکھنے میں تعویق کا سبب کیا ہے۔ بادشاہ کی خدمت میں ذوالفقار خاں گستاخ تھا اُس نے جواب دیا کہ ہم خانہ زاد رشوت سناں ہیں بغیر رشوت لینے کے ہم کسی کا کام نہیں کرتے۔ جہاں دارشاہ نے بکرا کر پوچھا کہ لال کنور سے کیا رشوت لو گے تو اُس نے عرض کیا ہزار طنبورے جن پر استادوں کی تقاضی کا کام کیا ہو۔ بادشاہ نے کہا طنبورے کیا کرو گے۔ ذوالفقار خاں نے کہا جب تو اُل صوبہ داری کا کام کریں تو ہم خانہ زاد بیٹھے کیا کریں طنبورے اور رہول ہی بجایا کریں بادشاہ نے ہنس کر اپنا حکم منسوخ کیا۔

عجب عجب حکایتیں مشہور ہیں معلوم نہیں سچ یا جھوٹ۔ ایک کچن کا قبسال چمکا وہ لال کنور کی دوکانہ مشہور تھی اس کا نام زہرہ تھا اُس کی سواری میں سوار اور پیادے چلنے لگے ایک دن کا اتفاق ہے کہ زہرہ اور چین قلیج خاں کی سواریاں آمنے سامنے آئیں چین قلیج خاں نے اپنے آدمیوں سے کہا کہ سواری موڑ کر اور طرف زہرہ کے آدمیوں سے بچ کر چلو مگر زہرہ کے آدمیوں نے اُس کے ہمراہیوں کو ایسا گھیرا کہ وہ کسی اور طرف سے نہ جاسکے۔ اس پر یہ اور طرہ ہوا جب چین قلیج خاں کے ہاتھی کے برابر زہرہ کا ہاتھی آیا تو وہ پردہ اٹھا کر پوچھنے لگی کہ چین قلیج خاں پسہ کور توئی۔ اس کہنے پر چین قلیج خاں کو ایسا غصہ آیا کہ اُس نے زہرہ کی اور اُس کے ساتھ کے آدمیوں کی خوب گھس پٹی کی۔ بعد اس کے یہ خیال ہوا کہ بادشاہ

خفیف لعقل ہے کہیں اس عورت کے بہکانے میں آن کر مجھ سے زیادہ ملال نہ پیدا کرے جس سے وہ انتقام کے دریے ہو۔ اس خیال سے وہ ذوالفقار خاں پاس بھی گیا اس نے صین قلیج خاں کے آنسو پونچھے اور اس کا مدد و معاون ہوا۔ ایک اور یہ معاملہ ہوا کہ خوش حال خاں نے کسی بھلے مانس کی بیٹی کو زبردستی بلانے کا ارادہ کیا۔ اس بھلے مانس نے نالش کی۔ ذوالفقار خاں نے خوش حال خاں کو خوب پٹوایا اور سلیم گدہ کے قلعہ میں قید کر دیا۔

اس بادشاہ کی ایک اور حکایت شہر بشہر نقل مجلس ہوئی کہ بادشاہ اکثر اوقات اپنی معشوقہ ہدم کے ساتھ رات کو رتھ میں سوار ہوتا چند خواصوں کو لے کر سیر و تفریح کے لئے بازار اور خرابات خانوں میں تشریف لے جاتا۔ ایک رات کو دونوں ہدم جانی سوار ہوئے اور دونوں نے اس قدر شراب پی کر بالکل بدست ہو کر دولت خانہ بادشاہی کے دروازہ پر آئے لال کنور سی بیہوش باختمی تھی کہ اترنے کے وقت اصلاً بادشاہ کی طرف متوجہ نہ ہوئی۔ بیہوش اپنے بستر پر چلی گئی۔ شراب کے نشہ میں سو گئی۔ بادشاہ کو بھی اپنے حال کی خبر نہ تھی رتھ میں بیہوش پڑا رہا۔ رتھ بان رتھ کو اپنے مکان میں لے گیا اور اس کو کھول دیا۔ صبح کو جب بادشاہ کی خواصوں نے لال کنور کو پاس بادشاہ کو نہ دیکھا اور لال کنور کو خبر ہوئی کہ بادشاہ معلوم نہیں کہاں ہے تو وہ بڑی سرسیم ہوئی روئے پیٹنے لگی اور بادشاہ کی ڈھونڈ مچی تو بادشاہ سلامت رتھ میں بے اور بہت افعال اس نے ایسے کئے کہ اُن کے لکھنے سے بھی شرم آتی ہے۔

صوبہ دکن میں ذوالفقار خاں کا نائب داؤد خاں مینی بہاؤ اور ذوالفقار خاں کا دیوان با اختیار سبھا چند تھا۔ ان دونوں کے سبب سے کوئی لکھتا ہے کہ انتظام رہا۔ خانی خاں لکھتا ہے کہ نائب کے ظلم سے اور دیوان کی ہرزہ گوئی سے جو اس کی تکیہ کلام تھی خلعت بچ و بچ و تاب میں رہتی تھی۔

جب اورنگ زیب نے پوتے عظیم الشان کو اپنے پاس بلایا ہے تو اس نے اپنے بیٹے فتح سیر کو بنگالہ میں اپنا نائب مقرر کیا۔ اثنائے راہ میں داؤد کے مرنے کی خبر سنی تو وہ باپ کے

فتح سیر کو بنگالہ میں



ساتھ اگر وہ میں لڑ کر فتحیاب ہوا۔ دکن میں باپ کے ساتھ کام بخش سے لڑنے گیا۔ پھر باپ کے ساتھ عظیم الشان لاہور میں آیا۔ اس عرصہ میں فرخ سیرانی جگہ سے نہیں ہلا۔ جب لاہور سے اُس کے دادا بہادر شاہ نے بلایا اور بنگالہ میں اُس کی جگہ عزالدہ ولد خاں جہان بہادر کو محنت ہوئی تو فرخ بنگالہ سے کوچ کر کے عظیم آباد میں بعض وجوہ کے سبب اُس کو سفر کرنا شاق تھا۔ بڑنگال کا اور اپنی بیوی کے وضع حمل کا بہانہ کر کے عظیم آباد میں رہا۔ یا اس سبب نہیں گیا کہ باپ اُس کے بھائیوں احمد اکرم و محمد ہمایوں کی نسبت اُس کی قدر کم کرتا تھا بعض مورخ لکھتے ہیں کہ بہاؤ الدین نے جعفر خاں صوبہ دار بنگالہ کو لکھا تھا کہ فرخ سیر کو گرفتار کر کے بھیج دے اس کو وہ راج محل سے عظیم آباد میں آگیا۔ یہاں بعض ریاضی داں درویشوں اور محمد فریغ منجم نے اُس کو یہ مژدہ سنایا کہ وہ اس سرزمین میں بادشاہ ہوگا۔ اس لئے بھی وہ اس بلدہ میں زیادہ ٹھہرا۔ ان ہی دنوں میں دادا کے مرنے کی خبر آئی تو پہلے اس سے کہ باپ اور چچاؤں میں سلطنت کا مقدمہ فیصل ہوا اپنے باپ کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور سکھ چلویا۔ اور باپ پاس جانے کے لئے بعض اپنے مقربوں سے مشورہ کیا تو مشائخ و محمد رفیع منجم مانع ہوئے کہ یہ حرکت نہ کرنا جب تک اپنے نام کا خطبہ دسک نہ جاری کرنا اس سرزمین سے حرکت کرنا مناسب دولت نہیں ہے صوبہ بہار میں عظیم الشان کی طرف سے سید حسین علی خاں نائب تھا اور وہ اس صوبہ کے بعض پرگنات کے مقررین کی سرزنش میں مصروف تھا اس خبر کے سننے سے کہ فرخ سیر نے باپ کے نام کا سکھ اور خطبہ جاری کیا تو فرخ سیر کی نفرت میں جب تک اور بھائیوں کے مغلوب ہونے کی خبر پہنچنے مضائقہ کیا۔ اس بات سے فرخ سیر کو دوسو سہ عظیم ہوا۔ بہار میں سید مذکور کا تسلط بالکل تھا خطوط معذرت امیر اور پیغام محبت انگیز سید حسین جیلخاں پکس بھیجے اور والدہ فرخ سیر نے حسین علی خاں کو اپنے پاس بلایا۔ اور ماں بیٹوں نے بڑی منت سماجت کی۔ اور دونوں نے سخت قہس کھا کر عہد و پیمان کیا کہ اگر فرخ سیر بادشاہ ہوگا تو حسین علی خاں مدارالمہام ہوگا۔

بعض مؤرخ لکھتے ہیں کہ فرخ سیر کی بیٹی نے بھی سید کی گود میں بیٹھ کر باپ کی اعانت کے لئے

منت سماجت کی۔ ان دونوں میں غلیم شان دہان شاہ بہادر و رفیع الشان کے جہاندار شاہ کے ہاتھ سے مارے جانے کی خبر فرخ سیر پکس آئی حسین علی خاں کا سگا بھائی سید عبداللہ خاں الہ آباد میں متقل صوبہ دار تھا۔ جو عہود و موافقت ہوئے تھے وہ سید حسین علی خاں نے اپنے بھائی کو لکھے عبداللہ خاں نے اول اول طرف ثانی کے غلبہ پر نظر کر کے چند در چند اندیشے کر کے اس بات کے قبول کرنے میں تامل کیا۔ اور بھائی کو بھی سمجھایا کہ آپ رفاقت کی غرمت کو فرسخ کیجئے۔ لیکن حسین علی خاں اپنے عہد سے برگشتہ نہ ہوا اور جواب میں لکھا ہے

ہر چہ بادا بادا کشتی در آب اند تسم  
جب عبداللہ خاں نے بھائی کا یہ اصرار دیکھا تو برا درشتی کی محبت کے سبب فرخ سیر کے ساتھ ہوا۔ جب ان دونوں بھائیوں نے فرخ سیر کی رفاقت کے لئے کمر باندھی تو اس غم غلیم کی استعداد مواد کے لئے وہ دل سے مستعد ہوئے۔ جو امتداد و ہم سے بھرا ہوا تھا۔ فرخ سیر کے مقربوں نے اس نیت کے مطابق عمل کیا ہے

دو دل یک شود بشکند کوہ را  
پراگندگی آرد انہو را

دونوں بھائیوں کی بہادری اور شجاعت کے سبب فرخ سیر کو اطمینان ہوا۔ اور احمد بیگ کو کہ معز الدین جہاندار شاہ نے فرخ سیر کی طرف رجوع کی۔ اس کا سبب یہ تھا کہ جہاندار شاہ نے کوکل تاش خاں کو بہت بڑھا دیا تھا عام خاں کہ غلیم الشان کے جاں نثاروں میں تھا وہ محرک ہوا کہ فرخ سیر غلیم آباد سے شاہجہاں آباد کی طرف چلے۔ جب جہاندار شاہ کو فرخ سیر کے ساتھ سادات باہر کے متفق ہونے کی خبر پہنچی تو اسی سال کے ربیع الثانی میں وہ لاہور سے دارالخلافہ میں آیا۔ حاجی محمد خاں جو منعم خاں بہادر شاہی کا آوردہ تھا اور شجاعت بھی کچھ رکھتا تھا اس کو الہ آباد کا صوبہ دار مقرر کیا اور سید عبدالغفار کو کہ شجاع نامور تھا اس کا نائب قرار دیا اور الہ آباد میں متعین کیا۔

سید عبدالغفار نے ایک دو صاحب فوج زمینداروں کو اپنے ساتھ رفیق کیا اور آٹھ سات ہزار

جہاندار خاں اور سید عبدالغفار خاں کا حجامیہ اور سادات باہر سے سید عبدالغفار کی شرکت



سوار اور چار ہزار پیادے ہمراہ لے کر صوبہ الہ آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ جب وہ تقصیر کر کے مانگ پور کے پاس آیا تو عبداللہ خاں نے اپنے بخشی ابوالحسن خاں کو چار ہزار سوار اور تین ہزار پیادوں کے ساتھ اس کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ مہارے عالم کے نزدیک جو دو تین کروہ پر کڑھ سے ہے دونوں لشکر اترے۔ چند روز سوال جواب میں گزرے جہاں دلی کے آخر میں عبداللہ خاں کے بہائی سیف الدین علی خاں و سراج الدین علی خاں و نجم الدین علی خاں و رتن چند دیوان تین چار سو تازہ دم سواروں کے ساتھ ابوالحسن کے ساتھ متفق ہوئے اور سید عبدالغفار کے حملہ مردانہ سے سادات بارہ کا باوجود شجاعت کے ایسا عرصہ تنگ ہوا کہ قریب تھا کہ ابوالحسن خاں کی فوج کے پیرکھڑ جائیں اور لشکر کو ہزیمت ہو جائے۔ لیکن عبداللہ خاں کے تینوں بہائیوں اور ابوالحسن و رتن چند نے جان سے ہاتھ دھو کر میدان میں پیر جایا۔ سید عبدالغفار خاں نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ سراج الدین خاں ایک جماعت کے ساتھ مارا گیا بعض کہتے ہیں کہ توپ خانہ کا دھواں ایسا گھرا کہ لڑائی میں ایک دوسرے کی صورت مطلقاً نہیں معلوم ہوتی تھی۔ کہتے ہیں کہ گرد اور باد تندہی چلی کہ دوست و دشمن معلوم نہ ہوتی تھے غرض اسی حالت میں سید عبدالغفار کے کشتہ ہونے کی جوئی خبر دونوں لشکروں میں اڑ گئی اس کے لشکر کے آدمیوں نے کچھ تحقیق نہ کیا اور بہاگ گئے۔ ہر چند عبدالغفار نے غل جھپاکہ لے حق ناشناسو! میں زندہ ہوں مجھے تمنا چھوڑ کر کہاں جاتے ہو مگر کسی نے نہ سنا نہ کوئی اٹھا آیا۔ ناچا! سید عبدالغفار خاں نے تنگ فرار کو اختیار کیا اور شاہجاں پور میں چلا گیا۔ لشکر سادات بارہ میں شادیانہ فتح بلند آوازہ ہوا جب یہ خبر مغز الدین جہاں ارشاہ کو پہنچی تو اس نے ارکان سلطنت سے استعواب کر کے عبداللہ خاں کے چار ہزار منصب پروردہ ہزاری کا اضافہ کر کے صوبہ الہ آباد کی صوبہ داری پر فرمان بجالی مع خلعت بھیج دیا۔

مہربند خاں فوجدار کڑھ دس لاکھ روپیہ جمع کر کے جہاں ارشاہ پاس آیا اور مورد آفرین ہوا۔ احمد آباد کی صوبہ داری پر مقرر ہوا اور احمد آباد کا صوبہ دار امانت خاں لاوہ کا صوبہ دار مقرر ہوا۔ امانت خاں آجین میں آیا۔ انقلاب سلطنت کے فساد سے آجین کو اسلام خاں عرف رتن سنگھ دبا بیٹھا تھا۔ ذوالفقار خاں

امانت خاں صوبہ دار لاوہ اور اسلام خاں عرف رتن سنگھ کی لڑائی

نے راجہ کو لکھ کر بھیجا کہ امانت خاں کو عمل دخل نہ دویا راجہ نے ایسا نوشتہ معجلی بنالیا تھا یا زیادہ  
 سرے سے راجہ نے امانت خاں کو دخل نہ دیا۔ گفتگو کی نوبت فوج کشی پر پہنچی۔ امانت خاں نے  
 رحیم بیگ کو سارنگ پور میں بھیجا تھا کہ دلیر خاں افغان اور راجہ نے چار پانچ ہزار سوار لیکر اٹھادیا اور  
 تھانہ میں بہت آدمیوں کو مارا بعض کو اسیر کیا۔ امانت خاں یہ خبر سن کر سوار ہوا اُس کے پاس کل  
 تین ہزار سوار تھے جن میں سے چار پانچ سو تھانہ میں مارے گئے تھے وہ اس فوج کے ساتھ جدید اسلام  
 سے لڑنے آیا۔ وہ باوجود اسلام کے قبول کرنے کے ایسا متعصب ہندو تھا کہ مسلمانوں کو مالی اور  
 جانی ضرر زیادہ ایام کفر سے پہنچاتا تھا۔ اس کے پاس دو بڑے سردار دولت محمد رہیلہ اور دلیر خاں تھے  
 نالہ سارنگ پور پر کہ اجین سے چار پانچ منزل ہے اسلام خاں کا لشکر آیا اور امانت خاں سے  
 لڑائی شروع ہوئی اور تیر اندازی اور برق اندازی سے ایک قیامت برپا ہوئی۔ آخر کار راجہ گولہ  
 سے مارا گیا۔ اس کے لشکر کو شکست ہوئی۔ ہاتھی گھوڑے بے شمار اور نیچے با تحلف اور زر وافر امانت  
 خاں کی سرکام میں داخل ہوا۔ اور سارے لشکر نے تاخت و تاراج سے ذخیرے جمع کئے پھر امانت خاں  
 رام پورہ میں جہاں اسلام خاں کا وطن تھا گیا تو اُس کی بیوہ رانیوں نے عرض کیا کہ راجہ نے اپنے  
 کئے کو پایا۔ ہم بواؤں سے لڑنا بزرگوں کے طریقہ کے خلاف ہے۔ بعد ازاں جہاں دارشاہ نے  
 امانت خاں کو بدستور سابق احمد آباد میں صوبہ دار کر دیا جس کا سبب معلوم نہیں۔

محمد فرخ سیر شاہجہاں آباد کی طرف کمال بے استعدادی کے ساتھ چلا اُسکے ساتھ سید عبداللہ  
 خاں سید حسین علی خاں وصف شکن خاں نائب اولیہ و احمد بیگ خواجہ خان وغیرہ تھے جنکی  
 ساری فوجیں لکھتیس ہزار سوار اور پیادوں سے زیادہ نہ تھیں خرچ کی ایسی تنگی تھی کہ عظیم آباد کے  
 سوداگروں سے تین لاکھ روپیہ کی جنس قرض لی تھی۔ اسی اثنا میں بچتر لاکھ روپیہ اطراف  
 بنگالہ سے فرخ سیر کے ہاتھ لگ گیا جب جہاں دارشاہ نے سنا کہ فرخ سیر عظیم آباد سے چلا ہی تو  
 اُس نے اپنے بڑے بیٹے غریز الدین کو پچاس ہزار سوار و پیادہ اور ثنائیہ توپ خانہ کے ساتھ  
 فرخ سیر سے لڑنے کے لئے بھیجا خواجہ حسن خاں نمبرہ کو کلثا شش کو پنج ہزاری سے ہفت

فرخ سیر کا سفر



ہزاری بنا کے خان دوران خاں کا خطاب دیا اور بادشاہ زادہ اور تمام فرج اور توپ خانہ کا اختیار  
اُس کو دیا۔ اگرچہ ذوالفقار خاں شاہ زادہ کی تنگ جھولگی و عدم تجربہ و سوسہ مزاجی و افسردہ خاطر پر  
اور خواجہ حسن خاں کے حسب نسب و سلوک و درشت خوئی پر مطلع تھا۔ اُس نے بادشاہ زادہ کے  
ساتھ خواجہ کے بھیجے کو راسے سلیم کے خلاف جان کر بادشاہ سے عرض کیا لیکن اس سبب سے کہ  
کوکل تاش خاں اور ذوالفقار خاں میں ہم چشتی کی عداوت اس وجہ پر پھنچی تھی کہ کسی بات اور  
مصلحت میں اُن کی رایوں میں اتفاق نہ ہوتا تھا اور بادشاہ کا ایمان تھا کہ وہ کوکل تاش خاں اور  
لال کنور کی خاطر داری کرے اس لئے وہ ذوالفقار خاں کی کچھ نہ سنتا تھا۔ قلعہ خاں بہادر خاں  
الصدق غازی الدین خاں بہادر فیروز جنگ جو شجاعت کا رطبہ و راسے صاحب اکثر کمالات  
انسانی میں نادر العصر تھا اور بہادر شاہ کے عہد میں بادشاہ کی دلوں پروری اور بے خبری کے  
سبب سے ترک منصب کر کے گوشہ نشین ہوا تھا بہت فاضل مصلحت کار فرما یوں نے اُس کی ایما  
کر کے منصب پنہاری کا اُس کو دیا اور شاہ زادہ کی ملک کے لئے مامور ہوا۔ وہ بسبب عدم تجربہ  
سفر شاہ زادہ کے ساتھ نہ جاسکا مگر پیچھے آیا جب وہ اکبر آباد میں آیا تو اُس نے سنا کہ سرداروں  
کی ناموفقت کے سبب سے شاہ زادہ کے لشکر کا حال اتر ہو رہا ہے۔ اُس نے یہ مصلحت جانا  
کہ اکبر آباد میں چند روز توقف کرے اور دیکھے کہ کیا ظہور میں آتا ہے۔ اس طرف عبداللہ خاں  
وحسین علی خاں کے ساتھ فرخ سیر کوچ بلوچ چلا آتا تھا۔ چھبیلہ رام ناگر کہ کوڑہ و کرڑہ کا فوجدار  
تھا اپنے تعلقہ کے پرگنات کا خزانہ لے کر بادشاہ زادہ کی خدمت میں آیا مگر جب اُس نے  
دیکھا کہ شاہ زادہ بے اختیار ہے اور خان دوران خاں بالکل مختار ہے تو وہ خزانہ سمیت محمد  
فرخ سیر پاس چلا گیا جب اغر الدین قصبہ کچھوہ کے پاس قریب آیا اور اُس نے ہنا کہ فرخ سیر تین  
منزل پر ہے تو اُس نے نہیں اقامت کی اور لشکر کے گرد خندق عمیق کھدوانے کی تیاری کی۔ اس  
خبر کے سنتے سے فوج حریف لیر ہوئی اور پہلے سے زیادہ جلد چلنے لگی۔ ۲۸ جمادی الاول کو خندق  
سے دو کرڑہ پر فرخ سیر پیش خانہ کے جھنڈے نصب ہوئے سید عبداللہ خاں اطراف کے ویران ہا کی دیوار و چتر

باندھ کے ایک پردن سے تین پہرات تک غزالدین کی فوج پر گولہ اندازی کی۔ ۲۹ ماہ مذکور شاہزادہ بجائے اس کے کہ لڑتا حسن خان خان و دان خان سے مشورہ کر کے جس قدر جو اس پر اور شرفیاں اٹھاسکا لے کر اور سارے کارخانہ جات بادشاہی کو چھوڑ کر ایک پہرات ہے بھاگ گیا اور لشکر میں ایسا تزلزل پڑا کہ لشکر کے عمدہ سرداروں کو مایحتاج کے اٹھانے کی بھی فرصت نہ ملی۔ ایک روایت یہ ہے کہ شاہزادہ نے بدول وافر دھڑے خاطر ہو کر یہ حرکت اس لئے کی کہ جہان دار شاہ اپنی معشوقہ و مشکوٰۃ لال کنور کے اغوا سے اس کے ساتھ جو زوجہ اولیٰ کے لپٹن سے تھا بدسلوکی کرتا تھا اور خان و دان خان کا اس میں صاحب ارہونا اور اس کے ساتھ بید باغی کرنا ناگوار تھا۔ فرخ سیر کا لشکر جو بے طعمہ باز کی طرح شکار کا انتظار کر رہا تھا۔ شاہزادہ کے بھاگنے کی خبر سننے ہی سامان لشکر کے لوٹنے کے لئے دوڑا۔ اور بہت مال اور اسباب اس کے ہاتھ آیا۔ جو جماعت فقر و فاقہ کی آگست جلتی تھی اسے ہنس کے ذخیرے وافر جمع کر لے اور شاہزادہ غزالدین کمال سرسبکی سے اکبر آباد گیا۔ لشکر فرخ سیر میں مبارکی کی صدائیمہ خیمہ تال اور مردانگے ساتھ بلند ہوئی۔ قلیچ خان نے کہ کہا شاہزادہ کو جہان دار شاہ کے آنے تک اکبر آباد میں ٹھہرنا مصلحت ہے۔ جہان دار شاہ - ۱۷۱۱ء حادی الاول کو شاہجہان آباد میں داخل ہو کر فرخ سیر کا منتظر تھا۔ جب اس کے شکست کی خبر سنی تو اس کی عقل و ہوش جو عشق کے تاراج سے بچے تھے وہ بھی جاتے ہے۔ نتیجہ اسباب جنگ میں مشغول ہوا۔ وسط ذیقعد ۱۱۲۳ھ میں شاہجہان سے چلا۔ ذوالفقار کی سپاہ میں ہزار سے کچھ زیادہ تھی کوکلتاش کے پچیس ہزار سوار تھے۔ مجموعہ کل سپاہ کا اتنی ہزار سوار اور ایک لاکھ سپاہ کے قریب تھا۔ لشکر کوچ کوچ فرخ سیر کے مقابلہ کے لئے سموگڈہ میں اکبر آباد کے متصل آیا۔ اس طرف سے فرخ سیر دو سو سالار بارہ اور امرا کے ہمراہ اپنی جمیع کے ساتھ کہ افواج جہاندار شاہ کے سوم حصہ کی برابر تھی۔ کمال بے سامانی کے ساتھ دوزر کی مسافت ایک وزیں طے کر کے جمنائے اس طرف لشکر جہاندار شاہ کے مقابل اترے عبداللہ خان نے آخر شب یازدہم دی بجھ کر ایسے ممبر کی تحقیق کر کے جس کا پانی قد آدم سے کم تھا سرے روز یہاں سے جو شاہجہان آباد کی طرف اکبر آباد سے چار کوس پر واقع ہے عبور کیا۔ اور جہاندار شاہ کی فوج کے



عقب میں فروکش ہوا۔ اور تین پہر بعد فرخ میر بھی اس مجر سے گزرا اور حسن علی خاں اور حبیبیہ رام ناگر کہ جہاں ارشاہ کی فوج کے اندر راہ کے لئے بطریق چنداول دریا کے اس طرف تھا دل جمعی کے ساتھ شبانہ روز میں ساری سپاہ کے ساتھ اُترا۔ جہاں ارشاہ کے سرداروں کو اس وقت اس باجرے سے اطلاع ہوئی کہ مخالف کی فوج ناگاہ عقب سے نمودار ہوئی۔ اس لئے اُس نے جو پہلے مورچہ چال باندھے تھے وہ بیکار ہوئے اب اسے پشت کی طرف توجہ کرنی پڑی۔ اور از سر نو افواج کی ترتیب اور توپ خانہ کے آگے لے جانے کا اہتمام کرنا پڑا۔ مگر اس کا کچھ عرصہ نہ گزرا کہ کھٹکشاں نے کونہ ملی۔ کوکھٹکشاں نے محمد راجی خاں و ہلہام خاں جانی خاں و محمد امین خاں و اعتماد اللہ و لکھنچ خاں جانی خاں و غیرہ زمین میں اور ذوالفقار خاں و عبدالصمد خاں اور ایک درجاعت میسر میں قائم ہوئی۔ روز چار شنبہ ذی الحجہ ۱۲۳۳ھ کو ایک پہر دو گھنٹہ کی دن ہے اول سید عبداللہ خاں نے جہاں ارشاہ کی فوج پر حملہ کیا اور جہاں ارشاہ کی طرف سے بھی ایک فوج نام آدوں کی جماعت کے ساتھ مقابل ہوئی۔ سخت جنگ ہوئی نصف شنگ خاں جو فیل پر حسین علی خاں کے ساتھ بیٹھا تھا اور فتح علی خاں اور غلام علی خاں نے سپر ہاد خاں و ہلہام و میر شرف خاں برادر میر شرف علی خاں بہت بہادروں کے ساتھ کام آئے۔ جہاں ارشاہ کی طرف جانی خاں شاہجانی و مختار خاں ایک جمع کثیر کے ساتھ جانی خاں ہوئے۔ جب حسین علی خاں نے عرصہ کارزار کو اپنے اوپر تنگ دیکھا تو ہندوستان کے مہوروں کی طرح ہاتھی سے کودا اور سادات بارہ کی ایک جماعت نے کرستی کی اور زخمی کاری اٹھا کر حالت غش میں معرکہ میں زمین پر گرا۔ جہاں ارشاہ کے ہاں مستح کا شاہدیانہ سجا اس ضمن میں عبداللہ خاں ایک پشتہ پر چڑھا کہ جہاں ارشاہ کی فوج پر مشرف تھا اور ایک تیر تیرا بے فاصلہ پر تھا اُس نے دیکھا کہ جہاں ارشاہ اپنی عقب سپاہ سے غافل ہے۔ سادات بارہ جلو زیر ہو کر جہاں ارشاہ کی زانہ سواروں کے ہاتھوں کی طرف دوڑے اور ایک آشوب شینوں وہاں پیدا ہوا جہاں ارشاہ خبر کی تحقیق ہی میں تھا کہ لال کنور اور لغہ سرایوں و خواہہ سرایوں کے ہاتھی تیر ہاں کے صدمہ سے جوش و خروش سے ناپنے لگے اور دفعتاً جان کے خوف سے جگہ کو خالی کیا۔ جہاں ارشاہ نے ہر چند چاہا کہ دشمن کے مقابل ہو مگر اُس کی سواری کا ہاتھی لال کنور کے ہاتھوں کی طرح شونی

اضطراب کرنے لگا اور فیلیب انوں کے اختیاریں نہ رہا۔ اسی اثناء میں عبداللہ خاں کے متفرق آدمیوں  
 نے وہاں بائیں طرف سے کچھ کچھ ملنا شروع کیا جس سے تقویت ہوئی اور اس مدد غیبی سے بہادریوں  
 نے قدم جرات آگے رکھا۔ اور اس سبب سے جہان دار شاہی لشکر میں اکثر آدمیوں کا پانوں ایسا اکھڑا  
 کہ پھر نہ جہاں دار شاہ اس طرح پریشان ہو گئے جیسے کہ ہوا سے بادل ہوتے ہیں۔ اس حال میں کوکلتاش خاں  
 نے چاہا کہ جہان دار شاہ پاس جائے۔ اس ضمن میں علی صغریٰ خاں و چھبیلہ رام ناگر جو کین گاہ میں بیٹھے  
 تھے بہمیت مجموعی کوکلتاش پر ڈوٹے اور سر راہ ان کو روکا اور زخمی کر کے اس کو مار ڈالا۔ رضا قلی  
 خاں میر آتش اس جنگ میں کوکلتاش کے ہم غنائ تھا وہ بھی مارا گیا۔ غلام خاں برادر کوکلتاش زخمی ہو کر  
 جہان دار شاہ پاس گیا مگر کام ہاتھ سے جا چکا تھا کچھ فائدہ نہ ہوا یہاں تک کہ جہاں دار شاہ کا ایسا  
 قافیہ تنگ ہوا کہ خود فیلیب زمانہ کی عماری میں بیٹھا۔ اور جب آفتاب میں زردی آگئی تو اکبر آباد کی راہ  
 لی۔ ذوالفقار خاں میدان جنگ میں ایک پہر تک لڑتا رہا۔ آدمیوں کو جہاں دار شاہ اور اس کے  
 بیٹے اغا الدین کی جستجو کے لئے آدمی بھیجا اور اس کو انعام دینے کا وعدہ کیا۔ اس کا ارادہ یہ تھا  
 کہ پیر اور سپر میں سے ایک ہاتھ آجائے تو بہادری کر کے دشمن کے صفوف مقابل کو پرے ہٹا دے  
 لیکن اس کو نہ شاہ ملا نہ شاہزادہ۔ ناچار آخر کار مجبور ہو کر اکبر آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ کہتے ہیں  
 فرخ سیر نے جب ذوالفقار خاں کا استقلال یہ دیکھا تو وہ گھبرایا اور اس کو پیغام بھیجا کہ سلطنت  
 کا دعوے دار تو بھاگ گیا۔ اب تم کو کیا دعویٰ ہے۔ اگر سلطنت کا دعویٰ رکھتے ہو تو یہ ایک او  
 بات ہے لیکن اگر کسی کو بادشاہ چاہتے ہو۔ جہاں دار شاہ نہ ہوا تو فرخ سیر ہوا۔ ذوالفقار نے جب  
 یہ پیغام سنا اور بادشاہ اور اس کے بیٹے کا پتا نہ لگا تو میدان جنگ کو چھوڑ دیا۔ اس کے بعد  
 فرخ سیر کے لشکر میں فتح کے شادیاں نہ بننے لگے عبداللہ خاں کے آدمی لاشوں کے درمیان  
 حسین علی خاں کی تلاش میں گئے۔ وہ زخموں میں چور چور سچوں کی دست اندازی سے ننگا  
 غش میں پڑا تھا مگر جب اس کے کان میں فرخ سیر کی فتح کی آواز اٹھئی تو اس مردہ سے وہ مردہ  
 زندہ ہو گیا۔ اس کو اٹھا کے بھاگی پاس لائے۔ جہاں دار شاہ نے رات اکبر آباد میں بسر کی اور



تغیر بہایت کر کے آخر شب میں مستورات کی سواریوں کے ساتھ شاہجہان آباد روانہ ہوا اور اس کے ایک پہر پیچھے ذوالفقار خاں بھی دارالخلافہ میں آیا۔ جہاں ارشاد سیدھا آصف الدولہ اسد خاں پاس گیا اور معاونت و مصلحت کا مطالبہ ہوا۔ ذوالفقار خاں نے بھی باپے التماس کی کہ جہاں دار شاہ کو کابل یا دکن کی طرف لیجائے اور پھر لشکر جمع کر کے تلافی کیجے۔ اسد خاں جہاں دیدہ اور اور تجربہ کار اور مدبران روزگار کا سردار تھا اُس نے کہا کہ سپاہ اور توپ خانہ کی گرد آوری خزانہ کی امداد بغیر نہیں ہو سکتی اور خزانہ سے ایک مہینہ کا خرچ وصول ہونا دشوار ہے۔ اس لئے سوائے شورش فتنہ و خرابی خلق و خون ریزی سپاہ کے کوئی نتیجہ نہ ہوگا۔ اب از جوئے رفتہ باز آمدن امریت معتذر الوقوع۔ بیٹے کی اس غریمت کا مانع ہوا اور اُس نے کہا کہ اولاد تمہور یہ میں سے جو شخص تخت فرما دوائی پر قدم رکھے ہم پر اُس کی اطاعت واجب ہے۔ اگرچہ اس معنی کا حسن عقل سلیم و رائے صحیح پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اسد خاں کو بیٹے کا اس حرکت سے باز رکھنا سب طے مستحسن الوجہ تھا۔ لیکن آل کار سے وہ واقف نہ تھا کہ قضا نے اُس کو غافل کیا۔ آصف خاں نے جہاں ارشاد کو قلعہ میں نظر بند کیا۔

## ذکر سلطنت محمد فرخ سیر

۳ رجب ۹۵۰ھ کو فرخ سیر پیدا ہوا۔ جب بہادر شاہ نے اپنے بیٹے عظیم الشان کو صوبہ بنگالہ سے طلب کیا تو عظیم الشان نے اپنے بیٹے فرخ سیر کو بنگالہ میں نائب مقرر کیا اور خود باپ پاس گیا اور اُس کے ساتھ ہو کر اعظم شاہ سے لڑا اور اُس کو مارا۔ بہادر شاہ ہندوستان کا بادشاہ ہوا۔ جب ۱۰ سالہ جہاں میں بہادر شاہ لاہور میں تھا اور صوبہ بنگالہ میں اغرا الدولہ خان خانان صوبہ دار مقرر ہوا تو فرخ سیر حضور میں طلب ہوا اور ۲۸ سال کی عمر میں صوبہ بہار میں آیا اور یہاں جس سبب سے مقیم ہوا وہ ہم نے اوپر بیان کر دیا۔

ان ہی ایام میں محمد رضا خاں مخاطب بہ رعایت خاں جو بہادر شاہ بادشاہ کے منصوبوں میں تھا اُس نے دکن سے صوبجات مشرقی میں آن کر قلعہ اری رہتاس کا ایک جلی فرمان بنایا

فرخ سیر کی ولادت سے تخت نشینی تک

محمد رضا خاں قلعہ دار

اور استقلال کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوا۔ اور بندوبست سے خاطر جمعی کے ساتھ محمول محال و ذخیرہ قلعہ میں جمع کیا۔ اس کے بعد کی حقیقت بہادر شاہ کو معلوم ہوئی اور محمد رضا نے خود بھی لکھا کہ میں قلعہ پر حضور کے متصدیوں کے بے بندوبستی سے متصرف ہوا ہوں۔ دیکھوں کہ اس قلعے مجھے کون باہر نکال سکتا ہے۔ بہادر شاہ اور عظیم الشان دونوں نے فرخ سیر کو لکھا کہ محمد رضا کی تبنیہ و تادیب کریں اور قلعہ کو اس کے تصرف سے نکالیں۔ محمد فرخ سیر نے اپنے ہمراہی صاحب اپوں سے مشورہ کیا۔ اس قلعہ کا محاصرہ مصالح و تردد طلب تھا اور اس پر اقدام اندیشہ صائب کے بے مدد معتذر تھا۔ لاجپن بیگ قلماق فرخ سیر کے منسوب فی کرد میں تھا جس کو برطرف کر دیا تھا۔ وہ جاں بازی کر کے رزق کی امید میں آیا۔ اور ایک مقرب کی معرفت عرض کیا کہ اگر شاہنژادہ فرخ سیر یہ شہرت ہے کہ فرمان عفو جرایم اور آفریں باد کا محمد رضا کی جرأت و جلاوت و رشادت پر اور قلعہ کو بدستور رکھنے کا مع خلعت و نشان آیا ہے اور وہ بندہ کے ہمراہ اس کے پاس بھیجے تو جس وقت میں یہ نشان اس کو دوں گا تو اس کو مار ڈالوں گا۔ اگر میں جاں بر ہوں تو اس کے صلہ سے سرفرازی پاؤں اور اگر میرا سر صدقہ ہو تو میرے فرزند اس کے نتائج سے سربلند ہوں۔ یہ مصلحت ارکان دولت کے پسند کی۔ لاجپن بیگ کو خلعت و نشان دیا گیا کہ محمد رضا پاس لے جائے وہ یہ لے کر پہنچا۔ گفتگو کے بعد محمد رضا نے لاجپن بیگ کو اپنے پاس لے کر کی اجازت دی نشان و خلعت کی تنظیم میں یہ مصروف ہوا کہ لاجپن بیگ نے کار و ازبکی سے اس کا کام تمام کیا۔ لاجپن بیگ کو اس کے نوکردن نے زخمی کیا مگر اس کی جان بچ گئی۔ فرخ سیر نے اس کو بہادر دل خاں کا خطاب بادشاہ سے عرض کر کے دلایا۔ فرخ سیر کا یہ منصوبہ عاقبت خیر پاپ دوا کے نزدیک مستحسن ہوا۔ ان ہی ایام میں بہادر شاہ بادشاہ کے مرنے کی خبر آئی۔ محمد فرخ سیر نے اس خبر کو سن کر بدوں اس تحقیق کے کہ بھائیوں کے درمیان کیا انفصال مقدمہ ہو عظیم الشان کے نام کا خطبہ پڑھوایا اور اس کے نام کا کلمہ جاری کیا اور اپنے ہمراہیوں سے صلاح کی کہ میں عظیم الشان پاس جاؤں یا نہ جاؤں۔ بعض دنیا طلب درویش اور محمد رفیع بنیم مانع آئے۔ انہوں نے کہا کہ حضور کا اس مکان سے حرکت کرنا جب تک صاحب کے خطبہ نہوں صلاح دولت نہیں ہے۔ ان ہی دنوں میں حسین علی خاں بارہ پٹنہ میں عظیم الشان کا نائب تھا



اور سرکشوں کی سزا کے لئے پرگنات میں گیا ہوا تھا جب اُس نے یہ خبر سنی کہ اور بھائیوں کے مغلوب ہونے کی خبر آنے بغیر فرخ سیر نے عظیم الشان کا سکھ و خطبہ جاری کیا تو اُس کو فرخ سیر کی طرف سے ملال ہوا اور ایسے ہی فرخ سیر کے دل میں سادات بارہ کی ذاتی شجاعت کا اور صوبہ میں حسین علی خاں کے تسلط کا دوسوہ غلیم پیدا ہوا۔ نامہ و پیغام مودت الیتام بھیج کر سید کو ہتھمال کیا اور اپنے پاس بلایا اور والدہ فرخ سیر حسین علی خاں سے ملتی ہوئی اور فرخ سیر کی زبانی قول اور عہد اور ایفا اور اختیار اور مداخلت کو بیان کر کے ایسا اُس کو مطمئن کیا کہ طرفین کے دسوس ہراسِ اخوت سے مبدل ہو گئے اس عرصہ میں عظیم الشان کے کشتہ ہونے کی خبر آئی تو محمد فرخ سیر نے اس خبر کو سُن کر ادا اکل ربیع الاو ۱۲۳۱ھ میں اپنے نام کا سکھ و خطبہ جاری کیا اور روبرو درحین علی خاں اور فرخ سیر کے ہتھمال کے باب میں عہد و پیمان استوار ہوتے گئے۔ الہ آباد کا صوبہ دار سید عبداللہ خاں عرف حسن علی خاں تھا اور تبدیلِ سلطنت سے اُس کو بنگالہ کا خزانہ ہاتھ لگا تھا اور صاحبِ اے شجاع مشہور تھا۔ فرخ سیر کے دل میں اُس کی طرف سے کھٹکھا تھا کہ وہ جہاں ارشاد کی طرف داری کرے گا۔ اور میری اطاعت نہیں کرے گا اُس کو فرمانِ تسلی بھیجا۔ اس میں ان اقراروں کا بیان کیا جو اُس کے بھائی سے ہوئے تھے اور خزانہ کے تصرف کی اجازت دی اور سیاہ کی نگاہ داشت کی ترغیب دی اور حسین علی خاں نے بھی اس بارہ میں اپنے بھائی سید عبداللہ خاں کو لکھا اور غبارِ دہلی کو اُس کے آئینہ خاطر سے دُور کیا۔ غرض دُنوں بھائیوں نے دلِ جان سے مدد اور رفاقت کا پیمان کیا اور از سر نو عہد و قرار ہوئے اور اس مہمِ عظیم کے سر انجام میں دل سے اتفاق کیا۔ آہِ آریے باتفاق جہاں می توان گرفت۔ اب فرخ سیر پٹنہ سے والِ الخلافہ کی طرف چلا جب جہاں ارشاد کو فرخ سیر کی اس حرکت کی خبر ہوئی تو وہ لاہور سے اوائل ربیع الثانی میں والِ الخلافہ میں آیا۔ سید عبداللہ کو الہ آباد سے بدل کر سید عبدالغفار کو بھیجا جن کی لڑائی کا حال پہلے بیان ہو چکا ہے۔

پٹنہ سے والِ الخلافہ کی طرف فرخ سیر دسپہ سالاروں اور صفِ شکن خاں و خواجہ عام اور رفیقوں کے ساتھ چلا اُس کی کل سپاہ پچیس ہزار سوار تھے اور خرچ کی بہت تنگی تھی خزانے عظیم الشان

کی جاگیر کے بنگالہ کے صوبوں سے اٹھائیس لاکھ روپیہ عبداللہ خاں کے اور پچھتر لاکھ روپیہ فرخ سیر کے ہاتھ آئے تھے۔ اور دو تین لاکھ روپیہ کی جنس تجارتیہ سے قرض لی تھی۔ جہاں ارشاہ نے یہ سن کر کہ فرخ سیر ٹپنے سے چلا ہو اپنے بڑے بیٹے اغرا الدین کو پچاس ہزار سواروں کے ساتھ فرخ سیر سے لڑنے کے لئے مقرر کیا۔ خواجہ حسن خاں مخاطب بہ خان، دران خاں، کوشا ہزارہ اور تمام فوج کا اختیار دیا اور توپخانہ سنگین ہمراہ کیا۔ قلعہ خاں بہادر سپر غا ز الدین خان بہادر فیروز خان نے بہادر شاہ کے عہد میں استفادے کر گوشہ نشینی اختیار کی تھی اس کوشا ہزارہ کی مدد کے لئے مقرر کیا۔ اور وہ پیچھے روانہ ہوا جب کہ اگر وہ میں آیا تو اسے معلوم ہوا کہ شاہزادہ جنبا پارچا گیا ہے اور سرداروں کی آپس کی نا اتفاقی کے سبب شاہزادہ کے لشکر میں جوتیوں دال بٹا ہی ہے تو اس نے اگر وہ میں توقف کیا۔ شاہزادہ غرا الدین قصبہ کچھو میں آیا اور اس نے مناکہ محمد فرخ سیر تیرہ چودہ کروہ پر ہر تو اس کے دل میں شمشیر سادات کا خوف پیدا ہوا اور او را و آخر سوال میں اس نے منزل کچھو میں قیامت کی اور اپنے خیمہ در لشکر کے خیموں کے گرد خندق کھودنے کا حکم دیا اور مورچال باندھے۔ یوں دشمن کو اپنے اوپر دلیر کیا جب ایک دو کوس کے فاصلہ پر سید عبداللہ خاں حسین علی خاں کے پیش خانہ کے جھنڈے نصب ہوئے۔ فوجوں میں کچھ مقابلہ نہ ہوا۔ مگر اغرا الدین کی فوج پر سید عبداللہ خاں نے اطراف کے دہات کی دیواروں پر مورچال باندھے دن کے تیسرے پہر تک توپیں باریں شہزادہ اغرا الدین لال کنور کی ناموافقت سے باپ کی نظر سے گرا ہوا تھا اور اس مہم میں خان دران کے تسلط کے سبب بالکل بے اختیار تھا۔ ان وجوہ سے زیادہ بہ دل اور دل باختہ ہوا۔ خان دران خاں کی پیشانی سے نامر دی ٹپکتی تھی۔ ان دونوں میں مشورہ ہوا اور دونوں ایسے ڈرے کہ اپنی مقدور کے موافق جو اسر و خزانہ اشرفی اٹھایا اور باقی تمام خزانہ وغیمہ و توشک خانہ و کارخانہ جات چھوڑ کر تین پہرات گئے بھاگ گئے۔ اکثر عمدہ سردار اپنی مایحتاج ضروری بھی نہ اٹھا سکے اور گھوڑوں پر زین نہ لگا سکے اور فرار میں ایک دوسرے پر سبقت کرنے لگے۔ گرتے پڑتے جاں سلامت نے گئے۔ جب ہر کاروں نے فرخ سیر کے لشکر کو دشمن کی نہریت کی تبرستانی تو بے شمار پیادے اور سوار لوٹ پر اپنے جھک پڑے جیسے کہ بھوکا باز اپنے شکار پر گرتا ہے۔ ہاتھی گھوڑے و خزانہ وغیمہ اور



کُل کا رخاندہ جات لوٹے جن کو ایک وزکی روٹی میر نہ تھی اور رات کو فاقہ سے سوتے تھے انہوں نے  
 ذخیرے جمع کر لئے۔ غرض فرخ سیر کے لشکر کی عسرت عشرت سے بدل گئی۔ اغوالدین تباہ حال اکبر آباد  
 میں آیا۔ قلعہ خاں نے اُس کو مصلحت تبدیلی کہ اکبر آباد میں جان ارشاد کے حکم کے آنے کے منتظر رہو  
 جان ارشاد، ارجادی الاولیٰ کو دار الخلافہ شاہجہان آباد میں آیا۔ اغوالدین کی فتح پر انہیں لگائے  
 بیٹھا تھا کہ اس کے پاس بیٹے کے فرار ہونے کی خبر آئی تو وہ وسطی قعدہ ۱۱۲۳ھ میں دار الخلافہ سے  
 باہر آیا۔ ذوالفقار خاں بہادر نصرت جنگ کو ہراول بنایا۔ اور کوکلتاش خاں بہادر و اعظم خاں وجانی خاں  
 و سپہ دار خاں اور امیر ان توران کے بہادر اور توپ خانہ کو لے کر نکلا۔ اور سترستی ہزار سوار و پیادہ  
 جمع کئے۔ فرخ سیر کے مقابلہ کے لئے سموگدہ میں اکبر آباد کے متصل آیا۔ فرخ سیر بھی سید عبداللہ خاں  
 سید حسین علی خاں کی پامردی سے اکبر آباد کے قریب آیا۔ اُس کے لشکر میں خراج کی بڑی تنگی تھی۔  
 جان ارشاد کی سپاہ کی افزودنی و توپ خانہ اور اسباب جنگ عتلا کے نزدیک اس پر دلالت کرتا تھا  
 کہ وہ کبھی مغلوب نہیں ہوگا۔ لیکن اس کے بعض اطوار ناہموار اور کم اصل بدنام آدمیوں کو ہمراہ لانا  
 ایسا تھا کہ جس سے امر اقدیم و جدید اور تمام سرداران سپاہ آزر و دہ خاطر تھے اور زبان پر لگے اور  
 کلمات یاس لاتے تھے اور بعضے توران ناداران بانام و نشان اس رہتہ پر جان ارشاد سے آزر و  
 خاطر تھے کہ انہوں نے فرخ سیر سے عدم موافقت کر لیا تھا۔ ذوالفقار خاں اور کوکلتاش خاں مع برادر  
 جان ارشاد کے جاں نثار عقیدت نشان بندے تھے مگر حسد و ففاق اس قدر آپس میں رکھتے تھے کہ  
 ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ اکثر عمدہ کاموں کو آپس کی ضد سے ابر و ضائع کرتے تھے  
 اور ایک دوسرے کے امتیصال میں منصوبے باندھتے تھے خصوصاً کوکلتاش خاں حسد ذاتی کے سبب  
 سے ہر وقت اسے سلیم کے خلاف کام کرتا تھا ایک کھتا تھا کہ فرخ سیر کو جہنا پار کسی طرح نہیں آنے دینا  
 چاہئے اور خود جہنا پار جا کر مقابلہ کرنا چاہئے۔ دوسرا کھتا تھا کہ فرخ سیر کو جہنا کے پار اترنے دیں۔ اگر  
 ہم جہنا پار جا کر اُس کو شکست دینگے تو وہ از سر نو ملک میں فساد مچائیگا اور ہم کو طول ہوگا اور عدم  
 پایاب و درباری آپ کے سبب سے بھی یہ خیال تھا کہ فرخ سیر دریا سے جلد نہیں اتر سکتا۔ فرخ سیر کے لشکر

میں خج کی بڑی تنگی تھی وہ دوروز کا سفر ایک وز میں طے کرتا ہوا آتا تھا۔ وہ جہاں کے اس طرف  
آدمیوں کے ساتھ آیا اور بہت سا لشکر اُس کے پیچھے تھا اُس کو شبخوں کے مارنے کا ایسا خوف تھا  
کہ اکثر سپاہی گھوڑوں کی لگائیں پکڑے سرسے لرزاں اور دشمن سے ہراساں پوس کے مینے کی  
اندھیری رات میں چار پہر کھڑے ہے آخر شب یا زہم ذی الحجہ میں سید عبداللہ خاں ہراول نے  
ایک مبعوث تحقیق کیا جس میں پانی آدمی کی چھاتی تک تھا۔ وہ پانی کے اوپر سے جہاں ارشاد کے  
لشکر کے سامنے سے مہر روز بہانی سے آترا جو شاہجاں آباد کی طرف اکبر آباد سے چار کوس پر  
ہو دشمن کی فوج کے عقب میں نمودار ہوا چار دن میں ساری فوج اُتر آئی۔ جہاں ارشاد کے  
سپہ سالار اس وقت خبردار ہوئے کہ جب فرخ میر کے لشکر کا سیلاب اُن کے لشکر کے عقب میں آ گیا  
تو وہ سرسیمہ ہو کر فوج ہندی اول بجال نہ رہی از سر نو فوج کی ترتیب دشمن سے لڑنے کے لئے  
کرنی پڑی اور توپ خانے کے لے جانے میں اتہام کرنا پڑا۔ ایک پہر دن باقی تھا کہ سید عبداللہ خاں  
ہراول نے لڑائی شروع کی۔ ایک عجیب غریب اور دیکر ہوئی۔ جہاں تک نظر کام کرتی تھی تلواریں  
چمکتی نظر آتی تھیں ان حملوں میں صف شکن خاں کہ فیل برجین علی خاں کا ردیف تھا اور فتح علی  
خاں داروغہ توپ خانہ محمد فرخ میر دین خاں سپر بہادر خاں رملیہ اور میرا شرف برادر میر شرف  
کشتہ ہوئے۔ چھبیلہ رام ناگر و خان زمان کنارہ کشی کر کے قابوے وقت کے منتظر تھے۔ جہاں ارشاد  
کی طرف سے جانی خاں جہاں شاہی و ممتاز خاں مارے گئے۔ حسین علی خاں نے عرصہ کا زرا  
میں اپنی فوج پر دشمن کا غلبہ دیکھا۔ ہندوستان کے بہادران تو رو پیشہ کی طرح ہاتھی سے اُتر آوے  
بارہ کی ایک جماعت کو ساتھ لے کر تمانہ کام کیا اور تیر و گولہوں سے زخمی ہو کر بے خبر معرکہ میں پڑا  
سید عبداللہ خاں کی فوج بھی تیر باروں کے صدمات سے متفرق ہو گئی تھی اور اُس کے نشانوں  
کے فیل بھی اکثر جماعہ داروں کے ساتھ سے جدا ہو گئے تھے۔ اُس کے ساتھ سو دو سو سواروں کے  
زیادہ نہ تھے کہ سید عبدالغفار سید عبداللہ خاں کے ہاتھی کے روبرو آیا اور کہا کہ میں سید عبدالغفار ہوں  
ایک تیر سید عبداللہ خاں کی طرف چلایا اُس نے اُس کے تیر کو رد کر کے اپنے تیر سے سید عبدالغفار



خاں کو زخمی کر کے بھاگ دیا۔ سید عبداللہ خاں کو معلوم نہ ہوتا تھا کہ میں کہاں جاتا ہوں اور انجام کیا ہوگا  
 کہ کچھ آدمی ایسے آئے جس سے اُس کو تقویت ہوئی۔ اُس نے یہ چاہا کہ جہاں ارشاد کی فوج  
 کے عقب سے خصم کے بہر پر چلے لیکن اطراف کی فوج کے صدات سے اُس کو معلوم نہ تھا کہ کہاں میں  
 نکل سکوں گا۔ اس لئے وہ ایک پشتہ پر چڑھا جو تیرس فاصلہ پر جہاں ارشاد کے قول اور فعل پر مشرف  
 تھا۔ جہاں ارشاد کے لشکر میں فوج کے شادیاں نہج رہے تھے لیکن اس کو یہ خبر نہ تھی کہ عقب فوج  
 میں خصم کیا کر رہا ہے۔ سید عبداللہ خاں نے تھوڑے آدمیوں سے تیر مارنے شروع کئے۔ سادات بارہ  
 کمان چڑھائے آئے اور زمانہ کے سواری کے ہاتھیوں میں ایک شوب غریب پیدا کیا۔ ابھی جہاں ار  
 شاہ دفع خصم میں نہیں مشغول ہوا تھا کہ لال کنور اور نغمہ سرا لویں اور خواجہ سرا لویں کی سواری کے ہاتھی  
 تیر باروں کے صدمہ سے جوش و خروش میں آئے اور اپنی جگہ کو خالی کیا جس سے جہاں ارشاد کے  
 ہمراہی اکثر ڈر گئے۔ جہاں ارشاد دشمن کی طرف متوجہ ہونا چاہتا تھا کہ اس کا ہاتھی بھی اور ہاتھیوں  
 کی طرح شوخی کرنے لگا اور فیل بانوں کے اختیار میں نہیں ہا۔ اس حالت میں سید عبداللہ خاں کی فوج  
 متفرقہ بھی جمع ہو گئی۔ سادات بارہ نے قدم جرات آگے رکھا۔ جہاں ارشاد کے لشکر میں ایسا خلل ڈالا  
 کہ وہ بھاگ گیا۔ جہاں ارشاد کی مدد کو کوکلتاش خاں جاتا تھا کہ علی اصغر اور چبیلہ رام ناگرنے اُسے  
 گھیر لیا اور زخمی کیا۔ رضا قلی خاں اور غوث پٹا نے بھی کام آیا اور عظیم خاں برادر کوکلتاش بھی زخمی ہوا۔  
 جہاں ارشاد کا حال ایسا تنگ ہوا کہ لال کنور کی سواری کے ہاتھی میں جا بیٹھا اور شام کے وقت آگڑ  
 چلا گیا۔ پہرات گئے ذوالفقار خاں دشمن سے لڑتا رہا اور جہاں ارشاد اور اعز الدین کی خبر کی جستجو کرتا  
 رہا۔ لوگوں کو روپیہ دے کر اطراف میں ڈرایا کہ اگر سپہ جہاں ارشاد کو پاویں اور یہاں لائیں تو اُسکی  
 تقویت سے حریف کو آگے سے ہٹا دے۔ مگر ان کم گشتوں کا پتہ نہ لگا تو ذوالفقار خاں بھی مایوس  
 ہو کر شاہجہاں آباد کی طرف چلا۔ فرخ سیر کے لشکر میں شادیاں نہ فتح بلند آوازہ ہوا۔ سید عبداللہ خاں نے  
 لاشوں میں اپنے بھائی حسین علی خاں کی جستجو کے لئے آدمی بھیجے۔ وہ بے خبر اور لچوں کی دستبرد  
 سے ننگا پڑا ہوا تھا۔ جب اُس کے کان میں فرخ سیر کی فتح کا مرہہ پہنچا تو اُس کے قالب میں جان آئی

اُس کو اٹھا کر عبداللہ خاں پاس لائے۔ جہاں ارشاد رات کو اکبر آباد میں ہوا اور قبول مشہور ڈاڑھی کو صفا چٹ کر کے تغیر وضع و ہیئت کر کے آخر شب میں لعل کنور کے ساتھ شاہجہان آباد کو روانہ ہوا۔ ذوالفقار خاں اور جہاں ارشاد ایک پہر کے فرق سے شاہجہان آباد میں پہنچ گئے۔ آصف الدولہ پاس جہاں ارشاد گیا اور مصلحت کار پوچھی۔ ذوالفقار خاں نے بھی اس باب میں باپے التماس کیا کہ جہاں ارشاد کو کابل یا دکن بے جائے اور پھر لشکر جمع کر کے تلافی کیجئے۔ آصف الدولہ جہاں دیدہ اور آزمودہ کا تھا جب اُس نے دیکھا کہ کام ہاتھ تلے سے نکل گیا مغز الدین فرماں دہائی کے قابل نہیں رہا۔ روپیہ نہیں کہ سپاہ کی گردآوری کی جائے۔ صلاح کار اس میں جانی کہ مغز الدین کو قلعہ میں بھیج کر نظر بند کیا اور ذوالفقار کے اردوہ جہاں آشوب کا مانع ہوا۔ اور کہا کہ اولاد تیموریہ میں سے جو کوئی فرمان فرما ہو ہم کو اُس کی اطاعت لازم ہے۔ جہاں ارشاد کو دوسری سمت میں لے جائے اور تازہ فتنہ و فساد کے باعث ہوں۔ حسدِ اعلم ہے کہ مال کار کیا ہو۔ آصف خاں کی یہ نصیحت بموقع و بجا تھی لیکن وہ نہیں جانتا تھا کہ یضحت التقدير علی التدبیر۔ اس تدبیر میں بیٹے کی جان جانیگی اور دولت مورتی خاک میں ملیگی جس کا آگے بیان ہوگا۔ جہاں ارشاد کی سلطنت دس مہینے رہی۔

## سوانح سال اول فرسخ سیر

فتح کے بعد سید عبداللہ خاں کی واسطے سے اول قلعہ خان بہادر اور سرداران توران آداب تہنیت بجالائے اور مور و عنایات افزیں ہوئے۔ بادشاہ نے سید عبداللہ خاں کو مع لطف اللہ خاں صاحب دار الامر کے دار الخلافہ کے بندوبست کئے لئے روانہ کیا۔ بادشاہ ایک ہفتہ کے بعد شاہجہان آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ ۱۴ محرم ۱۱۲۳ھ کو بارہ پلہ پر جو دار الخلافہ کے متصل ہے اُترا۔ سید عبداللہ خاں کو قطب الملک یار و فادایہ ظفر جنگ کا خطاب اور ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار دوا سپہ و سپہ کا منصب عطا کیا اور وزارت تسلیم کی۔ سید حسین علی خاں کو امیر الامر بہادر فیروز جنگ کا اور ہفت ہزاری ہفت ہزار سوار کا منصب مرحمت کیا اور میر بخشی کی خدمت پر مقرر کیا۔ محمد امین خان کو اعتماد الدولہ کا خطاب دیا۔ ہزاری ہزار سوار

دور بادشاہ کا قلعہ



کا منصب پر اضافہ کیا اور بخشی دہم مقرر کیا۔ قلیچ خاں کو جو بیخ نزاری تھا ہفت نزاری ہفت نزار کا منصب اور نظام الملک بہادر فتح جنگ کا خطاب غایت فرمایا اور دکن کا صوبہ دار کیا۔ جہانگیر نے کئی عہدہ توراتی کو فرخ سیر نے اپنی دانگی سے پہلے بیشتر بعض مقدمات کی صلاح کے لئے خفیہ شاہجہان بھیجا تھا اس کو خان خانان میر جملہ کا خطاب اور ہفت نزاری ہفت نزار سوار کا خطاب دیا۔ اگرچہ سب ظاہر دیوان خاص کی اور ڈاک کی داروغگی کی خدمت اس کو سپرد تھی لیکن وہ ہمد و محرم راز تھا دستخط خاص کا اختیار اس کو دیا۔ وہ بالکل بادشاہ پر جاوی ہوا اور کل خلعت کا مرجع بنا۔

قطب الملک سید عبداللہ خاں حکم کے بموجب شاہجہان آباد میں بندوبست ملکی کے لئے آیا اور سلطنت کے نظم و نسق اور مہات ملکی اور وزارت کے کاموں میں مشغول ہوا تو اول بادشاہ اور وزیر کے درمیان نزاع اس پر ہوا کہ جب فرخ سیر سے قطب الملک جدا ہوا تو بادشاہ نے دیوانی تن خالصہ پر چھیلہ رام ناگر کو مقرر کیا اور فضل خاں کو جو بادشاہ کا استاد تھا صدر الصدور فرمایا اور قطب الملک نے دارالخلافہ میں پہنچ کر دیوان خالصہ لطف اللہ خاں صادق کو اور صدارت کل پر سید امجد خاں کو مقرر کیا۔ بہادر شاہ کے عہد میں بھی یہ سید اس خدمت پر مقرر تھا۔ جب بادشاہ دارالخلافہ میں آیا تو وہ سلطنت کے کاموں پر متوجہ ہوا۔ صدارت اور دیوانوں کے مقرر کرنے کے باب میں بادشاہ اور وزیر کے درمیان مضائقہ ہوا۔ قطب الملک نے کہا کہ اگر میرے مقرر کئے ہوئے آدمی برقرار نہ رہیں گے تو میری وزارت کا اعتبار نہیں رہے گا۔ میر جملہ اور بعض اور چند پیشہ مقرران نے اس بارہ میں بادشاہ کے خاطر نشان کیا کہ بادشاہ اگرچہ نوکروں کو اختیار دیتے ہیں مگر ان کو چاہئے کہ وہ اپنی حد کو نگاہ رکھیں نوکر کی کیا مجال ہے کہ وہ بادشاہ کے حکم بدوں عمدہ خدمات صدارت و نیابت و وزارت پر کسی کو تعین کرے۔

خواجہ گر لطف بے عدد راند

بندہ باید کہ حد خود داند

اگرچہ محمد فرخ سیر وسیع الاخلاق اور قدردان تھا ہر ایک کی خدمت اور تردد کے مقابل میں چاہتا تھا کہ بقدر امکان منصب عمدہ خدمات غایت کر کے ہم چشموں میں ممتاز کرے مگر اختیار نہیں

رکھتا تھا اور نا آزمودہ کار جوان تھا۔ امور سلطنت سے بے خبر۔ خرد سالی سے صوبہ بنگال میں پاپ دادا نے دُور نشوونما پایا۔ استقامت مزاج وارے صائب نہیں رکھتا تھا اور اس کی رائے پر چلتا تھا۔ قسمت سے تاج و سلطنت مل گیا تھا۔ خاندان تیموریہ کا جو ہر شجاعت تھا وہ اُس کے خلاف میں ذاتی رکھتا تھا صاحب غرض کے سخن کی تہ پر نہ نہنچتا۔ ابتدا سے اپنی سلطنت کا ماوہ فساد خود ہی بنا جس کا بیان مفصل آگے آتا ہے آغاز جلوس میں بڑی غلط اصول بنائے جہاں بانی میں اُس نے یہ کہ منصب وزارت سید بارہ عبداللہ خاں کو دیا۔ منصب وزارت ایک ایسا امر خطیر ہے کہ پہلے ہمیشہ بادشاہوں نے مدتوں کے امتحان کے بعد ان باوقار و صاحبِ انتمندوں کو دیا ہے جو بردباری کی صفت و تجربہ کاری اور وسیع حلیم اور رائے سلیم رکھتے تھے۔ سادات بارہ کی شجاعت و بہادری ضرب النثل تھی وہ اکبر شاہ کے عہد سے پایہ امارت پر پہنچے تھے۔ مگر شاہجہاں نے اپنی ۱۳ سال کی سلطنت میں اورنگ زیب نے اپنی اکیاد سال کی بادشاہت میں کسی بارہ کے سید کو وزارت کا منصب دیا اور ان کو اس منصب کے دینے کے سبب جو خرابیاں سلطنت میں واقع ہوئیں وہ آگے بیان ہوتی ہیں۔ کہ سید اس امر خطیر کے بار سنگین کو اٹھا کر خود مطعون عالم ہوئے اور اہل عالم میں اور بادشاہان ہفتِ ظلم میں ان کی آقا کشی کی بدنامی ہوئی اور تمام سوادِ عظم ہندوستان میں فساد و آشوب پھیلایا اور آخر کار خود دولت بارہ کے استیصال کے سبب ہوئے جس کا بیان اب آگے آتا ہے۔ عاقلوں نے سچ کہا ہے کہ ہر یکے راعقل بحال و فرزند بحال نماید لیکن ایسا نہیں ہے کہ ہر یکے راہر کارے آفریدہ اند۔ صدارتِ دیوانی خالصہ تن کا اس طرح فیصلہ ہوا کہ صدارت تو موافق بادشاہ کے حکم کے افضل خاں کو اور دیوانی خالصہ لطف اللہ خاں صادق کو ملی و چھبیلیہ رام ناگر کو اکبر آباد کی صوبداری۔ مگر آپس میں عداوت کا ختم دلوں میں بویا گیا۔

میر حلیہ نے بادشاہ کے مزاج میں دخل پیدا کیا۔ اگرچہ وہ آشناؤں اور محتاجوں کے ساتھ فیض رسانی کرتا تھا۔ اور خلقِ اللہ کے اہل کار اور دیانت میں ممتاز تھا اور ایک عالم اُس سے کامیاب ہوتا تھا لیکن وہ یہ نہیں چاہتا تھا کہ فرمانِ فرامی ہند کا اختیار سادات بارہ کے ہاتھ میں



ہے۔ دونوں بھائیوں کے ہاتھ میں اقتدار سلطنت دیکھ کر حسد کے مارے جلا جاتا تھا۔ اظہارِ خیر خواہی  
 ہمدی کے وسیلے سے مقربانِ تازہ پیدا ہوئے انہوں نے بادشاہ اور ساداتِ بارہ کے درمیان اور  
 آتشِ فساد کو بھڑکایا۔

آصف الدولہ اور ذوالفقار خاں نے بارہ پلہ پر خیمہ لگایا۔ اور بادشاہ کی ملازمت کا ارادہ کیا امیر الامرا  
 حسین علی خاں کو بادشاہ اور میر جملہ کے مشورہ پر اطلاع تھی اس نے آصف الدولہ پاس پیغام بھیجا کہ  
 اگر میری وساطت سے بادشاہ پاس جاؤ گے تو کوئی تمہارے سر کا ایک بال بیکانہ کر سکے گا۔ جب  
 صاحبِ ثار اس بات پر مطلع ہوئے تو اس کو صلاح و صواب دیدہ دولت کے خلاف جان کر تقریبِ خاں کو جو ایرانی  
 ہونے کی وجہ سے ذوالفقار کا ہم جنس تھا اس پاس بھیجا کہ اس کی تسلی کرے کلامِ اللہ کی قسم کھا کر خاطر  
 نشان کرے کہ امیر الامرا کی معرفت بادشاہ کی ملازمت کرنے میں سوائے مذمتِ خسارت جانی و  
 مالی کے کوئی اور فائدہ نہ ہوگا۔ حاصل یہ کہ میر جملہ آصف الدولہ اور ذوالفقار خاں کے ہاتھ باندھ  
 بادشاہ پاس لایا۔ آصف الدولہ نے تفصیلات کے عذر میں اور عفوِ جرائم کے لئے دو تین کلمے لکھا  
 کہ۔ بادشاہ نے مہربانی کر کے ان کے ہاتھ کھلوے خلعتِ بجاہر عنایت کے اور آصف الدولہ کو حکم  
 دیا کہ آپ اپنے خیمہ میں تشریف لے جائیں اور ذوالفقار خاں خیمہ میں باہر بیٹھے اس سے ایک مصلحت  
 ضروری کا پوچھنا ہے۔ آصف الدولہ نے جان لیا کہ بیٹے کی موت آگئی روتا پھیلتا اپنے خیمہ میں آیا اور  
 ذوالفقار خاں خیمہ مامور میں جا کر بیٹھا۔ اس کو امرا اور چیلوں نے گھیر لیا عظیم الشان اور محمد کریم کے خون  
 دعوے کی بابت کچھ باتیں کیں ذوالفقار خاں نے۔ ہر کہ دست از جاں بشوید۔ ہر چہ ردل آید بگوید  
 پر عمل کیا۔ لاپس بیگنے قسم اس کے گردن میں ڈالا اور اوچیلوں نے مار کر اس کا دم نکالا۔ باپ نے  
 بیٹے کے قتل کی یہ تاریخ کی

ہاتفِ شام غریباں باد و چشمِ نواں فشاں گفت ابراہیم اسماعیل را قرباں نمود

اسد خاں کا نام ابراہیم اور ذوالفقار خاں کا نام اسماعیل تھا۔ اسی روز قلعہ میں جا کر جہاں ارشاد کو جو  
 تر پولیہ میں تنگ تار چکے میں مقید تھا مار ڈالا۔ محمد فرخ سیرا محرم کو شہر و قلعہ میں داخل ہوا۔ ہاتھی

جہاں ارشاہ کے سر کو نیزہ پر لگایا اور لاش کو حوض میں ڈالا۔ ہاتھی کی دم میں فہ و الفقا رھاں کو اٹھا لکھایا اور شہر میں شتر کر کے لاش کو قلعہ کے دروازہ کے آگے ڈالا۔

بے برادر اور دہر اور دخت مرنج چوں ترا خون برادر ہجو شیر مادرست  
آصف اللہ کو پانچویں میں ڈال کر مع زنانہ سوار یوں کے حویلی خان جہان میں بطریق مجبوس رکھا  
کچھ سبائے بدن کے کپڑوں کے ان قیدیوں پر پھینکا۔ ان باپ بیٹوں کو کلتاش خاں راجہ  
بسھا چند کے اموال میں سبب کو ضبط کیا۔ بسھا چند نے زبان رازی کی تو اس کی زبان کاٹی گئی۔  
لاچین بیگ مخاطب بہادر دل خاں کا نام تسمہ کش مشہور ہو گیا۔ نہ تقصیر ہوتی نہ اس کا نبوت  
کچھ ہوتا مگر تسمہ گلے کا ہار بنتا۔ اس لئے امر عالمگیری اور بہادر شاہی کے دلوں میں تسمہ کا خوف  
ایسا پیدا ہوا کہ جب گھر سے بادشاہ کے مجھے کو آتے تو اپنے گھر والوں سے کہا سنا معاف کر کے  
آتے۔ تسمہ کشی بھی ایک پیشہ رزق کا وسیلہ ہو گیا۔

ہدایت کیشت خاں کو اس جرم میں مارا کہ وہ محمد کریم برادر فرخ سیر کا ہاتھی جہاں ارشاہ کے پاس  
لایا تھا اور ہدایت اللہ خاں کے قتل کے لئے بیگم کا قلعہ جعلی بنایا گیا۔  
شاہ قدرت اللہ درویش کو محض اس شہرت سے کہ کبھی کبھی جہاں ارشاہ اس کو شریک مصلحت  
کرتا تھا فنا کیا۔ حکیم سلیم کو جو عظیم الشان کے مقرب نوکروں میں تھا اور مشہور تھا کہ اسی کی صلاح سے  
شاہزادہ مارا گیا۔ اس کو میر حبلہ نے اغراز کے ساتھ اپنے گھر خمان بلایا اور اس کو پھانسی دے دی۔ اکثر  
آدمیوں کے مارنے کی بدنامی میر حبلہ کی نسبت مشہور ہوئی۔

حکم ہوا کہ جہاں ارشاہ کے ایام سلطنت کو عہد مخالف لکھ کر ابتداء سال جلوس محمد فرخ سیر  
غزہ ربیع الاول ۱۱۲۳ھ سے شمار کی جائے۔

جن نظام الملک بہادر فتح جنگ دکن میں آیا۔ اس کی شمشیر مورتی کے صدمہ سے اور اس کی  
راے صاحب بغیر اس کے کہ دکن کے مرہٹوں سے لڑائی ہو۔ ایام سابق کی نسبت ملک قافلوں  
کی تاخت و تاراج میں تخفیف ہو گئی مگر نصرت جنگ و دغاں کے دستور عمل کے جہاں مرہٹوں کا



ہاتھ نہ پھینچتا تھا دار و مدار کر کے چوتھے تھے تھے فتح جنگ کی صوبہ داری کا باقی حال آگے بیان ہوگا۔

## ذکر سوانح سال دوم جلوس بادشاہ فرخ سیر ۱۱۲۲ھ

ہمارا جہت سنگہ نے عالمگیر کے عہد میں تہذیب کیا تھا اور جو وہ پور میں مساجد کی تخریب کر کے بت خانے بنائے تھے۔ بہادر شاہ کو اعظم شاہ و کام بخش بابا باندہ سکھ کی ہمت سے فرصت نصیب ہوئی اس لیے یہ ہمہ تعویق میں پڑی رہی جب فرخ سیر بادشاہ ہوا تو ہمارا جہ نے کوئی حسن خدمات کر کے رفع مذمت نہیں کی۔ اس لئے امیر الامرا حسین علی خاں چند امر کے ساتھ اس کی تادیب کے لئے روانہ ہوا۔ ہمارا جہ کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو وہ افواج بادشاہی کے صدر سے خائف ہوا اور امیر الامرا کی خدمت میں کھڑا مقبرہ کو مع تحفوں کے بھیجا اور عفو جرم کی التماس کی اس ضمن میں فرخ سیر قطب الملک کے درمیان برہم کاروں کی سعایت سے ایسا عناد و فساد برپا کیا کہ فرخ سیر نے عبداللہ خاں کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا تو عبداللہ خاں کے گرفتار کرنے کا ارادہ کیا تو عبداللہ خاں نے امیر الامرا کے بلانے کے لئے نوشتہ جات روانہ کئے۔ امیر الامرا نے قطب الملک کے ایما سے جہت سنگہ سے ان شرائط پر صلح کر لی کہ ہمارا جہ اپنی بیٹی کی شادی فرخ سیر سے کرے اور پیش کش مقبرہ دینا قبول کرے اور بیٹے کو ملازمت کے لئے بھیجے۔ امیر الامرا شائستہ خاں کو ہمارا جہ کی لڑکی لانے کے لئے چھوڑ کر بادشاہ پاس آیا۔

سید عبداللہ اور امیر الامرا یہ چاہتے تھے کہ کوئی کام و منصب اضافہ و خدمت ہم دو بھائیوں کی تجویز و صلاح کے بغیر صورت پذیر نہ ہو اور بادشاہ نے میر جملہ کو اپنی طرف سے دستخط کرنے کا حکم دے دیا تھا اور مکر فرمایا تھا کہ میر جملہ کی زبان میری زبان ہو اور میر جملہ کے دستخط میرے دستخط ہیں قطب الملک نے رتن چند بقال کو اپنا دیوان بنایا اور راجہ کا خطاب اور دہناری منصب یا تمام امور سلطنت اور وزارت میں اختیار دیا وہ جب تک اپنے لئے اور سید عبداللہ خاں کے لئے عمدہ کار سازی نہ کر لیتا کسی کام پر متوجہ نہ ہوتا اور میر جملہ پاس جو صاحب مطلب جمع کرتا تو عطایہ و اضافہ و تقوض خدمت سے بے غرضانہ بہ نیابت بادشاہی دستخط کر کے اس کو کامیاب کرتا۔ یہ بات وزارت کے دستور کے خلاف سیدوں

سید حسین علی خاں ہمارا جہت سنگہ راٹھور سے لڑنے کے لئے جانا اور اس کا لائی الغور اطلاع کرنا +

فرخ سیر اور اس کے درمیان انزائش منازعات

کی بے انتقامی کا باعث ہوئی جس سے دونوں بھائی رنجیدہ خاطر ہوتے بعض اوقات میرجلہ سادات بادشاہ کے گلہ شکوہ کو اظہار خیر خواہی کا سرمایہ بناتا اور انواع دلائل سے بادشاہ کے خاطر نشان کرتا کہ اس قدر خدمات اور اختیار ملکی حوصلہ سادات بڑھتے باہر ہوا اور ان کے اطوار ناموز سے نمک حرامی کے آئنا ظاہر ہوتے ہیں اور خلوت میں گاہ و بگاہ ایسے کلمات بادشاہ کے دل نشین کرتا کہ دونوں بھائیوں کی طرف سے بادشاہ کے دل میں سو سے پیدا ہوتے اور امیر الامرا اور سید عبداللہ خاں کے دستگیر کر نیکی مکر تدا بیر و مصلحت کرتا۔ محسن خاں کے باغ میں سیر و شکار کے قصد سے بادشاہ گیا۔ یہاں ہر چند مختلف تمہیدات اس ارادہ کی کہیں مگر کوئی پیش رفت نہ ہوئی۔ مشہور یہ تھا کہ بادشاہ کی والدہ نے اس قول پر نظر کر کے کہ دونوں بھائیوں سے کیا تھا۔ سید عبداللہ خاں کو اس ازکا اشارہ کر دیا تھا۔

اغزالین سپہ جہاں ارشاہ جو معرکہ جنگ سے باپ کے بھاگنے کے بعد اکبر آباد میں پنہاں ہوا تھا اور گرفتار ہو کر آیا تھا اور محمد ہاویں تخت فرخ سیر چھوٹا بھائی دس گیارہ برس کا تھا اور والا تبار جو محمد عظیم شاہ کا بیٹا تھا ان سب بھادوں کی آنکھوں میں سلانی پھیری گئی اور جہاں روشن ان کی نظروں میں سیاہ کیا گیا۔ اس کام میں سادات بارہ کو کچھ دخل نہ تھا عوام الناس اس کام کو میرجلہ سے نسبت کرتے تھے لوگ سمجھتے ہیں ان گناہوں کی سزا فرخ سیر کو بھی یہی ملی کہ ان دونوں میں اس کا دوسرے کا بیٹا مریا۔ اس کا نور خیم یہ گیا ان کا وہ نور گیا۔ اگر فرخ سیر کو گناہ کی یہ سزا ملی۔ کوئی پوچھے کہ ان معصوموں کو کس گناہ کی سزا ملی تھی۔ دنیا کے بھی عجیب معاملات ملتے ہیں کہ سیدوں کو فرخ سیر کے بادشاہ بنانے کا یہ گھمنڈ تھا کہ سلطنت کے بارے اختیار ہمارے ہی مٹھی میں رہیں اور فرخ سیر کو یہ خیال تھا کہ جن کی پامردی سے سر پر تاج رکھا گیا ہو ان ہی کے سر کو اڈل قلم کیجئے۔

امیر الامرا نے دکن کی صوبہ داری کی درخواست کی اور یہ چاہا کہ ذوالفقار خاں کی طرح داؤد خاں کو اپنا نائب مقرر کروں کہ وہ ہر سال محصول دکن کا کل روپیہ ادا کیا کرے اور خود دکن نہ جاؤں اور حضور میں رہوں۔ بادشاہ اور امیرجلہ کی مصلحت یہ تھی کہ وہ دکن جائے۔ مگر امیر الامرا اپنے بھائی قطب الملک کے اکیلا بادشاہ پاس چھوڑنا مصلحت نہیں جانتا تھا دکن جانے

شاہزادوں کا کچلنا

بادشاہ کی سادات کے ساتھ تجدد و ترمیم



پر راضی نہ ہوا۔ اس پر ایسی گفتگوئیں باہم سخت ہوئیں کہ دونوں بھائیوں نے دربار میں جانا چھوڑ دیا اور اپنی حفاظت کے لئے سپاہ جمع کرنے اور اپنی حویلیوں کے گرد مورچے لگانے کی فکریں سمجھیں۔ بادشاہ نے بھی اپنے امراء سے خیر اندیشی کو جن میں عمدہ میر جملہ و خان و ران خاں و محمد امین خاں تھے خلوت میں طلب کیا۔ ہر درز ایک نیا منصوبہ ہوتا اور کوئی امر قرار نہ پاتا۔ ان خبروں کے ہشتہار انتشار سے غلہ گراں ہو گیا۔ اور دروز نزدیک کے شہروں میں مادہ فساد آمادہ ہونے لگا۔ وزیر اور بادشاہ کے درمیان خط و کتابت جاری تھی اور خود بادشاہ کی والدہ قطب الملک کے گھر میں گئی اور اس کو مطمئن خاطر کیا۔ یہ قرار پایا کہ اول قلعہ میں سادات اپنا بندوبست کریں اور پھر بادشاہ کی خدمت میں دونوں بھائی حاضر ہوں چنانچہ یہ بندوبست ہوا کہ قلعہ میں جا بجایید عبداللہ اور امیر الامرا کے آدمی بیٹھے اور دونوں بادشاہ کی خدمت میں آئے اور اپنی تقصیرات کا عذر کیا اور بادشاہ کی بدگمانی کا شکوہ کیا اور کمر سے تلوار کھول کر بادشاہ کے سامنے رکھ دی اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ اگر غازیوں کے کہنے سے بادشاہ کی خاطر میں کوئی دوسرہ آیا ہو تو یہ تلوار حاضر ہے سرور کو اڑا دیکھے اور اگر حقوق خدمت پر نظر کر کے قتل کرنا ناگوار ہو تو ہم کو منصب مغفول فرمائیے کہ ہم حج کرنے اور اپنے آبائے کرام کے مزاروں کی زیارت کے لئے روانہ ہوں لیکن چل خوروں اور صاحب خوض درہم اندازوں کے کہنے سے ہم جاں فشاں بندوں کی باعث خفت و ضرر جانی و مالی ہونا بادشاہوں کی حق شناسی سے بعید ہے۔ غرض آخر کو فتنہ دفع کرنے کے لئے صلح اس بنا پر ہوئی کہ میر جملہ صوبہ عظیم آباد و عرف پٹنہ کی صوبہ داری پر اس سے پہلے جلتے کہ امیر الامرا دکن کو روانہ ہو چنانچہ میر جملہ کو صوبہ داری کا خلعت دے کر رخصت کیا اور امیر الامرا نے یہ بھی عرض کیا کہ میرے جانے میں اول شرط یہ ہے کہ اگر میری غیبت میں پھر میر جملہ کو طلب کیا یا میرے بھائی قطب الملک سے اور قسم کا سلوک کیا تو مجھ کو بیس و زمیں آیا ہوا جا تو۔ دوسری شرط یہ ہے کہ اختیار غزل و نصب جاگیر و خدمات جزو و کل قلعہ داران کا بدلنا میرے اختیار میں ہے۔ بادشاہ نے بتقاضی وقت او مصلحت اس کو قبول کیا۔ بلکہ مشہوریوں سے کہ بادشاہ نے طوعاً و کرہاً مہر خاص اپنے ہاتھ سے

امیر لاہرا کوٹے دی کہ قلعہ داروں کے نام فرمان جاری کرنے میں حضور کے فرمان کا محتاج نہ ہوا۔  
 فساد آمیز گفتگوؤں میں امیر لاہرا کے رخصت ہوتے تک چار پانچ مہینے بارہ پلہ میں توقف ہوا۔  
 نظام الملک ہلاکستان سے جنگ دکن کا صوبہ دار ہو کر اورنگ آباد میں آیا بغیر اس کے کہ راجہ ساہو  
 اور رانی تمارا بانی سے قتال و جدال ہو اس نامدار سردار کی شمشیر زنی کی شہرت نے مرہٹوں کی فوجوں  
 کو ملک و قافلوں کے تاراج میں جو ہر سال شوخی کرتے تھے باز رکھا۔ ان کا ہاتھ سب جگہ ٹھینچتا تھا  
 اور ان کے گماشتے سابق سے چوتھ یعنی جمع مال کے چھارم حصہ کے وصول کے لئے ہر محال  
 میں جا بجا مقرر تھے اور دستور کے موافق ہر سال دار و مدار کر کے وجہ چوتھ پرگنات لیتے تھے بھلا  
 نظام الملک کی غیرت کب گوارا کرتی تھی کہ وہ اورنگ آباد کی نواحی میں اس چوتھ کو مرہٹے وصول  
 کریں اس لئے اُس نے فوجداروں اور ضلع داروں کو تاکید کی کہ راجہ ساہو کی کھائش داروں کو اکثر  
 جگہوں سے اور محال اورنگ آباد سے بے دخل کریں۔ عید فطر ۱۱۰۳ جلوس کے بعد نظام الملک  
 پانچ چھ ہزار سواروں اور توپ خانہ سنگین کے ساتھ پرگنات کے بندوبست اور فوج غنیم کی دفع مقرر  
 کے لئے نکلا اور محمد غیاث خاں اور کھیم کرن اپنے دیوان کو اور سرداروں کے ساتھ پرگنوں کے  
 انتظام اور مفسدوں کی تنبیہ کے لئے تعین کیا۔ مرہٹوں کے سرداروں میں سے کسی کو مقابلہ کی جرات  
 نہ ہوئی اور فرار ہو گئے۔ بندوبست سے خاطر جمع کر کے اور بعض سرکشوں کی گوشمالی دے کر اوائل الحجہ  
 میں نظام الملک اورنگ آباد میں آگیا۔ اس سپہدار کی معاودت کے بعد مرہٹہ کی فوج نے اطراف  
 و دروست میں قافلوں پر شوخی اور دست اندازی شروع کی بندر سورت اور احمد آباد سے اورنگ آباد  
 کو ایک قافلہ جاتا تھا محمد ابراہیم تبریزی بخشی اور واقعہ نگار بھانہ اس قافلہ میں مع ایک جماعت کے  
 کشتہ ہوئے۔ ماہ رجب ۱۱۰۵ھ میں ۳۰ جلوس میں اورنگ آباد سے ۲۳ کروہ پر پناہ گدھی  
 میں جو مرہٹوں کے قرار کا بلحا تھا مرہٹے آئے۔ ایسی پناہ گدھی ان کے تمام صوبوں میں بنی ہوئی  
 تھی وہ آپس میں بھی گفتگو نشونت آمیز رکھتے تھے انہوں نے دس لکھ پرگنہ شیر کا تھا جو گلشن آباد  
 کے پرگنوں میں سے ایک ہے۔ وہ کا طلب سپاہی تھا وہ کبھی مرہٹوں سے آمیزش دوستی رکھتا

نظام الملک ہلاکستان سے جنگ دکن کی صورت داری دیکھیں



اور کبھی اُن کے شر کے دفع کے لئے بندہ بے بادشاہی سے رفاقت کرتا تھا۔ اس مجمع میں بطریق مصلحوں کے رفیق ہوا تھا۔ قصبہ پھول مری میں کہ اورنگ آباد سے آٹھ کروہ ہر نظام الملک کا نوکر انور خاں ضلع دار انتقام رکھتا تھا وہ اپنے پرگنہ کی خبر لینے آیا تھا۔ ایک مرہٹہ کمالش دار نے کہ سابق میں اس ضلع کی چوکیدہ وصول کرنا اُس سے متعلق تھا چوتھ سے ہاتھ کھینچا اور نظام الملک کی ملازمت کی امیدیں انور خاں کی خدمت کرتا تھا۔ اُس کی رہنمائی سے مرہٹوں کی ایک جماعت کی تنبیہ کے لئے اور سرگردوں میں سے ایک سرگردہ کی اعانت کے لئے جو انور خاں کی اطاعت کرتا تھا انور خاں روانہ ہوا۔ راوے کے مابین خبر سنی کہ مرہٹوں کے سرداروں نے اتفاق کیا ہے۔ انور خاں نے اپنے ہیں ان مرہٹوں کے سب سرداروں کی تنبیہ کرنے کی طاقت نہ دیکھی۔ بعض ہمراہیوں کی راہ نمائی سے اُس کے دل میں آیا کہ کمالش دار جو نفاق سے رفاقت کرتا تھا اُس کو غافل کر لے۔ اُس نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا۔ انھوں نے اس کا یراق چھین کر مفید کر لیا۔ یہ خبر مرہٹوں کے مجمع میں پہنچی تو اُن میں سے ایک جماعت نے انور خاں پر حملہ کیا اور اپنے قیدی کمالش دار کو چھٹا کر انور خاں کے ہمراہ لے گئے۔ اپنے مجمع کے مکان میں تازہ فساد کا ہنگامہ برپا کیا جب اس ستوخی کی خبر نظام الملک کو پہنچی تو اُس نے ابراہیم خاں پتی برادر داؤڈا کو فوج کے ہمراہ بھیجا۔ شب دوز کی بارش کے سبب بادشاہی آدمیوں کے تیز و کمان و بندوق استعمال کے کام کے نہیں رہے تھے۔ اور ابراہیم خاں پکس سپاہ بھی مرہٹوں سے کم تھی پندرہ سولہ ہزار مرہٹوں نے ابراہیم خاں کو گھیر لیا اور افغانوں پر عرصہ کارزار گرم کیا۔ ابراہیم خاں انتقامت کر کے مرہٹوں سے اور نظام الملک سے کمک طلب کی اُس نے بسر داری اپنے سپہرہشت سالہ محمد غازی الدین خاں کے باقی سپاہ روانہ کی اور محمد غیاث الدین کو اس لڑکے کی تابعتی کے لئے مقرر کیا۔ مرہٹے فتح جنگ کے شکر کے خوف سے بھاگ گئے اور مقابلہ نہ کیا ابو جی بادشاہی اطاعت اور مرہٹوں کی رفاقت اور معاونت میں حکم نمٹ کارکھتا تھا اُس نے نظام الملک کی فوج کے مقابل ہونے کی صلاح مرہٹوں کو نہ دی۔ وہ جنگ گریز کر کے بھاگ گیا

فتح جنگ کے بہادریوں نے گدھی کو سہارا کیا۔ اور باوجود ہر سائے کے پاشنہ کو ب ان مرہٹوں کا تعاقب کیا۔  
 ہرنسل میں لڑائی ہوئی۔ کافر کشی اور غنیمت کشی زیادہ ہوئی۔ مرہٹوں کی گھوڑیاں اور چھتریاں  
 اور نشان۔ بادشاہی لشکر کے ہاتھ آئے۔ اس طریق پر لڑتے ہوئے منزلوں کا طے کرنا فریقین پر خالی  
 تعب نہ تھا۔ اس مابین میں جو گڈھیاں مرہٹوں کی بلجائیں راہ میں آئیں شکر شاہی کو ان کے  
 محاصرہ کی فرصت نہ تھی اور دھات کے مقدموں نے ہر ایک پر گنہ میں بحسب ظاہر غنیم کی مضرت کی دفع  
 کے لئے احاطہ کمال استحکام کے ساتھ کھینچا تھا اور باطن میں اپنے مال و عیال کے دفع ضرر کے لئے  
 مرہٹوں سے رابطہ اتحاد گرم کیا تھا اور ایسے اوقات میں کہ مرہٹوں پر آفت آتی۔ مرہٹوں کے زن  
 فرزند کو وہ ان حصاروں میں جگہ دیتے اور فوج بادشاہی کے گزند سے محفوظ رکھتے۔ پس جب مرہٹے  
 یہاں آتے اسباب زائد کو یہاں چھوڑتے اور فرار کے لئے سبک بار ہو جاتے۔ اس طرح تتراتی کر وہ  
 مرہٹوں کا تعاقب کیا جب وہ تنگ ہوئے تو دو ہاتھی چھوڑ گئے اور ہیرے کے آدمی بادشاہی لشکر کی  
 شمشیر تلے آئے اور کٹے اور خود مرہٹے کو ہارے قلب اور دشوار گزار خاروں میں متفرق و ناپید ہو گئے  
 بادشاہی فوج نے مع غنیمت کے مراجعت کی ان ہی دنوں میں فتح جنگ نے سخت بیماری سے صحت  
 پائی تھی اور مدت کے بعد مرہٹوں پر ایسی فتح عظیم ہوئی تھی۔ اس نے جشن عالی کیا اور نوروز تک  
 خلعت اور اصفانے عمدہ ہارے شاہی کو اور اپنے آدمیوں کو غنیمت کے ادب ہاتھیوں کو مع عرض  
 کے بادشاہ پاس بھیجا۔

بعض تذکرہ اولیا سے حضرت شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی و بنا شیخ عالم کے  
 احوال پر واقعی طے ہو سکتی ہے۔ ان کی اولاد میں نظام الملک بہادر فتح جنگ تھا اور علوم عقلی اور  
 نقلی سے بہرہ حاصل تھا جو حاصل زندگانی کا سرمایہ ہے اور ترقی و نیوی و نجات اخروی کے لوا  
 کی کلید ہے۔ ربط کلام نظم و نثر میں قدرت تھی شاکر تخلص تھا چنانچہ اس کی طبع زاد  
 مین بیتیں لکھی جاتی ہیں ۷

چوں گل بوے وصل گریباں دریدنی ست      آہے ز سوز سنیہ بریاں کشیدنی ست



زہار دل نبش و نگار جہاں مبند رنگے کہ دیدہ ز رخ گل پریدنی ست  
شاگر برنگ برق دریں عرصہ خیال  
دہن ز خویش برزده یکہ دیدنی ست

بتبعیت او امر و نواہی اسی میں تقید تمام اُس نے قبول کیا تھا۔ اُس نے حضرت عالمگیر کی صحبت میں تربیت پائی تھی عقل معاش و معاد و تدبیر امور ملکی اور حسن سیرت میں اکثر اخلاق و صفات بادشاہ عالمگیر کے اُس نے اختیار کئے تھے۔ سوائے زر جاگیر کے کچھ اور نہ لیتا تھا۔ زر رشوت و خزیہ تلاؤں و پیش کش ہنر و حربی سے بری اور متنفر تھا۔ ہمیشہ اہل دیوان کو تاکید کرتا تھا کہ پرگنا و محلات جاگیر میں عمال کو لکھیں کہ ابواب فوجداری و راہ داری اور انواع ابواب ممنوعہ بادشاہ معاف کر کے ایک ام و درم نہ لیں۔ کبھی اُس نے چور کا ہاتھ نہیں کٹوایا اور اُس کو قتل نہیں کیا جب وہ گوشہ نشین ہوا تھا تو اُس کے تمام جواہر خانہ میں بیش قیمت پتھر جواہر بدل کر اہلکاروں نے جھوٹے جواہر رکھ دیئے تھے جب یہ پھر صاحب منصب ہوا تو اُس نے اس چوری کی کچھ تحقیق نہیں کی اور کسی کو اس قصص میں مداخلت نہیں کیا۔ ہمیشہ صلحا و علما و فخرائے سب سے محبت کرتا اور مجالست رکھتا اُن کے پاس جاتا اپنے پاس اُن کو بلاتا اور سب طرح کی رعایت اُن کے ساتھ کرتا اور حشیش کے روزے سوائے ترمین لباس و زینت نہیں کرتا۔ سخن فہمی کے سبب سے شاعروں کی قدر کرتا۔ مگر کوئی شاعر اُس کی مدح میں کوئی قصیدہ و شعر کہتا تو اُس کی خلاف مرضی ہوتا۔

نظام الملک ۱۱۲۵ھ کو اورنگ آباد سے بادشاہ پاس اور امیر الامرا سید حسین علی خاں بہادر دکن کو روانہ ہوا۔ تم کو یاد ہو گا کہ داؤد خاں بنی پہلے ذوالفقار خاں کا نائب دکن میں تھا۔ اب اس بادشاہ کی سلطنت میں وہ گجرات میں صوبہ دار تھا۔ سارے دکن میں یہ افغان نہایت شجاع مشہور تھا۔ مرٹھوں کے سرداروں کے ساتھ نہایت ربط ضبط رکھتا تھا۔ غرض دکن میں یہ ایک ہی شخص تھا آج تک اُس کی کہانیاں اور کہادتی دکن میں خلافت کی زبان پر ہیں۔ چونکہ اس کا آقا ذوالفقار خاں ان سیدوں کے ہاتھ سے ہلاک ہوا تھا۔ بادشاہ کو یقین تھا کہ کوئی مخالف اس سے

حسین علی خاں کی تصویر دکن و داؤد خاں فیضیائی

زیادہ بھروسہ کا امیر الامرا کے برخلاف نہیں مل سکتا۔ اس نے امیر الامرا کی روانگی کے وقت بادشاہ نے ظاہر میں یہ احکام جاری کئے کہ داؤد خاں حاکم گجرات امیر الامرا کی خدمت میں برہان پور میں آئے اور اُس کی بالکل اطاعت کرے۔ مگر مخفی احکام اس پاس یہ بھیجے کہ وہ برہان پور میں آنکر امیر الامرا کی اطاعت نہ کرے اور اُس کے ہستیصال میں کو شش کرے اور کل امرا دکن کو اُس کی مخالفت پر آمادہ کرے۔ اس کام کے سرانجام کرنے سے وہ سارے دکن کا صوبہ دار کیا جائے گا داؤد خاں برہانپور میں آیا۔ اور اپنی مستقل صوبہ داری کا مدعی ہوا۔ امیر الامرا نے اُس سے کہا کہ خاں صاحب کیوں خلل اندازیاں اور فساد برپا کرتے ہو۔ دکن کے کل صوبے بادشاہ نے میرے سپرد کئے ہیں کیا میری اطاعت اختیار کرو نہیں بادشاہ پاس چلے جاؤ۔ خاں صاحب نے دونوں باتیں نہیں مانیں اور اپنی عادت کے موافق علانیہ امیر الامرا سے بگاڑی۔ اوائل رمضان ۸۳۷ جلوس میں برہان پور کے لال باغ کے میدان میں سیدوں اور افغانوں میں لڑائی بہت تیزی و تندی سے شروع ہوئی خاں صاحب کے میشر مشیر سہراؤل ہیرامن نے میر صاحب کے توپ خانے پر گر کر سید صاحب کے لشکر میں ایک محشر برپا کر دیا تھا۔ مگر سیدوں نے اُسے گھیر گھا کر مار لیا۔ میر مشرف کہ بڑا بہادر قوی ہیکل جوان تھا اور ہاتھی پر بیٹھا تھا وہ داؤد خاں کے ہاتھی کے سامنے آیا اور کان میں تیر لگایا۔ داؤد خاں مصافحے کے وقت زہرہ و بکتر نہیں پہنتا تھا اس نے میر مشرف پر آوازہ کسا کہ کیا عورتوں کی طرح منہ چھپایا ہی جہلم اٹھا کہ میں تیرا منہ دیکھوں اور ایک تیر اُس کے لگایا کہ گلے میں اُس کے زخم کا ر آیا۔ اُس کے زخمی ہونے سے سید حسین علی خاں کے لشکر پر ایک ہراس چھایا اور قریب تھا کہ لشکر پریشان ہو جاتا۔ بہت سپاہیوں کے پاؤں معرکہ جنگ میں اکٹھے گئے تھے کہ اس آشوب میں داؤد خاں کے ایک گولہ جاں سستاں لگا اور اُس کا کام تمام کیا۔ فیل بان نے اُس کے فیل کو معرکہ سے کھینچا چاہا۔ امیر الامرا نے حکم دیا کہ فتح کے تھارہ پر چوٹ پڑے اور داؤد خاں کی لاش جس ہاتھی پر تھی اُس کو پکڑ لیا اور ہاتھی کی دم میں اُس کی لاش لٹکوا کے شہر میں پھرائی۔ (بنیاد نمبر ۱۱۱) سیندھیا اور مرہٹوں کے سردار کہ امیر الامرا کے رفیق ہو کر دُور سے تماشا دیکھتے تھے اور



مغلوب کے غارت ہونے کی راہ دیکھتے تھے اور مہر کہ زد و خورد میں اُن کا پایے استقامت لغزش میں تھا۔ اور ہباگ گئے تھے وہ امیر الامرا کو مبارک باد دینے آئے اور داؤد خاں کے شرک کے لوٹنے میں اُن کی سپاہ شریک ہوئی۔ داؤد خاں کے خزانے اور ہاتھی گھوڑے امیر الامرا نے ضبط کئے۔ دو سال بعد چند ہاتھی بادشاہ پاس بھیجے۔ جس وقت اس شکست کی خبر فرخ سیر کو پہنچی تو اُس کو کمال حزن و ملال ہوا اور اُس نے قطب الملک سے فرمایا کہ تمہارے بھائی نے کیسے جواں مرد داؤد اور شجاع کا خون ناحق کیا۔ تو قطب الملک نے جواب دیا کہ اگر میرا بھائی اس افغان کے ہاتھ سے مارا جاتا تو حضور کی خوشنودی کا باعث ہوتا۔

## سوانح سال سوم جلوس ۱۱۲۵ھ

۳۱۳ جلوس کا یہ واقعہ ہے کہ احمد آباد میں ہندوؤں اور مسلمانوں میں فساد ہوا اور اُس کے سبب دار الخلافہ میں خواجہ محمد جعفر درویش اور شیخ عبداللہ واعظین منارعت ہوئی۔ داؤد خاں بنی اس جگہ احمد آباد گجرات کا صوبہ دار تھا۔ یہاں ایک ہندو کے گھر کے مقابل میں مسلمانوں کی ایک جماعت لپٹی تھی اور دونوں گھروں کے درمیان صحن کو چہ مشترک تھا۔ ۳۱۳ جلوس میں ہندوؤں نے اپنے گھر کے سامنے ہولی جلائی چاہی۔ مسلمان اُس کے مانع ہوئے۔ داؤد خاں کی حمایت سے ہندوؤں نے ہولی جلائی۔ دو سہ روز مسلمانوں نے بارہ وفات کا کھانا پکایا۔ اور گلے فوج کی۔ تمام محلہ کے ہندو نے جمع ہو کر مسلمانوں کے سر پر هجوم کیا۔ مسلمان اُن کا مقابلہ نہ کر سکے اپنے گھروں میں جا چھپے ہندوؤں نے گاؤ قصاب کے چودہ برس کے لڑکے کو اور ایک بوہڑے کو فوج کیا۔ اس پر مسلمان ہر طرف سے جمع ہوئے اور قاضی کے گھر پر آئے۔ قاضی نے یہ سمجھ کر کہ داؤد خاں صوبہ دار ہندوؤں کا طرف دار ہے گھر کا دروازہ بند کیا۔ قاضی کے اشارے سے قاضی کا دروازہ جلا یا۔ اور چوک کے رستہ کی دکانوں اور ہندوؤں کے مکانوں کو جلا نا شروع کیا اور بہت بزازوں اور تاجروں کی دکانیں لٹ گئیں۔ پھر داؤد خاں کے مصائب کپور چند کے گھر پر مسلمان پھنچے اُس نے ہنگامہ جنگ قائم

ہندو مسلمانوں اور کشمیریہ ہندوؤں کا جھگڑا

کیا۔ ہندو مسلمان کشتہ ہوئے اور تمام بازار کا کاروبار تین چار روز تک بند رہا۔ پھر فریقین میں سے ہر ایک نے حضور پاکس جاکر استغاثہ کا قصد کیا۔ دواؤں خاں نے کچھ چند کو محض دیا جس پر اُس کی اور قاضی کی اور حکام کی مہر تھی کہ مسلمانوں نے ہندوؤں پر ظلم کیا اور اُس کو شاہجان آباد روانہ کیا مسلمانوں کی طرف سے شیخ عبد الواحد و شیخ محمد علی کہ زیور فضیلت سے آراستہ تھے بوسہوں اور مسلمانوں کی ایک جماعت نے کربادشاہ پاس آئے۔ راجہ رتن چند دیوان قطب الملک نے اپنے ہم قوموں کی جانب سے شیخ عبد الغفر و شیخ عبد الواحد و شیخ محمد علی و اعطا کو اور مسلمانوں کے ساتھ مقید کیا۔ خواجہ محمد جعفر راؤ خان دوران خاں غنشی نے ان مقید مسلمانوں کی رہائی میں خان دوران خاں کی وساطت سے گوش کر کے رہائی کرائی جس کے سبب سے شیخ محمد علی و اعطا اور خواجہ محمد جعفر میں ارتباط ہوا۔ خواجہ کے گھر میں مناقب ائمہ طاہرین قوال گاتے تھے۔ اس اثناء میں شیخ عبداللہ و اعطا ملتان دار الخلافہ میں آیا اور اُس نے مسجد جامع میں وعظ کیا اور وہ خواجہ محمد جعفر کے گھر ملاقات کو گیا تو اُس نے دیکھا کہ بعض مہتمم مقتدے بجائے سلام کے آداب میں بوسہ پر اقدم کرتے ہیں اور قوال زیادہ تر ائمہ اثناعشریہ کی منقبت گاتے ہیں تو عبداللہ نے نصیحتیں کیں اور کہا کہ سجدہ سوائے معنود برحق کے کسی کو منکر اور نہیں ہے اور سرود کا سننا بھی شریعت کے طریقہ کے خلاف ہے۔ فقط حمد و منقبت اہل بیت کا سننا اور اصحاب کبار کے اسم اور ذکر کا نہ ہونا اسلام کے آئین اور طریقے سے دُور ہے۔ خواجہ نے جواب میں کہا کہ ہم فقرا ہیں سوائے ذات پاک حق کے کسی اور کو موجود نہیں جانتے کسی طرح ہم غیر حق کے سجدہ کی رضا نہیں دے سکتے ہیں۔ یہ لوگ فرط اخلاص سے سب جگہ اپنے معبود کو جان کر مکرر سجدہ زمین بوس کی تقدیم کرتے ہیں اور ممنوع نہیں ہوتے ہیں۔ قوالوں کی نسبت جو ارشاد ہوا اگر آپ کو اشعار نسبت اصحاب یا دہوں تو ان کو سکھا دیجئے ان کے پڑھنے کے لئے ہم قوالوں کو حکم دیں گے۔ شیخ عبداللہ نے جواب سن کر جانا کہ خواجہ کا میلان شیخ کی طرف ہے۔ اُس نے مسجد جامع میں جمعہ کے روز وعظ کیا کہ حضرت علی و اہل بیت عبا نہیں ہیں اور علوی کو سید نہیں کہہ سکتے اور جن پنج تن کو پاک کہتے ہیں اہل سنت کے عقیدے کے



خلاف ہے۔ کینا اور اصحاب کرام پاک نہ تھے۔ اور مذہب امامیہ کی مذمت کی۔ خواجہ محمد جعفر نے شیخ عبداللہ کو کہلا بھیجا کہ وہ غظ میں اپنی گفتگو کرنی اہل سنت کے طریقہ سے بعید ہے بلکہ یہ خارجیوں کا رویہ ہے اگر نقیہ خانہ پر تشریف لائیں یا کوئی اور جگہ مغز فرمائیں اور وہاں اور ضل بھی موجود ہوں تو مباحثہ ہو۔ شیخ عبداللہ نے جواب میں کلمات درشت کہے۔ جمعہ کے روز کچھ مغل زادے ادبش وضع کر بلا کی تسبیحیں گردن و بازو میں ڈالے ہوئے غظ کے وقت پہنچے اس پر یہ گمان ہوا کہ وہ شیخ عبداللہ کے قتل کرنے کو آئے ہیں تو سنی مسلمانوں نے رافضیوں کو برا کنا شروع کیا مغل زادے پشیمان ہو کر مسجد سے باہر آئے۔ ایک ہندو کو جو غظ سننے گیا تھا سنیوں نے یہ سمجھ کر کہ وہ شیخ عبداللہ کے قتل کے لئے گیا تھا مار ڈالا۔ ہندوؤں نے بھی موزن کے جہنم مار کر جان لی۔ شیخ عبداللہ کے ہوا خواہوں نے فرخ سیر سے استفادہ کیا جس کا فیصلہ یہ ہوا کہ عبداللہ و غظ ملتان جاتے اور خواجہ جعفر شہر سے باہر نکلتے۔

## ذکر سوانح سال پیام جلوں ۱۱۲۶ھ

فرخ سیر کی فتح عظیم ہی ہے کہ عبداللہ خاں دلیر جنگ نے سکھوں پر فتح پائی اور بابا بندہ کو اسیر کیا بہادر شاہ کی سلطنت کے بیان میں ان باتوں کا ذکر مفصل کیا گیا ہے کہ بندہ نے کس قدر ملک تاخت و تاج کیا۔ بہادر شاہ اور خان خانان نے تیس چالیس ہزار سواروں کے ساتھ لوہ گدہ کا محاصرہ کیا اور وہ بھاگ کر نکل گیا۔ پھر محمد امین خاں بہادر اور اغوا خاں و رستم دل خاں و انعام خاں اور امرانے مدت تک محاصرہ کیا اور کچھ کام نہ کیا اور بابا بندہ نے پرگنات میں خربنی چٹائی اور کئی ہزار زن و مرد ہندو مسلمان قتل کئے مساجد و بزرگوں کی مقابر کو مسمار کیا اور شاہجہاں آباد و پنجاب کے اکثر محلات و قصبہ جات کو خراب کیا اور اپنا لقب سچا بادشاہ رکھا۔ اس کے ہمراہ تیس چالیس ہزار جنگی سوار اور پیادے تھے جو سب شجاع دل و جان سے اُس کے مرید و مطیع تھے اور اُس پر سے جان و مال کے فدا کرنے کو سرمایہ سعادت سمجھتے تھے۔ مسلمانوں کے ضمیر پر

عبداللہ خاں دلیر جنگ سکھوں پر فتح پائی اور ان کے ہزار ہا بادشاہ کا قتل ہوا۔

ہیچانے اور مقابر و مساجد کی بے ادبی کرنے کو اپنی عبادات اور اعمال حسنہ میں شمار کرتے تھے۔

اس زمانہ میں صوبہ پنجاب میں گورداس پور میں جو شاہجہان آباد سے دس بارہ روز کی راہ ہے سکھوں نے ایک احاطہ حصار بنایا اس میں گردے سابق کامبہ تھا۔ اُس کو بطریق گڈھی کے وسیع بنا کے احاطہ کا اضافہ کیا۔ اس میں پچاس ساٹھ ہزار سوار اور پیا دوں کی جگہ تھی اس کو اپنا مسکن بنادے بنایا برج و بارہ کو تعمیر کر کے استحکام دیا اور اُس کی سیر حاصل پر گئے اپنے تصرف میں لائے۔ لاہور اور سرسند کی طرف تاخت و تاراج کی تو بادشاہ نے عبدالصمد خاں کو لاہور کی صوبہ داری پر مقرر کیا تھا۔ اُس کو مع زکریا خاں اُس کے بیٹے کے اس مہم میں مامور کیا اور قمر الدین سپہ اعما الدولہ و محمد امین خاں بہادر و آغزاں اور فوج مغلیہ بادشاہی اور احدی مع توپ خانہ اُس کی کمک مدد کے لئے مقرر ہوئے۔ عبدالصمد خاں دلیر جنگ ویران کے خازن یا نام و نشان میں کا مطلب شجاع تھا جب وہ گڈھی کے قریب آیا تو بابا بندو کی فوج مور و ملخ سے زیادہ گڈھی سے نکل کر مقابلہ میں مشغول ہوئی اور شکر بادشاہی میں ہل چل ڈال دی کہ قریب تھا فرج اسلام کو چشم زخم عظیم پھنچے۔ مگر سکھوں نے ایسی جراتیں کیں کہ لشکر اسلام میں کھل بلی پڑی۔ دونوں طرف سے جمع کثیر کشتہ ہوئی۔ پھر مغلیہ اس جماعت پر غالب ہوئی۔ اور سکھوں کو نہر سمیت دی اور ان کو بھگا کر احاطہ میں ہیچایا۔ کسی دفعہ سکھوں نے شوخی بے باکانہ برود کیا اور شب خوں مارے چار ناچار دلیر جنگ نے سکھوں کی گڈھی کے مقابل اپنے لشکر کے گرد احاطہ بنایا اور اُس کے گرد خندق کندہ کر کے مورچال آگے بڑھائے اور محاصرہ نے طول کھینچا۔ اس مابین میں سکھ اپنی جرات دکھاتے رہے۔ گاہ و بگاہ گڈھی سے نکل کر دستبرد لشکر اسلام کی مورچال پر کرتے رہے اور بادشاہی آدمیوں کو اس دنیائے رخصت کرتے رہے عبدالصمد خاں نے مع ہمراہیوں کے سعی و تردو نمایاں کئے۔ اس کا حال تفصیل سے تحریر کرنا اختصار کلام کا منافی ہے ان ایام میں عبدالصمد خاں نے ایسا انتظام کیا کہ غلہ کا ایک دانہ اور



گھاس کا پتہ گڈھی میں نہ جانے دیا۔ گڈھی میں جو ذخیرہ جمع تھا وہ ختم ہوا۔ اور روز بروز ابواب  
تردد آمد و شد سکھوں کے منہ پر بستہ ہوئے۔ یہاں تک نوبت آئی کہ سکھ طرح طرح کے چیلے کر کے  
کبھی کبھی لشکر اسلام سے ایک سیڑی دو تین دوپہ سیر خریدتے ان کے سردار قوت لایموت مٹھی  
بھر کے بطور داکھاتے۔ سکھ اور ہندوؤں کی طرح متعین و مقرر مذہب نہیں رکھتے تھے۔ جب عرصہ  
زندگانی تنگ ہوا تو گائے۔ گدھے۔ گھوڑے کھانے شروع کئے۔ لکڑی میسر نہ تھی اس لئے  
کچا گوشت کھاتے۔ ہر روز بھجوں کے پیاسے بہت آدمی مر جاتے۔ باوجود اس کے بھی بعض اوقات  
سکھ گڈھی سے نکل کر رات دن مورچالوں پر حملے کرتے اور دشمنوں کو کشتہ و زخمی کرتے اور نیم چال  
اپنی جاں کو سلامت لے جاتے۔ ہر ہفتہ میں بہادران اسلام ہزار سنی و اشکال سے مورچال آگے  
لے جاتے سکھوں کو تنگ کرتے۔ یہاں تک کہ وہ چار پاؤں کی ہڈیوں کا آٹا پیس پیس کر اور  
درختوں کی چھال کو کھانے لگے۔ آٹھ سات ہزار اس سردار خوری سے مر گئے اور بہت سے سکھ  
فرار کے وقت مغلوں کی تیغ کے نیچے آئے۔ اس پر بھی لشکر اسلام سکھوں کی تہور و جاں فشانی  
کا بلا خطہ کلی رکھتا تھا کہ مبادا یہ سیات مجموعی ساتھ نکل کر سینوں کو سپر بنا کے اپنے سردار کو نکال کر  
لے جائیں۔ حسرت و اعتقاد آدمیوں میں سکھوں کا یہ جادو مشہور تھا کہ وہ کتابلی بن کے نکل جاتے  
ہیں۔ اس لئے جو کتابلی گڈھی کی طرف سے آتا ہوا اہل مورچال کو نظر آتا تو اسے مار ڈالتے جب  
اہل قلعہ حیات سے مایوس ہوئے تو پیغام جاں بخشی اس امید سے بھیجا کہ اجا طہ مات سے نجات  
ہو۔ ابتدا میں دلیر جنگ جاں بخشی کی امان پر راضی نہیں ہوا۔ مگر آخر کار مصلحتاً امیدوار کیا کہ عفو  
جرائم و تقصیرات کے لئے بادشاہ کی خدمت میں التماس کیا جائے گا۔ چار ناچار بابا بندہ مع  
اپنے آٹھ سات برس کے لڑکے اور اپنے دیوان اور تین چار ہزار نیم سہل سکھوں کے نکلا اور دستگیر  
بلائے مکافات ہوا۔ عبدالصمد خاں نے دو تین ہزار سکھوں کو بار کر دشت پر وسعت کو طشت پران  
خون بنایا اور ان کے سرزں کے پوست کو گھاس سے پُر کیا اور نیزوں پر چڑھایا اور باقی کو بادشاہ  
پاس زندہ لے جانے کے لئے طوق و زنجیر نہایا۔ مقتولوں کی ایک جماعت تھی جس نے حیات

ونجات کی امید میں حرص زیادہ سے جو انسان کو دنیا کے مال کے ساتھ ہوتی ہے۔ اشرافیوں کو نکل لیا  
تھا اُس کی شہرت ہو گئی تھی تماشائیوں نے سکھوں کا پیٹ چاک کر کے بہت روپیہ اُن کے شکم  
میں سے نکالا۔ عبدالصمد خاں نے بادشاہ کو اس حال سے اطلاع دی بادشاہ نے بابا بندہ اور  
مقتولوں کے سردار اور امیروں کو طلب کیا۔ عبدالصمد خاں نے سات سو چالیس سکھوں اور بابا بندہ  
کو اس حیثیت سے روانہ کیا کہ اونٹوں کی ننگی پیٹوں پر سوار اور کاغذ کی ٹوپی سر پر اور بیڑیاں سر پر  
میں اور ہتھکڑیاں ہاتھوں میں پہنائیں۔ جب اس بہتیت سے یہ جماعت پر غرور لاہور میں داخل  
ہوئی تو بایزید خاں کی ماں جس کو باز نسنگہ نے مارا تھا اپنے بیٹے کے قاتل کی تاک میں کھڑی تھی  
جوں ہی لوگوں نے باز نسنگہ کو بتلایا تو وہ ہی اُس نے اُس کے ایک ایسا پتھر مارا کہ پھر اُس نے  
پانی نہیں مانگا۔ عبدالصمد خاں کو یہ خبر ہوئی تو اُس نے سکھوں کو گھوڑوں اور گرگھووں کی جھولوں  
میں چھپایا کہ لوگ اُن کو مار نہ ڈالیں اور وہ بادشاہ پاس زندہ سلامت پہنچیں۔ محرم ۱۱۲۶ھ کے  
وسط میں یہ اسیر دار الخلافہ کے نزدیک آئے تو اعتماد الدولہ محمد امین خاں بخشی کو حکم ہوا کہ شہر سے  
باہر جا کر بندہ اور اُس کے ہمراہیوں کو تختہ کلاہ اور روسیہ کر کے بابا بندہ کو ہاتھی پر اور قیدیوں  
کو اونٹوں پر اور سردوں کو نیزوں پر لگا کے شہر میں پھرائیں کہ اوروں کو عبرت ہو۔ جب بادشاہ  
کی نظر کے رد ہوا تو اُس نے بابا بندہ اور اُس کے سپہ اور دو تین اور مقبروں کو قلعہ میں قید کرنے کا  
حکم دیا اور اوروں کو فرمایا کہ کو توالی دور یہہ کے بازاروں میں دو تین سو روز قتل ہوا کریں۔ شہر کے  
کھتریوں نے جو بابا بندہ کے معتقد تھے محمد امین خاں کو بہت روپیہ دینا کیا کہ وہ اُس کو چھوڑ دے  
مگر اُس نے قبول نہیں کیا۔ یہ سب ایسے جوش مذہبی میں بھرے تھے کہ ہر قیدی جلاوے کے تئیں کہتا  
کہ پہلے مجھے قتل کر دو۔ غرض جو ان مردی سے مرے اور مذہب نہ بھرے۔ یہ سب بڑی وحشتانہ  
معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر سکھوں کے غلم و تم کو دیکھو تو وہ اس سزا کے سزاوار تھے۔ جب ان سب کا  
قتل ہو چکا تو بابا بندہ کی باری آئی اُس کو تماش کا لباس پہنایا اور لال پگڑی بندھوائی تو ہے  
پنجرے میں بند کیا اور اُس کے رفیقوں کے سر نیزوں پر رکھ دئے گئے۔ ایک بلی اُس کی پالی ہوئی تھی



اُس کو بھی ایک نیزہ پر لٹکایا تاکہ بابائندہ کو معلوم ہو جائے کہ کوئی چیز اس کی دنیا میں باقی نہیں رہی۔ جلادنگلی تلوار سے سامنے کھڑا ہوا۔ بابائندہ کی گود میں اس کا بیٹا لٹایا گیا اور تینہ اُس کے ہاتھ میں ڈیا گیا اور لٹکایا کہ بیٹے کو ذبح کر۔ کوئی کہتا ہے کہ اُس نے فرج کر ڈالا۔ کوئی لکھتا ہے کہ جب اُس نے انکار کیا تو جلاد نے اُس کے بیٹے کو مار کر اُس کے تحت جگر کا کلچر اُس کے منہ پر مارا۔ پھر گرم دست پناہوں سے اُس کی بوٹیاں پونچ پونچ کر پھینک دیں مگر بابا کا استقلال یہ تھا کہ آٹ نہیں کی۔ کہہ کر دیکھ نیا فت کہ کشت کہ در دید ۵

از مکافات عمل عاقل مشو گندم از گندم پروید جو ز جو  
جس شخص نے حاملہ عورتوں کے بچوں کو پیٹ سے نکلوا کر ذبح کر لیا ہو اُس کے بچے کا کلچر اُس کے منہ پر پھینکا جائے تو کیا ظلم ہے وحشیانہ حرکتوں کا وحشیانہ انتقام ہے۔ باقی سکھ جہاں تہاں پھیلے ہوئے تھے اور نکل کے جانوروں کی طرح شکار کئے گئے۔ غرض اس وقت ان کا علاج وہ کیا گیا کہ وہ مدت کے بعد پھر پیٹے اور ان کو یہ حوصلہ ہوا کہ انہوں نے ملکوں کو ماتحت و تاراج کیا۔ خانی خاں لکھتا ہے کہ بابائندہ کے معتقدوں کی عجیب نقلیں مشہور ہیں جن کو عقل نہیں قبول کرتی مگر میں اپنی بحیثیت خود دیدہ لکھتا ہوں کہ جب سیروں کی جماعت کشتہ ہوتی تھی تو اس میں ایک جوان نوخیز تھا جس کی ماں نے قبول پیدا کر کے بادشاہ سے اُس کے خون معاف کرنے کا حکم تحریری حاصل کیا جب یہ حکم لے کر بیٹے کے پاس گئی جس کے سہرے جلاد تلوار سے لے کھڑا تھا اور اُس نے بادشاہ کا حکم اُس کو دکھایا تو بیٹے نے فریاد کی میری ماں دروغ کہتی ہے میں دل جان سے معتقد و فدوی جاں نثار اپنے مرشد کا ہوں مجھے جلد میرے رفیقوں پاس پہنچاؤ۔

کہتے ہیں کہ محمد امین خاں نے بابائندہ سے پوچھا کہ تیرے چہرہ سے عقل و رشادت کے آثار ظاہر ہیں پھر کیوں مکافات عمل کا اندیشہ نہ کیا۔ چار روز کی زندگانی کے لئے ایسے ظلم و ستم و برے کام ہندو مسلمانوں کے ساتھ کئے تو اُس نے جواب دیا کہ تمام مذہبوں اور ملتوں میں جس وقت ناہم فانی و مصیبت انسان سے جو مجسم عصیاں ہے حد سے زیادہ ظہور میں آتی ہے تو منتقم حقیقی برعکاس

کے مکافات کے لئے مثل میرے ایک ظالم کو معین کرتا ہے کہ اس جماعت کے اعمال کی سزا دے  
چونکہ وہ کہ ویراں کندہ علی ہند ملک درخیزہ ظالمی  
پھر اس ظالم کی تلافی کے لئے کوئی تیری مثل صاحبِ وقت اس پر مسلط کرتا ہے کہ اس کے اعمال کی سزا  
اس جان میں ملے چنانچہ ہم تم یہ مشاہدہ کر رہے ہیں۔

## سوانح سالِ پنجم ۱۱۲۷ھ

جب بادشاہ اور سیدوں میں بظاہر اتفاق ہو گیا، تو فرخ سیر نے اجیت سنگھ کی بیٹی سے شادی  
کے سامان تیار کرنے کا حکم دیا۔ تھوڑے دنوں میں سامان تیار ہو گیا۔ امیر الامرا نے دتر کی طرف سے  
اسباب شادی تیار کیا جس دھوم دھام سے یہ بیاہ رچا نہ پہلے کسی نے دیکھا نہ کسی نے کسی سے سنا  
دوم ذی الحجہ ۱۱۲۷ھ کو محفل نکاح منعقد ہوئی۔ امیر الامرا کے گھر میں بادشاہ آیا اور رانی کو بیاہ کر اپنے  
گھر لے گیا۔ کیا زمانہ کا انقلاب ہے کہ وہی راجہ اجیت سنگھ جو غلام کے لباس میں جان بچا کر اپنی دارالسلطنت  
میں بھاگا تھا۔ اب اُس نے بادشاہ کو بیٹی دے کر دارالسلطنت میں گھر بیٹھے بیٹھے اپنا تسلط و اختیار پیدا  
کیا۔ اب یہ حکایت انگریزی تاریخوں میں لکھی جاتی ہے کہ اس شادی کرنے سے پہلے بادشاہ ایسے مرض  
میں مبتلا تھا کہ وہ اس شادی کا مزہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ جی کے بادشاہ پاس پر سیٹھ کلکتہ سے وہ  
ایلی سرکار کمپنی کی طرف سے تحفہ تحائف بھیجے تھے وہ ۸ جولائی ۱۷۱۵ء کو دہلی میں آئے۔ ڈاکٹر گریٹر  
ہملٹن اُن کے ہمراہ تھا وہ بادشاہ کے مرض کا معالج ہوا۔ اُس کے ہاتھ اسکو جلد شفا ہو گئی مرض جاتا رہا  
بادشاہ نے اس محسن سے یہ کہا کہ انعام جو چاہو مانگو۔ اس فیاض دریا دل حکم نے اُس وقت اپنے ذاتی نفع کا  
خیال کچھ نہیں کیا وہ چیز مانگی جو اُس کی قوم کی سلطنت و حکومت کا باعث ہوئی۔

اسی سال کے شروع میں عیسیٰ خاں مہمند زمیندار صوبہ پنجاب کا انتیصال ہوا وہ راجپوت زمیندار  
میں سے تھا اور منصب رکھتا تھا۔ سلطنت کے انقلاب سے باغی ہو گیا جاگیرداروں کے محال کے محصول  
زبردستی متصرف ہوتا تھا۔ مکرر فوجداروں کی سپاہ اس کے مقابلہ کو گئی مگر ناکام آئی عبدالصمد خاں اُس کی  
تنبیہ پر متوجہ ہوا عیسیٰ خاں میاں کا نہ میدان کارزار میں لڑ کر مارا گیا۔ سر اسکا بادشاہ پاس بھیجا گیا۔

فرخ سیر کی شادی راجہ اجیت سنگھ کی بیٹی سے

عیسیٰ خاں کی شادی



صوبہ عظیم آباد میں میر اکینہ صاحبہ کی سیر حاصل محال اسکی دستبرد سے اسکے تصرف میں تھی دوسری  
 ان میں عمل دخل نہ ہونے دیتا۔ فوجوں اور قافلوں کو غارت کرنا میر جملہ یہاں کی صوبہ داری پر مقرر ہوا باوجود  
 اُس نے سپاہ کو ضابطہ سے بڑھایا اور خزانہ سرکاری سے روپیہ بہت خرچ کیا مگر دھیر پر تسلط نہ پایا اور  
 رعایا و سکنہ پٹنہ پر مغلیہ سے ظلم و ستم بہت ہوا میر جملہ تنگ ہو کر قریب اختیار کی آرزو میں پاس آیا جس کا  
 بیان آگے ہو گا۔ اور صوبہ عظیم آباد کی صوبہ داری پر سر بلند خاں سرفراز ہوا تو اُس نے اُس مفید کو جس سے  
 جاگیرداروں کی رعایا کا ناک میں دم ہو رہا تھا زیادہ جمعیت کے ساتھ لڑکر جنگل میں بھگا دیا جہاں وہ زخم لگنے  
 مر گیا۔ فرخ سیر بادشاہ نے لطف اللہ خاں صادق کی تجویز سے یہ حکم دیا تھا کہ وہ عیسیٰ سے نہ صدی منصبداروں  
 ملک و رسات آٹھ ہزار سوار و الاشاہی کو جب تک جاگیر ملے درہم پیسہ و سپہ ہر سوار کو گھوڑے کو داغ لگوانے  
 کی تاریخ سے خزانہ سے ملا کرے۔ ان میں سے جن الاشاہی ملازموں نے حق رفاقت جانا بازی ادا کیا تھا  
 اُن کی تنخواہ دس بارہ مہینے کی سرپرچہ رکھی اور ایک حملت اُن میں سے جاگیر کی امید میں خدمت کر رہی تھی  
 جن میں زیادہ تر مغلیہ و الاشاہی تھے اُنکی برطرفی کا حکم یک قلم صادر ہوا۔ بخشیدوں نے انکو جواب دیا۔ اُنکی  
 برطرفی کی شورش ہو رہی تھی کہ میر جملہ پر سپاہ نے اپنی طلب کے لئے زیادتی کی باوجود کہ اُس نے خزانہ  
 بادشاہی کا مبلغ کلی خرچ کیا اور رعایا کو مغلوں کے ظلم نے رلا دیا پھر بھی یہاں وہ آبرو کے ساتھ نہیں سکتا  
 اسکے علاوہ قرب بادشاہی کا جذبہ تھا وہ عظیم آباد سے جبریدہ بطریق لیٹا رڈ ٹھہرنے کی مسافت کو چودہ  
 پندرہ روز میں طوکر کے سپاہ سے روپوش دفعۃً بادشاہ کی ڈیوٹی پر حاضر ہوا۔ ان دنوں میں ہر مہینہ دہاہ میں  
 خبریں درمازہ منصوبے وزیر کے حق میں بادشاہ کو قہد کے واقعہ طلبوں کی زبان پر تھے۔ یہ خبر بھی مشہور ہو گئی کہ  
 کہ بادشاہ نے میر جملہ کو وزیر کے پھسانے کیلئے بلایا ہے۔ ہر چند بادشاہ نے میر جملہ پر ملازمت کے وقت کچھ التفات کیا  
 اور اسکو بڑا کہا کہ بے حکم چلا آیا۔ اور پٹنہ کی رعایا کو خراب کیا۔ میر جملہ بھی منفعل تھا۔ قطب الملک کی خدمت میں  
 آن کر اپنا عجز و انکسار و اطاعت کا اظہار کیا کہ بادشاہ اور قطب الملک سے اپنے عفو و عظیم کی التماس کرے۔  
 اہل تدبیر اس سب کے وزیر کے مقید کر نیکی لئے حیلہ و تدبیر جانتے تھے۔ ان ہی دنوں میں سات آٹھ ہزار سوار  
 منصبداروں نے جو برطرف ہوئے تھے جمع ہو کر محمد امین خاں بخشی و خان نواب امیر الامرا میر جملہ کے گھر پر  
 دھنوا دیا اور یہ مشہور ہوا کہ بخشیدوں کے اشارہ سے قابو کی وقت مغلیہ فتنے کو لے کر دست مجموعی سے قطب الملک کے



گھر پر طلب کی دست آویز سے یورش و شورش کریں گے۔ قطب الملک اپنی فوج متفرقہ کے فراہم کر  
 اور جمعیت تازہ کی نگاہ داشت کی فکر میں ہوا۔ بغیرت خاں خورشید عبداللہ خاں بارہ کے سیدوں  
 کو تازہ لایا۔ چار پانچ روز تک فوج مغلیہ سوار بازار کے رستوں میں کارزار اور فساد کے لئے مستعد تھی  
 اور قطب الملک کے سردار بھی جمعیت شایستہ کے ساتھ کمر بستہ تھے۔ تاہم گھوڑوں اور گھوڑوں پر سوار ہنگامہ  
 آرا ہوتے تھے۔ میر جلیل نے سر اسیمہ ہو کر محمد امین خاں کے گھر میں پناہ لی۔ ہر طرف وہ تیر ملامت کا  
 نشانہ ہوتا وہ حیران تھا کہ کیا کروں آخر کو چارہ کاریہ جانا کہ رفع فساد اور قطب الملک کی تسلی کے  
 لئے میر جلیل کو بادشاہ معضوب و کم منصب کرد اور صوبہ عظیم آباد سے مغرول کر کے صوبہ پنجاب  
 میں تعینات کرے اور سر بلند خاں عظیم آباد کی صوبہ داری کرے اور نظام الملک بہادر فتح جنگ  
 مراد آباد کی فوج داری پہچائے۔ فتنہ جو ہنگامہ طلبوں کی زبان پر مدتوں تک یہ مشورہ رہا کہ میر جلیل  
 کو بادشاہ نے مصلحتاً سرحد و صوبہ پنجاب میں بھیجا ہے پھر اُس کے بلانے کی تدبیر و فکر میں۔ وجہ  
 بادشاہ اطراف شہنشاہی کے لئے نکل کر تین چار مہینے باہر رہنا تو خانہ بجانہ و خیمہ بختیہ بھی ذکر ہوتا  
 کہ بادشاہ کا برآمد ہونا سید عبداللہ کے دستگیر کرنے کے لئے ہی نہ تھا۔ قطب الملک بھی متوہم ہو کر  
 سپاہ کی نگاہ داشت کرتا سوار سادات اور متوطنان بارہ کے کسی اور کو اپنے پاس نوکر رکھتا۔

۲۹۱ھ میں اسد خاں قرہ قاقو جو ۹ برس کا تھا اور اُس نے شاہجہاں و عالمگیر کے عہدوں  
 میں وزارت اور عہدہ خدات کی تھیں اور اُس کے بزرگ امراء ذوی الاقتدار شاہ ایران کے تھے  
 اس دنیا سے سفر کیا وہ زیر دستوں کے ساتھ رفیق و مدارا کرتا ہم چشموں کے ساتھ شان و تملکین کے  
 ساتھ سلوک کرتا کوئی امیر اس آخر زمانہ میں اُس کی برابر نہ تھا۔ کہتے ہیں کہ جب اُس کے مرض آخرنے  
 طول کھینچا تو فتح سیر نے اس پاس عیادت کے لئے ایک اپنا عزم خاص بھیجا اور خیمہ یہ پیغام دیا کہ  
 ہم نے آپ کی قدر نہ جانی۔ آپ کے خاندان کے ساتھ جو دستور العمل سلطنت عمل میں آنا چاہیئے تھا وہ  
 عمل میں نہ آیا۔ اب اُس کی ندامت فائدہ نہیں ہو اب میں آپ سے مصلحت پوچھتا ہوں کہ سادات  
 ساتھ مجھے کیا کرنا چاہیئے تو اُس نے جواب دیا کہ آپ اپنے جہد و آبا کے رویہ کے خلاف جو عمل



عظیم کی وہ بجز حکم خدا نہیں ہوئی میں جانتا ہوں کہ جیسے ہمارے خاندان سے وزارت گئی ایسے ہی خاندان قیوریہ کی سلطنت میں بالکل خلل پڑے گا لیکن فی الحال ملک کا اختیار جو سادات بارہ کو دیا ہی صلاح دولت اس میں ہر کہ تا مقدر اُنھیں کے ساتھ سلوک کریں اور یہاں تک کام کی نوبت پہنچائیں کہ روز بروز مادہ فساد خندا زیادہ آمادہ ہو اور سرشت اختیار ہاتھ سے جاتا رہی۔

چودھریاں خشنندہ افتادہ مور رہا نندہ راجا رہا بید نہ زور

اپنے بیٹے کے قاتل کے حق میں بادشاہ کو یہ نیک صلاح دینی اسی نیک امیر کا کام تھا

## سوانح سال ششم ۱۱۶۱ھ

دکن سے خبریں آئیں کہ بادشاہ جن آدمیوں کو مقرر کر کے بھیجا تھا اُن کو امیر الامراء دخل نہیں دیتا ہمیشہ عمدہ قلعہ دار بادشاہ اپنی طرف سے مقرر کیا کرتا تھا اب امیر الامراء اپنی طرف سے اپنے ہمراہوں کو قلعہ دار مقرر کرنے لگا۔ یہاں بادشاہ پاس راجہ رتن چند دیوان سید عبداللہ خاں تمام منصوبوں کے تعلق میں دخل دیتا کسی کا اصلاً اعتبار و استقلال اُس نے نہیں رکھا تھا خصوصاً مقدمات مالی میں۔ دیوان رتن و خالصہ معطل محض تھے اور پرگنات خالصہ بطریق اجارہ معرض بیع و شریعت آتے۔ اس سبب بادشاہ کی کدورت و زیر سے روز بروز بڑھتی جاتی تھی۔ اعتصام خان دیوان خالصہ اور رائے رایان دیوان رتن نے استفادہ کیا۔ عنایت اللہ خاں حج کر کے آیا۔ اُس کو بادشاہ نے دیوان خالصہ رتن و صوبہ داری کشمیر عنایت کی۔ بادشاہ کی عیاشی اور خلوت نشینی علاوہ بے دماغی کے زیادہ ہو گئی تھی۔ اس لئے سید عبداللہ خاں چار پانچ مہینے تک اجرائی کا وزارت و دستخط کے کپڑی میں نہیں بیٹھتا تھا خلق اللہ کا کار بند تھا عنایت اللہ خاں مہینے ایک دو بار قلعہ میں آکر کچھری کرتا۔

عنایت اللہ کے عرض کرنے سے ہنو دس جزیرہ کے وصول کرنے کا حکم ہوا راجہ رتن چند کی مرضی کے خلاف تھا چونکہ ہنو داوڑ خواجہ سراہیوں و مردم کشمیر نے ساخت و انقلاب اور زبردستی سے منصب زیادہ لے لئے تھے اور میر حاصل جاگیریں اپنے تصرف میں کر لی تھیں۔ اور اوادیوں

بادشاہ کی کدورت کا وزیر سے زیادہ ہونا

جزیرہ و عنایت اللہ خاں دراز

پرعصہ جاگیر تنگ تھا۔ عنایت اللہ خاں نے بادشاہ سے عرض کیا کہ از روئے اوارجہ توجہ منصب ہنود اور مغلب کم وضبط فرمائیے یہ بات بھی راجہ رتن چند اور کل دفتر کے صاحب داروں کو ناگوار تھی انھوں نے قطب الملک کی طرف رجوع کی وہ اس حکم کے اجرا پر راضی نہ ہوئے بلکہ تمام ہنود جزیرہ کے پھر جاری کرنے سے اور کمی منصب کے سبب عنایت اللہ خاں کی عداوت پر کمر بستہ ہوئے طریقین سے حسابی بے حسابی کاوشیں ایسی ہوئیں کہ مکر رنجشیں بڑھیں اور طریقین میں یہ قرار جو ہوا تھا ٹوٹ گیا کہ عنایت اللہ خاں کوئی دیوانی کا کام بغیر عبداللہ خاں کی صلاح کے نہ کرے۔ اور رتن چند محالاً بادشاہی میں دخل نہ دے۔ ناچار کچ دارومرزیہ سے باہم موافقت کرتے تھے۔ اس درمیان میں محال خالصہ کے مال میں سے ایک عامل کو جو دست گرفتہ و فرستادہ رتن چند کا تھا دیوانی میں حساب لیا تو کل روپیہ اُس کے ذمہ بھلا عنایت اللہ خاں نے اُس کو وصول زر کے لئے مقید کیا۔ عامل کی رتن چند نے حمایت کی کچھ فائدہ نہ ہوا۔ ایک دن یہ عامل بھاگ کر رتن چند پاس چلا گیا اور اُس پر پڑا فساد چچا۔ بادشاہ نے قطب الملک سے کہا کہ وہ رتن چند کو موقوف کرے مگر اُس نے مانا نہیں۔ فوج سیر اور سادات بارہ کے درمیان یہ ایک اور فساد کا سبب بنیاد ہوا کہ چورامن جاٹ ایک مفسد مشہور تھا جس کے باپ دادا اور بھائی بند عالمگیر کے عہد سے صوبہ الہ آباد میں فساد مچاتے تھے اور مکر و فراوج بادشاہی اُس کے قلعہ سنسی کی تخیر کو گئی تھی جس کا حال پہلے بیان ہوا اب چورامن بہت شوخی اور بے ادبی شروع کی۔ بادشاہ نے راجہ دھیراج بے سنگھ کو اس کی تنبیہ کے لئے بھیجا راجہ نے جا کر چورامن کی گڈھی کا محاصرہ کیا اور جنگ لڑنے عظیم پیش آئیں۔ طریقین کے بہت آدمی قتل ہوئے۔ سید خان جہاں بھی آگیا۔ چورامن پر کار تنگ ہوا اس نے اپنا وکیل قطب الملک پاس بھیجا اور صلح کا اقرار قبول کرنے پر اور بادشاہ پاس جانے پر بشرط عفو جرم اور سزا فراموشی منصب سبب بغیر اس کے کہ اُس کی اطلاع بے سنگھ کو ہو۔ بادشاہ نے سید عبداللہ کے کہنے سے ان شرائط کو طوعاً و کرہاً قبول کیا۔ یہ مصالحہ بادشاہ کی مرضی کے خلاف تھی جس سے راجہ جرنگ نہایت ناخوش ہوا۔ اور بادشاہ پاس آیا۔ چورامن سید عبداللہ خاں کے محلہ میں آتا اور صرف ایک دفعہ بادشاہ

چورامن جاٹ سے صلح



اُسے ملا۔ دوسری مہجرے کی اجازت نہ دی۔ اب بادشاہ پاس دکن سے ناخوش خبریں آئیں۔

## سوانح سال ہفتم ۱۱۶۹ھ

امیر الامر ارداو دخال کو شکست دیکر اورنگ آباد میں آیا اور ملک کے بندوبست میں مشغول ہوا۔ دکن کے ہر صوبہ میں بدستور صوبہ داران بادشاہی مرہٹوں کی طرف سے ایک مرہٹہ سردار وصول ہوتا تھا کہ چوتھے کو وصول کرتا تھا امیر الامر کو اطلاع ہوئی کہ کھنڈ و پیاریہ (دھپاریہ کھانڈہ) راؤ دھپاریہ خاندان پر قابض ہو اور بندر سورت کی راہ پر گلی گڈھیان بنالی ہیں اور تھانے جمالے ہیں۔ اس راہ پر جو قافلہ گزرتا ہے اگر اس کے تجارت وغیرہ اپنی مالیت کی چوتھائی دیدیتے ہیں تو سلامت چلے جاتے ہیں اور نہیں تو لٹ جاتے ہیں قید ہو جانے پر ہر آدمی کو اپنی رہائی کے لئے روپیہ دینا پڑتا ہے۔ امیر الامر نے ذوالفقار بیگ بخشی کو تین چار ہزار سواروں اور پانچ چھ ہزار پیادہ بند و پنجوں کو اس کی تہیہ کے لئے رخصت کیا۔ اور ذوالفقار خاں کو تلوار اورنگ آباد اور خاندان کے درمیان گزرا کہ اُس نے خبر سنی کہ کھنڈ و پیاریہ آٹھ نو ہزار جنگی سواروں کے ہمراہ بکلا نہ اور کالہ کی سرحد کے نزدیک نکلا ہے جو اورنگ آباد سے ستر کروہ عرفی ہے۔ ذوالفقار خاں مستعد جنگ ہو کر اُس پر تاخت کرنی چاہی کہ وہ خاردارد شوار گزرا جنگلوں کی طرف فرار ہو جاتی بادشاہی سپاہ آگے بڑھتی گئی اتنے ہی وہ وہاں سے خالی کر کے پیچھے ہٹا گیا۔ یوں بادشاہی سپاہ کو پیچھے لگا کر اس مقام پر لے آیا کہ نہایت مستحکم تھا۔ ہر چند ذوالفقار بیگ کو ہر کاروں نے منع کیا کہ وہ اس جال میں نہ پھنسے مگر سادات کی شجاعت و جہالت کب اُن کی سننے دیتی تھی وہ مرہٹوں کے پیچھے چلے گئے۔ کھنڈ و کی سپاہ چھوٹے چھوٹے گردہوں میں منقسم ہو کر اونچی ٹیلہوں اور پہاڑوں کی کھوؤں میں چھپ چھپا گئی۔ بادشاہی فوج اس فرار کو اپنی فتح سمجھی اور خوشی کے مارے پھولی نہ سہائی۔ ان جھگڑوں نے پیچھے پڑ کر اپنی صف بندی کو توڑا۔ مرہٹوں نے یہ ہوشیاری کی کہ جب تک چھپی بیٹھے رہے کہ بادشاہی سپاہ اُن کے پیچھے پڑ کر بالکل متفرق ہو گئی اور پھر اُن کے اجتماع کی امید نہ رہی جب سب کچھ ہو چکا تو مرہٹوں نے تلواریں

سوئیس۔ سپہ سالار ذوالفقار بیگ اور اُس کے ہمراہیوں کی ایک جماعت کے ٹکڑے اڑا کر باقی فوج میں سے جس نے رہنما مانگی اور اس پر غور سے پایادہ ہو کر سپر ڈالی زندہ مقید ہوا اور جان و مال کے ساتھ عرصہ تلف میں آن کر تیغ بے دریغ کا علف ہوا۔ مشوریوں سے کہ گاؤں و شہروں میں کسی سوار و پیادہ کا اس بلا سے محفوظ نہیں رہا۔ امیر الامرا نے یہ خبر سن کر اپنے مستقل دیوان راجہ محکم سنگھ کو شایستہ فوج کے ساتھ کھنڈو کی تہذیب کے لئے روانہ کیا اور اپنے بھائی سیف الدین علی خاں صوبہ دار برہان پور کو لکھا کہ وہ راجہ کی کمک کرے۔ سیف علی خاں سلطان پور اور نندربار کے انتظام علی کے لئے برہان پور سے گیا ہوا تھا۔ یہ دونوں نامدار سردار کھنڈو کے تعاقب میں گئے کہ تلافی ظہور میں آئے اور اُس کے تھانے اٹھیں کہ پھر رعایا خاندان سے کو وہ اذیت نہ پہنچائے مگر ان کی کوشش سے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کھنڈو نے دفع الوقت کیا اور خود راجہ ساہو پسن چلا گیا۔ جو قلعہ اور مکان ہائے قلب میں رہتا تھا۔ مگر اُس کے تھانے جا بجا قائم رہے۔ جہاں امیر الامرا کی فوج قریب آئی وہاں سے مرہٹے فرار کر جاتے تھے اور جب وہ فوج الٹی آتی تو پھر مرہٹے وہاں آن کر جم جاتے۔ محکم سنگھ ان مرہٹوں کی فوجوں سے لڑنے میں کامیاب ہوا جو احمد نگر کی اطراف میں تاخت و تاراج کرتی تھی۔ اُس نے غنیمت کو ہزیمت و کرم قلعہ ستار کے نیچے تک بھگایا۔ لیکن ذوالفقار بیگ کے کشتہ ہونے اور فوج کے غارت ہونے کی تلافی کچھ نہ ہوئی۔

بادشاہ اور سادات کی ناموفقت کی شہرت تھی۔ مشوریہ ہوا کہ راجہ ساہوکر ناٹک کے اہل دیوان اور زمینداروں کے نام فرامیں اور احکام خفیہ آتے ہیں کہ امیر الامرا کی طرف رجوع نہ کریں اور اُس کے استیصال میں کوشش کریں۔ اس لئے انھوں نے مقابلہ کیا اور بیجا پور اور حیدرآباد کا انتظام امیر الامرا سے نہ ہو سکا۔

## ذکر سوانح سال ہشتم ۱۱۸۱ھ

امیر الامرا نے صوبہ دار دکن کی جو بات قابل یادگار ہے وہ مرہٹوں کے ساتھ



صلح ہے جس کا بیان آگے آتا ہے۔

عالمگیر نے دکن میں مرہٹوں کے قلعوں کی فتح کرنے میں بہت روپیہ اور بہت وقت صرف کیا۔ قلعہ تارہ اور پرناہ درج گدھ وغیرہ تیس چالیس مشہور قلعے فتح کئے مرہٹوں کو بے خانہاں کیا۔ جب مرہٹوں کے سرداروں نے بادشاہ کے قدیمی ملک کو خالی پایا اور بادشاہ کو دور دیکھا تو انھوں نے اور سالوں کی نسبت زیادہ شوخیاں کیں اور سنگین فوجوں کے ساتھ صوبجات دکن احمد آباد اور مالوہ کو چوتھے وصول کرنے کے قصد سے تاخت و تاراج ویرانہ کیا۔ جہاں جاتے اور شہر یا قصبہ کلاں ہوتا تو ہر کارہ یا خط وہاں کے حاکم یا زمیندار کے پاس بھیجتے اور چوتھے کے طلب کا پیغام دیتے دیہات و قصبات کے مقدم و زمیندار مرہٹہ کی فوج کے استقبال کے لئے دوڑ کے آتے اور چوتھے کو قبول کر کے ان کے قول کی درخواست کرتے اور سوار کو دیہات اور رعیت کی محافظت کے لئے لے جاتے اور بجائے اصل جمع ہزار دہزار بتلانے کے چار پانچ سو جمع بتلاتے۔ غرض جو کچھ چارم حصہ اس کا مقرر ہوتا اس کے وصول کے وعدہ پورا کرنے کے لئے وہ اول دیتے اور یوں ان تاخت و تاراج کی مضرت کو دفع کرتے جب فوجدار اور زمیندار چوتھے کا دینا نہ قبول کرتے اور ان کی طرف رجوع نہ کرتے تو عند عالمگیری و بہادر شاہی میں بیان ہوا ہے کہ اس صورت میں اگر وہ غالب ہوتے تو وہ اس محال کو تاخت کر کے بالکل ویران کرتے اور نہیں تو چند محاصرہ کر کے مایوس ہوتے اور بھاگ جاتے چنانچہ دو دکن کے صوبوں برہان پور و برار کے قصبہ مندبار و سلطان پور و جامودا اور بہت سے قصبات مشہور کا اٹھائیس ہزار سوار مرہٹوں نے دو تین ہفتہ تک محاصرہ کیا اور ناکام چلے آئے قافلوں کے ساتھ بھی وہ یہی سلوک عمل میں لاتے تھے۔ زیادہ تر قافلوں کو تاخت و تاراج کرتے تھے۔ مرہٹوں کے سردار تاملہ و چوتھے کی تشفی میں کوشش کرتے تاخت و تاراج پر راضی نہ ہوتے تھے۔ مگر سرداروں کے خلاف مرہٹوں کا لشکر چوتھے کے مقرر ہونے میں خلل انداز ہوتا تھا اور

تاراج میں کوشش کرتا تھا اس لئے کہ مختصری چوتھ سے سرداروں کو فائدہ ہوتا تھا۔ تاخت میں جس کے جو ہاتھ آیا وہ اس کا مالک ہوتا سردار کو اس سے کچھ فائدہ نہ ہوتا۔ رانی زوجہ راجہ نے شوہر کے مرنے کے بعد دس بارہ برس تک عالمگیر سے مخالفت رکھی اور بادشاہ کے اوآخر عہد میں رانی کے وکلائے مصالحہ کی التماس اس شرط سے کی کہ دکن کے چھ صوبوں کی سرحدیں کبھی بدستور نو فی صدی مقرر ہو جائے۔ عالمگیر نے اس کو غیرت اسلام سے بعید جان کر قبول نہیں کیا جس کا بیان مفصل اس کے عہد سلطنت کی تاریخ میں ہوا۔ بہادر شاہ کے عہد میں وکلائے رانی اور ساہو نے رجوع کی اور سرحدیں کبھی کا فرمان چند شرائط کے ساتھ حاصل کیا جس کا ذکر تاریخ بہادر شاہی میں پتیر ہوا مگر رانی اور راجہ ساہو میں باہم نزاع ایسا ہوا کہ بہادر شاہ کو جو مرکوز خاطر تھا وہ عمل میں نہ آیا اور سرحدیں کبھی کا انتظام بھی نہ جاری ہوا داؤد خاں کی صوبہ داری دکن میں جس کا ذوالفقار نائب تھا اس کے اور غنیم کے درمیان اخوت و موافقت کا عہد و قرار ہوا۔ اس شرط پر کہ شاہزادوں اور داؤد خاں کی جاگیروں سے مرہٹے مزاحمت نہ کریں اور باقی محالات امرائے عظیم الشان سے ہیرامن نائب داؤد خاں اپنے استغلو سے چوتھ ان کو کجدار و دمریز کے بغیر دلا دیا کرے اور قافلوں کو وہ آزار نہ پہنچا مرہٹے اور داؤد خاں شیر و شکر کی طرح مل گئے اور عمل ہوتا رہا۔ داؤد خاں اب گجرات کو بدل گیا تھا یہ قول و قرار باقی نہ رہا اس کی جگہ نظام الملک بہادر فتح جنگ آیا وہ کل ایک سال پانچ مہینے اس عہدہ پر مامور رہا۔ یہ نظام الملک بڑا لائق و ہوشیار تھا وہ دکن کے معاملات ملکی کے سب بچوں سے واقف تھا اس کی نہایت عمدہ تجویز یہ تھی کہ مرہٹوں کو ضعیف گروہ کو تقویت دے کر اس کے قوی گروہ کی بیخ کنی کے درپے ہو۔ ساہو کے قہر جو ملک کا بندوبست کر رہے تھے اسے مقابلہ کرنے کے لئے سپاہ بھیجی اور ان کو شکست دی اور بعض اضلاع ان کے دباؤ و گھیر صلح ہو گئی۔ راجہ ساہو کو لقب ۵۰ ہزاری دہ ہزار سوار کا بادشاہ کی طرف عنایت ہوا وہ اپنی تدبیریاں یہ کر رہا تھا کہ یکایک وہ یہاں سے بدل گیا۔ اس لئے اس کی



تدبیروں سے بہت فائدہ نہ ہوا۔ اوپر بیان ہوا کہ نظام الملک کی صوبہ داری میں ابتدا میں صلح  
 رہی اور آخر میں فوج کشی ہوئی اس دارومدار میں ایک سال پانچ مہینے گزرے اور غنیم کی تہنیت قرار  
 واقعی ہو گئی۔ اُس کی جگہ امیر الامرا سید حسین علی خاں آیا۔ اس کی صوبہ داری دو تین برس تک بادشاہ  
 کے ساتھ عناد و فساد میں گزری۔ گو اُس نے سپاہ کو بڑھا یا۔ مگر وہ بند و بست واقعی نہ ہوا۔ جو امیر الامرا  
 کے مرکزِ خاطر تھا اور ساداتِ بارہ کی رسم کے موافق تھا۔ انور خاں بُربان پور کے شیخ زادوں میں سے  
 تھا اور ساداتِ پیش آوروں میں سلسلہ میں قابو ی وقت اور رفعِ فساد پر نظر کر کے اُس کی اور امرا  
 ہمزبان کی صلاح سے سہنگراجی ایک برہمن سے اتفاق ہوا یہ برہمن پہلے سیواجی و سبھاکے عہدہ میں  
 نوکروں میں تھا قلعہ ججی کی تسخیر کے بعد بادشاہی نوکروں کے جگہ میں آگیا تھا۔ اور مرہٹوں کے مطیع  
 اور غیر مطیع سرداروں کی وکالت کرتا تھا اور جو ہر شادتِ خالی نہ تھا اور مددِ طالع اس سرکشِ غنیمت  
 ہوا تھا۔ راجہ ساہو کے بڑے عہدہ غنیمتہ کار برہمن سر فوج بالاجی بشو ناٹھ و جینا جی سے  
 اُن کی وساطت سے صلح کا قرار ان شرائط پر ہوا کہ جملہ محالِ خالصہ بادشاہی و جاگیر داروں  
 سے جو کچھ محصولِ مال و سائر امین و کڑوڑی و شہد ار وصول کریں اُس کی چوتھائی مضموبان  
 راجہ کو وصول کریں اور یہ بھی مقرر ہوا کہ سوار چوتھائی حصہ کے جو جاگیر داروں سے اُن کو محصول ہو گا  
 وہ سو روپیہ میں سے دس روپیہ بدستور سر دیں کبھی رعایا سے لیں غرض یوں منتیں فی صدی  
 کل ابوابِ فوجداری و شہداری و ضیافت اور اور اخراجات از روئے کاغذ خام وصول کریں  
 اس حساب سے قریب نصف جمع بندی کے جواز رٹے طومار درباری ہوتی ہی وہ شریک ہو گئے  
 اس طرح راجہ ساہو کے محالِ شریک غالب ہو گئے کہ مرہٹوں کا یہ انتظام کہ وہ کلِ جوبات  
 (محصولات) کو وصول کریں رعایا احکام بادشاہی و جاگیر داروں کو نہایت سخت معلوم ہوا  
 اور ہر محال میں دو تحصیلہ مقرر ہوئے ان میں ایک کمائش دار اور دوم گماشتہ سر دیں کبھی  
 کہلاتا تھا۔ طومار واصلات پر اول دستخط سر رشتہ دار سر دیں کبھی ہو دیں اور اُس کی جو لوازم  
 رسمیات جدائے جائیں یہ امر محال بادشاہی اور جاگیر داروں کا وبال جان ہوا سوار

اس کے ہر حال میں دو جہاد حاصل راہداری تھے۔ فوجداروں کی سستی اور غنیمت کے غلبہ سے وہ جابجا ہو بیٹھے تھے بیوپاریوں سے فی گاؤں آٹھ آنے اور فی اربہ ایک روپیہ لیتے اور آدمیوں سے وہ ظالم فوجداروں سے بھی زیادہ دو چند و چند جو چاہتے لے لیتے۔ اب ایام سر پہلے جو ظلم ہوتا تھا وہ بدستور رہا۔ اس کے سوا کچھ شرکت راہداری کا اور طرہ اُس پر چڑھا۔ اس صورت میں ہر پرگنہ میں راجہ ساہو کے تین عامل متقل رہتے تھے اُن کے ساتھ سوار اور پیادوں کی جمیت ہوتی تھی وہ کچھری اور چوترا مال و سائبر پر اور سر راہ پر رہتے تھے۔ یہ نئی بدعتیں پیدا ہوتی تھیں سوا کچھ اس کے جس جگہ کہ ویران دہات رعایا کو قول دے کر مرہٹے آباد کرتے مثل دہات سندبار وغیرہ صوبہ خاندیس اور پرگنات صوبہ برار وغیرہ میں جن کو اصل میں مرہٹوں نے ویران کیا تھا اُن میں امیر الامرا کی قرار پر کچھ خیال نہیں کرتے جاگیردار کو بٹائی کے حصہ سوم نے کاجو قول تھا جو پورا کرتے انھوں نے یہ مقرر کیا تھا کہ مغلہ تین حصوں کے ایک حصہ جاگیردار اور ایک حصہ سالم مرہٹہ اور ایک حصہ رعایا نے مقدمات ملکی اور مالی میں مرہٹوں کا حکم حال اور فوجداروں و جاگیرداروں کے اختیار پر جاری تھا مصالحت کے وقت امیر الامر نے مقرر کیا تھا اور تاکید کی تھی کہ راہداری نہ لی جائے قبل از صلح جو ظالم فوجدار اور حکام فی گاؤں اور اربہ راہداری لیتے تھے اب اس سے نہ چند و چند جو ظلم سے بیوپاریوں اور مسافروں سے لی جاتی ہو یہ راہداری ہرگز نہ لی جائے مگر امیر الامر کی اس باب میں پیش نہ گئی۔ ہاں اکثر پرگنات میں تاج و تاراج دہات و قافلہ موقوف ہو گئی۔ ایام سابق کی نسبت مسافر اور آنے جانے والے راہداری ادا کرنے کے بعد آرام سے آتے جاتے تھے۔ بعض دہات جو مرہٹوں کی تاخت اور حکام کی تعدی سے بالکل ویران ہو گئے تھے وہ آباد ہو گئے۔

امیر الامر نے سند فراصل جس میں شرائط مذکورہ مندرج تھیں اپنی فکر کر کے راجہ ساہو کے وکلاء کو حوالہ کی اور اپنی سند کے مطابق بادشاہ کے فرمان آنے پر صلح کو موقوف نہ رکھا بجایا راجہ ساہو کے گماشتے متقل دخل کار کر دئے۔ اور راجہ ساہو کے دو عہدہ نوکروں بالاجبی بشوٹ



اور بنامی کو مقرر کیا کہ وہ جمعیت شائستہ کے ساتھ بطریق نیابت و وکالت راجہ ساہو اورنگ آباد میں رہیں اور کاربائے ملکی دمالی اُن کی وساطت سے سرانجام پائیں اس کے بعد حسین علی خاں نے عرضداشت بھیجی جس میں مصالحوہ کی حقیقت لکھی اور اُس کے مطابق فرمان طلب کیا بعض ہواخواہان دولت بادشاہ کے خاطر نشان کیا کہ محصول اور حکمرانی میں غنیمت کو شریک غالب کرنا مصلحت نہ تھا اس لئے یہ صلح فرخ سیر کی مرضی کے خلاف ہوئی۔ ان ہی ایام میں جان نثار خان کہ قدیم امیر بہادر وانا بعد اللہ خاں مرحوم پدر حسین علی خاں سے اتحاد برادرانہ رکھتا تھا۔ اس لئے وہ حسین علی خاں کا بمنزلہ عہدول تھا۔ سید اُس کی بڑی تعظیم کرتا تھا۔ بادشاہ نے برہان پور میں امیر کا نائب مقرر کیا اور کچھ نصیب جیتیں کر دیں کہ وہ جا کر اپنے دوست کریم علی کو سمجھا دے یہ امید کی گئی کہ شاید اس کے سمجھانے سے وہ فرخ سیر کے خاطر خواہ عمل کرے اور ان ہی دنوں میں اعتماد الدولہ محمد امین خاں بھی دہلی سے لاہور میں صوبہ مالوہ کو مقرر ہوا اور مقرر ہوا کہ سرحد مالوہ میں پہنچنے کے بعد اُس کو فرمان صوبہ داری کا بھیجا جائے گا اور راجہ جرنل سنگھ سوانی بدلا جائے گا۔ منہو رہا کہ حضور نے اُس کو فرمان دے دیا۔ جب جان نثار خاں اب نربدا کے نزدیک آیا اُس نے ازراہ خرم و ہوشیاری و پختہ کاری اپنے کام میں تذبذب ہونے کے سبب کہ جس صوبہ میں مقرر ہوا ہوں معلوم نہیں دخل پاؤں گا یا نہ پاؤں گا اپنا ساتھ اصلا سواروں اور پیادوں کی جمعیت ہمراہ نہیں لے سہر و خج علاقہ مالوہ میں محمد امین خاں وارد ہوا۔ دونوں کے آنے کی خبر اورنگ آباد میں مشہور ہوئی اور یہ افواہ اڑی کہ محمد امین خاں ساتھ ہزار سواروں کے ساتھ اور جان نثار خاں سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ حسین علی خاں سے لڑنے کو آئے ہیں حسین علی خاں کو بھی تردد ہوا۔ پھر اس خبر کا بے اصل ہونا تحقیق ہو گیا۔ جان نثار خاں کے خط آئے کہ سنا مرہٹے نے بوراجہ ساہو کے غنیمتوں میں نہیں ہر ہند کی طرف علم سرکشی بلند کیا ہے۔ اُس نے مجھے روک رکھا ہو کچھ سپاہی بھیج دیکھئے غرض سپاہ لئی۔ جان نثار خاں امیر الامرا پاس آگیا۔ امیر الامرا نے ظاہر میں اُس کے ساتھ بزرگانہ سلوک کیا لیکن صوبہ برہان پور اُس کو نہ دیا ان ہی دنوں میں

ضیاء الدین خاں کہ شرف از اسان میں تھا دیوانی دکن پر دیانت خاں کے تغیر کے سبب مقرب ہوا  
جلال الدین خاں برہان پور کی دیوانی پر مامور ہوا۔ فیض اللہ خاں ہی بخشی گری دکن کے تعلقہ  
منصوب ہوا۔ جب یہ امر اورنگ آباد میں آئے تو ضیاء الدین خاں کو قطب الملک کی سفارش  
سے دیوانی میں داخل ہوا مگر سب کام امیر الامر کے عملہ کی ماتحتی میں کرنا پڑا تھا۔ فیض اللہ خاں  
بخشی کو امیر الامر نے جواب صاف دیدیا۔ سلام کے لئے بھی بار نہ دیا۔ جلال الدین خاں کو  
برہان پور کی دیوانی کے عوض میں چند روز برابر کی دیوانی دی غرض ان باتوں سے فرخ سیر  
کو اور زیادہ ملال ہوا۔

محمد مراد بخشی ایک شخص کشمیری تھا سب گنوں پورا تھا۔ کوئی عیب اس سے چھوٹا نہ تھا  
فرخ سیر کی ماں کشمیری تھی۔ اس کے توشل سے بادشاہ سے ہمکلامی کی نوبت خلوت میں پہنچی  
اس نے بادشاہ کو سمجھایا کہ میں قتال و جدال کے بغیر سادات کا قلع و قمع کر سکتا ہوں غرض اس نے  
اپنی چینی ٹپری باتوں سے بادشاہ کو سرب راغ دکھلادیا اور اس کو ایسا پھسلا یا کہ تھوڑی دنوں میں  
بادشاہ اس کا غلام بن گیا۔ اس کو رکن الدولہ اعتقاد خاں کا خطاب منصب ہفت ہزاری دہ ہزار  
سوار کا دیا۔ اب اس نے یہ صلاح دی کہ پٹنہ عظیم آباد سے سر بلند خاں کو اور مراد آباد سے قلیج خاں  
نظام الملک بہادری فتح جنگ کو اور احمد آباد سے راجہ اجیت سنگھ کو طلب فرمائیے۔ ہر ایک کو عمدہ خدمات کا  
امیدوار کیجئے اور ان کے ہاتھوں سے دولت کو خاک میں ملائیے۔ بادشاہ نے یہی کیا۔ یہ سب امر اجمع ہوئے  
نظام الملک نے مراد آباد میں خوب انتظام کیا تھا وہ یہاں آیا تو کسی اور خدمت پر مامور نہیں ہوا۔ بادشاہ  
نے مراد آباد کا نام رکن آباد رکھا اور رکن الدولہ کی جاگیر اور صوبہ داری میں سے دیا۔ راجہ  
اجیت سنگھ کو مہاراجہ کا خطاب ملا۔ وہ سید عبداللہ کا محمد وہم و گشتان ہوا۔ نظام الملک بہادری  
فتح جنگ سے سر بلند خاں میں سے ہر ایک ابتدا میں امیدوار وزارت و میر بخشی تھا ان کو سید عبداللہ  
خاں کے فساد کے مٹانے کے لئے مقرر کیا۔ ان امر نے بادشاہ سے التماس کیا کہ قلمہ ان وزارت  
اپنے بندوں میں سے جس کو لائق دیکھیں اس کو مرحمت فرمائیں جس کے سبب سید عبداللہ خاں

رکن الدولہ اعتقاد خاں کا اقتدار اور امر و نظام کا اجتماع۔



استقلال میں غلٹ پڑے گا اگر وہ نافرمانی کا ادعا کرے گا تو سزا پائے گا۔ تو بادشاہ نے جواب میں یہ فرمایا کہ وزارت کے لئے اعتقاد خاں سے بہتر دوسرا آدمی کو میں نہیں جانتا۔ اسے امیروں کا دل شکستہ ہوا بھلا ایسے بڑے امیروں سے ایسے کم اصل وزیر کی اطاعت کب ہوتی۔ اس گری بہنگامہ میں عید فطرتی۔ بادشاہ کی سواری میں ستراسی ہزار پیادے سوار عید گاہ تک ساتھ خاص نام میں ایک ہل چل پڑ رہی تھی کہ سید عبداللہ خاں اب گرفتار ہوتا ہو سید کے ساتھ پنج چار ہزار سواروں سے زیادہ نہ تھے۔ مگر کچھ نہیں ہوا سید عبداللہ خاں پہلے تو سوار سادہت و متوطنان بارہ کے اور کسی کو نوکر نہیں رکھتا تھا اب اُس نے میں ہزار سوار ب قوموں کے نوکر رکھ لئے جب دکن میں امیر الامرا کو یہ اخبار پہنچے تو اُس نے بادشاہ پاس آنے کا ارادہ کیا اور آنے سے منصوبہ تازہ کی تنبیہ کی کہ معین الدین کو اپنے پاس بلا لیا وہ ایک جھول نسب کم نام راجہ سا ہونے شاہزادہ اکبر کا پسہ بھگڑ گرفتار کر لیا تھا اور بادشاہ کو لکھ کر جواب لکھا۔ اس ضمن میں خبر تھی کہ بادشاہ اور سید عبداللہ خاں میں صلح ہو گئی۔ راجہ اجیت سنگھ باوجود دیکھ اُس کی بیٹی فرخ سیر سے بیاہی گئی تھی مگر وہ سید عبداللہ خاں کا محرم و ہمراہ تھا وہ صلح کا واسطہ ہوا اور آخر ماہ شوال ۱۰۱۱ء میں محمد فرخ سیر مع اعتقاد خاں، و خاں دورال خاں اور بعض اور افراد خیر اندیش کے قطب الملک کے گھر پر گیا۔ باہم عہد و افقت باقیم و عدم مخالفت پر پورا طریق نے افعال گزشتہ کے غار کئے۔ بادشاہ نے اپنے خانہ قلعہ میں مراجعت کی جب دکن میں بادشاہ کی صلح کی خبر پہنچی تو امیر الامرا نے چلنے میں توقف کیا پھر خبر آئی کہ یہ صلح باقی نہیں رہی اور قطب الملک کا نوشتہ بھائی کے بلانے کے لئے گیا تو بھروسہ وہاں سے چلا۔

غرض فرخ سیر اور قطب الملک کے درمیان ہنگامہ فساد و عناد کو امتداد ہوا جو بدیر مصلحت سوچی جاتی تھی اسے کچھ مطلب نہیں نکلتا تھا۔ بادشاہ کے عزم و رائے کا ایک حال یہ قرار نہ تھا کبھی صلح و مدارات پیش آتا کبھی بداندیشوں کے قلع میں کمر بستہ ہوتا تھا۔ بعض اہم منافق کی مصلحت سے سید عبداللہ خاں سے ہم داستان ہوتا تھا مقدمہ کیسہ ہوتا تھا۔ سید

عبداللہ خاں نے جس ہزار سواروں کے قریب لو کر رکھ لئے تھے روز بروز فتنہ و فساد کو بڑھاتا جاتا تھا  
 امیر الامرا کی عرضداشتیں بھی قدمبوسی کے لئے چلی آتی تھیں اور ان میں دکن کی آب و ہوا کی ناموفقت کی  
 شکایتیں بھی مندرج ہوتی تھیں قلب الملک کے خطوط بھی امیر الامرا پاس جاتے تھے کہ بھائی جلد یہاں آؤ۔  
 ۱۵ مارچ ۱۷۰۱ء کو سیف الدین علی خاں نے اپنے چھوٹے بھائی کو چار پانچ ہزار سواروں کے  
 ساتھ بطریق ہراول پربان پور بھیجا کہ وہ توپ خانہ کا تہیہ اور سفر کے مایحتاج کا سرانجام کرے اور خاندان  
 میں صوبہ داری کرے سید عبداللہ خاں کے متواتر خطوط آنے کے بعد اوغزی الحجۃ ۱۱۰۱ء میں گنگا آباد  
 سے امیر الامرا باہر آیا اور امور ضروری کے لئے ایک ہفتہ توقف کیا اور اوائل محرم ۱۱۰۲ء میں وہ  
 بہت امرا اور پچیس ہزار سوار اور توپ خانہ اور دس گیارہ ہزار برقداز ہمراہ لے کر دارالخلافہ  
 شاہجہاں آباد کی طرف روانہ ہوا قلعہ لکھنؤ اور اردو تین قلعوں کو اپنے ہمراہیوں کے حوالہ کیا  
 قلعوں کے بادشاہی قلعہ داروں کو متم کر کے معزول کیا اور ان کی جگہ اپنے آدمی مقرر کئے یہ تو  
 ہزار سوار، مرہٹہ بھڑائی کھٹو دھپاریہ جو مشہور سر فوج اور فانیس کا صوبہ دار راجہ ساہوکی  
 طرف تھا اور سنہ ۱۰۹۷ء میں اور نامی سردار اپنے ہمراہ لائے۔ اور نامی سردار اور جامعہ دار کو ہاتھی  
 اگھوڑے افسر خلعت و ہندو فرج سے مرہون احسان کیا اور آئندہ کے لئے امید وار مراتب اعلیٰ کا  
 کیا سپاہی کے لئے آٹھ آٹھ یومیہ میرکار سے مقرر کیا رنجھار نیال گر مرہٹہ بادشاہی نوکروں میں منجملہ  
 فوج کی امیر الامرا میں تھا سکرچی بلہار اور بشونا تھ صاحب مدار راجہ ساہو اس سے عداوت رکھتے  
 اور کئی دفعہ اسے سخت پہلے اٹھایا چکے تھے اور بدلت سے تلافی کی فکر میں تھے رنجھار کو مدعوں  
 کے اشارہ سے امیر الامرا نے مصیبت کے بہانہ سے بلا کر غافل مقید پایہ زنجیر کر دیا اور  
 اس کے لشکر و ہیر کو لٹا دیا۔ حکام و عمال معزول کو کمال بے سرائجی کے ساتھ ہمراہ  
 لیا۔ ۲۲ محرم ۱۱۰۲ء کو بڑاں پور سے کوچ کیا۔ کوچ بکوچ آپ نربدا سے گذر کر پور پریغور کیا  
 راہ میں رانا کے ملک پر دست درازی شروع کی تھی مگر رانا کے وکیل نے نذرانہ کڑی اس  
 خیر گزینی پھر راجہ بھ سنگھ ملک پر تو لشکر نے خوب ہاتھ پھینکے۔ اس ضمن میں اخلاص خاں



امیر الامرا کی تسلی اور واپس لے جانے کے لئے بعد قرار صلح کے اواخر شوال میں حضور سے روٹ  
 ہوا تھا وہ اوائل ماہ صفر میں قلعہ ماندو کے نزدیک آیا۔ امیر الامر اور اس میں باہم ملاقات ہوئی  
 خلوت میں کلمات صلح بے ثبات کو اور دار الخلافہ میں امرائے جمع ہونے کے آشوب کو اور اعتقاد و خا  
 کی خاطر داری اور امرائے آزرہ خاطر کرنے کو ذکر کیا۔ سپہ سالار بہانہ طلب کو پہلے سے زیادہ حضور  
 میں جلد جانے کے لئے سرگرم کیا۔ ۱۷ صفر کو اچین میں امیر الامر آیا۔ بر قنداز خان فوجدار کو الیا  
 اور وکیل حضور کے نوشتوں سے اُس کو بادشاہ اور سید عبداللہ خاں کے درمیان صلح کا مفصل  
 خال معلوم ہوا۔ تو امیر الامر نے مجمع دیوان میں کہا کہ اگر واقعی بادشاہ کو ہمارے ساتھ نزاع و  
 عداوت نہیں رہی اور بلا نفاق ہماری ساتھ سلوک کرے گا تو ہم بھی سوا اطاعت و نوکری کو کوئی  
 اور مطلب اور ارادہ نہیں رکھیں گے ملازمت اور بعض امور سے خاطر جمعی کے بعد دکن کو مراجعت  
 کروں گا لیکن دوسرے قیسر ہی روز امیر الامر نے ثقہ و محرم راز آدمی کی زبانی مناسک سیب  
 افشائے افسوں البہ فریب کا دام بادشاہ غیث بچھا تا ہی اور نہیں جانتا سح  
 نہاں کرماند آں رازے کر و س زند محفلہا

عقلاً کے نزدیک تقلاضائے مال اندیشی یہ ہو کہ اگر ہم بادشاہ کے قابو میں آگئے تو ہم جان کی اماں  
 نہیں پائیں گے۔ اگر ہم بادشاہ پر غالب آئیں گے تو اُس کی نجات متقدر ہوگی۔  
 حضور کے نوشتجات سے ظاہر ہوا کہ سر بلند خان کے بعض محال سیر حاصل میر حلیہ کو دیدی  
 اور اُس کو وہاں سے بدل دیا تو عسرت خرچ و ہجوم سپاہ اور ارباب طلب کی تقاضی اور طلب کے  
 سبب نوکری کو ترک کیا اور منصب استغفا دیا۔ گھوڑوں اور ہاتھیوں اور اثاثہ اہمیت کو جامعہ  
 داروں اور قرض خواہوں کو دے کر خرقدہ پوش ہونا چاہا اس کی جب اطلاع سید عبداللہ خاں کو  
 ہوئی تو وہ اُس کے پاس تسلی کو گیا اور نقد و جنس و ہب اپنی طرف سے اُس کو دیے اور کابل کی داری  
 اور اُس کے نام مقرر کی اور مرہون احسان کیا۔ نظام الملک بہادر مراد آباد کے تغیر بے وقت  
 سے اور اعتقاد خاں کو اپنی جاگیر ملنے سے بیٹھا نخل رہا تھا اُس کو وزارت اور اور عنایات کا

امیدوار کر کے حضور میں طلب کیا تھا اور اب وہ معزول تھا۔ قطب الملک نے اُس کی بھی تسلی کی اور مالوہ کی صوبہ داری کا اُمیدوار کیا۔ اعتماد الدولہ بے رخصت نے حکم بادشاہی مالوہ سے آیا تھا منصف نے منصف ہو تھا عبداللہ خاں نے اُس کو بھی مطمئن خاطر کیا۔ غرض جتنے قطب الملک کی دولت کے مدعی تھے اُس نے اپنی انواع امداد و نفقہ اموال سے ممنون کر کے پرداخت حال کا اُمیدوار کیا۔ خاں دوران خاں کو کہ ابتدائے میر جلد کے ساتھ بادشاہ کے بواخراہوں میں گناہاں آتا تھا اُس کو بھی اپنا نتیجہ دہدم و محرم کر لیا۔ ایک دن بادشاہ نکار کو سوار ہوا۔ یہ قرار دیا کہ مراجعت کے وقت وہ قطب الملک کی ملاقات کو جائز گاہ راجہ اجیت سنگھ کا داماد بادشاہ تھا مگر سید عبداللہ خاں کا ہدم و ہمزاز تھا اور قابو انتظار کر رہا تھا۔ اس کا گھر سربراہ واقع تھا بادشاہ کے مرکزِ خاطر یہ تھا کہ جب میری سواری حجاز کے قریب پہنچیں گے تو وہ نذر دے کر مجھ سے ملے گا تو میں اہتمام کر کے اُس کو قید کر لوں گا۔ خواہ یہ بات بادشاہ کے دل کی راجہ کو معلوم ہوئی ہو یا نہ معلوم ہوئی ہو۔ مگر الخائن خائفِ نقطہ گمان و ظن سے سو اس ہراس آئینہ سے بادشاہ کی مراجعت سے پہلے سید عبداللہ خاں کے خانہ میں پناہ کے لئے راجہ چلا گیا۔ بادشاہ مراجعت کے وقت کشتی میں سوار تھا چاہتا تھا کہ موافق قرار کے سید عبداللہ خاں کے گھر تشریف لائے کہ اُس کو معلوم ہوا کہ راجہ سید عبداللہ خاں کے گھر میں چلا گیا ہے تو اُس نے بے دماغ ہو کر ملاحوں کو جب کشتی سید عبداللہ خاں کے گھر کی برائے آئی حکم دیا کہ نواڑہ کو تند و جلد چلاؤ باوجودیکہ کارخانجات بادشاہی سید عبداللہ کے گھر میں آئے تھے اور قطب الملک دنیا کے کنارہ پر استقبال کو آیا تھا بادشاہ اُس کی طرف متوجہ نہ ہوا۔ دولت خانہ و قلعہ میں داخل ہوا۔

ربیع الاول کے اواخر میں اور نہ جلوس کے اوائل میں فیروز شاہ کی لاٹھ کے نیچے شہر سے دو تین کوس پر سید حسین علی خاں نے اپنے ڈیرے ڈالے بغاوت کے اظہار کے لئے طبل مخالفت صبح بجا ناشرع کیا۔ پائے تختِ بلاطین کی واسطے خلاف یہ امر تھا کہ کوئی کوس شادیانہ کی آواز بلند کرے اور بادشاہانہ شکوہ کے ساتھ خیمہ میں داخل ہوا جو سرے موضع باولی

سید علی خاں کا دلی سہارا



کے قریب تھا اور کمروں سے کتا تھا کہ اب میں اپنے تئیں بادشاہ کے نوکروں کے زمرہ میں نہیں جانتا کہ آقا کے آداب بجا لاؤں اب مجھے غزل و نصب و غناب سلطانی کا اندیشہ نہیں؟ عجب بات یہ ہو کہ بادشاہ سادہ لوح بادشاہ کی دیکھتا تھا کہ مخالفت کا تقارہ اور عدم اطاعت کا دہل بے باکانہ کیسا دھواں دھول بج رہا ہو وہ ہوش میں نہ آیا کبھی غضب میں آن کر استین چڑھاتا و دونوں بھائیوں کو زجر و تہدید کرتا۔ کبھی آشتی پر وہ اتفاق کرتا۔ راجہ دھیراج جے سنگھ جو مکر لڑنے کے واسطے سرکشوں کی گوشمالی دینے کے لئے کمر بستہ ہو کر مصلحت بتاتا تو اس سے قائدہ نہ ہوتا۔ بعض امرائے عقیدت کیش عرب و عجم کے کہ بدون تورہ کئے اپنے میں قتل صریح مقابلہ و مقابلہ کی بل بجانے میں نہیں دیکھتے تھے خصوص مغلیہ جن کو اس راز سر بستہ پر اطلاع تھی اور کسی کو اس کا یار نہ تھا کہ اس مخفی راز سے زبان کو آتشا کرے وہ نیزنگی روزگار اور دونوں بھائیوں کے تسلط کا اور سستی عزم اور اغماض بادشاہ کا تماشا دیکھتے تھے اور خون جگر پیٹتے تھے۔ بلکہ فرخ سیر کے حکم اور اشارہ سے حسین علی خان کی ملاقات کے لئے جاتے تھے۔ اور مدعیان دولت کی وضع و تکرار کو دیکھ کر پر خون و زبان پر گلہ کے ساتھ مزاحمت کرتے تھے۔ جب امیر الامرا کے آنے پر چار پانچ روز گزر گئے تو اس کے بھائی سید عبداللہ نے اپنے بھائی کی زبانی بادشاہ سے بیان کیا کہ اگر بادشاہ راجہ جے سنگھ برہم کار کو وطن کو رخصت کرے اور توپ خانہ کی خدمات اور دیوان خاص کی اور خواصوں کی داروغگی ہمارے متوسلوں کو غایت فرمائیے اور قلعہ میں ہمارا بندوبست ہونے دے تو بلا وسواس امیر الامرا ان کو ملازمت کرے گا اور ہم دونوں بھائی خاطر جمعی سے آمادہ فرمت کریں گے۔ بادشاہ سست عقل نے چور و زگار شعبہ بازی کی دغلی بازی سے غافل تھا۔ دونوں بھائیوں کی اوعائے کومان لیا۔ خدمات کے باب میں یہ مقرر کیا کہ ان کو فی الحال اصالتاً سید عبداللہ خاں اور سادات بارہ اور دونوں بھائی کے ہمراہی بجالائیں اور نیابت اعتقاداً اور معتقدان حضور انجام دیں۔ بعد چند روز کے جشن نوروز قریب آتا ہے حجاب نیابت بھی

درمیان سے اٹھ جائے گا۔ سوم ماہ ربیع الاول کو راجہ دھیراج بے سنگہ کو حکم کے بموجب ایک وزیر بھیجے  
 کی اجازت نہ ہوئی وہ اپنے وطن انیسر کو روانہ ہوا اور اسی روز راجہ بھیجیم دراجہ بدھ سنگہ کہ باہم بنی عم تھے  
 اور وطن بوندی پر آپس میں پر خاش عداوت ارثی رکھتے تھے۔ آپس میں راہ کے درمیان لڑنے  
 دونوں طرف سے راجپوت اور بدھ سنگہ کا دیوان قتل ہوئے۔ اور آخر کار مردم راجہ بھیجیم غالب ہوئے۔ بدھ سنگہ  
 خوف کے چند سواروں کے ساتھ راجہ دھیراج پاس آیا جو اس کا حامی تھا پنجم ماہ مذکور کو قطب الملک  
 راجہ اجیت سنگہ معتمد آدمیوں کے ساتھ قلعہ ارک میں آئے۔ بادشاہی آدمیوں کو دروازوں سے  
 اٹھایا اور اپنے آدمیوں کو بٹھایا۔ بادشاہی آدمیوں میں سے سولے اعتقاد خاں اختیار خاں شرف  
 دیوان خاص کے جن کا عدم وجود برابر تھا۔ اور ظفر خاں کے جو سلوک زمانہ سازی میں بخود تہہ  
 آتش گنا جاتا تھا۔ چند خواص خواجہ سرے ناکارہ کے پادشاہ پاس رہے اور کوئی قلعہ میں بادشاہ  
 کے گرد نہ رہا۔ امیر الامرا ملوکا نہ شان و شکوہ سے لشکر کو آراستہ کر کے سوار ہوا۔ قلعہ کو گرد مرہٹے  
 اور ان کے سوار گھیرے ہوئے تھے۔ پہر کو قلعہ میں داخل ہوا۔ بعد ملازمت کے چند کلمے مالت افزا  
 باظہار کلمہ نصیحت آمیز کے کہنے لگے۔ خلعت اس غیر کو امیر الامرا نے باکراہ قبول کیا۔ تقدیم  
 ادب میں بھی چنداں نہ مشغول ہوا۔ اپنے گھر چلا گیا۔ باوجود اس کے بادشاہ پہاڑ بن گیا اپنی  
 جگہ سے نہ ہٹا اور اصل کی فکر میں نہ ہوا۔ دوبارہ آٹھویں تاریخ کو سادات نے قلعہ کا بندوبست  
 قرار واقعی کیا قطب الملک ہمارا جس نے معتمد اور انتخابی فرج کے ساتھ قلعہ میں داخل ہوئے  
 اور اول کی طرح بادشاہی آدمی احاطہ سے باہر کر دیئے گئے۔ اور دروازے اپنے معتمد و معتبر کام  
 آدمیوں کو سپرد کر دیئے۔ دیوان خاص عام و خواب گاہ و عدالت کے دروازوں کی کنجیاں اپنے پاس  
 منگا کے رکھ لیں۔ بعد از غ خاطر کے حسین علی خاں کے پاس گئے کا پیغام بھیجا وہ بڑی شان  
 و دبہ سے معین الدین گننام کو جو سپہر شائہ راہہ اکبر کے نام سے ہمراہ تھا باہمی پر بٹھا کے اپنے  
 گھر میں بارہ دری شائستہ خاں میں جو قلعہ ارک سے قریب تھا آترا۔ سید عبد اللہ خان فرخ پسر  
 ہوش باختہ پاس گیا۔ اور تکالیف شائقہ و عدم قبول نیابت خدمات مذکورہ بہت سے شکوہ



کے ساتھ بھائی کی زبان سے بیان کئے کہ میں نے تمہارے دادا کی خدمت میں اور تمہاری ہنرکاری میں جو تردد جانفشانی و حسن خدمتی دل و جاں سے کیں اور جاں نثاری کرنے میں کسی طرح سے اپنے تئیں میں نے معاف نہیں کیا۔ اس کے مقابل عوض میں بادشاہ حق ناشناس نے سوائے سو زرین گمان بد و فکر فاسد و ارادہ باطل کے خدویوں کے حق میں کوئی اور خیال دل میں نہیں کیا۔ چنانچہ اس ہمارے مقال کے شاہد وہ فرامین ہمارے ہاتھ میں ہیں جو داؤد خاں افغان اور اس سرزمین کے اور سرکشوں اور دکن کے صاحب مزاروں کے نام متضمن اس اشارہ پر لکھے گئے ہیں کہ مجھے دخل نہ دو اور بندہ بے تقصیر کو قتل کرو۔ دو دومان صاحب قرآن میں کبھی عہد و پیمان کی برخلافی نہ ایسی دیکھی نہ سنی۔ اس عہد میں بد عہدی کی انتہا ظاہر ہوئی ہمارا دوسرا اس وقت ہر طرف ہو سکتا ہے کہ خدمات حضور کا اختیار بلا قید نیابت ہمارے اختیار میں ہو اور اور شرائط کا ذکر کیا۔ بادشاہ عقل سے معذور تھا۔ اُس نے جس کا عذر کر کے دفع کیا۔ طرفین سے بڑی بے فزہ جلی کٹی بائیں ہوئیں۔ بادشاہ براشتہ ہو کر اول اعتقاد خاں سے پھر قطب الملک سے مخاطب ہوا۔ دو تین کلمے تعاب آمیز زبان سے نکالے۔ اعتقاد خاں نے اس حال میں چاہا کہ البتہ فریب کلمات سے اصلاح میں کوشش کرے۔ طرفین میں اپنی اپنی حالت میں بے اختیار تھے سید عبداللہ خاں نے اعتقاد خاں کو گالیاں دے کر بات نہ کرنے دی قلعہ سے باہر جانے کا حکم دیا وہ جو اس باختر اپنی جان کے بچ جانے کو غنیمت سمجھا اور اختیار خاں کی پالکی میں بیٹھ گھر چلا گیا حصار کے ہر گوشہ و کنارہ سے آتارفتہ اور صدائے آشوب بلند ہوئی۔ بادشاہ محل میں چلا گیا اتنے میں رات ہو گئی قلعہ کے اندر اور باہر جا نا بند ہوا شہر میں فوج چلا۔ دونوں بجائیوں کی جوب کچھ اور بازاروں میں مستعد و مہیا گھوڑوں پر سوار کھڑی تھیں۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ قلعہ میں کیا کرنا اور کیا کر رہا ہے۔ سید عبداللہ خاں اور اجیت سنگھ اپنے اعیان کے ساتھ مشورے اور اندیشے کر رہے تھے کہ صبح ہوتے کیا ہو۔ مرہٹوں کے سردار شل کھنڈ و دھیلا بالاجی بٹونا تھے اور سنتا وغیرہ دس بارہ ہزار سواروں کے ساتھ رات بھر تھیاروں میں اوپچی بنے۔ اس انتظار میں تھے

گن رہے تھے کہ کب صبح ہو جو ہنگامہ درگیر گرم ہو اور مال و عیال مردم پر دست راز کر کے بچ کر  
 جمع کریں۔ دن ہوا جھوٹی سچی خبریں اُڑنی شروع ہوئیں کہ سید عبداللہ خاں مارا گیا اور ایسی اور وحشتناک  
 افواہیں اُڑیں۔ اعتقاد خاں و بعض اور امرائے کمال کار سے بے خبر تھے چاہا کہ بازار سعد اللہ خاں کی  
 طرف امیر الامرا سے مقابلہ ہونے کے قصد سے سوار ہوں۔ اعتماد والدہ محمد امین خاں و چین قلعہ خان ہمارے  
 ازراہ زمانہ سازی و پختہ کاری حسین علی خاں کی رفاقت کی قصد سے گھر سے باہر آئے تھے اُن کے  
 نشان نمودار ہوئے بغیر اس کے کہ مرہٹوں کے ساتھ مقابلہ و مقابلہ ہوا درکار زاری آئے۔ خاندان  
 خاں کے چودہ پندرہ کبل پوش سواروں نے چند تیر مرہٹوں کی طرف پھینکے۔ مرہٹے میدان کے  
 لڑنے والے شہر کی گلیوں میں لڑنا کیا جانیں۔ ان کے سب سردار درودس بارہ ہزار سوار ایک  
 دفعہ فرار ہوئے۔ بازار کے پتوں اور تماشائیوں اور بے روزگار مخلوق نے خبردار ہو کر تلواریں ہاتھ  
 میں لیں اور سڑک مرہٹوں کو مارتے۔ سر سے گڑی اوچک لے جاتے اور سر کو بدن سے جدا  
 کرتے۔ ہاتھ سے نیزہ اور کمر سے شمشیر چھین لیتے۔ زمین کو ان سے خالی کرتے اور خون سے رنگین اور  
 گھوڑوں کو اور ہتھیاروں کو لے لیتے۔ مرہٹے اُن کے آگے سے ایسے بھاگتے جیسے بھیڑوں کا  
 گلہ بھڑیے سے یہاں تک نوبت آئی کہ دھوہیوں قسائیوں اور خاک ریلوں اور اوہل پیشہ نے  
 لاٹھی پونگے مار کے اور زبان سے لاکار کے اور تیز آنکھیں دکھا کے جو چاہا اُن سے چھین لیا۔ بھاگے  
 اور آفتاب گیر جو مرہٹوں کا سرمایہ اعتبار ہے اس قدر انہوں نے پھینک دیئے کہ بعض بے ہوش  
 کے لئے چھروں کا مصالحو جمع ہو گیا بعض مرہٹے ننگے ہو گئے اور منہ میں تنکا لے کر دکنیوں کے  
 دستور کے موافق پناہ مانگنے لگے۔ غرض چوک سعد اللہ خاں سے اُن کی نگاہ تک کہ تین چار کروہ  
 پر تھا سب جگہ مرہٹے قتل ہوئے۔ خانی خاں کچشم خود مشاہدہ کر کے لکھتا ہے کہ پندرہ بیس  
 مرہٹوں کے سواروں میں ایک آفتاب گیر ہوتا ہے اور وہ ان کا سرمایہ فخر ہوتا ہے۔ چار پانچ سو  
 آفتاب گیر بڑے ہوئے تھے۔ مقتولوں کے گھوڑوں اور گھوڑیوں کے خوگیدوں میں اکثر لوٹ کا  
 زور زیور تھا اور اُن کی کمروں میں ان روپیوں اور اشرفیوں کی ہمیاں تھیں جو انہوں نے



راہ میں اچھے سنگہ کے دہات اور اور مسافروں سے لوٹی تھیں۔ یہ سب بازار کے پتھوں اور بیکار  
منگولوں کے ہاتھ آئیں۔ پندرہ سو پیادے اور سوار اور ستائس ہزار اور دو تین اور نامور اُن کے گنتہ  
زخمی ہوئے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو مرہٹے ہمیشہ شیخی مارا کرتے کہ ہم نے پائے تخت میں جا کر ایک تیشا  
کو مقید کیا اور دوسرے بادشاہ کو تخت پر بٹھایا۔ جب قلعہ کے باہر مرہٹے یوں مارے گئے اور قلعہ کے  
اندر سید عبداللہ خاں کے مارے جانے کی خبر ہو کر پوچھ و محکمہ میں اڑی۔ غازی الدین خان غالب جنگ  
ساتھ خاں خسرو بادشاہ مع سپہ سالار گھر سے سوار ہوئے۔ اعتقاد خاں باتفاق سید صلابت خاں  
داروغہ مغول توپ خانہ اور میر شرف اور منوہر ہزاری بادشاہی دو تین ہزار آدمیوں کے ساتھ  
بازار سعد اللہ خاں میں معرکہ آرا ہوئے۔ ان فوج کشیوں اور اور سید عبداللہ کے مارے جانے کی  
خبر نے لشکر سادات میں پریشانی پیدا کی۔ چار پانچ ہزار سادات بارہ فرار کے فکر میں تھے کہ اعتماد  
حسین علی خاں پاس آگیا اُس سے اُن کو استقامت ہوئی۔ نظام الملک بہادر فتح جنگ کے کام  
ہاتھ سے گیا جھل دُورین کی مدد سے حرکت میں فائدہ نہ جانا ناچار خانہ نشین ہوا۔ خان دوران  
خاں گھر سے نہیں نکلا۔ امیر الاہرانے باہر فساد دیکھ کر سید عبداللہ خاں کو تاکید کی کہ جلد کام سے  
انفراغ حاصل کر دو جب قلعہ کے اندر قطب الملک کی حیات اور غلبہ کی خبر تحقیق ہو گئی تو افواج اُل با  
سادات فراہم ہو کر چاندنی چوک میں غازی الدین خاں و سادات خاں اور اُس کے بیٹے سے لڑ  
لگی۔ بان بندوق چلنے لگی۔ غازی الدین خاں کے ہاتھی کا اول ہی بان کے لگنے سے مرنے پھر گیا  
سادات خاں زخمی ہو کر مارا گیا۔ اس ضمن میں آغز خاں لاہوری دروازہ پر نمودار ہوا۔ سید حسین علی  
کے آدمیوں نے دروازہ بند کر دیا۔ ناچار اُس نے معاودت کی۔ اعتقاد خاں نے اپنے ہمراہیوں  
سمیت سعد اللہ خاں کے چوک کی طرف اور اپنے گھر کے پاس چند حملے کئے مورچال باندھ کے بیٹھا  
آخر کو مقید ہوا۔ اُس کی شامت سے بازار سعد اللہ خاں کی چند دکانیں تاراج ہو گئیں۔ ابھی بازار  
داروگیر گرم تھا کہ شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات کے جلو س کا شادیا نہ بجا اور امان کی  
منادی ہوئی۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ جب بادشاہ محل میں چلا گیا تو سید عبداللہ خاں دھڑکتے

کے افسانہ و افسوں سے پیغام بھیجا کہ وہ محل سے نکلے مگر فائدہ نہ ہوا۔ حبشی اور ترکی کنیزیں جنگ کے لئے تیار ہوئیں۔ افغان اور چیلے اور نجم الدین علی خاں براہ قطب الملک پسر صلابت خاں رہیل محل میں گھس گئے اور عورتوں کو خوب باریٹ کر بادشاہ کا پتہ لگایا۔ اور وہ بام محل کے کوٹھے کے گوشہ میں چھپا ہوا تھا۔ اُس کو بڑی بے حرمتی سے کھینچ کر باہر لائے۔ جس وقت فرخ کو پکڑا تو اُس کی ہاں بیٹیوں بیویوں اور بیگیوں نے اُس کو کھیر لیا اور دنیا پٹیا شروع کیا اور گرفتار کرنے والوں کے پانوں میں سر رکھا۔ ہاتھ جوڑے خدا کے واسطے دیئے مگر ایسے وقت میں کون ایسی سنتا ہے زیور عورتوں کا لوٹ لیا اور بے حرمت کیا۔ فرخ سیر کی آنکھوں میں سلائی پھیری اور قلعہ کے اندر ترپولیکے اور حبس خانہ میں جو قبر کی صورت تھا اس بادشاہ کو قید کیا۔ ایک طشت آفتابہ قصاصے حاجت کے لئے اور پانی کی صراحی دی۔

محمد فرخ سیر کی سلطنت پر فساد سوا ہے جہاں ارشاد کی سلطنت کے گیارہ مہینے کی جن کو اُس نے اپنے ایام سلطنت میں خاتر میں ثبت کر لیا۔ چھ سال چار ماہ کچھ دنوں رہی۔ اس غول و نصب کی تاریخ کہ ایک بادشاہ گرفتار ہوا اور دوسرا اسات پر س کا قیدی بادشاہ ہوا (فأعتبروا یا اولی الابصار) ہے۔

## ذکر سلطنت محمد شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات

فرخ سیر کی قید سے قلعہ کے اندر اور شہر سے باہر ایک ہنگامہ برپا ہوا تو قطب الملک اور امیر الامرا نے اُس کے فزوکنے کے لئے چاہا کہ کسی شانزادہ کو بادشاہ بنائیں۔ مگر بہادر شاہ اور فرخ سیر نے شانزادے چُن چُن کر قتل کر اے تھے۔ اور جو زندہ تھے وہ زندان میں تھے یا محلوں میں چھپے پھیلے۔ لڑکیوں کی طرح پرورش پا رہے تھے۔ ان سیدوں کو بھی ایسا ہی شانزادہ بھولا بجالا عقل کا پورا چاہتے تھا کہ کٹ پتلی کی طرح اُن کے اشارہ پر چلے تو انہوں نے یکم ربیع الثانی ۱۱۳۱ھ کو شمس الدین ابوالبرکات رفیع الدرجات پسر خرد رفیع الثانی بہادر شاہ



کے پوتے اور محمد اکبر خلع اور رنگ زیب کے نواسہ کو تخت سلطنت پر بٹھایا اُس کی عمر میں برس کی تھی وارت تاج اُس کی تاریخ ولادت ہے۔ وہ مدقوق تھا۔ قید خانہ میں پڑا ہوا تھا۔ شورش عام اور غلبہ از دھما ایسا تھا کہ اتنی فرصت نہ ملی کہ بادشاہ حمام میں جاتا اور کپڑے بدلتا اور تخت کی آرائش اور زینت ہوتی وہ اسی لباس میں کہ پہنے ہوئے تھا تخت پر بٹھایا گیا۔ صرف ملائے مروارید اُس کے گلے میں ڈال دی۔ شہر کے رفع فساد اور آشتی کے لئے الامان الامان کی منادی کرا دی اور صدائے شادیانہ بلند کی۔ قطب الملک آداب مبارک با وجہ لایا۔ اور اپنے خاص بہدوں اور معتد نوکروں کو قلعہ کے اندر رکھا اور دروازوں پر اور دیوان خاص و عام میں سب جگہ اپنے خاص معتبر آدمی بٹھادئے خواجہ سرا و خواص اور اور کارخانہ جات کا عملہ غلہ اپنے اعتمادی نوکروں میں سے مقرر کیا۔

اول در کے دیوان میں راجہ اجیت سنگہ دہادکش اور راجہ رتن چند کی آرزو کے موافق خبیہ کی معافی کا حکم دیا گیا۔ اور امن امان سلطنت کے احکام اطراف میں روانہ کئے۔ اعتقاد خان کو تخت خوارمی کے ساتھ قید اور اُس کی جاگیر اور گھر کو ضبط کیا۔ باوجودیکہ اُس نے نقد و جواہر متفرق کر دیئے پھر بھی اُس کا گھر روپیوں اور اشرافیوں اور طلا و مرصع آلات و ظروف فقرہ سے بھرا ہوا تھا اُن کو ضبط بادشاہ نے جو اُس کو جواہر اور مروارید عطا کئے تھے اُن کی بازیافت کئے اُس کو نحیف و ذلیل کرتے تھے۔ اسی طرح بادشاہ مظلوم کے خالوے اور خسر پورہ شائستہ خاں اور سادات خاں کے بیٹوں اور سید صلابت خاں و اروضہ توب خانہ اور فضل خاں صدر اور بادشاہ کے غلاموں اور ہوا خواہوں کی جاگیریں ضبط ہوئیں۔ راجہ اجیت سنگہ کی بیٹی زوجہ فرخ سیر کی جاگیر راجہ کی خاطر سے بحال رہی۔ والا شاہی منصبداروں میں اکثر سپاہی روپیہ درماہہ اور بعض زیادہ جاگیر کے مقرر ہونے تک نقد پاتے تھے اور ایک جماعت پاس جاگیر تھی اور اکثر نقد پانے کی امیدیں جاگیر کو منصبداروں کی جاگیر میں محسوب کرتے تھے اُن کو حکم ہوا کہ جس کا نوکری کرنے کا ارادہ ہو وہ عین علی خاں کے سرکاری گھوڑے کو دلخ دلو کے اوروں کی شرح کے موافق سپاہی روپیہ ماہوار سرسری لیں۔ اعتماد الدولہ محمد امین خاں اپنی نجی گری دوم پر بحال رہا۔ نظام الملک کو

جزیہ کی موافقت اور امداد کے گھڑوں کی ضبطی

صوبہ بالوہ اور سر ملند خان کو صوبہ کا بل ملا۔

اس طرح بادشاہ کی قید پر دو مہینے گزرے۔ وہ محبس میں پڑے عذاب بلا میں مبتلا تھا مشہور روایت ہے کہ کچھول کرتے ہیں اُس کی آنکھوں کا نور بالکل زائل نہ ہوا تھا۔ سادہ لوحی اور حب ریاست سے مدعیان سلطنت سے ایام گزشتہ کے عذر کا پیغام بھیجتا اور درخواست کرتا کہ مجھے پھر تخت پر بٹھا دو میں دونوں بھائیوں کو سلطنت کا اختیار دے دوں گا۔ کبھی عبداللہ خاں افغان کی جو بادشاہ زندہ بگور کا نگہبان تھا چا پلوسی کرتا اور اُس کو ہفت ہزاری منصب کا امیدوار کرتا اور قید خانہ سے اپنے نکالنے کا اور راج دھیراج جے سنگھ سوانی پاس پیغام پہنچانے کا مشورہ دیتا جس کو وہ اپنی نجات کا وسیلہ جانتا تھا۔ یہ خان اُس کے مافی الضمیر پر اطلاع پا کر سلطنت کے صاحب ہاروں کو خبر دیتا۔ اس سبب سے وہ اس سادہ لوح محبوس کے مارنے کے درپے ہوئے۔ دو دفعہ اُس کو زہر دیا اثر نہ ہوا۔ تیسری یا دوسری دفعہ زہر نے اثر کیا مگر جان جلدی نہیں نکلتی تھی کہ دونوں بھائیوں نے باوجود کفالت قسم کلام ایسی ایسی سختی کی کہ فرخ سیر کو قسم کشی اور زود کو بے پروا دیا۔ مرنے سے بارہ پہر کے بعد کفن و دفن میں مشغول ہوئے۔ تابوت کو مقبرہ ہمایوں میں لائے۔ دو تین ہزار مرد و زن خصوصاً شہر کے کچے و فقیر جن کو بادشاہ سے فیض چھپتا تھا۔ تابوت کے آگے آگے روتے پیٹتے سر پر خاک ڈالتے ہوئے گریباں چاک گالیاں دیتے ہوئے جاتے تھے۔ حین علی خاں کا بخشی دلاور علی خاں سید علی خاں برادر بخشی سید عبداللہ خاں تابوت کے ساتھ جانے کے لئے مامور ہوئے تھے۔ وہ اور ایمان شہر کی ایک جماعت مجبور رقت کرتی ہوئی رفاقت میں تھی۔ لوگ اس جماعت کی پالکی اور گھوڑوں پر بٹھ کر پھینکتے تھے اور روٹی پیسے جو فقر کو خیرات دیتے تھے وہ نہ لیتے تھے۔ سوم کے روز ایک جماعت بچوں اور گد امیشیوں کی اُس چوڑے پر جمع ہوئی جس پر بادشاہ کو غسل دیا تھا بہت سا طعام پکا کے فقر کو کھلایا۔ مجلس مہربود کی صبح تک اچھا شب کیا۔

تذکرہ چغتائیہ میں لکھا ہے کہ فرخ سیر کی ۳۸ برس کی عمر تھی اور جب اُس نے پٹنہ میں

فرخ سیر کا مارا جانا اور دفن ہونا



تحت سلطنت پر جلوس کیا مدت سلطنت اُس کی سات سال ایک مہینہ نوروز تھی اور جہاں ارشاد کی شکست کے بعد چھ برس تین مہینے ۲۴ دن -

بعد اُس واقعہ کے بقول عوام بادشاہی خزانہ و جواہر و مرصع آلات و ہاتھی گھوڑوں کو دونوں بھائیوں نے اپنے تصرف و اختیار میں کیا اور رحمتہ رسدان میں سے انتخاب کر کے اپنے کاڑھا بھاڑ میں داخل کیا۔ سید عبداللہ خاں کو عورتوں کے ساتھ محبت و عشرت میں بڑی رغبت تھی مشہور روایت یہ ہے کہ دو تین عورتیں جو رتھا بادشاہی محرمات میں سے پسند کر کے وہ اپنے تصرف میں لایا باوجودیکہ زیادتی حرص و خواہش شہوت رانی سے اُس کے خود ستر استی خوش ادا عورتیں مزے اُڑانے کے لئے موجود تھیں۔

بعد اُن سوانح کے ایک دن یا ایک رات بھی دونوں بھائیوں کو میسر نہیں ہوئی کہ جس ملک اُن کو اپنی جان و آبرو کا خوف نہ تھا اور دل کی مراد کے موافق کام رانی اور لذت زندگانی اُٹھاتے۔ دونوں بھائیوں میں باہم محبت اخوت کدورت باطنی و دوسو اس غلبہ تسلط سے بدل محبت ظاہر وزارت کے سبب اُمور ملکی کا اختیار بڑے بھائی کے ہاتھ میں زیادہ تھا لیکن امیر الامرا حسین علی خاں اپنی شجاعت و تہور کار دانی فیض رسانی و معاملہ نمایی پر اس مرتبہ پر غور رکھتا تھا کہ کسی کی اپنے آگے ہستی نہیں سمجھتا تھا اور اپنے آگے بڑے بھائی کو پیچ جانتا تھا۔ زیادہ اہلے جلاوت پیشہ کا رطلب کو رعایت و اعانت سے اپنا رام و رفیق کیا تھا اور ملک کے بند و بست کا اختیار اپنی طرف کھینچتا تھا۔ اس سبب افواہ عوام میں بھائی بھائیوں کی ناموا کی طرح طرح کی باتیں مشہور ہوتی تھیں لیکن بحسب ظاہر معاندوں کے فساد اور غناد کے ملاحظہ سے سررشتہ اخلاص و اتحاد و اخوت کو ہاتھ سے نہ دیتے تھے کہ واقعہ طلب رخنہ جویوں کی دست زبان راز ہو سکے اُن کو ارباب حاجت کے کاموں کی طرف توجہ کرنے کی فرصت نہ تھی وہ ان کاموں میں اپنا صرف اوقات کرتے تھے کہ اُمراے منصوب و منکوب کا اموال ضبط کریں و دروز و یک سے خزانہ و جواہر جمع کریں اطراف کے سرکشوں کے لئے جو گرد کش

بھائی بھائیوں میں نا افاقہ

گروٹ سلطنت کے منسنے سے اطاعت نہیں کرتے تھے اُن کی تبلیہ کے لئے فوجیں روانہ کریں راجہ  
 اجمیت سنگھ نقد جو اہرے مالامال ہو کر احمد آباد کو جاتا تھا کہ بازار کے دونوں طرف کلمات لایینی  
 اور صبح دشنام بازار کے پُچھے اُسے سناتے اور کہتے کہ داماد کاخوں بہا لے کر اور اپنا منہ کالا کر کے  
 اس شہر سے باہر جانا چاہتا ہو۔ راجہ ان باتوں سے ایسا تنگ ہوا کہ ایک آدمیوں کو جان سے  
 مارا اور ایک دن چند کثیر لوگوں اس تقصیر میں گرفتار کیا اور سادات کے حکم سے اُن کو گدھے پر سوا  
 کر کے تنہا کر کے۔

بادشاہ کی شہادت پر دس پندرہ روز نہ گزرے تھے کہ جادی الثانی ۱۱۳۱ھ کو قلعہ اکبر آباد  
 کے ہزاریوں نے نیکو سیر سپر محمد اکبر نیرہ بہادر شاہ کو جو قلعہ میں محبوس تھا اکبر آباد میں بادشاہ  
 بنایا اور سیم و زر پر یہ سکھ لگایا۔

بزرزد سکھ صاحب ترانی

شہینیکو سیر تیمور ثانی

۱۰۸۹ھ محمد اکبر اپنے باپ اورنگ زیب سے باغی ہوا تھا۔ اورنگ زیب نے اُس کے  
 بیٹے نیکو سیر اور دو بیٹیوں کو قید کر کے قلعہ اکبر آباد میں بھیج دیا تھا۔ ان بیٹیوں میں سے ایک کی  
 شادی شاہزادہ رفیع ایشان سے اور دوسری بیٹی کی شادی شاہزادہ جہاں شاہ سپر بہادر شاہ  
 سے کی تھی۔ نیکو سیر چالیس سال سے قلعہ مذکور میں ناکامی کے ساتھ زندگی بسر کرتا تھا۔ بعض اُمراء  
 اُس کو تخت پر بٹھا کے قلعہ کے اوپر سے دارالامارت غرت خاں پر گولہ لگایا تو غرت خاں کو اس  
 آشوب کی خبر ہوئی اُس نے باہر خیمہ لگایا اور دونوں بھائیوں کو اس کی خبر کر دی انہوں نے راجہ  
 بھیم اور چڑامن جاٹ کو غرت خاں کی مدد کے لئے بھیجا۔ نیکو سیر کی مدد کا وعدہ راجہ دھیراج جے سنگھ  
 اور راجہ چھبیل رام نے الہ آباد سے اور فتح الملک نے مالوہ سے کیا تھا مگر یہ امیر اپنے جھگڑوں میں  
 ایسے پھنسے ہوئے تھے کہ نیکو سیر کی مدد کے لئے کسی نے حرکت نہ کی بادشاہ رفیع الدرجات  
 مرض حق میں مبتلا تھا۔ سادات کے حکم سے حکما اُس کے علاج میں کوشش کرتے تھے لیکن مدتوں

اکبر آباد میں نیکو سیر کا بادشاہ ہونا



کے لئے کوئی معالجہ تفریح طبع اور نعمات راحت افزا دکھایا تو فرحت رسا سے بہتر نہیں ہے۔ بادشاہ مجبور امور فرماں روائی میں اصلاً اختیار نہیں رکھتا تھا بلکہ تصویر کا حکم رکھتا تھا کہ تخت پر بطور طلسم کے تعقیبہ کر دی تھی اور اُس کے دور میں قطب الملک کے آدمی منصوب تھے۔ اس غم و اہم سے روز بروز اس کا مرض بڑھتا تھا دو فائدہ نہیں کرتی تھی۔ آلام جسمانی کے سوائے افکار روحانی میں اور مبتلا ہوا۔ اکبر آباد کی خبر نے اس کے غم کو اور زیادہ کیا۔ قریب المگ ہوا۔ اُس نے سیدوں سے کہا اگر میرے بڑے سگے بھائی رفیع الدولہ کو تخت سلطنت پر بٹھاؤ اور میری زندگی میں اُس کے نام کا سکہ و خطبہ جاری کرو تو میری کمال خوشنودی کا سبب ہوگا اور میں آپ کا احسان مانوں گا سادات نے قبول کیا۔ رفیع الدولہ کو تخت پر بیٹھے ہوئے تین روز ہوئے تھے کہ رفیع الدرجات نے عین جوانی میں روضہ جاودانی کو کوچ کیا۔ تین ماہ دس روز برائے نام سلطنت کر گیا۔

## ذکر سلطنت رفیع الدولہ ملقب شاہجہان ثانی

۲۱ ماہ رجب ۱۱۳۱ھ کو رفیع الدولہ کو جو بڑا در مغفور مرحوم سے ڈیڑھ سال بڑا تھا۔ شاہجہان ثانی کا لقب دے کر تخت سلطنت پر بٹھایا (شنبہ ۱۱۳۱ھ رجب بود) تاریخ جلوس ہے صرف اس کے نام کا سکہ و خطبہ جاری ہوا اور امور ملکی میں کوئی اختیار اُس کو نہ ملا۔ اُس کو چاروں طرف سے قطب الملک کے منصوب گھرے ہوئے تھے اُس کے باہر جانے اور اندر آنے اور لباس خوراک کا اختیار بہت خاں کو تھا جمعہ کی نماز اور شکار کی بے حضور سادات کسی امیر سے بات کرنے کی ممانعت تھی۔ اُس کی ابتداء سلطنت میں محمد فرخ سیر کے خالو شائستہ خاں نے سپاہ جمع کر کے راجہ جے سنگھ پاس خفیہ جانے کا ارادہ کیا تھا مگر راجہ پاس پھنچے سے پہلے طرفین سے فوج کشی پر نوبت آئی بغیر لڑے وہ بے آبرو ہو کر قید ہوا۔ اور اس کا گھر بار ضبط۔ امیر الامرا نے عزت خاں کی مدد اور قلعہ اکبر آباد کے محاصرہ کے لئے حیدر قلی خاں بہادر کو بطریق ہراؤل

روانہ کیا۔ اور، شعبان کو خود امیر الامرا اور پچیس ہزار سواروں کے ساتھ اکبر آباد روانہ ہوا۔ اس  
 مابین میں مختلف خبریں اڑیں جن میں سے صرف یہ خبر سچ تھی کہ راجہ بے سنگہ نیکو سیر کی مدد کے لئے  
 انہیر سے ایک منزل نو دس ہزار سواروں کے ساتھ چلا۔ باقی فقرہ مجذوب کی زبانی اور سالکان صفا  
 کر مت اور گوشہ نشینان وصل باللہ دخال کلام اللہ و تقول خواجہ حافظ و خواہا رصلحا و احکام ربالان  
 منجان کی دستاویز نیکو سیر کی سلطنت نے دل اور زبان پر سکھ لگایا تھا۔ مجالس محافل میں بے اصل  
 مختلف خبریں اڑتی تھیں کہ نیکو سیر فقیر کی صورت میں راجہ بے سنگہ سواری پاس چلا گیا اور راجہ اور  
 زمیندار و چھبیلارام میں ہزار سواروں کے ساتھ اور نظام الملک آئے تاب سے روانہ ہوئے  
 ہیں۔ ایسی خبروں کی شہرت سے قطب الملک بادشاہ کو اپنے ساتھ لے کر اتفاق ہمارا راجہ اجیت سنگہ  
 تیس ہزار فوج سے زیادہ لے کر بے سنگہ سے لڑنے کے لئے اکبر آباد کی طرف متوجہ ہوا۔ ان ہی ایام  
 میں ہمارا راجہ اجیت سنگہ نے اپنی بیٹی زوجہ فرخ سیر کو ایک کروڑ روپیہ کی دولت کے ساتھ روانہ کیا۔ زمانہ  
 مسالطین سلف میں راجاؤں کا تسلط ایسا تواریخ میں دیکھنے میں نہیں آیا۔ کہ کوئی راجہ اپنی بیٹی کو  
 بادشاہوں کے عقد ازدواج میں مینے کے بدلے لے گیا ہو۔ اکبر آباد میں حیدر قلی خاں بہادر  
 اور غرت خاں شیر و شکر کی طرح آپس میں مل کر رفیق ہو گئے۔ قلعہ کا محاصرہ کیا مورچاں باندھے  
 ددے لگائے۔ سید حسین علی خاں بھی آگیا۔ طرفین کے گولوں کے صدات اور ضرب سے قلعہ  
 کے اندر اور باہر بہت گھر خراب ہو گئے۔ مساجد و شہر میں شکست و ریخت زیادہ ہوئی۔ محاصرہ میں  
 تین مہینے گزرے تین افغان قلعہ کو جاتے تھے کہ بکڑے آئے۔ تینوں توپ سے اڑائے گئے۔  
 تعجب یہ ہے کہ ان میں سے دو اڑ گئے اور ایک بچ گیا۔

قطب الملک بہ سبب برسات کے توقف کرتا ہوا بے سنگہ کے مقابلہ کے لئے  
 گیا۔ اکبر آباد سے چالیس کو س پر مقیم تھا۔ بے سنگہ نے جب دیکھا کہ نیکو سیر کی مدد کو کوئی لکھنوی  
 آیا اور قطب الملک متھرا میں مجھ سے دس کرس پر پھینچا تو راجہ نے اپنا وکیل قطب الملک پاس معافی  
 قصور کے لئے بھیج دیا۔



نیکوسیر کا ایک منشی نھتل تھا۔ اُس کو باہر کے بعض محیل ہزاریوں نے بلایا کہ ہم اُس کے ساتھ قلعہ میں نیکوسیر پاس جائیں گے۔ وہ رات کو بعض ہزاریوں کے لینے کے لئے آیا تو اُس کو مقید کر کے امیر الامرا پاس لے گئے نھتل کے قلعہ ان سے امیر الامرا کے اکثر امیروں کے خط نیکوسیر کے نام کے نکلے۔ امیر الامرا نے اُن کو مخفی کر دیا۔ صرف اسد علی خاں مردان علی خانی کا خط بر ملا ہوا۔ اُس کو معصوب منکوب کر کے جاگیر اُس کی ضبط کر لی۔ محمد عسکری برادر زادہ نیکوسیر چھپلا اُم پاس پیغام لے جاتا تھا۔ گرفتار ہوا۔ جب محمد عسکری گرفتار ہو گیا اور راجہ بے سنگہ کا ذکیل قطب الملک پاس عہد تقصیر کے لئے گیا۔ ایام محاصرہ کو امتداد ہوا۔ قلعہ میں آذوقہ باقی نہیں رہا تو ہزاریوں نے مایوس ہو کر چورامن جاٹ کی معرفت صلح کا پیغام امیر الامرا پاس بھجوا دیا۔ اور جان و آبرو کی امان کا عندوچیان لے کر قلعہ کی بنجیاں حوالہ کیں۔ ۲۷ رمضان کو نیکوسیر مع اور متوسلین کے مقید ہوا۔ جان کی امان دے کر اُن کو امیر الامرا پاس لائے۔ مہرین کو جس نے یہ سارا فساد مچایا تھا۔ اپنی جان بخشی کا اندیشہ تھا اس لئے اُس نے خود کشی جمدھر سے کی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
www.pdfbooksfree.pk

امیر الامرا نے نیکوسیر سے فارغ ہو کر خزانہ و جواہر اور اجناس پر جو تین چار سو برس سے سکندر لودی اور بابر کے وقت سے کوٹھوں میں جمع ہو رہا تھا اور اس میں خاص کر نور جہان اور ممتاز محل کے اموال تھے بعض کا رخانہ جات سرایت تھے جن میں ظروف طلا و نقرہ بہت تھے اور کئی ہزار انیس تاج کی تھیں۔ عوام دو تین کروڑ روپیہ کا مال تبتلاتے تھے۔ اُن کے جمع کرنے کے لئے امیر الامرا نے پندرہ سولہ مقام کے کل اجناس میں یہ چیزیں بڑی بیش قیمت تھیں۔ ایک چادر مراد پٹی جو ممتاز محل کی قبر کی پوشش کے لئے شاہجہان نے بنوائی تھی عسارہ شب جمعہ کو قبر پر ڈالی جاتی تھی۔ نور جہان کا اختراع کیا ہوا جوڑہ جی او ایک ٹیکہ بڑا بیش بہا تھا۔ بہر حال ان اموال سے کوئی حصہ سید عبداللہ کو نصیب نہیں ہوا۔ مگر چار مہینے کے بعد بے فرنگی سے اکیس لاکھ روپیہ سید عبداللہ خاں کو ملا۔ امیر الامرا نے وسط

شوال میں اکبر آباد سے کوچ کیا فتح پور میں دونوں بھائی مل گئے۔ راجہ جے سنگھ سے ان شرائط پر صلح ہو گئی کہ راجہ اجیت سنگھ ان پر گنوں سے ہاتھ اٹھائے جو اُس نے محال بادشاہی کے بابت جاگیر کی طلب کے دعوے کے اپنے تصرف میں کر لئے تھے۔ جے سنگھ کی یہ درخواست قبول ہوئی کہ روح اللہ و تہور خاں کے قصور معاف ہوئے جو راجہ کی رفاقت میں تھے۔ یہ مقرر ہوا کہ سرکار سورت صوبہ احمد آباد کی فوجداری راجہ جے سنگھ کو ملے اور صوبہ داری احمد آباد و اجمیر ضمیمہ جو دھپور ہو۔ اس صورت میں دارالخلافہ اکبر آباد سے تیس کروہ سے کہ راجہ جے سنگھ کا وطن ہے کنار دیاے شورتک کہ مراد سورت سے ہے۔ ان دور راجاؤں پاس ملک ہو گیا۔ بادشاہ شاہجہان ثانی مرض اسہال میں مبتلا تھا اور اب مرض روحانی میں اور گرفتار ہوا وہ اس دنیا سے رخصت ہوا۔ تین مہینے چند روز برائے نام سلطنت کر گیا۔ ان دونوں بھائیوں کو سلطنت سے کچھ بہرہ نہ ملا۔ ناکام دنیا سے گئے۔

## ذکر سلطنت مرزا روشن اختر ابو الفتح ناصر الدین محمد شاہ

رفیع الدولہ کی سلطنت پر تین مہینے دس روز گزرے تھے کہ موت کے آثار اس پر ظاہر ہوئے۔ یہ عبداللہ خاں بایکوس ہوا اور ماہ شوال کے اوائل میں غلام علی خاں سپہ خان جہان خاں زادہ کو فتح پور سے روشن اختر کے لانے کے لئے بھیجا۔ وہ نجمتہ اختر جہاں شاہ کا بیٹا اور بہادر شاہ کا پوتا تھا۔ ۱۸ برس کی عمر تھی ۱۵ ہادی قعدہ ۱۱۱۲ھ میں پیدا ہوا تھا۔ خوبصورت جوان تھا۔ ذہن اچھا تھا مگر فہم فراست سے بالکل خالی بھی نہ تھا۔ قلعہ سلیم گڑھ میں مقید تھا۔ نواب قدسیہ بیگم اس کی ماں اس قید خانہ میں شریک تھی۔ وہ مغز الدین جہاں دار شاہ کے عہد سے اپنے بیٹے کو اسی زندان میں پالتی تھی۔ یہ بیگم نہایت عاقلہ اور ہوشیار زمانہ دیکھے ہوئے بیٹھی تھی۔ چند دفعہ روشن اختر سے امیروں نے اُن کو عرض کیا کہ تخت سلطنت حاضر ہے چل کر اپنے قدموں سے اُسے مشرف کیجیے تو اس فرزانہ بیگم نے یہ سمجھ کر کہ جو بادشاہ ہوتا ہے وہ تخت کی



قربانی بنتا ہے۔ امیروں کے سامنے ہاتھ جوڑے اور کہا کہ برائے خدا مجھے اس یتیم کے لئے تاج نہیں چاہئے۔ اس کا سر سلامت رہنے دیجئے۔ امیروں نے بہت عہد و پیمان کر کے اُس کی تسلی و تسخنی دی۔ قلعہ شاہجان آباد میں روشن اختر ابھی طلوع نہیں ہوا تھا کہ رنجیع الدولہ کا انتقال حیات غروب ہوا۔ روشن اختر کے پھینچنے تک ایک ہفتہ یا عشرہ رنجیع الدولہ کی لاش خفی رکھی گئی۔ ۱۵ اردی قعدہ (ستمبر) ۱۱۱۹ھ کو روشن اختر نے فتح پور میں تخت سلطنت پر قدم رکھا اور ابوالفتح یا ابوالنظر ناصر الدین محمد شاہ اپنا لقب رکھا۔ ایک شخص نے اس کے اندر اسے نکلنے اور فرار ہونے کی تیاریں کیں۔

روشن اختر بودا کنوں ماہ شد

یوسف از زنداں برآمد شاہ شد

اس تاریخ میں دو سال زائد ہیں۔ ایک شخص نے استاد کے اس شعر سے یہ

تاریخ نکالی ہے

چو خواہد کہ ویراں کند عاقلے

ہند ملک در چرخہ غاقلے

یعنی ملک کے مد و پنجہ ظالم کے اعداد میں زیادہ کریں تو تاریخ کے سنہ حاصل ہوتے ہیں۔ یہ شہزاد قید خانہ کی کوٹھری سے نکل کر ہندوستان کے تخت سلطنت پر بیٹھا۔ مگر سیدوں کی قید سے رہائی نہ ہوئی۔ انہوں نے اُس کے گرد اپنا پہرہ چوکی جاسے رکھا۔ انہیں کی حوالات میں کبھی باغ کی سیہ کو آتا۔ کبھی چڑیا کے شکار کو چلا جاتا۔ محل سے نکلا تخت پر بیٹھا۔ تخت سے اُتر محل میں چلا گیا وہ دل میں حیران تھا کہ میں ہندوستان کا بادشاہ ہوں یا شطرنج کا بادشاہ ہوں۔ کہ سید اُس کو جس خانہ میں چاہتے ہیں بٹھا دیتے ہیں۔ تخت پر بیٹھے ہوئے تھوڑے دن گزرے تھے کہ سیدوں کی امید کے برخلاف اپنا اقتدار اور سیدوں کے ہاتھوں سے نکل جانے کا اظہار کیا۔ آغاز سلطنت میں اس بادشاہ نے اپنی فراست و عقل دکھائی مگر کچھ عرصہ کے بعد شراب کے نشہ میں ایسا بدستار

کہ تلج کو سر پر نہ بٹھال سکا۔ بادشاہ کی سلطنت کا آغاز فرخ سیر کی وفات سے شمار ہوتا ہے۔  
 بیچ میں دونوں بادشاہوں کی سلطنتوں کا زمانہ کا عدم ہے۔

قدسیہ بیگم امور ملکی کے دقائق اور معاملات کے غوامض میں رائے صائب و رفہم رسا رکھتی  
 تھی وہ حسب صلاح وقت سرشتہ حزم و احتیاط کو ہاتھ سے نہیں دیتی تھی۔ سیدوں کی مرضی کے  
 خلاف کوئی کام نہیں ہونے دیتی۔ پندرہ ہزار روپیہ مہینہ اس بیگم کو ملتا تھا۔

میر حلیہ کو صدارت کل کی خدمت مقرر ہوئی۔ رتن چند کل امور ملکی مالی و شرعی یہاں تک کے

قضات بلا دار باب عدل کے معین میں اس مرتبہ پرست غلال رکھتا تھا کہ تمام بادشاہی  
 مقصدی جزو کل کے معطل تھے۔ سوائے اس کی کہ ان کی ہمدستا وزیر رگیتی کوئی دخل اُن کو نہ تھا

نقل ہے کہ ایک در رتن چند کسی شخص کو عبد اللہ خاں کے پاس لایا اور کسی بلدہ کی خدمت قضا  
 پر مقرر کر لیا تو سید عبد اللہ خاں نے ایک گستاخ مصاحب کی طرف رخ کر کے مسکرا کر کہا کہ ہمارا

رتن چند قاضی کو تجویز اور مقرر کرتا ہے تو اس مصاحب نے جواب دیا کہ راجہ جیوا امور ملکی و دنیوی  
 کے نظم و نسق سے فارغ ہو چکے ہیں اب کار و بار دینی کے انتظام میں مشغول ہوئے ہیں۔

چھبیلہ رام ناگر صوبہ دار الہ آبادان دونوں بھائیوں کی اطاعت نہیں کرتا تھا۔ اور  
 اُن کی نسبت چند ناہموار حرکتیں کر چکا تھا۔ حسین علی خاں نے اُس کی تنبیہ کے لئے اکبر آباد

طرف پیش خانہ لے جانے کا حکم دیا کہ چھبیلہ رام کے مرنے کی خبر آئی۔ اگرچہ اس خبر کو  
 امیر الامرا دل میں اپنے خوش طامعی سمجھا مگر ظاہر میں غور سے کہا کہ افسوس ہے کہ اُس کے سر کو

نوک سناں پرا اور اُس کے دھڑ کو ہاتھی کی دم میں لٹکا ہوا خلقت نے نہ دیکھا۔ اسی اثنا میں یہ  
 شہرت ہوئی کہ گرد دھر سپرد دھڑ اُس کے برادر زادہ نے جو اُس کا مقدمہ الجھیش اور قوت

بازو تھا۔ چچا کے مرنے کے بعد سپاہ جمع کی اور قلعہ الہ آباد کے بروج و بارہ کو استوار کیا۔  
 جب سیدوں کو یہ حال معلوم ہوا۔ محمد شاہ کو فتح پور سے آگرہ میں لے آئے۔ اور جمع الہ آباد

شہرت دے کر جینا پر چل بندھوایا۔ اور بہاول کے طور پر سپاہ مقرر کی۔ جب گرد دھر نے

چھبیلہ رام ناگر صوبہ دار الہ آباد کا دھڑا اور اُس کے بیٹے گرد دھر باہر کا سیدوں سے لڑنا اور اس محرم کا آزادی فضیل



یہ خبر سنی کہ الہ آباد کے محاصرہ کے لئے تیاریاں ہو رہی ہیں تو اُس نے اپنے وکیل بھیج کر عفو  
 تقصیر کی۔ اور اطاعت کی چند شرائط کے ساتھ درخواست کی۔ اُس نے کبھی یہ چاہا کہ صوبہ  
 الہ آباد بحال رہے۔ کبھی یہ کہ صوبہ اودھ غنایت ہو۔ آخر کو یہ ٹھیسرا کہ جیلدہ رام کا کرپا  
 گرم کر کے وہ الہ آباد کو خالی کر دے اور اودھ کی صوبہ داری اور خطاب بہادری کا فرمان  
 گردھر کے نام صادر ہو۔ گردھر کی اس صلح پر خاطر جمعی نہ تھی اس لئے حیدر قلی خاں ایک  
 ایک شائستہ فوج کے ساتھ اُس کی تنبیہ کے لئے بھیجا گیا۔ کسی شخص واحد کے اختیار  
 میں مصالحت و جنگ ہوتی تو اس مہم کو طول نہ ہوتا۔ بارہ کے سردار اپنی رائے پر قائم نہ تھے  
 رتن چند کی بغیر صلاح کے کسی کو اختیار نہ تھا۔ گردھر سادات کے قول و وعدہ پر اعتماد نہ کرتا تھا  
 ہر ہفتہ و مہینہ میں قلعہ کے خالی کرنے کا صبح و شام وعدہ مشہور ہوتا تھا۔ پھر جنگ و محاصرہ  
 شروع ہوتا تھا۔ اس لئے مقدمہ کو طول ہوتا تھا۔ اکبر آباد سے حسین علی خاں نے جہان کے کنارے  
 پر عبور کیا۔ لیکن یہ جان کر کہ قلعہ الہ آباد کو تین طرف سے جہان لنگا گھرے ہوئے ہیں۔ گردھر نے  
 برج و بارہ قلعہ کے استحکام میں اور ذخیرہ و مصالح جنگ کی گرد آوری میں کوشش کی۔ اس کی  
 سرکشی کی شہرت سے تمام محالات خالصہ و عمدہ جاگیرداروں میں پورا خلل پڑے گا۔ اس کا لحاظ  
 اُس نے کیا کہ اگر قلعہ کے محاصرہ میں امتداد ہوا تو تمام صوبوں میں ملک میں تحصیل مال اور رعایا کے  
 حال میں فساد کلی پیدا ہوگا۔ آج کل میں قلعہ کے خالی کرنے کی خبر تو اتر کے مرتبہ کو پہنچی تھی کہ بادشاہ  
 اور سید عبداللہ خاں کا پیش خانہ غرہ ربیع الآخر کو شاہجہان آباد کی طرف چلا۔ پندرہ روز کے  
 عرصہ میں سب لوگ شاہجہان آباد کو روانہ ہو گئے۔ گردھر کی وعدہ خلافی سے پیش خانہ شاہی  
 برخلاف اب غزم سلاطین پھر آیا اور اس درمیان میں دونوں بھائیوں میں اکبر آباد کے اموا  
 نقد و جنس کے باب میں جو نیکو سیر سے موافق قول مشہور کر ڈوں روپیہ کا برا درخرد کے قہر  
 میں آیتھا۔ مکر کلمات رنجش آمیز درمیان میں آئے۔ سید عبداللہ خاں نصف حصہ اس مال میں سے  
 مانگتا تھا۔ بہت منت سماجت سے ۲۱ لاکھ روپیہ سید عبداللہ خاں کو ملا۔ گو اس رنجش کے اٹھا

باب میں بہت کوشش کی جاتی تھی مگر وہ گفت و شنید میں آتی تھی۔

گردھر کے متواتر نوشتے آئے کہ اگر رتن چند آنکر قول و عہد و پیمان آبرو جان کے بحال رکھنے کا کر کے مطمئن خاطر کرے تو میں قلعہ کو خالی کرتا ہوں اسلئے دونوں بھائیوں نے صلح کا راسمیں جانی کہ رتن چند جا کر اسالت کرے سبہ جلوس کے آخر بریج الادل میں افواج شالستہ کے ساتھ رتن چند الہ آباد روانہ ہوا۔ گردھ کے ملاقات ہوئی عہد پیمان لنگکا جلی اٹھی سوائے صوبہ داری اودھ کی فوج داری مقرر کی کہ ہمیشہ صوبہ بدکور کی ضمیمہ ہوتی تھی دو تین اور فوج داری گردھر کی خواہش و درخواست کے مطابق صوبہ داری اودھ کی ضمیمہ کی گئیں۔ اور ادائل ماہ جمادی الاخریٰ سبہ جلوس میں گردھ نے قلعہ خالی کیا اور صوبہ اودھ کو روانہ ہوا۔ اس خبر سب سے تین روز صدمے شادیاں نہ بلند ہوئی۔ کہتے آئے ہیں کہ ہر خندہ کے آخرین گریہ ہوتا ہے اور ہر شادی کی انتہا ماتم پر ہوتی ہے ابھی واقعہ طلب آدمی تسخیر الہ آباد کی صدق و کذب کی تحقیق کر رہے تھے کہ کچھ اور ہی گئی کھلا اوزمانہ نے ایک نیا رنگ دکھایا جس کی تفصیل آگے آئیگی۔

ہندی کی باج گزار ریاست پر راجہ بدھ سنگھ اور راجہ بھیم سنگھ آپس میں لڑ رہے تھے۔ آخر کار راجہ بدھ سنگھ کو فتح ہوئی۔ راجہ بھیم سنگھ پارسیدین علی خان کی پشت پناہ میں آیا حسین علی خان کا بخشی سید دلاور علی خان تھا اس کو امیر الامرا نے راجہ بھیم کی رفاقت کے لئے مقرر و مرخص کیا چھ ہزار سوار اس کے ساتھ کئے اور خلوت میں اشارہ کر دیا کہ بدھ سنگھ کی تنبیہ کے بعد راجہ بھیم سے متفق ہو کر صدر صوبہ مالوہ میں ہتھکامت کرے اور حکم کا غنظر ہے اس حکم نے بڑا غصہ ڈھایا جکا ڈر کے آگے سبہ جلوس مطابق سبہ کے سوانح اعظم یہ ہیں ہمارا وہ بھیم سنگھ ماڈہ و راجہ کوٹہ و گنچ سنگھ کچھوہہ راجہ نرود سید دلاور علی خان و سید عالم علی خان کے امرا باعتبار کثرت فوج و سامان و استظهار و افتخار ملک سید حسین علی خان کے سرمایہ عجب پندارتھے



یہ نظم نام الملک بابر فتح جنگ کے ہاتھ سے بادۂ عدم کے مسافر بنے۔ ان اقوال کی تفصیل  
 بسیل جال یہ ہو کہ سید عبداللہ خان کو یہ ناگوار خاطر تھا کہ امیر کبیر نظام الملک کو کل مراٹے مغلیہ  
 اپنا سپر و مرشد جہانے بن اور اسکی اطاعت کو دین و دنیا کی معوری کا ذریعہ تصور کرتے ہیں اسکو  
 وہ اس تدبیر میں تھا کہ اس کو ایسی جگہ بھیجے جو زور طلب ہو اور قلت مداخل اور کثرت محتاج  
 پریشان و بے سامانی پیدا ہو اس لئے نظام الملک کو عظیم آباد پٹنہ کا صوبہ مقرر کیا جہاں کے  
 زمیندار بڑے شور و پشت اور مفسد اور نہایت زور طلب تھے۔ نظام الملک نے اسکو تسلیم  
 کر لیا تھا کہ فرخ سیر کے شہید ہونے کا قصہ کھڑا ہو گیا جسکے بعد نظام الملک کا عظیم آباد جانا رہ گیا۔  
 حسین علی خان گریز و سلطنت میں اپنے بڑے بھائی سے اپنے تئیں بڑا جانتا تھا اس نے صلاح سپہین  
 دیکھی کہ نظام الملک کو مالوہ کی صوبہ داری بکھالت سو گند سپہ کی وہ رفیع الدرجات کے جلوس کے  
 تیس دن مع عیال و اطفال و رفقار کے جو ایک ہزار منصب اران نقدی دجا گئے اور  
 تھے مالوہ کو روانہ ہوا۔ یہ لوگ سید دن کی بے توجہی سے پریشان حال و فاقہ زدہ  
 تھے۔ نظام الملک نے سپاہ اور توپخانہ کو جمع کیا۔ محمد غیاث خان نے اپنی مغلیہ  
 برادری کو جو پیادے تھے پالسنو کے قریب گھوٹے اور ہتھیار اور سامان اپنے گھر سے  
 دیکر سوار بنایا۔ اور شیخ محمد شاہ و ابوالخیر خان و اسمعیل خان و قزلباش وغیرہ کو بطور قرض  
 و رعایت بہت روپیہ دیا۔ نظام الملک نے اپنی خدمت مامورہ پر جا کر سپاہ کو زیادہ کیا  
 بند و بست واقعی میں مشغول ہوا مفسد و سرکش زمینداروں کی تنبیہ تا دیب و وزیر و ستون  
 کی حمایت کی۔ ابھی آٹھ سات عیسے اُسے اس صوبہ میں جاگرم کی تھی کہ حسین علی خان کی رائے  
 اس پر قرار پائی کہ گردھر کے مقدمہ کی فراغ کے بعد صوبہ مالوہ میں انتقامت کر کے بند و بست  
 دکن کے چھ صوبوں اور چار صوبوں احمد آباد و کبر آباد و اجمیر و مالوہ کا خود کرے آج  
 نظام الملک کے معزز دل کرنے کے لئے بہانہ طلب ہوا کہ مقدمات چند و چند ایسے  
 واقع ہوئے کہ وہ حسین علی کو نقص عہد کے سے بہانہ اور نظام الملک کی جبارت کے لئے

سبب ہوئے۔ ان مقدمات کی تفصیل یہ ہے۔

اول جن دنوں مین سید حسین علی خان اور نگ آباد سے فرخ سیر کی لستخیر کے لئے حضور ناسی مین آتا تھا اور آب زرد اسے اُس نے عبور کیا تھا اور قلعہ مانڈو صوبہ مالوہ کے نزدیک آیا تھا تو یہاں مرحمت خان لپہ میر خان قلعہ داری اور فوجداری کی خدمت اخص صلیح مین رکھتا تھا اور اسکی شمشیر کی ہیبت اور بندوبست سے پہاڑی مفسدون نے اپنے گھر دن مین ہٹا چھوڑا تھا۔ اُسے بجاری کا بہانہ بنایا اور بادشاہی نہک پاس کیا وہ امیر الامار سے ملاقات کرنے نہ آیا جسکے سبب امیر الامار کے دل مین اس سے بغض پیدا ہوا جب دونوں بھائیوں نے بادشاہ کو مار کر کامیابی حاصل کی تو انہوں نے خواجہ قلی خان توراتی کو مانڈو کی قلعہ داری پر مامور کیا اور مرحمت خان کی جاگیر کو بدل دیا خواجہ قلی خان قلعہ کے نزدیک آیا تو مرحمت خان نے بسبب طعن کے انقلاب کے قلعہ کے سپر کرنے مین عذر کیا خواجہ قلی خان نے مرحمت خان کی شکایت سادات سے کی اُس نے مرحمت خان کے وکیل کو ختم نہائی کی اور نظام الملک کو تاکید لکھا کہ مغزول کو قلعہ سے باہر نکالو اور منصوب کو اس مین داخل کرو۔ نظام الملک مرحمت خان سے کہہ بڑا خاندانی امیر تھا موروٹی رابطہ رکھتا تھا اور وہ بادشاہ پاس جا نہیں سکتا اسکو نظام الملک نے اعزاز و اکرام کے ساتھ اپنے پاس بلالیا اور خواجہ قلی خان کو قلعہ لا دیا۔ ان ہی دنوں مین قلعہ انا گڈھ تعلق صوبہ مالوہ کو جو سرنج و بھیلے کے نزدیک ہے خاچند سپر چتر سال بتدید اپنے تصرف مین لایا۔ حسین علی خان نے نظام الملک کو لکھا کہ یہ قلعہ اُسکے قبضہ سے نکالے۔ نظام الملک نے مرحمت خان کو اپنی سرکار سے فوج ہمراہ کر کے اس کام پر تعین کیا۔ خان مذکور سرنج اور بھیلے مین گیا اور افغان وردہیلہ وغیرہ کی سپاہ جمع کی اور قلعہ کو جبر و قہر سے لے لیا۔ جس خدمت بھی اُسکے جرائم کی شفیع نہیں ہوئی۔ نظام الملک نے اُس کی مراعات بزرگانہ کی صوبہ مالوہ کے بعض بندوبست اُس کے سپر کئے۔ مرحمت خان نے مفسدون کی تنبیہ اور سرکشوں کی گوشمالی قرار واقعی کی پر گنہ چذیری کے چند مواضع پر جن مین مقرر مین مفسد پیشہ رہتے تھے مانت کی اور اُن پر قبضہ کیا۔



دوم چند روز بعد جے روپ سنگہ پرگنہ امجد سرکار مانڈو کا زمیندار تھا وہ مدقون سے اس محال کی زمیندار می اور علامہ منصب تعیناتی قلعہ مذکور پرگنہ مزبور جاگیر میں رکھتا تھا اور اُسکے پاس جمعیت و سامان لٹھ تھا اور اُسکے رُعب کے ماتے مرتبے اس راہ پر قدم نہیں کھائے تھے اسکا بھائی جگر وپ تھا جو اس زمیندار می کے دعویٰ کے سبب سے صدر رکھتا تھا۔ اُس نے بھائی کو عہد و پیمان کر کے اپنی پاس بلایا اور فی الفور اُسکے کشت مال و اسباب پر تصرف ہوا جو روپ کا چھوٹا بیٹا لال سنگہ جان کے خوف سے بھاگ کر عدالت کی امید میں نظام الملک کے پاس آیا نظام الملک ایک فوج برسم قزاقی محمد غیاث خان کے ہمراہ جگر وپ سنگہ کی تادیب کے لئے بھیجی اور خود بھی تیز روپ شاہین کی طرح وہاں گیا اور جگر وپ کو فرار کی فرصت نہ دی اُسکو اسیر کر لیا۔

سید عبدالمدخان سے فتنہ پڑو ہوں نے عرض کیا کہ نظام الملک نے جمعیت زیادہ کر لی ہے اور بعض دیہات پر تاخت کی اور بعض کے قول کے موافق ان ہی دنوں میں علی گڑھ نوشتہ فتح جنگ کے نام پہنچا کہ ہم چاہتے ہیں کہ صوبجات دکن اور اُسکے اطراف کے بندو کے واسطے صوبہ لوه میں خود رہیں۔ چار صوبوں اکبر آباد والد آباد و برہان پور و ملتان میں سے جو صوبہ پسند ہو وہ لکھ بھیجیں اُسکی سنبھیدون۔ نظام الملک سپاہ کے خرچ سے برابر ہو چکا اور فصل بہجہ اس ملک کے محصول کا مدار تھا وہ ہاتھ سے جاتا تھا۔

اس ضمن میں مکر خیر آئی کہ نیکو سیر اسیر ہوا اور گرد و ہر ہار کا مقدمہ صلح پر فیصل ہوا تو حسین علی خان کا اور دماغ آسمان پر چڑھا۔ اُسے ہمارا ابو بھیم سنگہ سے عہد و پیمان کیا کہ سالم سنگہ زمیندار بوند می کو تنبیہ اور نظام الملک کے کار کے انصرام کے بعد مکو ہمارا جلی کا رتبہ والا لیگا اور سب جاؤں پر ہمارا اجہ اجیت سنگہ کے بعد تم فائق ہو گے اور منصب ہفت ہزاری ہفت ہزار کا منصب لیگا۔ اُسکو اور راجہ گنج نرو می اور دلاور علی خان وغیرہ کو پندرہ ہزار سواروں کے ساتھ تعین کیا کہ سالم سنگہ کی تنبیہ و اخراج کو دستاویز بنا کے نظام الملک کے احوال کے خبر گیران ہوں اور ہمارے احکام کے اشارہ پر فوراً انصرام کار میں مشغول ہوں

چنانچہ انہوں نے بوندی کو لے لیا۔ ارجمین علی خان کے اشارہ سے سید لاہور علی خان نے راجہ بھیم اور راجہ گنج سنگھ کی رفاقت میں صوبہ مالوہ کی سرزمین پر لشکر کشی کی اور دہان کے رہنے والوں کے جانی و مالی ضرر کا اور ملک کی خرابی کا سبب وہ ہوئے۔ اب امیر لاہور نے اپنے ارادہ کی دُلمن کے منہ پر سے نقاب اُلٹ دی اور نظام الملک کو مواخذہ کی اسلوب میں ان باتوں کو لکھا کہ اپنے پاس مرحمت خان کو جگہ دینا اور پرگنہ تلام کے زمیندار کو تغیر کرنا اور ایسی بعض اور مقدمات جو باقتضائے قضیہ میں پر سرزمین فیصل ہوئے اور سید عبداللہ خان نے ان باتوں کو دست آور تہ قصیر نظام الملک بنا کے اُسکے وکیل معتبر کو خلوت میں طلب کے کلمات نامناسب و تلخ و بے مزہ نظام الملک کی نسبت کہ ہر چند نظام الملک نے امیر لاہور کے خط کا جواب موجب و سچا لکھا اور اُسکی پیشانی پر یہ شعر لکھا

من یوفانیم بوفانی مخورم قسم      من چوشمانیم بشمانیم مخورم قسم

اس جواب سے سادات کا اور غصہ بڑھا۔

جب محمد شاہ بادشاہ ہوا تو بادشاہ کے دستخط خاص کے شقے اور احکام جن پر بادشاہ کی والدہ مریم مکانی کی مہر لگی ہوئی اعتماد الدولہ محمد امین خان بہار کی معرفت نظام الملک کے لئے کہ ان مکھڑاموں کے تسلط سے سوائے نماز جمعہ کے کسی احکام کے جاری کر نیکا مقدر نہیں لکھا خیال باطل یہ ہے کہ نیکو سیر اور گردھ کے کاموں کے انجاموں کے بعد اول آپ کو ٹھکانے لگائیں اور پھر اپنے اور کاموں پر فائز ہوں اور ہم کو آپ پر اعتماد دلی ہے کہ اپنے آباد اجداد کی تربیت کے حقوق پر نظر کر کے احتیاط اور مابعدولت کے استقلال سے غافل نہ ہوں۔

نظام الملک کے وکیل وغیرہ کے نوشتجات پہونچے کہ سیدون نے گز بردار آپ کے لئے تعین کئے ہیں کہ آپ کو بادشاہ پاس لائیں ان گز برداروں کے پہونچنے سے پہلے بادشاہی شقے اور اور خیر خواہوں کے خطوط خاص لریاست خان کے آئے کہ فرصت وقت نہیں رہی جو کچھ کر سکتے ہو اُس کو جلدی کر داب نظام الملک کو



تحقیق ہو گیا کہ دونوں بھائی تمام خاندان ایران و توران کی بے آبروئی پر کمر باندھے بیٹھے ہیں اور ترک منصب و رگوشہ نشینی میں تنگدستی نہیں اور تمام موروثی خانہ زادوں اور دوزخ کے جان شار کو روکن کا دل نہایت افسردہ ہو رہا ہے کہ وارث تخت و تاج بے اختیار ہے اور نماز جمعہ اور اجرائے احکام شرع پر قادر نہیں۔ اگرہے کے نزدیک سے کنارہ دریائے شونگ ہنود بتخانے بنا رہے ہیں اور گاؤں کشتی کو سبک کر رہے ہیں تو چار و ناچار چارہ کاریہ جانا کہ حکم و من توکل علی اللہ فوجہ توکل ذات پاک حق کو سرمایہ ہمت بنایا اور بقول مشہور اسی مضمون کے دو کلمے سید عبداللہ خان کو لکھے اور عبدالرحیم و مرحمت خان وغیرہ خواہوں فدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ اور پانچ پچھ ہزار سواروں کی جمعیت کے ہمراہ وسط جمادی الاخریٰ ۱۳۲۲ھ مطابق ۲۷ جولائی میں نواح مند سوریہ میں اس ضلع کے بندوبست کے لئے پیش خانہ کوچ نکالا اور پھر مراجعت کر کے اُجین میں آگیا۔ احوال و ائصال اُٹھا کر سروج کی طرف کوچ کرنے کی شہرت دی اور دو تین منزل گیا اور موضع کا تھ میں اُترا پھر کوچ بہ کوچ ملک وسیع دکن پر متوجہ ہوا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
www.pdfbooksfree.pk

غزہ رجب ۱۳۲۲ھ کو دریائے زبد اسے عبور کیا۔ رستم بیگ خان فوجدار سرکار سیاحی عرف کھرگادان (زبد و تپتی کو درمیان برہان پور سے ساٹھ میل شمال و مغرب میں حسین علی خان کے رفقا میں تھا مگر وہ سید دن کی نکواری سے جلتا تھا وہ جمعیت شاکستہ کے ساتھ نظام الملک رفیق ہوا۔ نظام الملک نے اُسکی فوجداری بحال رکھی اس کی رعایت اور ترقیان کر کے اپنے ہمراہ لیا۔ مشکل کشتیوں کی کجی اقبال خود بنتا ہے اس روز دریائے زبد اسے عبور کیا عثمان خان قادری ہزاری شام قلعہ آسیہ کا ایک معتمد بواسطت خسرو چلیہ کے آیا جو سابقہ سے مرہبی عثمان خان کا اور سوال و جواب کا واسطہ تھا اور اُس نے نمکھامون کی نکواری کی اور اپنے احشام کی پریشانی احوال کے سبب سے نظام الملک کی طرف سے قلعہ داری کی استدعا کی۔ محمد غیاث خان اُس کو نظام الملک پاس لایا اور قلعہ کے فتح کی بشارت دی

نظام الملک نے اسکو لائق انعام دیا اور طلبہ شام اپنے خزانہ سے دی اور میر خفیط الدخان بخشی و غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ اپنے بیٹے کو اُس کے ہمراہ کیا۔ خان مذکور نے ۱۳۰۳ھ جب ۳۰ سالہ کو اس قلعہ پر تصرف کیا۔ ابوطالب قلعہ دار کو پکڑ لیا۔ نظام الملک خود قلعہ میں آیا اور نگاہِ احتیاط سے ملاحظہ کیا۔ محمد غیاث خان کو برہان پور کی فتح کے لئے روانہ کیا۔ سید عالم علی خان نے جب نظام الملک کی دریائے زرباد سے عبور ہونے کی خبر سنی تو اپنے رفیقوں کی صوابدید سے محمد انور خان اور راؤ نیال گرمہٹہ کو برہان پور کی حفاظت کے لئے بھیجا۔ یہ ہو اکی طرح اڑکر عادل آباد میں برہان پور سے دس کردہ پر پہونچنا چاہتے تھے کہ رات کو آرام کر کے صبح برہان پور میں چلیں گے اور محمد نور الدخان دیوان صوبہ مذکور پر اور انور خان سر اتاف کر کے شہر کے دروازوں کو بند کر کے مردم شہر سے استحکام دیکر محافظت کریں گے۔ محمد غیاث خان نے لال باغ میں آنکر مورچال باندھے اور محمد انور خان اور راؤ بنا لکر کی آمد آمد کی خبر سنکر اُس نے دریائے تپتی سے فوج کو اُتارا۔ مگر یہ امر اراندھیری رات میں شہر کے اندر داخل ہو گئے۔ شہر والوں نے انور خان سے کہا کہ محاصرہ ہونے کی صورت میں اگر فتح جنگ کی فوج غالب ہوئی تو شہر ٹٹ جائیگا۔ صلاح کاری یہ کہ صلح کر لو اور نین شہر سے نکل کر صف جنگ کرو انور خان کا دل و ہوش بجانہ تھے۔ ابتدا میں اپنی بہادری کی شہی بگھاری سگر آخر کو شاہ لکھی جو شہر کے مشہور مشائخ میں تھے وہ باعث امان جان و آبرو صوبہ دار اور اُس کے ہوتے اور خوف و امید کی حالت میں انور خان محمد خان کے استصواب سے فتح جنگ کی خدمت میں آیا۔ بے آبروئی و جان و مال کے تلف ہونے سے محفوظ ہوا۔ بطریق نظر بند مقرر کرے اور دیوان میں بیٹھنے کا حکم دیا۔ فتح جنگ نے شہر کے وضع و شریف کو دلدارا دیا۔ اُس کا ذاتی ردیہ کم آزاری اور رعیت پروری کا تھا۔ اُس نے اپنے منصوبوں کو قسم دی کہ رعایا اور ضعیف میں سے کسی باشندہ پر تعدی نہ کی جائے۔ وہ اکثر کہا تھا کہ میر قصد اور منظور نظر سوائے خلاصی و استقلال بادشاہ اسلام کے اور کچھ نہیں ہے جو نماز جمعہ اور



اجرائے احکام شیعہ پر قادر نہیں ہو۔ وہ سب لمانوں کو اعانت کی ترغیب دیتا تھا۔ اگرچہ نظام الملک محاسن اخلاق بہت ہیں لیکن یہ امر غائب روزگار سے ہے کہ برہان پور کی فتح سے دو تین روز پہلے سیف الدین علیخان برادر حسین علیخان کی والدہ اپنے فرزند اور متعلقین کو لیکر اپنے بیٹے پاس مراد آباد جانے کے ارادہ سے برہان پور میں آئی جب نظام الملک نے برہان پور کو فتح کر لیا تو وہ حیران تھی کہ کیا کروں بعض کوتہ اندیش آدمیوں نے نظام الملک کے کہا کہ مخالف زادوں و محمد انور خان کا مال اور اموال چھین لیجئے۔ انکا سپاہ و لشکر کے خرچ میں آنا عین مصلحت ہے۔ نظام الملک نے بصوابید محمد غیاث خان جواب دیا کہ ہم نے باوجود عسکر و تہمتی کے محض سبکدوشی اور تہوہنر اقبال بادشاہی اس عزیمت پر کمر باندھی ہے۔ اگر کامیاب ہوا تو ملک مال ہمارا ہے۔ اور اگر خدا نخواستہ بالعکس ہوا تو دیا ل آخرت کس لئے گردن پر لیں۔ ہماری سہمت کے آگے ان بڑھئیوں اور بچوں اور انور خان کے مال اموال کچھ قدر نہیں رکھتے۔ ہم کو استقلال بادشاہ کے سوا کوئی اور بات منظور نہیں ہے انشاء اللہ تعالیٰ اصدق نیت کی برکتوں سے ہمیشہ خزانے تصرف میں آئینگے۔ بعد اسکے ایسی رکیک باتیں ہماری مجلس میں مذکور نہ ہوں۔ کہتے ہیں کہ والدہ سیف الدین علی خان نے اپنی حفظ آبرو کے لئے پیغام بھیجا کہ اسباب جو اہر سبک کی نذر ہیں مگر نظام الملک نے یہ جو انحراف کی کہ سیف الدین علی خان کے اہلکاروں کو طلب کر کے خلعت دیا اور بچوں کے لئے میوہ بھجوا دیا۔ معتمد و فہمیدہ آدمی خان مذکور پاس بھیج کر دلاسا دیا کہ یہ سہارنپور کی جگہ ہیں اگر یہاں رہیں تو انکی جمعیت و معاش کا سامان تیار کیا جائے اور اگر بالجرم جانے پر آمادہ ہوں تو ہمارے آدمی دریائے زبدانک پہنچا دیں گے انکو جانا مقصود تھا اسکی درخواست کو نظام الملک نے عورات اور اطفال کی مدارات اور باب کرم کی سہمت کے موافق کی اور دو سو سواروں کا بدقہ شراستہ ساتھ کیا اور دریائے زبدانک پار کر دیا۔ نظام الملک باغ میں تھا کہ عوض خان بہادر ناظم صوبہ برار جو نظام الملک کا چچا تھا وہ اور بہت آدمی جوق جوق اُس پاس آئے اور اُسکی فوج کا ہنیمہ بنے۔ نظام الملک نے بقتضائے مصلحت

لعل باغ میں توقف کیا اور توپ خانہ کی تیاری کی۔

اسی زمانہ میں لاہور کے اخبار نویسوں کی تحریر سے معلوم ہوا کہ حسین خان خوشنکی گلاخانان صاحب تمن میں مغرور و مشہور توابع سرکار قصور سے تھا چند سال سے اُس نے سرکشی اور فساد کی طریقہ اختیار کیا تھا نواح قصور و لاہور کی سیر حاصل پر گنات پر قبضہ کر لیا تھا اور علم مفت بلند کیا تھا۔ کئی دفعہ صوبہ داروں کی فوج کو بلکہ شاہزادوں کی افواج کو شکست دی تھی عبدالصمد خان بہادر ولیر جنگ کی صوبہ داری کی ابتداء سے اُس نے اطاعت نہیں کی جاگیر دار اور صوبہ کے مقرر کے ہوئے عمال اور عہدہ بادشاہی لوگوں کو اُس نے دخل کر دیا تھا بلکہ محال سے خارج تھا اور سے یتا گیا کہ سیدوں نے اُس کو اشارہ کر دیا تھا کہ صوبہ دار کا دست تصرف کو تاہ کرے اور اس حسن خدمت کے عوض میں دارالسلطنت لاہور کی صوبہ داری دینی ٹھہرائی تھی اس لئے وہ پہلے کر اب زیادہ شوخی کرتا تھا۔ قطب الدین عامل صوبہ دار کو کہ صاحب فوج تھا مقابلہ کر کے مار ڈالا اور اُسکی فوج و خزانہ کو غارت کیا۔ آٹھ نو ہزار سواروں کو ساتھ لیکر پرگنات کی تاخت و تاراج شروع کی۔ ولیر جنگ سات آٹھ ہزار سواروں کے ساتھ لڑے گیا، دونوں لشکر موضع جھونی پر پہنچے جو لاہور تیس کوں پر تھا بہت دنوں تک سخت لڑایاں ہوئیں ایک دفعہ عبدالصمد خان کے لشکر کو ایسی شکست ہوئی کہ اُس نے خفا ہو کر اپنی ڈاڑھی نوچ لی، آخر خان نے مخالفوں کی کمزورگی سے ایسا حملہ کیا کہ حسین خان کا فیلبان مارا گیا اور فقیر شاہ بھیک کہ حسین خان کا پیر مرشد تھا اور اُسکی جان کو حسین خان اپنی جان کی برابر عزیز رکھتا تھا اور حوضہ فیلبان میں اُسکا ردیف تھا۔ دلاوران توران کے تیرے زخمی اور شکستہ ہوئے حسین خان کی آنکھوں میں جہاں سیاہ ہو گیا۔ اس ضمن میں حسین خان کے بھی ایک زخم کاری لگا۔ اُس کے ہاتھی کا فیلبان نہ تھا ہاتھی ہر طرف دوڑتا تھا۔ سواری کے حوضہ میں آگ لگ گئی جبکہ سبب تحقیق نہیں معلوم ہوا۔ اُس حال میں وہ اور اُسکے ساتھ ایک جمع غفیر افغانوں کی کشتہ ہوئی۔ اُسکے بعد ولیر جنگ سے جب اس فتح کی خبر سید عبداللہ خان کو بھیجی وہ دل میں ملول ہوا۔ مگر بدگمانی دور کرنے کے لئے

عبدالصمد خان و ولیر جنگ کی حسین خان افغان سے لڑائی اور حسین خان کا کشتہ ہونا



ظاہر میں اُس نے دیر جنگ کو سیف الدولہ کا خطاب لایا۔ نظام الملک کے بعد دیر جنگ مغلوں میں سیدون کی جان کا وبال تھا۔

سیدون پاس برہانپور سے نوشتے آئے کہ جن سے قلعہ آسیر کا حال معلوم ہوا کہ نظام الملک کا چیلہ خضر قلعہ کے ہزار یون پاس گیا اور قلعہ کے حوالہ کرنے کے باب میں سوال و جواب کا واسطہ بنا سادات جو طالع بنان کو قلعہ دار آسیر بنایا تھا اُس کو بخوشی و ناخوشی نظام الملک نے اپنا مطیع بنایا اُسکی کمال عسرت میں گذرتی تھی اختتام کی خواہ دو سال کی چڑھی ہوئی تھی وہ نظام الملک نے اپنے خزانہ سے دیدی مرحمت خان نے جا کر قلعہ پر تصرف کر لیا اور قلعہ ارک برہانپور بھی بغیر اُس کے کسی کی نکسیر بھی نہ چھوٹی اور نہ تلوار میاں سے نکلی نظام الملک نے تسخیر کر لیا اور یہ خبر بھی آئی کہ عوض خان صوبہ اربار کے نظام الملک کے قربت قریبہ کھتا تھا اور شمیر اور رائے صاحب میں زمانہ کے مشابہت تھا شائستہ فوج کے ساتھ فتح جنگ کے پاس آگیا اور یہ بھی معلوم ہوا کہ انور خان صوبہ اربار پور اور نبھا ہنگ (بنال گر) نامی مرہٹوں میں سے نظام الملک کے رفیق ہو گئے ہیں اور برہانپور کے تمام متصدی اور اطراف کے بعض زمینداروں نے نظام الملک کی طرف رجوع کر کے اٹھنا اختیار کی سادات اس اجبار ملال افزا سے کاروبار میں سہمہ ہوئے دلاور علی خان دھما را جہ بھیم سنگہ کو سہیم ناکید لکھی جانے لگی کہ وہ نظام الملک کے مقابل جائیں حسین علی خان دکن کے جانے کو ہر روز وہ ہر مہلت میں صلیحت تازہ کرتا تھا اور دلاور علی خان کی خبر کا انتظار کھینچ رہا تھا ترخند مال کا پر نظر کر کے کتا تھا کہ فتح جنگ کو صوبجات دکن دیدیے جائیں تاکہ فتنہ جاسے صلح ہو جائے وہ جانتا تھا کہ فیہ داسکی جان کا وبال ہے حسین علی خان اس صلح پر راضی نہیں ہوتا تھا وہ نظام الملک کی صلح قبول کرنے سے خاطر جمع نہ تھا۔

عبد النبی کشمیری مخاطب بہ محبوب خان مدت دراز سے اپنی حماقت سے مہندو دکن کے ساتھ کاوش رکھتا تھا جب اُس نے یہ انقلاب روزگار دیکھا تو او با ش احمق مفسد مسلمانوں کو اپنے ساتھ متفق کیا اور میر احمد خان نائب صوبہ کشمیر اور قاضی کشمیر کے گھر گیا اور ان سے

نظام الملک کی خبر دین کا سیدون کی پاس آنا

کشمیر کا مذہبی ساد

حضرت نے بروایت شرعی فرمایا کہ آپ یہ احکام جاری کیجئے کہ گھوڑوں پر ہندو نہ سوار ہوں وہ جا  
 نہ پھینیں اور پگڑی اور تھپیار نہ باندھیں۔ باغ و سنہزاروں کی سیر نہ کریں اور مخصوص ایام میں  
 اپنے ہانوں نہ جائیں۔ انہوں نے جواب میں کہا کہ سائے ملک محروسہ میں بادشاہ اور ارباب  
 شرع ذمیوں کے لئے جاری فرمائینگے اُن کو ہم بھی یہاں ہندو پر جاری کریں گے محبوب خان  
 یہ سیکرے دماغ اور آزدہ خاطر ہوا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت کو اپنا معاون بنایا۔ اور جہاں  
 ہندو کو دیکھا اُس کو ستایا کسی بازار اور کوچہ میں ہندو نہیں گذرتا تھا کہ وہ اُسکو جھڑکنا  
 ایک ن معزز ہندو کشمیری مجلس لئے ایک جماعت کے ساتھ سنہرے دماغ کی سیر کو گیا تھا اور  
 برہمنوں کو کھانا کھلاتا تھا کہ محبوب خان دس بارہ ہزار مسلمان سوار اپنے ساتھ جمع کر کے وہاں  
 پہونچا اور پیٹنا باندھنا مارنا (زور و بستن و کشتن) شروع کیا۔ مجلس لئے کچھ آدمیوں کے  
 ساتھ میر احمد خان پاس وڑ گیا۔ محبوب خان اپنی جماعت کے ساتھ مجلس لئے کے گھر اور محلہ پر  
 چڑھ گیا۔ سارا مال لوٹ لیا محلہ کو آگ لگا دی ہندو مسلمانوں میں سے جو اُسکو منع کرتا وہ  
 کشتہ وزخمی ہوتا۔ اُسکے بعد میر احمد خان کے گھر کو جا کر گھیر لیا اور وہاں ایک آفت برپا کی۔  
 کوئی اینٹ مارتا ہے کوئی پتھر پھینکتا ہے کوئی گولی چلاتا ہے جو کوئی ہاتھ آجاتا ہے ایک  
 کنبختی میں پر جاتا ہے بڑا بے عزت و سحریت ہوتا ہے بعض کو جان سے مار ڈالا ایک عجتا کو زخمی کیا اور گولیاں  
 میر احمد خان ایک دن نہ گھر سے باہر نکل سکا نہ اُنکے شر کو دفع کر سکا۔ سو جیلہ کر کے اس عجتا کے ہاتھ سے  
 نجات پائی۔ دوسرے روز جمعیت فراہم کر کے میر شاہ پور خان کنبختی کے اور متصدیوں کے ساتھ سوار  
 اور محبوب خان چاڑھا اُس نے بھی اپنی جماعت سابق کو جمع کیا اور میر احمد خان سے لڑنے کھڑا ہوا۔  
 ایک عجتا نے تیغ جا کر اس پل کو جلادیا جس پر سے میر احمد خان گیا تھا اور اس بازار کے رینگے  
 دونوں طرف کے مکانات جلادئے جان میر احمد خان موجود تھا اور مقابل سے اور گھر دن کی دیو  
 اور کوٹھوں پر سے تیر و بندوق و اینٹ و پتھر چلانے شروع کئے اور عورتوں اور لڑکوں نے  
 اطراف سے نجاست و کلونج جو ہاتھ لگتا اُسکو پھینکے ایک جنگ عظیم ہوئی۔ میر احمد کا خواہر زادہ



سید ولی اور ذوالفقار خان بیگ نائب چوہدرہ کو تو الی ایک جماعت کے ساتھ کشتہ وزخی پہونے  
 میر احمد خان کے لئے نیچے پہونے کی آگے جانے کی راہ تھی۔ نہایت تنگ ہوا عجز کر کے ہزار خوار سی  
 خفت سے اس تملک سے نجات ہوئی۔ محبوب خان محلہ مہنود پر گیا کوئی گھر نہ چھوڑا جسکو جلایا اور لوٹا  
 نہو۔ دوبارہ پھر میر احمد خان کے گھر پر آیا مجلس لائے اور ایک جماعت جس نے پناہ لی تھی بہت  
 ذلت کے ساتھ کھینچا اور انکو پکڑ کر انکے ناک کان کاٹے ختنہ کیا بعض کا عضو تناسل کاٹا انکو مقید  
 کیا دوسرے دن مسجد جامع میں جمع ہو کر منگامہ برپا کیا۔ میر احمد خان کو نیات صوبہ اری سے  
 معزول کیا باقی فتنہ و فساد کو مخاطبہ دیندار خان کیا اور مسلمانوں نے اُسکو حاکم قرار دیا  
 اور مقرر کیا کہ جب تک اور نائب صوبہ دار لائے تو دیندار خان کے حضور سے اجرائے احکام شرعی  
 اور تنقیح قضایا ہوا کرے پانچ مہینہ تک میر احمد خان بیدخل و گوشہ نشین رہا اور دیندار خان  
 حاکم مستقل مسجد میں بیٹھ کر امور ملکی و معاملات کے اجراء میں کوشش کرتا جب بادشاہ کو خبر پئی  
 تو مومن خان نجم ثانی کو عنایت الدار خان صوبہ دار کشمیر کا نائب صوبہ مقرر کیا اہلکاران کشمیر  
 معاتب ہوئے۔ ادھر شوال میں مومن خان کشمیر سے تین کر وہ پر آیا تو محبوب خان اپنا افعال اور  
 کردار نا صواب سے شرمندہ ہوا۔ اور خواجہ عبداللہ پاس گیا۔ وہ کشمیر کے شاہیہ میں سے تھے اور  
 اُن سے کہا کہ اب ایک جماعت فضلاء اور اعیان کی ہمراہ لیکر نائب صوبہ استقبال کو جائیں  
 اور اُسکو اعزاز کے ساتھ لائیں خواجہ عبداللہ نے ازراہ اتحاد ہدایت کی کہ تم میر شاہ ہو خان بخشی پاس  
 جاؤ اور جو کچھ گذرا ہو اُسکا عذر کرو بعد اسکے میں سب کی رفاقت میں مومن خان کے لانے کے لئے جاؤنگا  
 خواجہ عبداللہ کے کہنے سے محبوب خان میر شاہ پاس گیا۔ جسٹا خانہ چند باتیں کر کے شغل ضروری کے  
 بہانہ سے اُٹھ گیا اور خواجہ کی صلاح سے محلہ چریلی اور کھگرون کے محلوں سے آدمیوں کی ایک  
 جماعت طلب کی اور گھر کے گوشہ و کناروں میں چھپا دی وہ محبوب خان کے منتظر رہے اور اُسپر  
 دفعہ چار پڑے اول اُس کے دونوں خرد سال بیٹوں کا جو اُس کے آگے آگے ہمیشہ چلا کرتے تھے  
 پیٹ چیرا اور اُسکو نہایت عقوبت و عذاب سے مارا۔ دوسرے روز مسلمانوں کی ایک جماعت

اپنے مقتدا کے خون کے دعویٰ کے چربیلوں کے محلہ پر گئے وہ ششبیعہ مشہور تھے انہوں نے اُنکو پیٹنا اور باندھنا اور مارنا شروع کیا دو روز جنگ ہی آخر کو مسلمان غالب ہوئے دو تین ہزار آدمی اس محلہ میں جن میں جمع کثیر نفل مسافروں کی تھی مع عورت اور اطفال مارے گئے اور لاکھوں روپیہ کا مال غارت ہوا۔ دو تین روز تک سنا دربار بہان سے فارغ ہو کر وہ قاضی اور بخشی کے گھر پر گئے میر شاہ مورخان نے لا حاصل ہاتھ پاؤں پیٹے۔ ایک مکان میں روپوش ہوا جس کا پتہ کسی کو معلوم نہ تھا۔ قاضی نیز لباس کر کے باہر گیا اُس کے گھر کو ڈھاکرا نیٹ سے اینٹ بجا دی اور ہاتھوں کا اینٹوں کو لے گئے۔ مومن خان شہر میں داخل ہوا میر احمد خان کو سامان و بدقتہ کے تھامیں آباد بھیجا اور کشمیر کے آدمیوں کے ساتھ طوعاً و کرہاً دار و مدار کے ساتھ موافقت کی۔

دلاور علی خان بخشی حسین علی خان کے پاس سابق میں مہم راہ جو بوندی میں چھپتا ہوا تھا۔ اُس نے بارہ تیرہ ہزار سوار جمع کر لئے۔ اُس کی مختلف جہزین منتشر ہوئیں کہ وہ زبردستی پارا ترانظام الملک خیم کے مقابلہ کے لئے تیار ہوا۔ عالم علی خان اس تدبیر میں تھا کہ دلاور خان کے نزدیک آنے کی خبر آئے تک مرہٹوں اور نواح کے عمدہ فوجداروں کی سپاہ کو فراہم کر کے ایک سپاہ سنگین کے ساتھ اورنگ آباد سے چلے اور اُس طرف سے دلاور علی خان آئے۔ ہم دونوں کی فوجیں فتح جنگ کی فوج کو بیچ میں گھیس رہیں۔ عالم علی خان نے اپنے چچا حسین علی خان کو خط میں لکھا کہ سات ہزار کے قریب قیدی سوار اور اس نواح کے لکھنویوں اور فوجداروں اور متغینہ اورنگ آباد کے دو تین ہزار سوار لکھے گئے ہیں۔ میں نے عمدہ جمعہ داروں کے چھ ہزار سواروں سے زیادہ نگاہداشت کئے ہیں اور کر رہا ہوں اور سرداران راہ ساہوکی فوج کو مکی اور ادیریکہ تازمرہٹوں کی عشا جو جان و مال سے اس جناب کے فدوی ہیں پسند رہ سولہ ہزار سواروں سے کمتر نہ ہوگی کل مجمع تیس ہزار سوار سے زیادہ ہو گا۔ واکل شعبان میں اورنگ آباد سے میں روانہ ہو گا اُس نے امین خان صوبہ دار معزول نادر کو کہ حسین علی خان حد سے زیادہ ناراض تھا ایک

نظام الملک و دلاور علی خان بخشی میرالام دار کی لڑائی



ایک لاکھ روپیہ نقد اور کچھ جنس دیکھو کچھ بھاری فاقہ پر راضی کر لیا جب عالم علی خان کے خیمہ کے  
 باہر لگانے کی خبر آئی تو فتح جنگ نے عالم علی خان کے مقابلہ کے قصد سے نسل باغ سے برہانپور  
 کی غزنی جانب کوچ کیا اور آب تپتی سے عبور کیا اور شرقی طرف ڈیرہ ڈالا۔ دلاور علی خان کی  
 خبر سن کر فتح جنگ نے اول اُس کی فوج کا دفع کرنا اہم جانا اپنے متعلقوں کو اُسیر روانہ کیا۔  
 محمد عیناٹ خان اور شیخ محمد فاروق کے ساتھ تو پختانہ روانہ کیا اور پھر خود آراستہ لشکر کے تھیں  
 دشمن کی طرف متوجہ ہوا۔ رتن پور سے دو تین کوس پراور برہان پور سے سولہ سترہ کوس پراور  
 لکرائی کے تعلقہ میں خیمہ زن ہوا۔ اب دشمن سے اسکا فاصلہ دو کوس تھا۔ فتح جنگ نامقدور  
 مسلمانوں کی خوزیری پر راضی نہ تھا اس لئے اُس نے حجت تمام کر نیکے لئے دلاور علی خان کو  
 ملائم نصیحت آمیز پیغام بھیجے جس سے منع و دفع قتال و جدال ہو مگر فائدہ مرتب نہ ہوا  
 ۱۶ شعبان ۱۰۳۲ھ کو طرفین کے لشکر کارزار پر متعہ ہوئے صف بندیان ہوئیں اور لڑائی ٹپکتی  
 ۱۱ مئی ۱۷۶۰ء  
 دلاور علی خان ہاتھی پر سوار تھا اور بڑی دلاوری سے لڑا اور ایک گولی کے لگنے سے بڑی بہادری  
 مرا۔ سادات بارہ کی فوج کامنہ موڑ گیا لیکن راجپوت راجہ بھیم اور راجہ گنج سنگھ فرار کی حاکم  
 گوارا نہیں کرتے تھے وہ ہندوستان کے بہادر وں کے دستور کے موافق ہاتھی گھوڑوں سے  
 اترے اور شمشیر و سپر ہاتھ میں لیکر تھوری کی یہ دونوں راجپوت مع چار سو رچپوتوں اور  
 بعض جماعہ داران بارہ کشتہ ہوئے کل چار پانچ ہزار سوار و پیادہ دلاور علی خان تنہا و تیر  
 و سنان کے طعمہ ہوئے فتح جنگ کے لشکر میں فتح کے شادیاں بنے لگے اس طرف بہت کم ہزار  
 زخمی و کشتہ ہوئے۔ عنایت بہت ہاتھ لگی جس میں توپ خانہ اور ہاتھی سرکار میں ضبط ہوئے  
 باقی جو چیز جس کے ہاتھ آئی تھی وہ اُسکو معاف ہوئی اس جنگ کے بعد خبر آئی کہ عالم علی خان بالآ  
 ہترالہ پراور برہان پور سے سات کوس پرا گیا ہے تو فتح جنگ نے اس خبر کو نہ محمد متوسل خان کو میں ہزار  
 سوار وں کی جمعیت کے ساتھ برہانپور کی حفاظت اور رعایا کی لکڑی کے لٹو بطریق ایذا بھیجا لشکر کے  
 آدمیوں کے قبائل کتر دہان تھے۔ خان مذکور نے ایک روز میں چالیس کس کی مسافت کی اور جا کر لشکر

بندوبست کیا۔

جب دلاور علی خان کی شکست ہونے کی خبر سادات کو پہنچی تو دونوں بھائی نہایت مضطر و سرگم ہوئے دکن جانیے لئے ہر روز ایک فکر تازہ کرنے لگے۔ کبھی یہ ارادہ ہوتا کہ دونوں بھائی اور بادشاہ دکن کو جائیں کبھی یہ مصلحت ٹھہرتی کہ بادشاہ کے شاہ سید حسین علی خان دکن روانہ ہو اور سید عبداللہ خان شاہجہان آباد جائے کبھی یہ مصلحت ٹھہرتی کہ قطب الملک بادشاہ کے شاہجہان آباد روانہ ہو اور حسین علی خان دکن کو بہادر ون کو ساتھ لیکر کوچ کرے کبھی یہ چاہتے کہ فتح جنگ کو نامہ و پیغام التیام آمین کے افسون سے دکن کی صوبہ داری دی جائے اور صلح کی جائے غرض کسی تدبیر پر اقرار نہ ہوتا ہر مہفتہ دہلیہ میں دونوں بھائیوں اور بادشاہ کا پیش خانہ مختلف سمتوں میں نکلتا اور پھر اس عزم میں خلل پڑتا اغما والہ کہ شجاعت رائے صاحب کے سب سے سیدوں کے دلوں میں دسواں ہراس تھا تدبیر کار میں مذبذب تھے کبھی اسے نزاع کی کبھی افق و مدار کی شہرت ہوتی۔ ۲۷ جون ۲۲ رمضان ۱۰۳۱ھ بروز جمعہ کو اکثر آدمی مساجد و اراخلافہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ زلزلہ کی صدا و وحشت افزا زمین کے نیچے سے اور در و دیوار و چھتوں کی حرکت سے آئی جس سے خلقت کو تو ہم ہوا اس دن شاہین صبح تک نہ دس دفعہ عمارت اور زمین جنبش میں آئی کچھ عمارتیں شکست و ریخت ہوئیں فصیل حصا کسین کہیں بھٹ گئی شہر سپاہ کے دو دروازوں میں کچھ نقصانات ہو مسجد فتحپوری کے تین کنگرے گر پڑے دس بارہ آدمی مجروح ہوئے تعجب ہے کہ ایک مہینہ دس روز تک شہر بانہ روزین چار پانچ دفعہ زمین اور عمارت میں جنبش آئی اور آواز نکلتی بعض آدمیوں کے دل میں اس تہیہ و وحشت چھائی کہ انہوں نے چھت کے نیچے سونا موقوف کر دیا اسکے بعد زلزلہ میں تخفیف ہوئی لیکن چار پانچ مہینہ تک کبھی کبھی زمین اور عمارات لرزہ میں آتیں جو لوگ تو ہات باطلہ میں مبتلا تھے وہ اس زلزلہ ہی کو سلطانہ کے زلزلہ ہونے کی قسم ادا کرتے تھے۔

غرضہ ذیقعد کو یہ قرار پایا کہ بادشاہ سید عبداللہ خان شاہجہان آباد کو جائیں اور سید حسین علی خان

بادشاہ اور سید حسین علی خان کا ارادہ



ایک جماعت امراہ رزم آزمائے کے ساتھ دکن کو روانہ ہوئے اس ضمن میں اعتماد اللہ محمد امیر خان سے  
بگڑا ہوا۔ امیر الامراہ کا ارادہ ہوا کہ اُسے مار ڈالے قطب الملک کے کہنا کہ اگر اُسکو مار ڈالو گے تو  
میں خود مر جاؤں گا۔ اُس سے میرا عہد و پیمان ہو چکا ہے غرض شنب روز محمد امین خان بھی سپاہ توران  
کی معیت میں پیکار کے لئے مکر بستہ رہتا تھا۔

جب دلاور علی خان میدان کارزار میں کشتہ ہوا اور اسکا لشکر عارت نہ وہ دو تین ہزار عالم علیا  
برادرزادہ امیر الامراہ حسین علی خان پاس آیا تو اُس نے اس نہر میت خوردہ لشکر کو دلاسا دیا۔  
اد اگل ماہ رمضان ۸۸۵ جلوس میں تیس ہزار فوج کے ساتھ جن میں سے دس بارہ ہزار سوار  
راجہ ساہو کے تھے وہ نظام الملک کے لڑنے کے لئے اورنگ آباد سے برآمد ہوا اور قتل فیروز پور سے  
کہ صوبہ خاندیس و بالاگھاٹ اورنگ آباد کے وسط میں ہے آیا اور بیان اُس نے استقامت کی  
اور مرہٹہ کی فوج اپنے ڈیرہ پر ہر طرف خاندیس کی رعایا کے مال کے تاراج کے لئے کروا رہی تھی  
ان دنوں میں انور خان جواز راہ غدر نظام الملک کا رفیق بنا تھا اُس نے عالم علی خان کو ایک  
خط لکھا جس کا مضمون یہ تھا کہ نظام الملک کی ابھی قوت جتنی چاہئے زیادہ نہیں ہوئی اور  
اپنے زخم داروں کے احوال میں مشغول ہو اور تمہارا پاس جمعیت خاطر خواہ وافر تازہ دم و شاکستہ موجود  
ہو فرصت وقت کو غنیمت گنو جلد مقابلہ میں آؤ اور مجھ کو یہ سمجھو کہ مصلحتیہ حرکت میں کی ہے۔ مجھے اپنے سے  
جدا نہ جانو۔ اتفاقاً یہ خط نظام الملک کے جاسوسوں کے ہاتھ پڑا انور خان قید ہوا اس کا اموال اور  
اسباب ضبط ہوا ساری عزت حرمت اسکی خاک میں ملی اس حاصل نظام الملک کے صلح حال راہ اندیشہ  
مال پر نظر کر کے عالم علی خان کو لکھا کہ تم مع اپنی قبائل کے دونوں چچاؤن پاس چلے آؤ تاکہ مسلمانوں  
کی خوزیری ناحق نہ ہو مگر اُس نے کچھ فیائدہ نہ ہوا ناچار نظام الملک اپنی قبائل اور اسباب کو قلعہ  
آسیر میں پھونچا اور برہان پور کی سواد سے دشمن کی طرف متوجہ ہو اور دیکھا پور ناچو برہان پور سے  
ڈیڑھ دن کی راہ پر پہنچا طبعیانی پر تھا اس لئے عجور اور جنگ میں توقف ہوا بعضو خان اور  
اس نواحی کے زمینداروں کی راہ نمائی سے پایاب جگہ معلوم ہوئی تو نظام الملک ٹھہرا کر

عالم علی خان کی شکست اور کشتہ ہونا

پرگنہ بالا پور متعلقہ برار کی سمت میں عبور کر نیکی لئے بطور ایٹنا کر گیا جب عالم علی خان کو اس جرات کی خبر ہوئی تو وہ محاربہ کی طرف متوجہ ہوا۔ قصبہ بالا پور کے قریب مکان مضاف قرار پایا پنجم شوال ۱۰۳۷ جلوس میں عالم علی خان افواج کی ترتیب میں مشغول ہوا۔ ہرادی میں تہو خان اور غالب علی خان سپہ ستم خان دکنی و عمر خان بنی عم و دادو خان و غیاث الدین خان این خان برادر جان عالم و محمد اشرف خان نجفی و فدائی خان دیوان و شمشیر خان و ہستی خان محمد بیگ و رفاعت طلب خان و خواجہ رحمت اللہ خان و بہادران دکن و بارہ کی ایک جماعت اور بارہ ہزار کرناٹکی پیانے اور جنگی دست ہاتھی اور شائستہ توپخانہ کو لیکر متوجہ محاربہ پر ہوا اور نظام الملک نے مرحمت خان و نعمت الہی اور اپنے سپہر کلان غازی الدین خان اور عبدالرحیم خان و رعایت خان و سعد الدین خان و داراب خان و کامیاب خان و محمد غیاث و اختصاص خان و قادر داد خان و روح اللہ خان و دلیر خان اور چند اس طرف کے راجاؤں میں سے بعض کو مقدمہ بجیش اور بعض کو سیمنہ و مسیرہ بنایا اور خود مع عوض خان کے قول میں جاگیر ہوا اور ربخا مرہٹہ اور بعض دلاورون کو باروہن کی حراست سپرد کی۔ توپ خانہ جو اپنے پائتھر اور جو قلعہ آسیر و ارک برہان پور کی تسخیر اور دلاور علی خان کے لشکر سے ہاتھ لگا تھا۔ ان سب کو رومی فرنگی توپ اندازوں کی صلاح و تدبیر سے بمقتضائے الحرب خدمتہ ان کو تو دشمن گے سامنے کھڑا کیا اور رات کو اُس میں سے آدھے توپ خانہ کے مکان کو بدل کر اپنے مدعا کے موافق پسند کر کے گوشہ و کنار میں و یسار میں آئین کمین کے موافق توپوں کو چن دیا۔ ۸ ماہ مذکور کو دونوں لشکروں کی صفوف کا رزار آراستہ ہوئیں پہلے اس کے بہادروں کی ناک میں باروت کی بو پونجی عالم علی خان نے فوج کے ہر اولوں کے گھوڑے دوڑائے فیم جنگ کے توپ خانہ شہر بار کے مقابلہ میں وہ کئے شجاعت تو سادات کا جو ہر ذاتی تھا انہوں نے دائیں بائیں طرف کچھ نہ دیکھا دشمن کے گولوں کے نیچے آئے نظام الملک کے توپچوہن نے قابو کے وقت چاروں طرف سے ایک دفعہ توپوں میں آگ لگا دی جس سے سر بازان بارہ اور



یکہ تازان دکن اور ہندو سازون کی ایک جماعت کثیر ہلاک ہوئی صفوف لشکر سے مسلح  
 فوج مغول نکلی اور تفتنگ اندازون نے چستی و چالاکی سے باقی ماندون کو تفتنگ کی شکست  
 مارا اور کمان دارون نے اکثر کو ہدف بنایا۔ عالم علی خان کی فوج میں تزلزل ڈالاجا عالم علی  
 اس احوال پر مطلع ہوا تو اپنی سواری کے فیل جس کے حوضہ میں بغاات الدین خان بابر بھی  
 اور اور پندرہ بیس فیل سوارون کو لیکر ہراول کی کمک کی اور فتح جنگ کی فوج کو تنگ کیا  
 اُس وقت فتح جنگ کے ہراول نے خضم سے جنگ گریز کر کے اُسکو اپنے توپخانہ کے ردو بلا دالا  
 جو علیحدہ کین میں چاہا ہوا لگا تھا اور ناگاہ اس توپخانہ میں آگ لگائی تو توپون اور ریکلون کی  
 آوازون سے ایک قیامت مچ گئی اور دھواں آسمان پر پہونچا جب باروت کا دھواں دوہوا  
 تو دیکھا کہ عالم علی خان کے ہراول میں غالب علی خان و غیاث الدین خان و شمشیر خان  
 و محمد اشرف خان و خواجہ رحمت الدخان و مستی خان و محمدی بیگ اور بہت سے فیل نشین  
 اپنے اپنے ہاتھیون کے حوضہ و عماری میں مرے پڑے ہوئے تھے عالم علی خان باوجود اس  
 قتال کے اور خود زخمی ہوئی کہ مردانہ وار ثابت قدم رہا اور جب تک سانس چلتا رہا آگے قدم  
 بڑھاتا رہا کہتے ہیں کہ جب اُسکے ترکش میں تیر باقی نہیں رہے تو جو تیر دشمن کی طرف سے  
 اُسکے حوضہ فیل اور جسم میں لگتا اُس کو نکال کر وہ دشمن پر چلا تا اُس وقت اختصار میں خان  
 بنیرہ خان عالم و محمد غیاث خان جس کی تیلی میں زخم لگا ہوا تھا عالم علی خان کے مقابل  
 آئے اور اُسکی جلوات رستمہ کو روکا۔ اختصار میں خان کی ضرب شمشیر سے عالم علی خان کا ہاتھ  
 کارزار میں بیکار ہوا متوسل خان نے جو فتح جنگ کے قرابت قریبہ رکھتا تھا ازدو نمایاں کیا۔  
 آخر کار عالم علی خان کمال بہادری سے اُنس فیل سوارون کے ساتھ میدان جنگ میں کشتہ ہوا۔  
 سکرانچی ملھار مرہٹہ نے ہزار ہوں کرچند مرہٹوں کے ساتھ گرفتار ہوا۔ ہاتھی و خیمے و توپخانہ مل کا زانجا  
 جو ادبائش لشکر کی لوٹ سے محفوظ ہے وہ نظام الملک کے مضبوط کئے اس لڑائی میں نظام الملک کے  
 رفقاء میں سے کسی کو آسیب جانی نہیں پہنچا۔ چند آدمی زخمی ہوئے وہ جراحون کے علاج سے

اچھے ہو گئے جب خیر سید عبداللہ خان اور حسین علی خان کو پہونچی کہ دونوں لڑائیوں میں نظام الملک کوئی ملازم جان سے نہیں مارا گیا تو کمال غم و غصہ میں آنکراٹھوں نے کہا کہ شاید نظام الملک کے نوکروں نے آپ حیات پی لیا ہے یا سب روئین تن ہیں کہ تیغ و سان و بان و بندوق کے صدموں سے صحیح البدن رہتے ہیں۔ دونوں شکستوں اور دلاور علی خان و عالم علی خان کے ماتے جانے سے دونوں بھائیوں کو جو غم و الم ہوا وہ بیان نہیں ہو سکتا خصوصاً حسین علی خان کو کہ ہر روز وہ اس رنج میں آنکھوں سے ایک چشمہ خون بہا دیتا تھا اور دل پر درد سے آہ سر کھینچتا اور اپنے مال کار کو نہیں جانتا تھا کہ کیا ہو گا۔ فتح کے ایک ہفتہ کے بعد مکرر آگیا کہ قبا ل حسین علی خان کو مع خزانہ و جواہر و اجناس کے قلعہ دار دولت آباد نے پہلے اس سے کہ فتح جنگ کا لشکر اس طرف آئے قلعہ میں جگہ دی۔ باوجودیکہ قلعہ دار سبب جاگیر کے ضبط ہو نی کے سید حسین علی خان سے کمال آزر و گی رکھتا تھا۔ لیکن اس نے سادات کا پاس کیا اور دونوں بھائیوں کی گردن پر احسان رکھا اس خبر کو سن کر کہ نقو و مخفیہ اور مال ضبط سے محفوظ رہا سید حسین علی خان کی جان میں جان آئی۔ ان ہی دنوں میں سنا گیا کہ بہادر خان ناظم حیدر آباد مع دلاور خان کے جو اسکا بھتیجا تھا چھ سات (نودس) ہزار سواروں کو لیکر نظام الملک پاس آیا اور اُس سے عہد رفاستوار کیا۔

دونوں بھائیوں نے بہت سے مشوروں کے بعد یہ قرار دیا کہ سید عبداللہ خان قطب الملک توشا بھمان آباد جائے اور بندوبست صوبوں کا کسے اور امیر لارامہ سید حسین علی خان بادشاہ کے ہم کار مع امر نامدار اور عمائد ذوی الاقتدار نظام الملک کی تنبیہ کے لئے جائے۔ امیر لارامہ ایک لاکھ سواروں کے جمع کرنے کی فکر میں ہوا۔ سید محمد خان پسر سید اللہ خان کو بارہ کے عہدہ جماعہ داروں اور صاحب تمن افغانوں کے بلانے کے لئے بہت روپے اور طلب کے پرواے لئے کر دیا کہ چونکہ مسافت بعید قطع



کرنی پڑتی تھی اور جاحد دارون اور رسالدارون کی نظر نظام الملک کی یادری بخت پر اور  
سادات بارہ کے انقلاب روزگار پر تھی اس لئے دکن جانے پر راضی نہیں ہوتے تھے فوج  
مناظر خواہ بہمنہ پہنچی تھی لیکن سادات کی زرباشی عالم میں مشہور تھی انکی شجاعت کے  
ساتھ سخاوت بھی ہمنان رہتی تھی تو بھی ساتھ ہزار سواروں کے قریب قدیم و جدید  
مردم بادشاہی جمع ہوئے اور تو پختانہ بڑا اور اسباب جنگ فرمایا ہوا۔ سوائے اسکے توقع  
تھی کہ مردم بارہ اطراف سے نامور راجہ اور معتز زمیندار آنکر متعاقب ملینگے آخر ماہ شوال  
بین دکن کی سمت کو پیش خانہ روانہ ہوا۔ اکبر آباد سے امیر الامرا کا دکر وہ کوچ ہوا۔ ادا  
ماہ ذیقعدہ میں خدمت میر آلتی سید خاجمان سے چھن کر حیدر علی خان کو علی۔ بھم ماہ مذکور  
۱۳۳۲ھ کو بادشاہ نے آگرہ سے تین کوس کوچ کیا۔ سید عبدالمدخان بھی حصول رخصت کے لئے  
ہمراہ تھا چنانچہ تفریق دفتر کے وقت سید حسین علی خان کا ارادہ یہ تھا کہ بائیس صوبوں کی تمام  
شہر دیوانی و بخشی گری و صدارت کو مع دونوں دیوان تن خالصتہ اپنے ہمراہ لیجاؤں اور شہر  
یکوئی اپنے برادر قطب الملک کو نہ سپر کروں تاکہ وہ شاہجہان آباد میں ایک جود معطل ہے اس پر  
رد و قدح ہو کر یہ قرار پایا کہ حسین علیخان چار صوبوں مالوہ و احمد آباد و اکبر آباد و اجیر کا نم کے  
چھ صوبوں کے دفتر ہر فصل اور باقی صوبجات کا یکوئی محل بادشاہ کے ہمراہ جائے۔

۵ ذیقعدہ کو بادشاہ کے جلوس کا جشن تھا عبدالمدخان چاہتا تھا کہ جشن سے  
سائے ہو بعد اسکے وہ شاہجہان آباد کوچ کرے۔ لیکن حسین اس پر راضی نہ ہوا۔ آگے چلا  
اور عبدالمدخان کو بادشاہ کے پاس سے چار کوس پر سے رخصت کر دیا۔ نقل ہے کہ حسین علی  
اسقدر عبدالمدخان پر غالب تسلط تھا کہ زیادہ تر مقدمات میں عبدالمدخان کو مجبور  
ہو کر بھائی کی متابعت کرنی پڑتی تھی اور امیر الامرا اپنے اندازہ سے قدم آگے بڑھاتا تھا  
اس سبب سے بھائی کو یک گونہ ملال تھا۔ چودھوین ذیقعدہ کو فتح پور کے متصل لشکر  
اُترا اور چار روز بہان جشن رہا۔ پانچوین روز کوچ بکوچ ممالک دکن کی طرف متوجہ ہوا کہ

ثقات کی روایت سے یہ معلوم ہوا کہ سرکار عبدالمدخان وحسین علیخان کی جو جماعت قید ہو کر دن اور پرانے رفیقوں کی تھی اور وہ ان دونوں بھائیوں کی بدولت، لاکھوں روپیہ کی جاگیر شہر اور فائدہ پاتے تھے وہ ان بھائیوں کی اس حرکت سے کڑا سنون نے بادشاہ فرخ سیر کو شہید کیا تھا اور اختیاری سلطنت ایک اقبال رہن چند کو دے رکھا تھا ان کے دلون کو ان دو بھائیوں کی طرف سے مقلد لقلوب کے ایسا پھیر دیا تھا کہ وہ خلوت و جلوت میں اکثر کھاتے تھے کہ عبدالمدخان وحسین علی کی دولت کے زوال سے ہماری دولت کا زوال ہے بلکہ تمام مردم ہار کی بود و باش معرض فنا میں ہے معذرا ہر جہہ باشد باشد دولت تیموریہ کے بدخواہوں کا بھائی کا عمل میں گرفتار ہونا اور اس خاندان کے اعداد کا ان کے رشتے اعمال کے موافق سزا کا پہنچنا ہم کو منظور ہے تاکہ دولت سلطنت باریہ پھر از سر نو رونق پائے اور اس دو دمان والا کا بول بالا ہو۔ اور ان دونوں بھائیوں کے بعض اقربا پکار پکار کے کہتے تھے کہ عبدالمدخان وحسین علی جان کے کوئی فرزند نہیں ہے کہ انکو یہ گمان ہو کہ ہم اسے اعمال کی سزا ہماری اولاد و احفاد کو پہونچگی مگر جو اسنوں نے صاحب تاج و تخت سے بدسلوکی کی، اسکی کفایات اپنے خرد ہوگی لیکن بھوکو رحم اس عجب پڑا ہو کہ انکی ہم قوم و ہم وطن، مبادا وہ انکی ریت کے وبال میں گرفتار ہو۔ عقلاً عالم پر ظاہر ہے کہ کفران نعمت کر کے آقا پر تلوار کھینچے کیا اور ولی نعمت کی بے آبروئی اور بے ناموسی اور زوال دولت میں کوشش کرنا کمال یہ ہو کہ اپنا کام جزائے اعمال میں تمام ہو بادشاہان سلف کی تواریخ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر آقا نے نوکر پر تعدی کی ہو اور نوکر کی جانب حق ہو اور نوکر نے پاس نعمت و حق نہک نامنظور کر کے دلی نعمت کی بے حرمتی بے ستری اور اس کی جان و مال کے تلف کرنے میں کمر باندھی ہو تو آخر کار منتقم حقیقی اسکو خوار سی اور پاداش اعمال پر پہنچاتا ہو۔ تاکہ اہل بصیرت بحکم فاعترہ و یا اولی الالبصار عبرت پکڑیں خصوص وہ جماعت کہ ولی نعمت کے خوان دولت سے مدتوں تک پرورش پاکسے نہایت دولت مند ہوئی ہو نہک خوار موڑ وٹی ہو جسپر بہت احسان ہوں وہ جزائے اعمال سے نڈر ہو کر نہک حلالوں کے طریقہ برخلاف

اسیر الامر رسیدین علی خان کا مارا جاتا۔



اپنا شمار اور مزید اعتبار کا سرمایہ بنائے اور میا کی کر کے ایسے خاندان کی دولت خدا کا امتیاز کر  
 کمر باندھے جو عالم و اہل عالم کے فیض کا چشمہ ہو وہ کیسے ایسے کام پر کمر بستہ ہو سکتی ہے یقین ہے  
 جو بونینگے وہ کاٹینگے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ عرزی الحجہ ۱۳۱۱ھ کو سید عبدالمد خان شاہجہان آباد کو  
 چالیس کوس پر پہنچا۔ پھر رات گئی تھی کہ عزت خان کا بھیجا ہوا شتر سوار رتن چند کا یہ شفقہ لایا کہ  
 حسین علی خان دعزت خان و نور الد خان کشتہ ہوئے۔ اب اس قصہ کی شرح سنو سلطنت  
 تیموریہ کے خاندان کا انتظام جاتا رہا تھا۔ دونوں بھائیوں کے تسلط کے لئے کل امور ملکی دہالی میں  
 رتن چند کے اختیار سے جو سوائے قوم بارہ اور قوم بقال کے کسی پر نوازش نہیں کرتا تھا۔  
 سب چھوٹے بڑے تنفہ تھے اور ہر دیار کے شرفا و خاوری اور بے اعتباری سے زلیت کرتے  
 تھے۔ اعتماد الدولہ محمد امین خان چچن بہادر جانتا تھا کہ باوجود عہد و پیمان کے جس وقت  
 حسین علی خان کو قابو لیگا تو جیسا کہ دونوں بھائی بادشاہ فرخ سیر کے ساتھ ایفاد و عقد  
 بجالائے ہمارے ساتھ بھی ایسا ہی وعدہ پورا کر کے ہمارا وعدہ پورا کرینگے اس لئے وہ ہمیشہ  
 بارہ کی زوال دولت کے درپے رہتا لیکن بغیر کسی رفیق شفیق کی مدد کے اس امر خطیر میں  
 اقدام کرتا۔ صلاح کار بنین جانتا تھا اب اس کو سعاد خان عرف میر محمد امین مل گیا جس کا حال یہ ہی  
 کہ مرزا نصیر سید شمس الدین نیشاپوری حسینی موسوی یعنی اولاد جناب موسیٰ کاظم سے تھا۔ اس کے  
 دو بیٹے تھے بڑا میر محمد باقر اور چھوٹا میر محمد امین۔ وہ ۱۱۱۱ھ میں بنگالہ میں آیا میر محمد باقر کو  
 ساتھ لایا۔ عظیم آباد پٹنہ میں اقامت اختیار کی۔ شجاع الدولہ ناظم بنگالہ نے اس کی خبر گیری  
 کی ۱۱۲۱ھ میں میر محمد امین عظیم آباد میں باپ کی زیارت کو آیا اور بڑے بھائی کے ساتھ  
 شاہجہان آباد میں آیا۔ فرخ سیر کی ابتدائی سلطنت میں منصب ہزاری پایا صوبہ کبر آباد  
 کے محال عمدہ ہندوؤں و بھائی کی فوجداری اس کو سپرد ہوئی اپنی اصابت تدبیر شجاعت  
 ذاتی سے اور سادات کی امداد سے نظم و نسق فوجداری میں مفسدوں کی تنبیہ تاویب میں قرار دیتی  
 کوشش کی خلعت ملا اور اضافہ پانصد دی ہوا۔ کار ظلمی و تردد جوئی میں یکتائے روزگار تھا

فرخ سیر مرحوم کے خون ناحق کی عداوت اُسکے دل میں جوش کرتی تھی۔ بادشاہ کے ایام کوچ میں بعض مطالب کے سرانجام کے لئے لشکر میں آیا۔ اعتماد الدولہ کے ساتھ حمید و محرم و رفیق جانا ہوا میر حیدر خان کا شغری جو ترکان الوس جغتائیہ سے تھا اور میر شمشیر اسکا لقب تورانی تھا اس لئے اُسکو میر کہتے تھے۔ مرزا حیدر فرماؤ اے کشمیر مصنف تاریخ رشیدی اسکا جد کلان تھا (یہ تاریخ احوال تیموریہ میں اُسے تالیف کی تھی) سید حسین علی خان کے رشتہ جیات منقطع کرنے پر اُسکو راضی کیا۔ اس ارادہ کے اقدام میں مصلحت کی جو کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا مصلحت کر کے تینوں باہم اس از میں محرم جانا ہوئے اور اخفائے راز کے باہم عہد پیمان ہوئے۔ اس از کے اخفاری میں اتنی کوشش کی گئی کہ بادشاہ اور قمر الدین خان سپر اعتماد الدولہ کو اطلاع نہ ہوئی اور سوائد الدولہ بادشاہ اور صدر النساء کے جو سید عبداللہ خان کی دست گرفتہ تھی کوئی اور شریک مصلحت نہ تھا۔ شتم ذیحجہ ۱۱۸۳ء کو بادشاہ منزل نورہ میں آیا جو فوجوں سے ۳۵ کروہ عوفی تھی بادشاہ دولتیانہ کے قریب پہونچا تو اعتماد الدولہ اپنی طبیعت کی علالت کا اظہار کر کے حیدر قلی خان بہادر کے پیش خانہ میں چلا گیا۔ بادشاہ حرم سرا میں داخل ہوا تو سید حسین علیخان بادشاہ سے جدا ہو کر گلال بار کے دروازہ کے نزدیک پہونچا۔ میر حیدر خان کہ حسین علیخان کا رشتہ تھا اور اُسے باتیں کرنے کی اجازت تھی جان سے ہاتھ دھو کر امیرالامرا کی پالکی پاس آیا اور ایک عرض لکھی ہوئی اُس پاس تھی وہ حسین علی خان کے ہاتھ میں دی وہ اُسکے پڑھنے میں لگا اُس نے اپنا حال بیان کرنا اور اعتماد الدولہ کی شکایت کرنی شروع کی اس طرح غافل کر کے چستی و چالاکی سے ایک خنجر ابدار اُسکے پہلو میں مارا۔ یہ بات بھی مشہور ہے کہ ایک دفع کو بھی اُس نے رفیق کیا تھا اُس نے بھی اپنی تنوار امیرالامرا کے پیٹ میں گھسائی مگر اُسکی کچھ اصل نہیں ہر اول زخم جان ستان سے حسین علی خان کا کام تمام ہوا۔ اس جلدی میں نور اللہ خاں سپر اعتماد نے جو غم زادہ مقتول تھا اور پالکی کے ساتھ پیادہ ہمراہ تھا میر حیدر خان کو تلوار سے مار ڈالا۔ رویت ضعیف یہ بھی ہو کہ میر شرف نے بھی پہونچ کر اُس پر حربہ چلایا اور کام تمام کیا اور دوسرے منٹ کو بھی



مارڈالا اور خود زخمی ہوا۔ جان سلامت لے گیا مغلوں نے ہر طرف سے ہجوم کر کے نور اللہ خان کی کشتہ کیا اور حسین علی خان کا سر بطریق ارغمان بادشاہ پاس لے گئے۔ خواجہ معقول خان ناظر (خواجہ سرا) سادات نے دست و پا زنی کر کے اپنے دو تین زخم لگوائے تین چار روز بعد اپنی زخموں سے مر گیا حسین علی خان کا ایک سقمہ اور خاکروب شرط مذہبیت و تنہو بجالائے کہ روتے ہوئے تلوار اور نیزہ ہاتھ میں لے ہوئے صف ہجوم کو چیرتے بھاڑتے بستیج خانہ کے نزدیک آئے مغلوں کے پیادے گولوں اور تیر سے ہلاک ہوئے۔ محکم سنگہ کے بخشی مصطفیٰ خان نے جب خانہ جنگی اور حسین علی خان کے ساتھ شورش کی خبر سنی تو وہ محکم سنگہ کے ہمراہیوں کی ایک جماعت لیکر بغیر مقدمہ کی تحقیق کے محکم سنگہ کی اجازت بغیر گلال بار کے دروازہ پر آیا کثرت از دو حامی راہ نہ ملی تو دوسری طرف سے دیوان خاص کے سراپہ کو بھاڑ کر ننگی تلوار لے گا بیان دیتا ہوا اندر آیا۔ مغلوں کے تیر و گولی سے دو تین آدمیوں کو زخمی کر کے جان مستلا باہر گیا حسین علی خان کے توپخانہ کے بعض آدمیوں نے گلال بار کی اطراف میں تفنگ اور رال چنگی کے گولے مائے۔

جس وقت امیر الامراء کے بھانجے عزت خان نے امیر الامراء کے قتل کی خبر سنی تو اُسکی آنکھوں میں عالم سیاہ ہو گیا۔ اُسی لمحہ تھوری کو کار فرما ہو کر چار پانچ سو سوار کی جمعیت کو ساتھ لے ہاتھی پر بیٹھ دولت خانہ کی طرف متوجہ ہوا۔ حیدر قلی خان بہادر ابتدا میں سپہ سالار سے انتقام لینے کی مصلحت میں شریک اور ہمراز نہ تھا لیکن جب اُس نے بادشاہ کو امور سلطنت میں بے اختیار دیکھا اور مدار کار تن چند اور ہندوؤں کے قبضہ اقتدار میں دیکھا اور شاہدہ کیا کہ صاحب مدار جو صاحب السیف القلم ہندوستان کے سمجھے جاتے ہیں اپنی رائے اور شمشیر بارہ کے مقابل مغل ایرانی اور تورانی کے وجود کو معدوم جانتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ ایک جماعت ہزار و ہزار کوس کی مسافت بعید طے کر کے آئی اور اپنے جوہر ذاتی و شمشیر رائے صاحب ملک و سچ ہند کو بابر بادشاہ نے بادشاہان ذوی الاقدار اور راجہ ہائے نامدار سے مقابلہ و مقاتلہ کر کے تسخیر کیا ہے اور دو سال سے زیادہ خاندان

عزت خان کا بادشاہ پر چڑھنا اور مارا جانا

صاحبِ قرآن کے نمک پر درودہ ہیں کیونکہ اپنے ولی نعمت کو بے اختیار دیکھ کر اس عار کی برائی کو گوارا کرینگے۔ اس لئے اس شیر بیشہ حیدری کے دل میں انتقام کا کانٹا کھٹکتا تھا جب دیکھا کہ بادشاہ کا طالع یا درہوا تو اُسے فدویت پر کمر چیت کی اور دونوں لڑائیوں میں جتنا اوپر اُڑا بڑی بہادری کے کام کئے۔ عرض ہر گوشہ و کنارہ میں صدائے دار و گیر بلند ہوئی تو حیدر قلی خان بہادر کی رہمونی سے اور اعتماد الدولہ کے حکم سے سعادت خان اپنے جوہر ذاتی کے سبب بیابان گستاخانہ اُس وقت بادشاہ کے سراپہ محل میں پہنچا کہ بادشاہ اندر تھا دونوں بھائیوں کے ہوا خواہ بادشاہ کے حق میں ارادہ فاسد رکھتے تھے۔ نواب قدسیہ گیم مرادی کے سبب بادشاہ کے باہر جانے کو منع کرتی تھیں۔ سعادت خان اپنے منہ پر شال ڈال کر گستاخانہ محل کے اندر آیا اور منت سماجت کر کے بادشاہ کا ہاتھ پکڑنے کے محل سے باہر لایا اعتماد الدولہ نے بادشاہ کو ہاتھی پر سوار کرایا اور خود خواہی میں بیٹھا۔ بادشاہ کے سامنے آدمی متفرق ہو گئے تھے اور امرا رجا بجا اپنے مکانون میں بادشاہی گھوڑوں اور ہاتھیوں کو لے گئے تھے سوار محمد امین خان چہن بہادر و قمر الدین خان بہادر اور چالیس پچاس جاہل مغلوں کے اور توپخانہ کی ایک جماعت کے کل مجموعہ سو دو سو سواروں کا بھی بادشاہ کے رکاب میں نہ تھا حیدر قلی خان بہادر سوار کی لہر ہاتھی گھوڑوں کی اور توپخانہ کے آدمیوں کی گرد آوری میں نہر ہو جا جماعت سعد و دجوبادشاہ کی رکاب میں تھی وہ اور قمر الدین خان بہادر و سعادت خان عزت خان کے مقابل ہوئے۔ عزت خان شیر تیر خوردہ کی طرح غراتا ہوا شجاعت و تہوری کی داد دیتا تھا اور پیش قدمی کرتا تھا طرفین سے دار و گیر کی صدا بلند ہوئی۔ بارہ کے دلا درون نے بہادرانہ معرکہ کارزائین قدم رکھا اور مغلان ایران و توران کے مغل بھی رستماپہ چقلشین کرتے تھے اور جان شارا یک و سپر پیشقدمی پر سبقت لیجانے کے لئے ترددات نمایان کرتے تھے۔ ہر ساعت بارہ کی فوج بڑھتی تھی اور بادشاہ کے بھی ہم رکاب آدمی زیادہ ہوتے جاتے تھے۔ دونوں طرف بلا فاصلہ تفنگ جمل کے ٹکڑ و ڈالہ گولہ اور تیر جانستان برستے تھے قمر الدین خان بہادر و حیدر قلی خان



بہادر نے ہنگامہ رزم کو ایسا گرم کیا کہ سب طرف سے داء واہ ہوتی تھی۔ بادشاہ خود بھی دشمنوں پر چلاتا تھا۔ غارتگوں نے سید حسین علی خان کے بازار اور کارخانوں کو لوٹنا شروع کیا اور اُس کے خیموں میں آگ لگا دی۔ صمصام الدولہ خان دوران بہادر منصور جنگ اپنی افواج کے ساتھ بادشاہ کے لشکر میں شریک ہوا۔ اسی عرصہ میں عزت خان کے بندوق کا گولہ لگا جس سے اُسکی جان گئی اور فوج بارہ متفرق ہوئی۔ بادشاہ کی فوج کا نفاذ بجا۔ اسی ہنگامہ میں بازار کے رستے اور صرف خانہ اوجین علی خان کے اکثر کارخانے مع خزانہ کے اربابوں کے جو نفرل میں پہنچے تھے لٹ گئے۔ اس لوٹ کا حساب کر ڈر رہ پیمہ کا کیا جاتا ہے۔ جو اسر خانہ اور خزانہ کے پیچھے رہا تھا وہ سب راج سے محفوظ رہا ضبط بادشاہی میں آیا۔ پوچ اور بے سرو پا آدمیوں نے جنگ کا دل دو بھائیوں کے بعض سے بھرا ہوا تھا حسین علی خان کی ایسی جرمی کہ کُسا بنیاں کرتا ہے۔ بادشاہ کی مراجعت کے بعد حیدر علی خان بہادر نے محکم سنگہ کی جان و آبرو کی امان دیکر اور رعایت بادشاہی کا پیمانہ کر کے اپنے پاس بلا لیا اور اُسکے جرائم معاف کر کے منصب شہنشاہی اور بعد ازاں ہفت ہزار سی کا منصب دیدیا مگر اُس نے اس نعمت کی قدر جانی اعتماد الدولہ نے رتن چند پاس پیغام استمالت مکر بھیجے۔ اُسے آبرو و جان کے بچنے کا خیال محال کر کے ہاتھی سے اتر کر پالکی میں بیٹھکر دولت خانہ کا قصد کیا۔ مغلوں اور بازار کے کچوں اور بیکار تماشائیوں نے جبکہ دل اسکے اٹھارنا ہموار سے دانہ ہائے انار کی طرح پر خون تھے اُس کو پالکی سے اتار کر خوب جوتی پیزارات کئے سے خبر لی اُسکے کپڑے اتار کر کے لے گئے اور ننگا کر دیا۔ اس کو اعتماد الدولہ پاس لائے اُس نے اُسکو کپڑے پہننے کے لئے دیئے اور طوق و زنجیر کا زیور اُسپر اور زیادہ کیا۔

آن را که چنان کند چنین آندیش

رائے سرومن اس کا سیتھ جو قدیمی نوکر اور وکیل سید عبداللہ خان کا تھا فقیر بنکر اپنے آقا کی خدمت میں گیا۔ میر علی خان خدمتگار سید حسین علی خان کہ صاحبانِ نعل و کنت تھا دس پندرہ روز مقید رہا۔

وہ لائی میں زخمی بھی ہوا تھا وہ بادشاہ کی خدمت میں آگیا غرض سیدوں کے رفیق کچھ عہدہ داران  
 پاس بھاگ گئے کچھ بادشاہ سے آنے پہاہ جو کسی طرف نہ بولی تھی وہ بادشاہ سے مل گئی۔ اس  
 محمد امین خان نے اس لئے کہ عوام الناس اُسکو برا نہ کہیں کہ سیدوں کو قتل کر ڈالا بغتہ خان  
 دامیر الامراء و نور الدخان کے تابوت کو زربفت میں لپیٹا اور انکی نماز پڑھی اور یہ بکا کر  
 کہا کہ اے یارو شیخیر پڑے سوتے ہیں اور جنازون کو اجمیر شریف روانہ کیا کہ انکے باپ کی  
 قبر کے نزدیک خاک میں سپرد کرین سید عبدالدخان نے مکر سے کر کہا کہ ایسا معلوم ہوا کہ  
 کوچ کے وقت کہامیر ہینن ہوئے اور تابوتوں کے خلاف لٹ گئے۔ (بعض کہتے ہیں  
 کہ شرارت سے تابوت زرباف کئے گئے تھے کہ وہ رستہ میں لٹ جائیں) اور صندوق چٹے  
 اور دفن نہ ہوئے۔ پھر خارج سے معلوم ہوا کہ انکو اجمیر میں لیجا کر دفن کیا۔

غرض امیر الامراء کو وہی صورت پیش آئی جو فرخ سیر کو پیش آئی۔ دنیا میں یہ ایک  
 انتقام کی عمدہ مثال ہے کہ جو فرخ سیر نے اور دن پر ظلم کیا وہ اُسپر سیدوں نے کیا اور جو  
 سیدوں نے اُسپر ظلم کیا وہ اور دن کے ہاتھ سے سیدوں پر ظلم ہوا۔ کیا خوب سودا نقد ہر اس  
 نے اس ہاتھ لے۔ ساداکو اس غل کی کچھ شکایت نہیں ہوئی چاہئے یہ تو وہی قتل تھا جس کو  
 انہوں نے خود انتظام ملکی میں داخل کیا تھا جو راہ انہوں نے اور دن کے لئے نکالی تھی  
 اُسپر خود چلنا اور جو کنواں اور دن کے لئے کھودا تھا اُس میں خود گرنا پڑا۔

اعتماد الدولہ کو ہشت ہزاری ہشت ہزار سوار وہ اسپہ کا منصب اور ایک کروڑ چالیس  
 دام انعام اور وزارت سپرد ہوئی وزیر الممالک ظفر جنگ کا لقب ملا میختری کی تختہ مصاصم الدولہ  
 علی اور ہفت ہزاری پر ایک ہزاری کا اضافہ ہوا اور امیر الامراء کا خطاب ملا قمر الدین خان بہادر کو  
 بخشی دوم کی اور داروغہ غسل خانہ کی اور اور خدمات عطا ہوئیں اور ہزاری ہزار سوار کا اضافہ ہوا  
 جید قلی خان بہادر کو شش ہزاری شش ہزار سوار دو اسپہیک سپہ کا منصب ملا اور ناصر جنگ  
 خطاب ہوا۔ سعادت خان کو پنجہزاری پنجہزار سوار کا منصب اور سعادت خان بہادر کا

امراء کے خطاب



خطاب اور نقارہ عنایت ہوا۔ عرض ہر ایک قدیم اور جدید خانہ زاد اور دالا شاہی نوکر موافق  
جشن تردد جانفشانی مورد عنایات ہوا۔

سید عبدالرحمان شاہ بھمان آباد سے چالیس کس پر تھا کہ بھائی کی سناؤنی آئی جس سے  
اُسکی آنکھوں میں عالم سیاہ ہو گیا۔ سو اُس کے کچھ اور چارہ نہ تھا۔ روتا پٹیتا شاہ بھمان آباد  
کی طرف چلا۔ اس خبر کے آنے کے بعد اُس کے بعض ہمدون نے مصلحت تبدیلی کہ پہلے اس کو  
اطراف کی فوج بادشاہ سے ملے اور حسین علی خان کالنگر بادشاہ سے گزیدہ ہو بہت جلد بھان  
پہنچے۔ یہ مصلحت اُس نے پسندیدہ نہیں کی اور کہا کہ اب بادشاہ مستقل امر اُس کے ساتھ یکدل ہو گا  
فوج خاطر شکستہ اب بادشاہ سے لڑنا اُس کے بغیر نہیں ہو سکتا کہ عالمگیر کی نسل میں کسی شہزاد کو  
بادشاہ بنا اور اُس کے استحقاق سے سامان بہم پہنچائے اور امیروں کو اپنا حامی بنائے  
عرض اس عمر رسیدہ سید کو جب قدر غم پر غم اور رنج پر رنج بڑھتے گئے اتنی ہی اُسکی عقل و ہمت  
زیادہ بڑھتی گئی اب اُسکی ہوا ایسی بگڑ گئی تھی کہ جب وہ شاہ بھمان آباد کو چلا ہے تو اُسکی  
بہیر اور پیش خانہ پر سیاہیوں اور فسد پیشہ زمینداروں نے ہر طرف فراہم ہو کر تاخت کی اور جو ہاتھ  
ایا اُسے لوٹ کر لیکے۔ ہر چند دل باختہ فوج تعین کی جاتی ہے کچھ فائدہ نہ ہوتا ایک جماعہ دار اور  
کچھ آدمی کشتہ ہوئے۔ ایک قافلہ جس کے ساتھ بعض کارخانجات حسین علی خان کے تھے شاہ بھمان آباد  
جاتا تھا وہ سید عبدالرحمان کے لشکر سے دو تین کوس پر رخ کارخانجات و مال و ناموس دم  
غارت غول ہوا۔ سید عبدالرحمان اور کل سادات کی جاگیر میں رعایائے مالگزار اور اطراف کے  
فسد پیشہ زمینداروں نے اتفاق کر کے عمال جاگیر کو بیدخل اور اخراج کیا اور ان نظام سلطنت  
محصول خریف پر زیادہ تر رعایا پر گناہ متصرف ہوئی۔ سید عبدالرحمان نے شجاعت لہذا  
اور مرتضیٰ خان کو دار الخلافہ روانہ کیا اور اس بارہ میں نجم الدین علیخان صوبہ دار شاہ بھمان آباد کو  
خط لکھا اور سپاہ کو بھی اشارہ کیا کہ کسی شاہزادہ کو بادشاہ بنانے کے لئے تیار کریں۔

۸ ذی الحجہ ۱۱۳۲ کو نجم الدین علیخان کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے کو تو ال کو سوار اور

سید عبدالرحمان کے رہنے کی خبر پہنچا اور سلطان ابراہیم کا بادشاہ بنا۔

پیانے دیکر اعتماد الدولہ کے گھر کو گھیر لیا۔ اعتماد الدولہ کے آدمیوں کو پہلے خبر ہو گئی تھی انہوں نے  
 حویلی میں جا بجا مورچاں بنائے تھے مصالحوں جنگ تیار تھا وہ اند کے تار بجائے تھے انہوں نے  
 اپنی دفع مضرت میں کوشش کی سید عبدالدخان نے اعتماد الدولہ کے قبیلہ ناموس پر خاش کرنے کو  
 منع کر دیا۔ شجاعت الدولہ خان و مرتضیٰ خان اور جہاندار شاہ کے بیٹوں کے پاس تکلیف سلطنت  
 کے لئے گئے۔ انہوں نے دروازہ بند کر لیا منت سماجت کے بعد انکو اندر آنے دیا اور ایک سبب چھپکر  
 انکو جواب دہشت دیا اور سلطنت کو قبول نہ کیا یہاں مایوس ہو کر نیکو سیر پائے گئے تو اُس نے بھی انکا  
 کیا۔ پھر سلطان ابراہیم خلف، رفیع الشان پاس گئے اپنی غرض عرض کی کہ آپ کے بادشاہ بچو سے  
 سدا کی ایک جماعت کی جان بخشی ہو بعد گفت شنید سلطان محمد ابراہیم نے سلطنت قبول کی۔

اردی الحجۃ ۱۲۳۲ھ میں سلطان محمد ابراہیم کو تخت سلطنت پر بٹھایا اور ابو الفتح ظہیر الدین  
 محمد ابراہیم لقب رکھا۔ دور و روز بعد سید عبدالدخان شاہجہان آباد میں داخل ہوا اور بادشاہ  
 کی خدمت میں آیا غازی الدین خان غالب جنگ کو منصب بہشت ہزاری میر بخشگیری کا  
 عمدہ اور خطاب امیر الامرائی کا غایت کیا اور نجم الدین علیخان کو بخشگیری دوم صیلا بخت  
 ابن سادہ خان کو بخشگیری سوم۔ اور سیرم خان کو بخشگیری چہارم مقرر کیا۔ مراتب مناصب  
 بڑھانے امر کی دلداری کی رفیع الدہجہ کے ایام سلطنت میں جو جماعت مساعدت زمانہ  
 مایوس تھی ان میں سے ہر ایک کو طلب کر کے استمالت کی اور ان کو اسی روپیہ در ماہ پر سپاہ  
 کی گردآوری کے لئے سرگرم کیا حامد خان کی جاگیر ضبطی سے نکال دی منصب قدیم پر اضافہ  
 جدید کیا۔ اعتقاد خان معضوب کو پھر منصوب کیا شاکستہ خان و سیف خان و اسلام خان  
 و صفی خان کی بہت چا پلو سی کر کے عنایتوں کا امیدوار کیا۔ اور رفاقت کی تکلیف دی  
 اسلام خان و صفی خان نے بہ لطائف بحیل پہلوئی کی سیف خان اعتماد خان نے منصب قبول کر کے  
 سپاہ کی نگاہداشت کے لئے روپیہ لیا اعتقاد خان کا دلخواہ مرعا حاصل ہوا کچھ دنوں رفاقت  
 کی پھر اتنا راہ سے دارا خلاقہ کی طرف چلا آیا اسی طرح قدیم ملازمن کی جوان دنوں میں

سلطان ابراہیم کی چند روزہ سلطنت اور اسکی لڑائی محمد شاہ سے اور اسکا شکست یافتہ اور سید عبدالدخان کا قید ہونا



خانہ نشین تھے پرداخت کی سید عبدالمدخان کے قدیمی نوکر جو پچاس روپیہ ماہوار پاتے تھے  
 انکے سراسری اسٹی روپیہ در ماہہ مقرر ہوا قدیم و جدید نوکروں میں اس اشتراک کی تنخواہ سے شرفا  
 و نجبا و پواج دبے سرو یا آدمیوں میں تمیز باقی نہ رہی اس سبب سے باوجود شائستہ اصناف کے  
 قدیمی فوج کی شکستہ ظاہری و بیدلی ہوئی سید عبدالمدخان کی فوج کا بخشی ہمیشہ سے فرخ سیکر دلی  
 محبت رکھتا تھا اور تن چند کے تسلط سے متنفر تھا اور عبدالمدخان کے ساتھ کمال سیدی کے  
 بسر کرتا تھا۔ اس نے فوج جدید کی نگہداشت میں جو انون اور گھوڑوں کے بڑے بھلے ہونے میں  
 امتیاز زمین کی نجم علیخان اور بعض اور عہدہ امراء کے سرکار نے نئے عام دیدی کہ خواہ کیسا ہی  
 چھوٹا سوا اور بوڑھا لنگہ اگھوڑا الائن اسکو بھی صحیح کرین جہاں کوئی باہرچی دھننے جو لاپے  
 قسانی کا شاگرد تھا وہ دس پندرہ کاٹو جو حقیقت میں چار پانچ روپیہ زیادہ قیمت کا نہ ہوتا تھا  
 خرید کر اے داغ کرانا اور یکا ہر سیکر روپوش ہو جاتا۔ پاجیوں کے سوا اشرفوں نے بھی  
 سید عبدالمدخان کو مضطرب حال دیکھ کر یہی طریقہ اختیار کیا تھا۔ بہر حال قدیم نوکروں کے دریاہمہ علا  
 ایک کروڑ روپیہ سپاہ جدید کے خرچ میں راہجان گیا تھا۔ ان کی روایت ہو کہ عبدالمدخان جب ایک  
 مخلص نے کہا کہ بندگان عالی کس لئے روپیہ کو بیفائدہ آدمیوں کو دیتے ہیں تو اس نے جواب دیا کہ اگر  
 لڑائی ماری تو تمام ملک محروم اور خزانہ ہماری ہلکے ہو اور دوسری صورت میں یہ بہتر ہے کہ زرم  
 اپنے ہاتھ سے بخش کرین تاکہ دشمنوں کے ہاتھ نہ آئے۔ اول یہ خبر آئی کہ محمد شاہ راجپوتانہ کی باؤشاہجنا اباً  
 جابنگا اس لئے سلطان ابراہیم نے شاہجہان آبا دے نخل کر عید گاہ کو خیمہ گاہ بنایا ان دنوں  
 میں غلام علی خان محمد شاہ کے لشکر میں سے اور تھور علی خان اکبر آبا د سے سید عبدالمدخان  
 پاس آئے غلام علی خان اور نجابت علی خان جو سید عبدالمدخان کا برابر زادہ اور بھتیجا تھا  
 قلعہ و شہر شاہجہان آباد کی حراست کے لئے بھیجے گئے اور پھر محمد شاہ کی یہ خبر آئی کہ وہ اکبر آباد  
 کی راہ سے شاہجہان آباد کو آتا ہے تو عبدالمدخان نے فرید آباد کی راہ اختیار کی اور بارہوی  
 فوج کے انتظار کے سبب ہنگامی کے ساتھ قطع منازل کرتا تھا کہتے ہیں کہ باوجود اس قدر خزانہ

اور تھم و خدمتگذار کے عمدہ دار اور خواجہ سرا وغیرہ سلطان ابراہیم کے محل کے ہمراہ بدون  
 زمین کے گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے۔ ہر منزل و مقام میں نامدار افغان اور بارہ و عمدہ  
 زمینداروں کی افواج لشکر محمد ابراہیم میں آتی جاتی تھی اور حسین علی خان کے نوکر کہ محمد شاہ  
 لشکر کے رسالوں میں نوکر ہو گئے تھے وہ ایک ماہ سپہنگی لیکر جو قسید عبداللہ خان کا لشکر  
 زیادہ ہوتا تھا سوار اور پیادہ کی نوکری کا بازار ایسا گرم ہوا کہ بڑا اودا چھا گھوڑا غنقا  
 ہو گیا۔ ایک ٹٹو و تین جگہ بھیج ہوتا۔ محمد ابراہیم شاہ بھان آباد سے ۳۵ کوس چل کر پلوت  
 آیا۔ سیف الدین خان برادر سید عبداللہ خان و شہامت خان بیٹے اور بھائیوں سمیت اور  
 سید محمد خان جملہ کلان اسد اللہ خان و ذوالفقار علیخان اور بارہ کے بہادر وں کی جماعت جو  
 سب لکر بارہ ہزار سوار ہوتے تھے عبداللہ خان کے لشکر سے ملے ڈیڑھ دو سو اربے سادات  
 بارہ سے بھرے ہوئے لشکر میں داخل ہوئے جن میں سے ہر ایک سید اپنے جین میں سوار وں کی برابر کشتا  
 اور ہر ایک کی زبان زد تھا کہ جنگ کے روز ہم کو تیر و تفنگ کی درکار نہیں جب مقابلہ ہو گا حملہ اول  
 میں برہنہ تیغ و خنجر لیکر شعلہ کی طرح توپخانہ کی آتش سے نکل کر منلوں کی فوج قول پر پوش کر گئے  
 حاصل کلام یہ کہ دہم محرم ۱۰۳۳ کو ایک لکھ سوار جمع ہو گئے جن میں چودہ ہزار یا دوسو تھے  
 سوائے چوراسن جاٹ و محکم سنگہ اور ایک اور جماعت حسین علی خان کے نوکروں کی اور دھندا  
 اطراف کی سپاہ تبق ہو کر فوج مذکور پر اور زیادہ ہوئی۔ اس دن محمد شاہ کے لشکر کے  
 تین ماٹھی اور چند قطار شتر چوراسن جاٹ لوٹ کر بطریق تحفہ کے سید عبداللہ خان پاس لایا  
 سید نے یہ تحفہ اُسی کو دیدیا اب لشکر محمد شاہی میں حیدر علی خان میر آتش نے زبانشی بیدریغ  
 کر کے اور بادشاہی لطف آمیز و عدسے کر کے لوگوں کی تالیف قلوب کی جو کام اُس نے  
 عملہ توپخانہ سے روز جنگ میں لیا شاید کسی اور میر آتش کے عہد میں زمانہ سلف میں کیا گیا ہو  
 دہم محرم کو نواحی منزل پورن سے کوچ کر کے اور موضع شاہ پور سے گذر کر لشکر کا خیمہ لگا  
 میر آتش اور امرار رزم کے تردد سے صفوف لشکر مرتب ہوئیں باوجودیکہ افواج



محمد شاہی دشمن کی سپاہ سے آدھی تھی مگر اس میں سے ہر ایک ل سے جان نثاری کا ارادہ کرتا تھا عبدالصمد خان دلیر جنگ راجہ دھیراج سنگھ سوائی کا انتظار تھا مگر بعد اس کے سبب سے دونوں کو بروقت پہنچا میسر نہیں ہوا مگر شروع جنگ میں راجہ جو سنگھ کی تین ہزار سپاہ اور ایک نامی سردار حاضر ہوئے اور محمد خان نگہبش بھی دو تین ہزار سواروں کے ہمراہ آیا۔ شیر افغان جنگلہ کڑوہ سات آٹھ ہزار سوار لیکر اور عزیز خان روہیلہ بازید خان میواتی لیکہ تازون کے ساتھ حضور ملے۔ اُس کے بعد محمد شاہ نے حیدر علی خان کو تو پچانہ کے ساتھ ہراول مقرر کیا سعادت علی خان برہان الملک محمد خان نگہبش کو میمنہ کی طرف اور مصمام الدولہ نصرت یار خان و نائب خان کو ایک بہادرون کی جماعت کے ساتھ میسر کی جانب اعتماد الدولہ محمد امین خان ہادی خاں قمر الدین خان و عظیم الدولہ خان طالع یار خان کو پلیمش اور اعظم خان مردم کار زار دیدہ کے ساتھ طرح فوج اور شیر افغان تربیت خان اور ایک گروہ فدویان عقیدت نشان کو بادشاہ نے اپنی رکاب میں قول اور میر جلد و عنایت الدولہ درویش الدولہ ظفر خان رستم جنگ اخلاص خان راجہ گوپال سنگھ بھدوریہ راجہ بہادر کو چند اولی اور جراثست کارخانہ جات پر مقرر کیا ایسے ہی مجاہد خان و امین الدین خان و اسد علی خان و سیف الدولہ خان کو ایران و توران کے جنگلہ ورون کی جماعت کے ساتھ اور جو سنگھ سوائی کی فوج کو جا بجائیں و سپاہ کی کمک کے لئے ہمراہ سواری خدمت محل پر مقرر کیا اور جنگی ہاتھیوں کو سازون و یراق اور اسباب ادوات حرب کے ساتھ آتش خانہ کے پیچھے قائم کیا۔ سید عبداللہ خان کو لشکر محمد شاہی کے شخون مارنے کا خوف تھا اس لئے بعض فسرات کو ہاتھیوں پر سب کرتے تھے۔ ۱۲ محرم کو حسن پور کے سواد میں محمد شاہ کے لشکر سے تین کردہ پر سید عبداللہ خان کا لشکر اُترا فوج کی آراستگی ہر روز تازہ ترتیب سے ہوتی تھی اور پھر برہم ہو جاتی تھی ترتیب اس طور سے ہوتی کہ سیف الدین خان و سید محمد خان و شہامت خان مع بیٹے و بھائیوں کے تھور خان و شجاعت الدولہ خان و ذوالفقار علی خان و عبدالغنی خان و مظفر خان کو نجم الدین علی خان و غازی الدین خان غالب جنگ کی مدد کے لئے ہراول مقرر کیا

حامد خان و سیف خان و سیرم خان و نعمت الدخان و امیر خان و سید صلابت و عبد الغنی خان  
 و اخلاص خان افغان و عمر خان و دہیلہ و دیندار خان جلال آبادی و عبد القدر خان و صبغتہ الدخان  
 و غلام محی الدین خان و دلیر خان و شجاع خان بلوچی و عبد اللہ خان ترین اور دلاور و دل اور بہادر  
 کی جماعت جمہور شترانی فیل سوار تھے صف کارزار میں سلطان ابراہیم کے دست راست و دست  
 چپ پر مقرر ہوا اور سید عبد اللہ خان خود ابوالحسن خان بخشی سائر اور میرامن بخشی مردم بارہ و سید علی خان  
 بخشی رسالہ کے ساتھ کہ قریب تیس ہزار سوار قدیم و جدید تھے اور ایک جماعت بارہ کے ہمراہ کہ کارزار کے  
 پیادہ ہو کر بڑی بہادری سے لڑتے ہیں اور کبھی کارزار سے منہ نہیں پھیرتے ہیں متعدد مقابلہ ہوا۔

۱۳۔ محرم کو ڈیڑھ پہر رات گئی تھی کہ حکم سنگہ مع خدا واد خان مرزا کے فوج محمد شاہی سے  
 جدا ہو کر سید عبد اللہ پاس آیا کہتے ہیں کہ عبد اللہ خان کے نوشتجات ان کے پاس اس مضمون کے  
 پہونچے تھے کہ تمہارا مجرلے کلی یہ ہے کہ تا بمقدور باروت خانہ بادشاہی کو آگ لگا کے ہماری  
 فوج میں آؤ انہوں نے ہر چند اس کام کے لئے تلاش کی مگر حیدر قلی خان کے خرم سے وہ اپنے  
 کام کو نہ کر سکے ناچار فرار کر کے دشمن سے جا ملے جب صبح ہوئی تو محمد شاہ ہاتھی پر سوار ہوا  
 اور سواری کے وقت بادشاہ کے حکم سے رتن چند کا سر پر بخشی نے جدا کر کے بطریق شکنو ہاتھی  
 کے پاؤں کے آگے رکھا حیدر قلی خان میر آتش نے اپنی چھوٹی بڑی توپوں و دیگر کھلے تفنگ بان کی  
 آوازیں بلند کیں کہ زمین لرز گئی دوپہر تک اس حالت نے اشتداد پایا جب آفتاب ڈھلا تو  
 لشکر عبد اللہ خان کی صفوف میں انتظام نہ تھا لشکر کثرت سے تھا۔ سپاہ کے سردار کسی کا کنا  
 مانتے نہ تھے خود دوسرے جو چاہتے تھے سو کرتے تھے۔ ایک جماعت کثیر کشتہ ہوئی اور نہ ملایم تھک  
 یا بوسوار اور قدیمی نوکر جن کی شکایت کاجراحت مرہم اضافہ سے نہیں بھرا تھا فرار ہو گئے مگر  
 بارہ کے بہادر وں نے بارہا بہادرانہ اور مردانہ قدم جرات آگے رکھا رستمہ حملے کے خصوصاً  
 نجم الدین علی خان کے شتر ہزار سوار وں نے توپ خانہ کے مقابلہ میں ایسے حملے کئے  
 کہ فوج محمد شاہی تنگ آگئی اور اس کے بڑے بڑے جوان مردوں کے پاؤں اکھڑ گئے اور



فوج درہم برہم ہو گئی اس اثنا میں خاندوران بہادر منصور جنگ حیدر قلی خان نامہ جنگ  
 نجم الدین علی خان کے مقابل پہنچے ان کی بہادری نے دشمن کے لشکر کو روکا نصرت یازدان  
 و دیانت خان بھی ملک کو آگے بغرض انہوں نے نجم الدین علی خان کے مورچال میں جو درختوں  
 کی پناہ میں تھا اعلیٰ ڈال دیا جب رات ہو گئی اور چاندنی نکلی تو حیدر قلی خان نامہ جنگ  
 توپ خانہ کی نامی توپیں آگے لے گیا اور دشمن کو ان کے چھوڑنے سے رات بھر سونے نہ دیا  
 حیدر قلی خان نے روپے اشرفیوں کی تھیلیاں کھول کر ٹھیکان بھر بھر کر توپچیوں کے  
 دامن میں ڈالیں اور مخالفوں کو مارا بڑی بڑی توپیں برابر چھوٹی تھیں اور دشمن کا  
 کام تنگ کرتی تھیں سیکسہ میں محمد شاہ بہمنی کی فرمانروائی دکن میں محمد خان رومی بجاگر  
 کی ہم میں توپوں کو کام میں لایا تھا اور جب ہی سے وہ ہندوستان میں شائع ہوئیں  
 جب سے اب تک کبھی ایسا توپ خانہ نہیں چھوٹا جیسا کہ حیدر قلی خان کا اس کے گولوں نے  
 دشمنوں کو ہرا دیا اور ہراس اپنے غالب ہوا اکثر سردار پیادہ ہو کر لڑنے اور ہات اور  
 قصابات میں بھاگ گئے اور جو ان میں اندھیری رات میں بھاگے انکو چورون اور ہرنول  
 نے لوٹ لیا۔ آخر شب میں دشمن کے لاکھ سوار دن میں سے سترہ اٹھارہ ہزار  
 سوار باقی رہ گئے انہوں نے قدامت اور سید عبداللہ خان کی روشناسی کا پاس  
 کر کے توپ خانہ کے مقابل میں بھوکے پیاسے رات گزاری صبح کے قریب محکم سنگہ کے  
 ہاتھی پر ایک گولہ لگا تو وہ گھوٹے پر سوار ہو کر ایسا بھاگا کہ پھر مدت تک کسی نے نہیں دیکھا  
 کہ وہ مردہ ہے یا زندہ ہے جب دن ہوا محمد شاہ ہاتھی پر سوار ہوا رزم کا میدان گرم ہوا  
 نجم الدین علی خان سادات بارہ کے ساتھ حیدر قلی خان کے توپ خانہ کے مقابل آیا۔ ریزش  
 و آویزش شدت گرم ہوئی کشتش و کوشش سخت ہوئی باوجود توپ خانہ کے قیامت برپا  
 کرنے کے نجم الدین علی خان نے ایسی بہادری دکھائی کہ میدان جنگ سے بادشاہی  
 لشکر کے پاؤں اکھڑ گئے ہوتے کہ مصمصام الدولہ منصور جنگ وقت پر ملک پر آگیا۔ مردانہ

چقلشین ہوئیں درویش علی خان داروغہ توپ خانہ کی جان گئی اور دست علی خان ایک جماعت کے ساتھ زخدار ہوا۔ نصرت یار خان بھی زخمی ہوا اس حال میں سعادت خان برہان اور شیر افگن خان مدد کو بارہ کے بہادر وں کے صف کے مقابل لائے۔ سادات بارہ میں سے شہا خان و فتح یار خان مع برادر یک پسر و تھوڑے علی خان و عبد القدیر خان برادر قاضی میر بہادر شاہی و عبد الغنی خان پسر عبد الرحیم خان اور نگہ بی و غلام محی الدین خان و صبغۃ السد خان عرف شجاع و پسر شجاع پلوئی زخمی ہوئے اور خدا کو جان سپرد کی۔ محمد شاہ کے لشکر میں سے داروغہ توپ خانہ مصمام الدولہ و میرا رام منشی حیدر قلی خان ناصر جنگ عبد الغنی خان داروغہ توپ خانہ و محمد جعفر بنیہ حسین علی خان اور بعض اور مردم بے نام و نشان کے کسی اور نے دینا سے سفر نہیں کیا۔ اور کسی نامی آدمی کو آفت جانی نہیں پہونچی اس حالت میں کہ عبد السد خان نے نجم الدین علی خان پر عہدہ کا راز تنگ دیکھا۔ بارہ کے دلاور وں کی جماعت کے ساتھ ہاتھی بڑھا کر بڑی بہادری دکھائی محمد شاہ کا ارادہ خود اس سے لٹنے کے لئی جانے کا ہوا مگر موافق ہوئے نے جانے نہیں دیا چورامن جاٹ نے اس پر فاش میں بہیر پتاخت کر کے خوشی حد سے زیادہ کی اور ایک ہزار گاؤں اور اکثر خچر پر تل کے اور چند شتر لوٹ کر لے گیا بادشاہ نے خود تیر چلا یا اور آخر اعتماد الدولہ پسر محمد امین خان و مادی خان داروغہ نے اُس کو بند و قون سے مار کر بہرے باہر نکال دیا عبد السد خان نے سپاہ تازہ دم سے محمد شاہ کے لشکر میں تزلزل پیدا کیا کہ سعادت خان برہان الملک و حیدر قلی خان ناصر جنگ نے عبد السد خان کی فوج کی کمر گاہ پر حملہ کیا اور خوب لڑائی ہوئی۔ سید علی خان برادر حسن علی خان بخشی رسالہ زخمی ہو کر قید ہوا حیدر قلی خان نے دلیرانہ حملہ عبد السد خان پر کیا سید بھی ہاتھی پر سے اتر کر اور شمشیر ہاتھ میں لیکر بڑی شجاعت سے لڑا دونوں لگے اور تقدیر اکی سے زندہ معرکہ میں بہیر ہوا حیدر قلی خان پر خدا کی رحمت ہو کہ اُس نے ایسے وقت میں سید عبد السد خان کا احترام کیا اور سلام مودبانہ کیا اس کی توقیر کو واجب جاننا کمال اعزاز اور دلاری کے ساتھ اپنے ہمراہ ہاتھی پر سوار کر کے



بادشاہ پاس لایا۔ نجم الدین علی خان نے بھی شیرانگن خان سے سخت جنگ کی اُسکی آنکھ میں  
 تیر لگا۔ شیرانگن خان نے اُسکی طبسرح خاطر جمعی کی اور اُس کو اپنے ہاتھی پر بٹھالیا جب  
 عبدالمد خان ہاتھی سے اُترے تو اُس کے ساتھ دو تین ہزار سوار ہمراہ تھے اُس کا چال  
 دیکھتے ہی باقی فوج مع سیف الدین علی خان و شیاعت السدخان و ذوالفقار علی خان  
 و عبدالمد خان ترین کے اس کو تنہا چھوڑ کر بھاگ گئی۔ یہ ضعیف روایت ہے کہ سیف الدین علی  
 میدان رزم سے باہر نکل کر بارہ کو بھاگ گیا۔ غازی الدین غالب جنگ نے عبدالمد خان  
 و نجم الدین علی خان کے قید ہونے کے بعد ایک ساعت ٹھہر کر عبدالمد خان کی بہر کو ہمراہ  
 لیکر وطن کی راہ لی محمد شاہ کے لشکر میں فتح کی عید ہوئی اور لشکر سادات میں شکست کا  
 محرم ہوا حیدر قلی خان نامہر جنگ سید عبدالمد خان کو اور شیرانگن خان نجم الدین علی خان کو  
 محمد شاہ پاس لائے بادشاہ نے اُنہر کمال رافت و شفقت کی اور جان بخشی کی نوید سنائی  
 جس سے ان دو گرفتار اسیروں کی خاطر افکار مطمئن ہوئی۔ حیدر قلی خان نامہر جنگ کو سید  
 عبدالمد خان سپرد ہوا۔ اور شیرانگن خان کو نجم الدین علی خان حوالہ ہوا۔ محمد شاہ کو اُسکے  
 نوکر دن نے بار بار کافرتی دی اور اُس نے سب کو علی قدر حال انعامات لائق سے سر بلند کیا اور  
 تحمین و آفرین کی۔ عبدالغنی خان اور سادات بارہ جو بادشاہ کے لشکر میں آگئے تھے وہ محفوظ  
 و مامون رہے۔ سید عبدالمد خان کے زہر سرخ و سفید و جوہر مرصع و طلا و نقرہ و ہاتھی گھوڑے  
 مع تمام کارخانجات جو لوٹ سے باقی رہے تھے وہ سرکار میں ضبط ہوئے۔ سلطان ابراہیم  
 نے تقصیر نے بطریق ایثار فرار اختیار کیا تھا وہ دو تین کوس سے بادشاہ پاس پکڑ آیا۔ بادشاہ  
 نے اُس کی خاطر داری کی۔

۱۲۰۰ محرم کو اس فتح اور سید عبدالمد خان و نجم الدین علی خان کے قید ہونے کی خبر  
 شاہ جہان آباد میں آئی تو گھر گھر اس نوید کے شادیانے بجنے لگے عبدالمد خان اور  
 نجم الدین علی خان اور سرداران بارہ کی خدمت کہ صد ہا سے کم نہ تھیں اور فتح و نہایت کے

تذبذب میں تھیں وہ بادشاہی آدمیوں کے پہنچنے تک جو کچھ نقد و زیورے سکین برقع یا پھٹی  
 پرانی چادر پہن کے گھروں سے نکل کر شاہجہان آباد کے کوچہ و بازار میں روانہ ہوئے چند عجیب  
 سیدہ خواہش ایزدی پر صبر و شکیبائی کے اپنی جگہ پر رہیں عبداللہ خان کا شی کہ سید عبداللہ خان  
 معتبر و مقیم تھا اور اُس کے متعلقوں کی حراست اُس کے سپرد تھی اُس ایک جماعت کے ساتھ  
 اتفاق کر کے امانت کے مال میں خیانت کی اور دہلیش ہو گیا غلام علی خان کہ سید عبداللہ خان کی  
 طرف سے شاہجہان آباد کا عالم تھا وہ تغیر وضع کر کے بارہ کو گیا۔ نجاست علی خان کہ برا و حقیقی  
 عالم علی خان کا اور عبداللہ خان کا بتنے تیرہ چودہ برس کا لڑکا اور غلام علی خان کا بھائی  
 تھا بادشاہی آدمیوں کے ہاتھ میں گرفتار رہا بادشاہ نے اُس کو سید عبداللہ خان پاس  
 بھیج دیا۔ ۱۶ محرم ۱۱۳۲ھ کو بادشاہ نے فتح پور سے کوچ کیا اور لمبی منزلیں طے کر کے ۹ رکو  
 شاہجہان آباد کے نزدیک آیا سلطنت کے سر انجام کے لئے دو مقام کا حکم دیا۔ سرسوی  
 حضرت قطب حسنا کی زیارت کی وہاں سے آنکر جٹینوں کو حکم دیا کہ جن امرا اور خاندانوں  
 جانفشانی کی ہے ان کو رو برو لائیں۔ حمید قلی خان بہادر نامہ جنگ شش ہزاری کا ہفت ہزار  
 منصب پراضافہ کیا اور عز الدولہ کا خطاب یا ۲۲ کو شہر کی آئین بندی ہوئی۔ بڑے  
 ودبے اور شان سے دارالخلافہ کے قلعہ میں داخل ہوا۔ آخر ماہ محرم میں سیف الدولہ  
 عبداللہ خان بہادر دلیہ جنگ و آغز خان لاہور سے آنکر ملازمت سے شرف اندوز ہوئے اور اہل  
 صف ۳۳ میں راجہ جگ سنگھ اپنے وطن سے اور راجہ گردھر بہادر صوبہ اودھ سے آنکر غنایا شاہانہ کو  
 سرفراز ہوئے۔ نجم الدین علی خان کی بیٹی نواب قدسیہ بیگم پاس آگئی تھی حکیم کا ارادہ ہوا  
 کہ اسکا نکاح محمد شاہ سے کرے مگر سید عبداللہ خان کو یہ امر ناگوار تھا اس لئے یہ لڑکی  
 نجم الدین علی خان کے گھر میں بھیج دی گئی۔ خبر آئی کہ اوزنگ آباد سے نظام الملک چلا آئے  
 مگر وہ اُلٹا بجایا پور کے بندوبست کے لئے مصلحتاً چلا گیا۔  
 راجہ جگ سنگھ و گردھر بہادر نے اس بات پر نظر کر کے کہ افواج کی آمد و رفت اور گرانی غلے

بادشاہ کا شاہجہان آباد میں آنا

ہجرت کی مقامی



اکثر پرگنوں کے باشندے بڑے پریشان حال ہو رہے ہیں اس لئے انھوں نے بادشاہ سے التماس کیا کہ جب تک عیال بحال ہو اور ملک کا بندوبست ہو جزیرہ معاف کیا جائے۔ بادشاہ نے جزیرہ معاف کر دیا۔ اس زمانہ میں زوال سلطنت کی علامت کوئی نہ کوئی ظاہر ہوتی جاتی تھی۔ راجہ اجیت سنگھ کو اس رفاقت کے جلد دین گجرات کی حکومت عنایت ہوئی تھی جو اُس نے کسی زمانہ میں سادات کے ساتھ کی تھی اور اجیر کی حکومت خود محمد شاہ نے اس شرط پر دی تھی کہ اگر بادشاہ اور سیدوں کے درمیان لڑائی کا ہنگامہ برپا ہو تو اس میں کسی کی خطرہ فدا رہی وہ نہ کرے اور اگر کسی کی آغاکرے تو بادشاہ کی غرض جمہور احمد آباد کے دونوں صوبے راجہ کو محمد شاہ کی بقائے دولت تک حرباً بطلہ بادشاہی ملے تھے۔ راجہ سادات کا شریک ریفیق تھا اسکو اپنا ریفیق و معین بنانے کے واسطے محمد شاہ کی مانت یہ تبریک تھی کہ دونوں صوبوں کا فرمان مع پنجہ کے نشان کے اُس پاس بھیج دیا تھا۔ اب اجہ نے ان دونوں صوبوں کے آدمیوں پر وہ تم ڈھایا کہ خدا کی پناہ بہت سے باشندے وہاں بادشاہ کی حضور میں ستغاثہ کے لئے آئے۔ یہاں اہل دربار کو راجہ سے کینہ اس سبب سے چلا جاتا تھا کہ وہ سادات کا ریفیق پرے درجہ کا تھا۔ راجہ بھی مذہبی تعصب کے سبب مسلمانوں کے ساتھ ناحق کاوشیں کرتا تھا۔ بادشاہ نے ان دونوں صوبوں سے اجہ کو خارج کیا۔ گجرات کی صوبہ داری منظر خان کو جو مصمصام الدولہ راجہ جو سنگھ سرائی کے متوسلین ہیں تھا عنایت کی جب راجہ اجیت سنگھ کی معزولی کی خبر اس صوبہ گجرات میں منتشر ہوئی تو راجہ کے نائب نے چاہا کہ حیدر قلی خان کے آنے تک شہر کو غارت اور تباہ کو تاراج کر کے باہر چلا جائے۔ میر علی خان نجفی معزول ہو راجہ کی نیابت چنڈ روز کر چکا تھا اور راجہ کے محاسبہ آزرہ وہ تھا اور حیدر قلی خان بھی بخشی مذکور اور صفدر خان ثانی سے ملول و مکدر تھا ان دونوں نے اتفاق کر کے اس نظر سے کہ راجہ جو توں کا ظلم دفع ہو گا اور حیدر قلی خان کی خوشنودی حاصل ہوگی اور جس خدمت کے حقوق اس پر متحقق ہونگے ایک جماعت افغانہ اور عیال کی جمع کر کے راجہ کے نائب کے سر پر چاڑھے۔ ایک جنگ ہوئی اور راجہ جو توں کی جمع کثیر کشتہ و زخمی ہوئی نائب مغلوب محض اپنی حویلی میں ہوا صفدر علی خان بانی کے خواہراہ کی اعانت سے ہفت و خوار کی ساتھ شہر بدر کیا گیا۔ وہ اپنے وطن جو دھپور کی راہ میں ست انداز

کرتا ہوا چلا گیا اور مظفر علی خان جو اجیر کا صوبہ دار مقرر ہوا تھا بسبب عسرت و بے سربانجامی کے قصبہ رواتی سے جو شاہجہان آباد سے تیس کو سو بیس آگے نہ بڑھا تھا کہ یہ خبر آئی کہ اجیت سنگہ راجہ جو دھپوا جیر میں آیا اس پاس تیس ہزار سوار اور اطراف کے زمیندار اور راجپوت ہمراہ ہیں اس سبب بھی مظفر علی خان نے رواتی میں چند روز توقف کیا راجہ اجیت سنگہ نے اجیر میں داخل ہو کر اہل منادی پھروائی کہ تمام قصبہ و سب دوکاندار اہل حرفہ اپنے پیشہ میں لے انیشہ و خوشہ مصروف ہوں۔ مجدون کے مؤذنوں اور خادمین کو بلا کر اپنی بدنامی دور کرنے کے لہو اور قواعد اسلام کی تبعیت کے انہماک کے لئے تاکید کی کہ وہ اپنی ساجد کی تعمیر کریں اور تمام ارکان بادشاہی کو بلا کر اُس نے فخر شاہ کا وہ فرمان دکھا دیا کہ جس میں قول قسم لکھے ہوئے تھے کہ مجھ شاہ کی بقائے عمر و دولت تک اجیر و احمد آباد کی صوبہ داری ماچہ پاس بجال رہیگی۔ اب اُس نے اپنے عرائض اور اس فرمان کی نقل دیوان بادشاہی کے ساتھ مصمصام الدولہ و روشن الدولہ پاس بھیجوائی اور عرضداشت میں یہ درخواست کی کہ احمد آباد کی صوبہ داری حضور کی مرضی کے لئے خیر کرتا ہوں مگر اجیر کی صوبہ داری کا امیدوار احمد خواستگار ہوں اگر وہ بجال نہ رہیگی پچھنوں میں میری آبرو نہ رہیگی اور جب آبرو نہ رہی تو جان لیکر میں کیا کروں گا اس لئے امیدوار ہوں کہ دونوں صوبوں میں سے کوئی ایک صوبہ عنایت ہو۔ ان دونوں صوبوں کے ساتھ میرا سر اور میری جان وابستہ ہے جب راجہ اجیت سنگہ کے یہ نوشتے آئے تو مصمصام الدولہ قلت زرا اور دشواری جنگ پر نظر کر کے مصالحت پر اور ترک منازل پر راضی ہوا اور کہا کہ صوبہ اجیر میں اکثر بزرگوں کے مزار ہیں۔ دار الخلافہ کے نزدیک ہو اس لئے صوبہ گجرات اجیت سنگہ کے لئے بجال رکھنا مناسب ہے اور صوبہ اجیر بادشاہ کے کسی مخلص کو دینا چاہئے مگر بادشاہ کا اور بعض ارکان دولت کا خصوص حیدرقلی خان کا اور وہ یہ ہوا کہ راجہ کی تنبیہ و تادیب کرنی چاہئے حیدرقلی خان کے ساتھ اور امرا و شریک نہ ہوتے تو اُس نے سعادت خان بہادر جنگ کو بلایا جو اس وقت اکبر آباد کی صوبہ داری پر سسرانز تھا وہ فوراً آیا سامان کا نذر درست ہوا مگر اور امرا اُس کے



ساتھ متفق نہ ہوئے۔ پھر بادشاہ نے بھی اعانت میں پہلو تہی کی۔ اتنے میں یہ خبر آئی کہ مظفر علی خان کو  
تو سارا اسباب سپاہ نے اپنی تنخواہ میں لے لیا اور اُس نے صوبہ داری کا فرمان اور خلعت بادشاہ کی  
خدمت میں بھیج دیا اور خود جلیپور چلا گیا۔ اُسکے تعاقب میں بعض زمینداروں اور مفسد دن نے  
بادشاہی ملک کو تاخت و تاراج کیا۔ راجہ اجیت سنگھ نے نارول کو خوب لوٹا۔ یہاں فوجدار  
بازید خان سے راجہ کا مقابلہ نہ ہو سکا پھر راجہ سے مصمصام الدولہ نے لڑنے کا ارادہ کیا۔ افواج  
مغلیہ نے اُس کے ساتھ اتفاق نہ کیا حیدر علی خان اُسکے ساتھ متفق ہوا اور خیمہ سے باہر نکلا غلوت  
میں مصمصام الدولہ نے بادشاہ سے کہا کہ لڑنا مصلحت نہیں ہے اگر راجہ کو فتح ہوئی تو بادشاہ کی  
کیا ٹھکانا ہے۔ اور اگر راجہ کو شکست ہوئی تو وہ پہاڑوں میں جا چھپیگا تو روپیہ اور لشکر کہاں ہے  
جو اس کا علاج کرے گا۔ پھر قمر الدین خان نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور سید عبداللہ خان  
اور نجم الدین علی خان کی رہائی کی درخواست کی تو وہ نامنظور ہوئی۔ اجیت سنگھ نارول پر  
قبضہ کر کے روڑی میں آیا جو ناہنجان آباد سے پچاس میل پر ہے۔ اس کی روک تھام میں  
سپہ سالار کے نفاق و عدم اتفاق سے اور کام کرنے میں نارضا مند ہونے سے سارے  
عزم اور آزادی بیکار ہو رہی اور آخر کار امیر الامار مصمصام الدولہ شہر سے باہر نکلا اور راجہ کی  
دلجوئی باربار کی۔ راجہ اپنے ارادہ سے باز رہا۔ راجہ جو یہ چاہتا تھا کہ اگر جمیئر سکولیا گیا  
تو وہ گجرات کو چھوڑ دیگا اس کا متوقع وہ کیا گیا۔ نظام الملک اورنگ آباد سے بادشاہ  
پاس آتا تھا۔ اُس کے آنے پر تمام تدابیر اور سرانجام و انتظام ملکی موقوف رہا۔  
تیارخ ہندی رستم علی میں سالن خیم جلوس کے سوانح میں لکھا ہے کہ راجہ اجیت سنگھ کی  
تنبیہ کے لئے شرف الدین خان ارادتمند خان امرار کی جاغت کے ساتھ بھیجا گیا۔ راجہ  
علانیہ بغاوت اختیار کی تھی اور اجمیر و ساہنجر پر قبضہ کر کے وہ نارول میں آیا شرف الدین  
کے ساتھ راجہ جے سنگھ سوانی اور محمد خان بنگش اور گوپال سنگھ راجہ بھد اور تھے ایک لاکھ  
سوار اور دو لاکھ سے زیادہ پیادے ساتھ تھے۔ راجہ اجیت اس خبر کو سن کر جو اس باختہ ہوا

اور مارنول سے بھاگتا اور گدھ بھینے کے قلعہ میں پناہ لی۔ یہاں وہ چند روز ٹھہرا پھر ایک دن پتھر پر سوار ہو کر جوڑھ پھور چلا گیا۔ امر شاہی کی سرفرت و خواست کی اور اپنے بیٹے دھونگل سنگھ کو امر شاہی کے حوالہ کیا کہ وہ بادشاہ پاس لے سکولے جائیں اس اثنا میں اجیت سنگھ کو اُس کے چھوٹے بیٹے بخت سنگھ نے مار ڈالا۔ دھونگل سنگھ نے دہ بار شاہی میں آنکر باپ کی جان نشینی کا خلعت پایا۔ اپنے ملک کو اُس نے مراجعت کی اور وہاں کا حکمران ہوا۔ اُس کے بھائی بخت سنگھ نے قلعہ کا محاصرہ کیا اور یہاں کے راجہ کو بھگاکے آپ خود راجہ بن بیٹھا۔ اس سال میں راجہ جو سنگھ ایک بڑا شاندار نیا شہر انیر اور سنگانیر کے درمیان آباد کیا اور سوائی جے سنگھ کے نام پر جے پور اس کا نام رکھا۔ خانی خان لکھتا ہے کہ راجہ اجیت سنگھ کو نظام الملک کی آمد آمد کی خبر خواب غفلت سے بیدار کیا اور اُس نے پیغام دیا کہ میں صوبہ احمد آباد سے ہاتھ اٹھاتا ہوں اور صوبہ اجیر کے بحال رہنے کی درخواست کرتا ہوں۔

سلاطین نامہ رکا دستور ہو کہ وہ رزم سے فارغ ہو کر بزم کی آرائش کرتے ہیں اور اسکے سوا فرخ سیر کی بیٹی سے بادشاہ کی شادی کا بھی جشن تھا ان دونوں جشنوں کے لئے سب قسم کا اسباب طرب مہر دیا ہوا اور سب جیلوس کے عشرتی ریح الاول میں ان جشنوں کی تیاریاں ہوئیں۔ دستور کے موافق امراء کو خلعت انعام طے عشرتانی ریح الاول میں محمد امین خان جین بہادر نے انتقال کیا عنایت اللہ خان کو وزارت کی نیابت تفویض ہوئی۔ نظام الملک باذہار بلایا گیا تھا۔ وہ بیہوش لاکھ کے عشرتانی میں شاہجہان آباد کے نزدیک آیا اس کی نسبت برہم کا دنا نقون نے بادشاہ سے اکلمات نامہ اسب کے محو بادشاہ نے انکو نہ سنا۔ ۲۲ ریح الآخر ۱۳۳۱ھ کو نظام الملک بادشاہ کی ملازمت سے شرف اندوز ہوا۔ پنجم شہر جادی الثانی ۱۳۳۱ھ کو قلمدان خلعت وزارت اُسکو عنایت نظام الملک ہر چند چاہتا تھا کہ وزارت کا بندوبست اس طرح ہو کہ بادشاہ کی نیک نامی ہو اور خزانہ جمع ہو مگر برہم کار نخل ہوئے اور انہوں نے چند کلمات افترا بادشاہ کے کان میں پھونکے اور وزارت میں دخیل ہوئے خصوصاً بادشاہ کی کوکی کہ ایک زن مجھ آفرین

بزم آرائی

نظام الملک کی وزارت



پرفرن صاحب جو ہر تھی خواجہ خدنگار خان بادشاہ کا مقرب تھا اُسکے ساتھ دہ ہزار اور ہندو  
ہوئی کفایت اور خزانہ جمع کر نیکی لئے وہ آدمیوں سے بہت روپیہ پٹکیش کے نام سے لیتی اور  
ہندو بہت وزارت میں خلل ڈالتی، سادہ لوح بادشاہ کو اور مقرب بھی نظام الملک کی طرف سے  
بھکاتے بہتے معز الدولہ حیدر قلی خان جو میر آتش مستقل تھا چرب زبانی سے مقدمات ملی دلی  
میں داخل ہوتا تھا جب نظام الملک نے حیدر قلی خان کی حرکات پر اشارہ کیا بادشاہ نے اُسکو  
ملاکت سے نصیحت کی تو اپنے صوبہ احمد آباد کو روانہ ہوا اور دہان جا کر اکثر بندہائے بادشاہی کی  
جاگیریں غصب کر لیں اُسکی جب فریاد ہوئی اور اُسکو فحاش کی گئی اُس نے سنا نہیں تو اُسکی جاگیریں  
اطراف شاہجہان آباد میں احمد آباد کی جاگیروں کے عوض میں غصب ہوئیں۔

سید عبداللہ خان نے مسلح ذی الحجہ ۱۱۳۳ھ کو اس جہان فانی سے روضہ جادوئی کو کوچ کیا  
کتے ہیں کہ وہ مسموم ہوا لیکن اس میں عجیب بات یہ ہے کہ نقد آدمیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ  
جس وقت سلطان محمد ابراہیم و سید عبداللہ خان سے مقابلہ کے لئے محمد شاہ سوار ہوا ہو تو  
اُس نے خدا سے عہد کیا تھا کہ فتح اور مستقل سلطنت پانے کی صورت میں کسی سید کو قتل  
و استیصال نہیں کر دے گا خواہ اُس نے کیسی ہی بڑی تقصیر کی ہو اور نظام الملک بھی سید عبداللہ خان  
کی رعایت میں کوشش کرتا تھا اور جب خلا ملا میں ان دو بھائیوں کا ذکر آتا تو سید عبداللہ خان  
فتح سیر کے بارہ میں وہ بے قصور بتاتا اور دعوئیوں کے مقابل میں وہ اصلاح میں کوشش کرتا تھا  
چنانچہ دونوں بھائی جو نمک حرام اور حرام نمک لکھے جاتے تھے اُسکو منع کیا۔ ہرگز یہ نہیں معلوم  
ہوتا کہ وہ مسموم کرنے میں شریک ہوا ہو العلم عند اللہ۔

اگرچہ دونوں بھائیوں نے خصوصاً سید عبداللہ خان نے فتح سیر کے شہید کر نیکی بات میں اور  
رشتہ لینے میں اور اجارہ کی سختی میں اور ادرسلو کون میں ایسے کام کئے کہ جس سے خلق کو  
شکایت ہوئی بنگران سب کاموں کا سبب دیوان رتن چند تھا وہ خلق کی ایذا میں زیادہ  
کوشش کرتا تھا حسین علی خان دکن جانے سے پہلے زر کار سازی کے لینے سے نہایت نفرت

سید عبداللہ خان کی وفات

سید عبداللہ خان و سید حسین علی خان فضائل

رکھتا تھا۔ دکن میں جا کر اسکو محکمہ سنگہ اور پٹیکارون نے بگاڑا لیکن اسپر بھی اس زمانہ میں دونوں  
 بھائی رعیت پروری اور کم آزاری میں کا فدا نام میں متنازع تھے۔ سید حسین علی خان جرنے بھائی سے  
 صاحب کمالون اور ارباب حاجت کے ساتھ زیادہ سلوک کرتا تھا اپنے وقت کا حاکم تھا۔ ہر روز  
 فقرا میں بہت طعام اور غلہ خاتم تقسیم کرتا تھا۔ اُس نے اوزنگ آباد میں رفاہ خلق کے لئے ایک حوض  
 بنایا وہاں کے آدمیوں کو پانی کی کمی کے سبب بہت تکلیف ہوتی تھی۔ وطن بارہ میں سر آدیل اور  
 عمارات عاقبت بچہ تعمیر کرائیں۔ سید عبدالرحمان بھی محل و درباری وسعت خلق میں مشہور تھا۔  
 ملا عبد الغفور بھورہ ملک التجار بندرسورت ایک کرڈکی لاکھ روپیہ چھڑا تھا جسکو فرخ سیر کے  
 نصیبی ضبط کرنا چاہتے تھے مگر سید حسین علی خان نے یہ سب روپیہ عبد الحق پسر ملا عبد الغفور کو دلوا  
 صحیح نسب سید کے لئے یہ ضروری کہ وہ خلق محمدی و سخاوت ہاشمی و شجاعت چندی سے بہتر نام  
 رکھتا ہو۔ ان دونوں میں یہ تینوں صفات تھیں۔ نظام الملک کی واپسی کے بعد اسکے سوا کوئی نہ  
 نہیں واقع ہوا کہ برہان الملک سعادت خان بہادر کو صوبہ اکبر آباد کے علاوہ صوبہ اودھ  
 ہوا۔ اس صوبہ جدید کے انتظام کے واسطے برہان الملک گیا اور اکبر آباد میں اپنا نائب بنالیا  
 مقرر کیا۔ ایک نیا نائب ہاتھی پر سوار جاتا تھا کہ ایک جاٹ نے درخت کی پھلنگ پر بیٹھ کر اسکو  
 تشنگ کا ایسا نشانہ بنایا کہ دنیا میں اسکا نشان نہ رکھا۔ سعادت خان بہادر کا ارادہ تھا کہ انکو  
 انتقام لے کہ صمصام الدولہ نے موقع پا کر راجہ جو سنگہ سوانی کو جو جاٹوں کا پُرانا دشمن تھا انتقام  
 و انتقام کی نظر سے آگرہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ سعادت خان فقط صوبہ اودھ ہی کا صوبہ دار رہ گیا۔  
 سعادت خان ہر چند جاٹوں کی تنبیہ اور تادیب میں ترددات نمایان کرتا تھا مگر تراکم اشجار و شواگرد اور  
 قلب بھان جاٹوں کی ایسی پناہ گاہ تھے کہ انکا استیصال واقعی نہیں ہوتا تھا۔ ایران و توران انکا  
 کے چند امر منیہ اور تو پناہ اور مصباح قلعہ گیری اور دولاکھ روپیہ کا خزانہ راجہ کے ہمراہ کیا گیا۔ راجہ  
 بے سنگہ نے جنگل کو کاٹ کاٹ کر مورچا لون کو بڑھا ناشر دے کیا اور جاٹوں کی گڑھیوں کو گھیرا  
 چوراہن جاٹوں کا بوڑھا راجہ تھا اس کے قلعہ تھون کا محاصرہ کیا اور اس کے بھتیجے بدی سنگہ کو

جاٹوں کے رائے



اپنے ساتھ متفق اور اُس کے استحقاق کے دعوے کی تائید کر کے جاٹوں میں بھوٹ ڈال دی چٹا لڑ  
 جاٹ کے بیٹے حکم سنگھ نے باپ کے کچھ ایسی گستاخی کی کہ وہ باپ بیٹوں کی شان کے لئے شایان نہ تھی  
 اس لڑچور اسن زہر کھا کر مر گیا۔ حکم سنگھ اسکا جانشین ہوا۔ وہ اعمی تھا۔ راجہ جو سنگھ نے اُس کے  
 رفیقوں کو توڑ کر بدی سنگھ کا ساتھی بنا دیا۔ حکم سنگھ بھاگ گیا۔ نیم صفر ۳۵۵ھ میں قلعہ تھون فتح ہوا  
 اور ایک دو اور گڈھیان تسخیر ہوئیں تو افواج بادشاہی کے تسلط سے جاٹ اپنا مقام و ماکہ  
 میں بھاگ گئے اور ادھی رات کو اپنے گھروں میں آگ لگائی اور باروت خانہ کو جھلسا لگایا۔  
 نقد و جنس جو اٹھا سکے اٹھا کر بھاگ گئے تو پین اور غلہ بہت چھوڑ گئے جان سلامت لے گئے  
 بندہ بے بادشاہی کے تصرف میں گڈھیان آئیں خزانہ کی بڑی شہرت تھی اسکا پتہ کہیں نہیں لگا  
 بہت مکان اُسکے لئے کھدوائے گئے اس شرط سے بدی سنگھ راجہ ہوا کہ وہ بادشاہ کو خراج دیا کرے  
 محمد شاہ کی سلطنت میں بھی عجیب غریب اوقات و حادثات وقوع میں آتے رہے  
 چنانچہ کابل میں قوم کا سید مشہد مقدس کا رہنے والا میر محمد حسین آیا۔ اُس نے نعمۃ الملک امیر خان  
 صوبہ دار کابل کے ہاں رسوخ پایا اور اُس کی کسی پشتہ و عورت سے اپنا نکاح کیا جب  
 یہ رشتہ تعلق پیدا ہوا تو کابل سے عالمگیر بادشاہ کے واسطے بہت تحفے تحائف و عطیے  
 وغیرہ لیکر وہ روانہ ہوا۔ لاہور میں پہونچا تھا کہ عالمگیر کے سرے کی خبر اس پاس آئی تو اسنے  
 وہ سب تحفے تحائف ستر اسنی ہزار روپے کو بیچ ڈالے اور اس سرمایہ کو نفل میں دیا یا اور  
 توکل اور فقر کا جامہ پہنا۔ علم سے بے بہرہ نہ تھا وہ چار طالب علموں کو شاگرد بنایا۔ ایک  
 نئی زبان کا رنگ جمایا کہ قدیمی فارسی کے الفاظ تروک جن سے لوگوں کے کان آشنا نہ تھے  
 ان میں مالہ و اشتباع و قواعد غریبہ خرچ کئے اور اُس کو اپنے شاگردوں کو تعلیم کیا اور اسی میں  
 اپنی بات چیت کرنی شروع کی۔ پھر ایک نیا مذہب اختراع کیا کہ پیغمبری اور امامت کے  
 بیچ میں ایک درجہ بیگویت کا گھڑا اور خود بیگوگ ہونے کا دعوے کیا۔ ایک کتاب  
 تالیف کی اس کا نام اجورہ مقدسہ رکھا۔ گویا وہ اُس کی زبان مخرع میں قرآن تھا

یہ عجیب معروف بہ نود واد کا مذہب جدید

جو اسپر خدا نے بھولی بھٹاری کے محل (یہ مقام شاہجہان آباد سے دو میل کے فاصلہ پر ہے) میں نازل کیا تھا یہ پہاڑی اسکے واسطے گویا کوہ طور تھی اسپر جاتا اور کوئی نہ کوئی ڈھکوسلا گھڑلاتا وہ بیان کرتا تھا کہ ہر غیبی الو الغرم کے بعد نو بیگوگ ہوتے ہیں خاتم الانبیاء کے اول بیگوگ حضرت علی مرتضیٰؑ اور آٹھویں حضرت امام رضاؑ تھے نوان بیگوگ میں بیون، امام شہم، کیا امامت و بیگوگیت دونوں ایک ہی شخص کی ذات میں جمع ہوتی تھیں مگر بعد از ان دونوں جدا بیون بیگوگیت نے مجہ میں اور امامت نے حضرت امام محمد تقیؑ میں انتقال کیا اور میں خاتم البیگوگیت بیون پانچ وقت کی نماز کے سوا ہر شام دو پہر کو تین بار دید تفرکین جو یوں پڑھی جائیں کہ مربع کی شکل پر چار صدفیں ایک دوسرے کی طرف منہ کئے ہوئے کھڑی ہوتیں اور زبان نیچا میں کچھ پڑھتے پڑھی جاتی غرض کفر کی باتیں ایسی کرتا جو شخص مرید ہوتا اسکا نام وہ نہایت عجیب غریب کہتا اپنا نام نمود الدنمود و نمود رکھا اور شاگرد کا نام فرمود رکھا۔ غرض وہ اقوال کا دبا اور افعال بالبلکہ کو شائع کرتا رہتا اور دنیا کو اپنے جال میں پھنساتا رہتا یہاں اسکے اعتبار کی نوبت پہنچی کہ خود بادشاہ فرخ سیرچھپ کر اسکی ملاقات کو گیا تو اسکا دماغ ایسا چلا کہ اپنے حجب کا دروازہ نہ کھولا جب بادشاہ بہت گرگڑایا تو اسکو اندر بلایا جب حضرت کو بادشاہ نے نذر پیش کی تو اسپر نظر نہ کی مگر بادشاہ کو اپنا تصنیف کیا ہوا مصحف نذر دیا اور اسکی لکھائی کا شہر و پیہ لے لیا جب حضرت سے بادشاہ نے اپنی نذر قبول کرنے کے لئے بہت کچھ کہا تو فرمایا اچھا غریبوں اور سبکیوں میں اسکو بانٹ دو۔ فرخ سیر کے عہد میں اسکی یہ صورت ہی اب محمد شاہ کا عہد آیا اس کے فرقہ نے اور بھی زور پکڑا۔ محمد امین خان وزیر نے اُس کے استیصال کا ارادہ کیا۔ نمود الدنمود کی گرفتاری کے لئے سپاہیوں کو بھیجا تو حضرت نے سپاہیوں کو یوں پرچایا کہ اپنی ایک پیاری شکل کی بیٹی کے ہاتھ روٹیاں بھیجیں اور سپاہیوں کو کہا کہ فقیر کے گھر کا ناشتا اتنے کرو میں آتا ہوں کہ اتنے میں یہ خبر آئی کہ درتو لہجہ محمد امین خان کا برا حال ہو رہا ہے یہ سنکر سپاہی اُسے چلے گئے جو لوگ تو ہات باطلہ میں گرفتار تھے وہ یہ سمجھ



کہ ان حضرت کی گستاخی سے درو تونج اٹھا۔ یہاں تک اس دہم نے لوگوں کو گھیرا کہ محمد امین خان کے بیٹے قمر الدین خان نے اُس کی بھٹیٹ کے لئے پانچ ہزار روپے بھیجے۔ اب ان حضرت پاس و مہم پر دم یہ خبر آتی ہے کہ وزیر کا دم لبون پر ہو بھلا ایسے وقت میں کیوں نذر قبول لکڑے وہ اپنی بیگمیت میں بہ لگانا جب نذر پیش ہوئی تو فرمایا کہ اُسے لیجاؤ۔ ہم نے اُس کا ذہن جگر تیرا یا مارا ہے کہ کبھی زندہ نہ بچے گا۔ میں مسجد میں شہید ہونے کے لئے آ بیٹھا ہوں میرا باپ بھی مسجد میں شہید ہوا تھا۔ اگرچہ میں خود ایک دفعہ شہید ہو چکا ہوں اب میں دوبارہ شہید نہیں ہوں گا۔ قمر الدین کے آدمیوں نے گڑا گڑا کر عرض کیا کہ کچھ جواب لکھ دیجئے تو یہ لکھ دیا کہ تیرا کمان جستہ و آب از جو رفتہ باز نمی آید۔ اور ایک قرآن کی آیت لکھ دی جس کا حاصل مطلب یہ تھا کہ مومنین کے لئے شفا اور ظالمین کے واسطے خسارت اُترتی ہے۔ یہ لکھ کر کہا کہ لیجاؤ لیکن جب وہاں پہنچو گے تو بیمار کو زندہ نہ دیکھو۔ یہی ہوا کہ آدمیوں کے آنے سے پہلے وہ تیرا جل کا نشانہ ہوا۔ قاعدہ ہے کہ وزیر و ن کے مرگ مفاجات میں نہ ہر کھانے کا گمان ہوا کرتا ہے مگر یہاں ایک اور ہی نہ ہر ہلا سا پٹکلا جس کا کاٹا لوگوں کے نزدیک نہ جیاد و تین برس کے بعد یہ نمود و انمود دنا بود ہوئے پھر کچھ مدت یہ سلسلہ اُن کی اولاد میں جاری رہا مگر ۱۱۹۶ھ میں کوئی اس نسل کا پانی دیوا اور نام لیوان نہ رہا۔

جب حیدر قلی خان کو خبر لگی کہ اطراف شاہجہان آباد میں اُس کی جاگیریں ضبط ہوئیں تو اُس نے بادشاہ کے بعض مقربین سے عرض کیا کہ جاگیروں کے ضبط ہونے کی صورت میں مجھ سے نوکری کی توقع نہ رکھیں حیدر قلی خان پر ناشرین بہت سی ہوئیں اور اُسکی نافرمانی حد سے گزری تو وہ احمد آباد کی صوبہ داری سے بدلا گیا اور غازی الدین خان بہادر خلیفہ نظام الملک بہادر فتح جنگ اُس کی جگہ مقرر ہوا۔ یہ صوبہ داری دکن کی صوبہ داری کا ضمیمہ جاثون کی ہم کے ان فراغ کے بعد دوم ماہ صفر ۱۱۹۵ھ جلوس کو احمد آباد کے بندوبست کے لئے احمد آباد کو نظام الملک روانہ ہوا اور اُس کو یہ خدمت بھی سپرد ہوئی کہ اگر حیدر قلی خان

حیدر قلی خان

اطاعت نہ کرے تو اُس کی تادیب کرے جب وہ اکبر آباد میں آیا تو حیدر قلی خان کی سالوسی اور چالووسی کے خطوط معذرت آمیز نظام الملک پاس آئے جب نظام الملک مالوہ میں آیا تو خطوط سے معلوم ہوا کہ حیدر قلی خان کو جنون ہو گیا۔ ایک اور روایت یہ ہے کہ نظام الملک کی خیمہ سرائی کہ وہ احمد آباد میں آیا ہے اور عوض خان بہادر افواج دکن کے ساتھ اور باجے راؤ وغیرہ مرہٹے راجہ ساہو کے اس سے مل گئے ہیں اور احمد آباد کے ہمراہی اُس کے مطیع ہو گئے ہیں تو اس کے تمارض کیا اور اپنی مایخو لیا کی شہرت دی۔ بادشاہ پاس بیٹے کے ہاتھ عہدداشت بھیجی کہ میں بادشاہ پاس آئے کو مجبور ہوں اور اُس کے بعد خود روانہ ہوا جب نظام الملک بھالوہ میں خیمہ معلوم ہوئی تو اُس نے اپنے عم حامد خان بہادر کو احمد آباد میں اپنا نائب مقرر کیا اور خود اوائل جاوی الاخر سیر ۱۱۳۵ھ میں دارالخلافہ کی طرف مراجعت کی۔ بادشاہ کے حضور میں پہنچ کر اُس نے ذرا سے خیر اندیش کا طریقہ اختیار کیا۔ امور ملکی کا بندوبست خزانہ کی گرد آوری اطراف کے فساد کے دفعیہ میں ازراہ فدویت و انظار کفایت سعی کی مگر حضور کے برہم کاروں کے حسد و عناد سے جیسا کہ چاہئے تھا کہ امور ملکی کا بندوبست و کار وزارت ہونے ہوا۔ ارکان سلطنت جو اس وقت بڑے بڑے کاموں پر مامور تھے یہ تھے جمہام الدولہ امیر الامرا بن بخشی اول اعتماد الدولہ معز الدین خان بخشی دوم روشن الدولہ بخشی سوم سید صلابت بخشی چہارم عزت الدولہ شیر افکن خان اور لطف اللہ خان صادق صدر الصدور بادشاہ کے مزاج پر روشن الدولہ بڑا جاوی تھا۔ عمدۃ الملک نواب میر خان ایک قدیم الخدمت اور غاندانی امیر زادہ تھا۔ دلیرانہ ہمت اور مردانہ دماغ رکھتا تھا اس کی نظافت اور لطیفہ سنجمان ایسی تھیں کہ سانسے دربار کو آفات اور مصائب میں بھی ہنسی کے ماراٹا دیتا تھا شاہ صاحب محمد درویش کی صاحبزادی رحیم النساء بادشاہ کی کوکی تھی۔ بادشاہ سے اسکو وہ تقرب حاصل تھا کہ بادشاہ کا قلمدان اُس کے سپرد تھا اور وہ صاحب دستخط تھی محل کے اندر عنائن پر احکام اسی کے جاری ہوتے تھے بغرض بادشاہی اختیارات کی



کل کو کئی بی کو کی کے ہاتھ میں تھی۔

نظام الملک بہادر کے دکن جانے کی روایتیں مختلف بیان کی جاتی ہیں مگر خانی خان جو ثقہ معتبر آدمیوں سے روایت نسبی ہے وہ یہ ہے کہ ان ہی ایام میں ایران کے فساد کی خبر ملی کہ سلطان حسین شاہ فرما کر وائے ایران پر محمود خان شاہ افغانستان غالب آیا۔ اصفہان پر سرحد شیراز تک بغض ہوا اور اہل اصفہان پر بڑی خرابی لایا سلطان حسین کو مقید کیا شاہزادہ طہاسب مع برادر دلیسران سلطان حسین قلعہ اصفہان سے باہر اس ارادہ سے گیا کہ لشکر فرہم کر کر محمد شاہ پاس پیہم یہ خبریں آتی تھیں۔ ایک دن نظام الملک نے خیر خواہی کے اظہار کے لئے عرض کیا کہ اول اجارہ محال خالصہ جس سے ملک کی خرابی و دیرانی ہوتی ہے برطرف ہونی چاہئے دوم رشوت جس کا نام میکیش رکھا گیا ہو جاری ہو رہی ہے وہ بادشاہوں کے دابے بعید اور رائے سلیم کے خلاف ہو موقوف کی جائے سوم عالمگیر بادشاہ کے عہد کے موافق جزیہ جاری ہونا چاہئے چہارم شیر شاہ نے ہمایوں سے ہندوستان چھین لیا تھا اور ہمایوں شاہ ایران پاس گیا تھا تو شاہ ایران نے اس کی کمک غد شکار سی دھماں پرستی واقعی کی تھی اگر اس وقت افغانوں کی اذیت کے دفع کے لئے فرما کر وائے ایران کی کمک کی جائے تو تاریخ میں خاندان تیموری کی نیکنامی یادگار روزگار ہوگی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہمارے پاس ایسا آدمی کو نہا ہو جیسی ہم پر مامور کیا جائے فتح جنگ نے عرض کیا کہ حضور بندہ ہمارے کار طلب میں سے جس کسی کو مامور فرمائینگے حکم کی اطاعت بجا لایگا۔ اگر خاندان کو اس مہم کے لئے حکم ہوگا تو دل و جان سے کوشش کریگا۔ اور اسی طرح بادشاہ کی خدمت میں خیر اندیشی و خیر خواہی کی باتیں عرض کیں۔ اس مصلحت کے واسطے بادشاہ نے مشورہ اور امرائے حضور سے کیا۔ انہوں نے نظام الملک کی طرف ایسی باتیں بادشاہ سے عرض کیں کہ نظام الملک سے بادشاہ بدگمان ہو گیا۔ اس سبب سے کہ وہ یہ سلطنت کے موافق عیایات و آداب اطاعت بادشاہ کو نہیں رہی تھیں نظام الملک آداب بادشاہی کے نسق کے لئے از سر نو اجلے حکم چاہتا تھا

اور یہ بات مقریون کے دلون میں کانٹون کی طرح چھتی تھی اس لئے نظام الملک کے مرکز خاطر جو تھا وہ اصلاً بادشاہ کے خاطر نشان نہ ہوتا تھا۔ نا تجربہ کار بادشاہ کو نظام الملک بہادر کے حق میں فاسد فکرون نے ایسا بہکایا کہ نظام الملک نے عاقبت اندیشی اور اپنی آبرو کے لحاظ سے اپنی نیک صلاح و مصلحت اس میں دیکھی کہ ادا خواہ ربیع الاول ۱۱۳۷ء میں شکار کے نام سے چند روز کی رخصت لی اور دار الخلافہ سے نکل کر آدب و ہوا کی تبدیل کا بہانہ بنا کے گنگا کے کنارے پریم چالیس کو سرپشا، جہان آباد سے شکار کھیلتا ہوا پہونچا۔ اس اثنائ میں خبر آئی کہ ضلع صوبہ احمد آباد اور مالوہ میں مریٹوں اور مفسدون نے فساد اٹھا رکھا ہے صوبہ اول تو اس سپہ سالار سے اور صوبہ دوم اُس کے بڑے بیٹے غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ سے تعلق رکھتا تھا اس لئے نظام الملک نے بادشاہ کی حضور میں عرضداشت بھیجی کہ ان دونوں صوبوں کے انتظام کے لئے جانے کی رخصت دی جائے۔ دریائے گنگا کے کنارے پر سورن ایک مشہور شکار گاہ جو دہان سے مفسدون کی تنبیہ کے لئے وکن روانہ ہوا ابھی اچن پہونچا نہ تھا کہ مرہٹے اُس کی آمد آمد کی خبر سن کر عبرت پذیر ہوئے اور آدب زبدا سے پار وکن میں چلے گئے۔ مفسدون نے بھی اپنی لوٹ مار کم کی نظام الملک نے اچن کی نزدیکی تک تعاقب کیا جب اُس نے سن لیا کہ مریٹوں نے دریائے زبدا سے عبور کیا تو اُس نے معاذ کی پرگنہ سمور میں آیا جو مالوہ کے مضاف میں بلدہ سروجنج سے قریب ہے وہ چاہتا تھا کہ صوبہ مالوہ کا بندوبست کر کے بادشاہ پاس جائے۔

دو سال ہوئے کہ عالم علی خان کی جنگ کے بعد مبارز الملک نظام الملک پاس آیا تھا اور عقیدت اور اخلاص کو ظاہر کیا تھا۔ نظام الملک بہادر نے اُس کے چار ہزاری منصب پر دو ہزاری کے اضافہ کی اور عماد الملک مبارز خان بہادر ہزرجنگ کے خطاب کی تجویز کر کے بادشاہ سے منظوری منگائی تھی۔ ماہی مراتب و پالکی جھاردار خود تواضع کی اور اُس کے بیٹوں اور رفیقوں کے لئے بڑے بڑے اضافے اور خطاب تجویز کئے اور

بازر خان اور نظام الملک بہادر کی اڑائی



خود رعایت کر کے سابق کی جاگیر اور خدمات پر اضافہ کیا۔ عدا و الملک مبارز خان نے فتح جنگ سے  
 عہد و قرار کیا کہ جب تک بادشاہ آپ کی قدر دانی کرے گا تو میں بادشاہ کا نوکر رہوں گا اور اگر  
 یہ نہ ہوگا تو مجھے آپ اپنے مطیع رفیقوں میں سے جانیں۔ اب دکن کی طرف سے خبر آئی کہ  
 مبارز خان ناظم صوبہ حیدرآباد اس ارادہ سے حیدرآباد سے اورنگ آباد کی طرف چلا،  
 کہ کل دکن کی صوبہ داری اُس کے نام پر مقرر ہوئی اور بیجا پور کے صاحب فوج افغانوں  
 عبدالغنی خان و ولیر خان و بہادر خان اور نواح کے عمدہ فوجداروں کو ملک کے لئے  
 طلب کیا ہے۔ عضد الدولہ عوض خان بہادر منور جنگ جس سے کہ نظام الملک بہادر کی  
 عمدہ منسوب تھی اور نظام الملک کی طرف سے دکن کی نیابت صوبہ داری پر مقرر تھا اسکو  
 لکھا کہ میں آتا ہوں آپ اورنگ آباد کو خالی کیجئے اور ایسے ہی اورنگ آباد کے اور منصب داروں کو  
 نوشتجات استمالت امینر پہنچئے اور حضور کے نوشتجات سے ظاہر ہوا کہ باوصف  
 اس کے کہ غازی الدین خان بہادر فیروز جنگ اس سپہ سالار کا بیٹا بطریق نیابت وزارت کا  
 کام کرتا تھا اُس کو بدل دیا اور اعتماد الدولہ قمر الدین خان بہادر کو وزیر مقرر کیا۔ اور  
 کو کی مرتشیہ کا استقلال اور زیادہ کیا۔ اس لئے بعض اور وجوہ کے سبب نظام الملک  
 مالوہ سے دکن کی سمت چلا گیا اور اواخر ماہ رمضان میں اورنگ آباد میں آگیا مگر خطوط  
 مصلح امینر عدا الملک کو لکھے جن کے جواب میں لکھا آیا کہ مبارز الملک نے اپنے ارادہ کو  
 فتح کیا نظام الملک باوصف اس کے کہ سر ایاہلم و تمکین تھا اور مکر اس نے نصیحت امینر  
 نوشتجات بھیجے اور موافق سابق کے حقوق یا دلائے اور اورنگ آباد میں دو مہینے تک  
 دفع الوقت کرتا رہا۔ مگر مبارز خان کی موت اُس کو دامن کشان اورنگ آباد کی طرف  
 لاتی تھی اور اس پاس بہادر خان برادر داؤد خان پٹی کی۔ اور اور سرداروں کی  
 بہت سی جمعیتیں جمع ہو گئی تھیں اور بے شمار پیادے اکٹھے ہو گئے تھے اور وزیروز  
 اُس کی جمعیت بڑھتی جاتی تھی اور اس بات سے مرہٹوں کا فساد بڑھتا جاتا تھا

اور ملک میں خرابی پھیلتی جاتی تھی اس واسطے ذیقعدہ میں نظام الملک بہادر اورنگ آباد  
 چلکر تالاب جو نت نگر کے کنارہ پر آیا جو بلدہ سے نزدیک تھا۔ اور نامہ ہائے نصیحت آمیز  
 بمقتضائے صلح خیر لکھے کہ مسلمان کی خوزیری دفع شر کے لئے حجت تمام ہو مگر ہماز الملک  
 دکن کی صوبہ داری کا ست ایسا پڑھا ہوا تھا کہ اُس نے کچھ سنا کبھی اُس نے یہ ارادہ کیا  
 کہ ایلیار کے نظام الملک بہادر کی فوج کے مقابل اُسے کبھی اپنے مشیروں سے مصالحت کرنا  
 کہ نظام الملک کے لشکر کے دائیں بائیں طرف سے ہو کر دوسرے رستہ سے اورنگ آباد میں  
 ایلیار کے جائے اور اُسکو تخیر کر کے اپنے تصرف میں لائے چنانچہ اسی قصد سے نظام الملک  
 کی فوج کے سامنے سے منحرف ہو کر دریائے پونا سے گذرا اور سوار اور پیادوں کی ایک  
 جماعت کو اپنے ایک میشر مشیر کے ہمراہ نالہ طلب کے کنارہ پر بھیجا کہ وہ نظام الملک بہادر کی  
 فوج کو روکے۔ اس نالہ پر فریقین کی سپاہ متعینہ میں جنگ ہوئی۔ مہاند خان کی فوج کے  
 بہت آدمی مع سرداروں کے قید ہوئے اور نظام الملک کی فوج نے فتح و نصرت کے  
 مراجعت کی۔ پھر ۲۳ محرم ۱۰۳۶ھ کو اورنگ آباد سے چالیس کوسن پرے قصبہ شکر کھنہ پر  
 مقابلہ کا اتفاق ہوا نظام الملک اور عماد الملک نے اپنی اپنی فوج بندی کی دونوں فوجیں  
 مقابل ہوئیں۔ نظام الملک نے تیز جھک میں سبقت اس لئے نہیں کی کہ مسلمانوں کی خوزیری پر  
 پیش قدمی اس سے ظہور میں نہ آئے مگر مبارز خان نے پیش قدمی کی۔ دونوں طرف سے بہادر وں اور  
 دلاور وں نے زرنگاہ میں قدم رکھا ۱۲ محرم ۱۰۳۶ھ کو ایسی لڑائی ہوئی کہ کمتر دیکھنے اور سننے پر  
 آئی تیس چالیس کے قریب فیل سوار نامی سردار وں نے جان آفرین کو جان سپرد کی مبارز خان کے  
 دو بیٹے اسعد خان و سعود خان کشتہ ہوئے اور دو بیٹے محمد خان و حامد خان زخمی ہو کر دستگیر  
 مبارز خان کے ہاتھی کا فیل بان زخمی ہو کر ہاتھی پر سے گر پڑا تھا مبارز خان اپنے خون سے بھرا ہوا  
 کفن کی صورت پہنکر فیلبانی کرتا تھا آخر کوز خیمائے کاری نے اُس کا کام بھی تمام کیا نظام الملک  
 بہادر کی فوج میں فتح کے شادیاں بکے مبارز خان کے لشکر میں تین ہزار آدمی مقتول ہوئے



نظام الملک نے جو مبارز خان کی سپاہ کے قیدی رخمی تھے خاص کر اُس کے دو بیٹوں کے احوال کی بڑی خبر گیری کی اور اُن کا علاج کرایا و داغدادی مردوں کی تجویز و تکفین اچھی طرح کی مبارز خان کے بیٹوں اور امیروں کے جو جو اہر و اقمشہ ضبط ہوئے تھے وہ پھر اُن کو دیدیئے۔

بعد فتح کے اورنگ آباد میں نظام الملک گیا اس ضمن میں حیدر آباد کے سوانح نگار کے نوشتے پڑے اور پئے آئے کہ خواجہ احمد خان سپہ مبارز خان جس کو حیدر آباد میں باپ کی نیابت مقرر ہوئی تھی وہ محمد نگر کے قلعہ میں گیا جو حیدر آباد کے قریب ہی اُس پر تصرف ہوا اور اپنی مال متاع قلعہ میں لے گیا اور قلعہ کا بندوبست کیا نظام الملک اورنگ آباد میں ٹھہر کر حیدر آباد گیا اور اس ضلع کا بندوبست کیا خواجہ احمد خان نظام الملک کی طرف سے بیجا دوسو سے دو سو کم رکھتا تھا قلعہ کی پشت گرمی اور خزانہ کے موجود ہونے سے اور اس شہرت سے کہ بادشاہ کی طرف سے اُس کو صوبہ دارمی اور قلعہ داری کا فرمان پہونچتا ہی تمام صوبہ مالوہ میں فساد و شورش کا مادہ فساد ہوا ایک سال تک اطراف کے عمال و قلعہ داروں و زمینداروں کو لکھتا رہا کہ وہ دخل نہ دیں اور جا بجا قلعہ داروں اور زمینداروں کی مدد کے لئے فوجیں مقرر کیں اور بعض مفسدوں کو جنگجو مدتوں سے مبارز خان نے قلعہ میں مقید کر رکھا تھا اُن کو چھوڑ دیا کہ مادہ فساد کو بڑھائیں اُس نے اپنے محالات میں جا کر تمام صوبہ میں اس مرتبہ پر شورش برپا کی کہ عاملوں کا عمل کی سخت اٹھ گیا اور تحصیل بند ہو گئی اور مسافروں کی آمد و شد جاری نہ رہی بعض محالات میں مفسدوں نے عاملوں پر حملہ کر کے ایک ہنگامہ برپا کیا چنانچہ اس فساد میں کاظم علی خان فوجدار نواح بھونگر ایک جماعت کے ساتھ مارا گیا لیکن آخر کو نظام الملک نے طرح طرح کی مہربانی و لطف احسان اضافہ ہائے نمایاں اور خطاب ہائے مورد ثنی کے عطا کرنے سے خواجہ احمد خان کو شہامت نہایت لگا خطاب اور خواجہ محمود خان کو مبارز خان کا خطاب دینے سے اور سیر حاصل جاگیروں کے غایت کرنے سے اور تمام مبارز خان کے وابستوں پر نوازش کرنے سے ایسا خواجہ احمد کو ممنون کیا کہ اُس نے قلعہ کی کجخیان و بدین نظام الملک قلعہ میں گیا اپنی طرف قلعہ دار کو

مع لشکر مقرر کیا اور مفسدوں کی تنبیہ میں واقعی مصروف ہوا ان ہی دنوں میں کہ صوبہ حیدرآباد کے ملک کے انتظام میں نظام الملک شغف رکھتا تھا انوار الدین خان بہادر شاہجہان آباد سے اس پاس آیا اُس نے اس پر بہت مہربانی کی حیدرآباد کی صوبہ داری کی خدمت پر مقرر کیا اُس نے حیدرآباد کے بد بختوں کی اور ضلع سکاگل وغیرہ سرکاروں کے متمدنوں کی تنبیہ تاکہ بوجہ احسن قرار واقعی اسی طرح کہ اس کا نئے بھرے ملک میں انتظام اور کمال امانیت ہو گئی اور منافع کلی کو جو کبھی ابتداً تسخیر ملک سے عالمگیر اور بہادر شاہ کے عہدوں میں خزانے میں نہیں داخل ہوا تھا وہ داخل کیا۔ غرض اگر نظام الملک کا سارا انتظام بالتفصیل لکھا جاوے تو اخقار کا سرسرتہ ہاتھ سے جاتا ہی نظام الملک فتح جنگ بہادر ہمیشہ فدویت میں مصروف رہتا اور کوئی حرکت بھی اصلاح وقت سے بغیر اسے ظہور میں نہ آتی اور فی الحقیقت وہ کوئی کام سوا اسکے نہیں کرتا جس سے خاندان تیموریہ کی سلطنت جو ہاتھ سے جا چکی تھی رونق تازہ ہوتی اور سرسونا فرامی نہیں کرتا محمد شاہ بادشاہ نے بقا کا وقت فیل اور جو اہل ہتھیار اور آصف جاہی کا خطاب یا وہ ملک کے مذہبست اور مفسدوں کی تنبیہ اور سرکشوں کی تادیب اور زیر دستوں کی غمخواری حال میں مشغول ہوا جو سابق عملداری میں مرہٹوں اور دشمنوں کا فساد تھا اس میں تخفیف ہوئی اگرچہ محض ہر مبارز خانہ داری کی قرارداد کے موافق نہیں دیتا تھا اور مرہٹوں کی تنبیہ و تادیب میں نمایاں تردد کرتا تھا لیکن جس جاغیم کے منصوبہ بولپاتے تھے چٹوسے زیادہ جو کچھ لے سکتے تھے لے لیتو تھے اور اکثر اہل مخوف تھیں جب نظام الملک بیان احمد آباد کا صوبہ دار مقرر ہوا اور حیدرقلی خان بہادر بادشاہ پاس آیا تو اُس نے وہ بھائیوں شجاعت خان و ابراہیم خان کو جو اُس کے پیش اور پیچھے تھے احمد آباد میں اور اُن کے تیسرے بھائی رستم علی خان کو بندر سورت میں اپنا نائب مقرر کیا نظام الملک نے اپنے عمومی حامد خان کو اپنا نائب مقرر کیا شجاعت علی خان اپنے بھائی ابراہیم علی خان کو شہر میں چھوڑ کر خود پرگنہ کے بندوبست کے واسطے گیا تھا

محمد شاہ کا ذکر



جب اُس نے حامد خان کی آمد کی خبر سنی تو اُس نے چاہا کہ شہر میں پہنچ کر دروازے بند کر کے حامد خان کو نہ آنے دوں یا امان کا قول لیکر اطاعت کروں اس باب میں مختلف قوال ہیں مرہٹوں سے ان تینوں بھائیوں کا فساد رہتا تھا جنگ اور فوج کشی ہوتی تھی اور عمال چوتھ نہیں دیتے تھے صفدر علی خان بانی حیدر قلی خان کی سختی کا سوختہ تھا وہ آٹھ سات ہزار سواروں کے ساتھ دہلی کے حامد خان سے جا ملا اور اُس نے ان بھائیوں کے خلاف اچھے ہونے کا حامد خان کے خاطر نشان کیا اتفاق سے شہر میں شجاعت خان اور حامد خان ایک ہی دقت میں داخل ہوئے شجاعت خان اپنا ہاتھی حامد خان کے ہاتھی کے برابر لایا دونوں طرف سے قتال و جدال شروع ہوا شجاعت خان کشتہ ہوا ابراہیم قلی خان اپنے گھرمین جا کر چھپا صفدر خان بانی کہ حیدر قلی خان کے سبب سے اس خاندان کا دل سے سخت دشمن تھا بحسب ظاہر میا بخی ہوا طرفین کو سمجھایا اور بان دھری ہوا اس صوبہ میں بان دھری اس شخص کو کہتے ہیں کہ مقدمات و معاملات مالی میں صاحب مطلب مغضوب کو حاکم پاس لیجا کر ہاتھ پکڑ کر ملازمت کے لئے لاتا ہے اور اُسکی بدقولی کا کفیل ہوتا ہے۔

ابراہیم قلی خان نے اس بان دھری پر اعتماد کیا اور ایک جامعہ دار کی معرفت حامد خان سے ملاقات کی اُس نے اُسپر بہت مہربانی کی اور اُسکی تسلی میں کوشش کی خلعت و جلیہ دیکر رخصت کیا ایک ہفتہ کے بعد صفدر علی خان کے اغوار سے اور برہم کاروں کی رہنمائی سے چاند خان اپنے قول سے پھر گیا اور اُس نے یہ مصلحت جانا کہ ابراہیم قلی خان کو طلب کر کے مقید کرے بلکہ اُسکی حیات کے شجر کو قطع کرے کہتے ہیں کہ مصرع

نہان کے ماند آنے کے سازندہ محفلما + گوش بگوش سرگوشی سے یہ خبر اس جامعہ دار کو ہوئی جس کی وساطت سے حامد خان سے ابراہیم قلی خان کی ملاقات ہوئی اُس نے حقیقت حال پر ابراہیم قلی خان کو مطلع کیا اور کہا کہ اگر ہو سکے تو تو نکل میں تیرا رفیق ہوں محفوظ جگہ تجھے پہنچا دوں گا مگر اُس نے فرار کے عار کو قبول نہیں کیا حامد خان کے

سزا دل اُسکو تیس یا چالیس رفیقوں کے ساتھ جو اس بکسی کی حالت میں اُس کے ہمراہ تھے لے گئے دروازہ پر چوہداروں نے اُس سے ہتھیار مانگے اُن میں سے دو چار کو مار کر وہ حویلی میں گیا۔ وہاں حامد خان ڈر کر دیوانخانہ سے کہیں چلا گیا۔ غرض زد و کشت کے بعد ابراہیم قلی خان اور اُس کے ہمراہی کشتہ وزخمی ہو کر حامد خان نے ابراہیم کا سر کاٹ کر اُسکی لاش کے ٹکڑے دروازے پر لٹکا دیئے۔

جب رستم علی خان نائب سورت کو اپنے دو بھائیوں کے اس طرح کشتہ ہونے کی خبر پہنچی تو اُس کے رگ پے میں خون جوش کرنے لگا اور اُس نے دونوں بھائیوں کے خون کے انتقام کے لئے یہ کیا پیلو جی مرہٹوں کا سردار ایک سال سے دس گیارہ ہزار سواروں کے ساتھ نواح بندر سورت سے چوتھ و صول کرنے کے لئے اطراف میں فساد و تاخت و تاراج کر رہا تھا اور رستم علی خان سے مکر مقابلہ و مقابلہ ہوا تھا۔ پیلو جی واقعی دخل نہ پاتا تھا اس حال میں بقیہ حصائے وقت رستم علی خان نے پیلو جی وغیرہ سے مہربانی آمیز وعدہ کیا اور اُسے صلح کر کے اپنے ساتھ رفیق بنایا۔ پیلو جی نے بھی قابوئے وقت کو ہاتھ سے نہ دیا مگر ہمیشہ طرف مغلوب کے پالنے کو اپنی خوش طالعی جانتے تھے اور خوب اُنکے اس طرح پو بارے ہوتے تھے اُس نے اپنی فوج کے ساتھ اُسکی رفاقت کی حامد خان نے رستم علی خان کی یہ فوج حرکت سن کر فوج کو مرتب اور تو پچانہ کو آراستہ کیا اور مرہٹوں کے سردار کنتھ کو بارہ ہزار سواروں کے ساتھ اپنا لشکر یک کیا دیکھ کر اُنکے کنارہ پر پہونچ کر ایک سخت لڑائی ہوئی طرفین کے لشکروں میں سے جمع کثیر کشتہ وزخمی ہوئی اور اُس روز حامد خان کو شکست عظیم پہونچی اور اُسکے خیمہ خزاہ تاراج ہوئے وہ میدان جنگ سے دریا کی طرف بھاگا رستم علی نے فتح کے شادیائے بجائے اور جگہ سے ایک دو کردہ پر خیمہ نہ ہوا۔ دوسرے روز حامد خان اپنی فوج کو اور بعض کے قول کے موافق پیلو جی کو جو رستم علی خان کی سرکشی کا ذخیرہ تھا اپنی طرف لطفاً امیر سپہام بھیج کر مائل کیا اور جنگ کا نفاذ از سر نو بجایا اور معرکہ جنگ میں قدم رکھا اور اس طرف رستم علی خان بھی جبر کے قدیم الحذمت نوکر کا زار دیدہ کشتہ وزخمی ہو گئے تھے مقابلہ میں شغول ہوا۔ اس حالت میں



پیلو جی نے رستم علی خان کی بہیر پخت کی بعد زور و خور کے رستم علی خان کو شکست فاشتر ہوئی اور وہ کشتہ ہوا اس فساد میں چند روز کے لئے دونوں طرف سے مرہٹوں کی خوب بنی آئی چٹری اور دود۔ دونوں طرف سے خوب لوٹ ہاتھ بائی اور دونوں کو لوٹ لیا اور جو کچھ اور لوٹ سکے اسکو لوٹ لیا پر گنہ بزدل اور دریا مٹی کے نواح میں وہ لوٹ چائی کہ معاذ اللہ جب محمد شاہ بادشاہ کو یہ خبریں پہونچیں تو اُس نے سر بلند خان کو احمد آباد کا صوبہ مقرر کر کے بھیجا نظام الملک بہادر نے خاندان کو اپنے پاس بلا لیا۔ باوجودیکہ سر بلند خان پاس سات آٹھ ہزار سوار تھے جن میں اکثر رزم دیدہ آدمی تھے اور توپ خانہ عظیم ہمرا تھا مگر مرہٹوں کی فوج پر گنات میں ایسی پھیلی ہوئی تھی کہ وہ ملک کا بندوبست اور غنیم کی تنبیہ نہیں کر سکا اور مرہٹوں کا تسلط روز بروز زیادہ ہوتا گیا غلہ کا نرخ گراں ہو گیا سر بلند خان شہر میں بطریق محصورین کے بیٹھ گیا۔ اس نے مظلوموں پر جو تعدی ہوتی تھی اُس سے چشم پوشی کی اور مرہٹوں کے پاس تیس ہزار سوار جمع تھے نہ اُن کی تنبیہ کر سکا نہ اُن کو پکار کر سکا شہر کے دروازوں تک کثیر پر گنات کو مرہٹے تاخت و تاراج کرتے تھے بہت بیو پار یوں اور اہل حرفہ اور موالیہ ثلاثہ کے کاسبوں نے جلا وطنی اختیار کی اور اطراف میں چلے گئے ملک تالاج ہوا سپاہ ضروری وغیر ضروری نوکر تھی وہ مرہٹوں کو دفع نہیں کر سکتی تھی سپاہ کے جامعہ دارون نے سپاہ کی تنخواہ کو طلب کیا اسکے واسطے پر خاش شرمع کی تو آخر کو تسلی اور سپاہ کے رفع فساد کے لئے یہ مقرر ہوا کہ جامعہ دارون کو تنخواہ کی چٹھی جس صرف و بیو پاری کے نام وہ چاہتے لکھ کر دی جاتی تھی اور وہ جا کر بیو پاری اور تجار کو پکڑ کر مقید کرتے اور شکنجہ عذاب میں کھینچ کر اپنا روپیہ تحصیل کرتے۔ پر گنہ بزرگ بہت آباد قصبہ تھا وہ بالکل ویران ہو گیا اس میں تجار اور قوم ناگیر کے نامور جولا کھوں روپیہ کی داد و ستد کرتے تھے آباد تھے اور یہاں ہندوستان کے تمام معموروں کی طرح طرح کے مال اور نقد جمع اور موالیہ نہ گانہ کی کا نون سے بھرا ہوا تھا۔ اقسام مال و زر نقد یہاں کے

سر بلند خان کا احمد آباد کا صوبہ ہونا

رہنے والوں کے صوبہ دار غارت سے نہیں بچا سکتے تھے جب محمد شاہ سے یہ عرض ہوا تو اس نے سر بلند خان کو صوبہ داری سے بدل کر راجہ ڈونگر سنگھ کو اسکی جگہ مقرر کیا جب یہاں آیا تو سر بلند خان نے اسکو دخل دیا جنگ پر خاش کرنی چاہتا تھا مگر نہ کر سکا تو پھر ایسا کہیں بھاگ کر چلا گیا کہ چند دن تک اسکا پتہ نہ معلوم ہوا وہ بادشاہ پاس گیا اس نے وہ مغضوب ہوا اور مدت تک بادشاہ نے اسکو ملازمت سے محروم رہا حاصل یہ کہ ہندوستان میں یہ صوبہ جو سیرا اصلی میں ہندو کے سات صوبوں کی ناک تھا اس میں میوے اکثریت سے ہوتے تھے اکثر جوبات و بقولات و اقسام اقمشہ ایسے بیش بہا ہوتے تھے کہ ربح مسکون کے تجار کے واسطے اور سلاطین ہفت قلم کے تحفے بھیجنے کے لئے ہندوستان کی آبرو بڑھاتا تھا استقدر ویران ہوا کہ تجار اور زیادہ راجہ راجہ جلا وطن ہوئے اور خانانہ و روٹی کو ترک کیا اطراف میں جا کر پراگندہ ہو گئے مگر پھر فضل احمد سے مظلوموں کی فریاد سنی کے لئے نظام الملک بہادر فتح جنگ آصف جاہ اس ملک پر اپنا سایہ ڈالا اور اس صوبہ کی آبادی اور کمال ہونے کا سبب ہوا۔

والگنڈیر اور نوچڑ اور پرگنات کو ال اور سرکارا بلکنڈل وغیرہ میں مفسد جو اکثر پرگنات میں سرکشی کرتے تھے اور کوہ نشین متمرد سب ٹھوڑی مدت میں بہادران اسلام کے مطیع ہوئے اور اکثر جگہ ظلم میں کمی ہوئی سابق کے صوبہ داروں کے عہد میں ہمیشہ راہوں میں مرہٹے تاخت و تاراج کرتے تھے اور راہزن فتور و فساد مچاتے تھے اور مفسد زمیندار مسافروں کا چلنا مشکل کرتے تھے اب اسکے بخلاف ان راہوں میں امن اس امان کے ساتھ آمد و رفت جاری ہو گئی مرہٹے جاگیرداروں پر اپنے طرح طرح کے ظلم کر کے چوٹھ لیتے تھے اور سوائے اسکے دس روپیہ سیکڑہ بنام سر دیس بھی زمینداروں اور رعایا سے تحصیل کرتے تھے اور کمائش دار ہر ہفتہ اور عینہ میں بدلتے تھے اور رعایا کے حوصلہ سے زیادہ فرمائشیں کرتے تھے اور جاگیرداروں کے عمال کو جبراً ذلیل کرتے تھے اور تصدیع دیتے تھے اب آصف خان نے یہ مقرر کیا کہ چوٹھ کے عوض صوبہ حیدرآباد سے نقد خزانہ سے روپیہ مرہٹوں کو دیتا اور دس روپیہ سیکڑہ بابت سر دیس بھی کے جو رعایا سے لیا جاتا تھا

حیدر آباد میں آصف جاہ کے بندہ بہت کا بیان



وہ معاف کیا اس طرح چوتھ کے گمانش داروں اور سر دیس مکھی اور راہداری کے گماشتوں سے نجات ہوئی جن سے مسافروں اور آئے جانے والوں اور بیویوں کو بڑی اذیت ہوتی تھی۔ جب بادشاہ نے آصف جاہ کو بدل کر قمر الدین خان بہادر کو خلعت و قلمدان وزارت عطا کیا تو آصف جاہ کو وکالت کا فرمان عنایت آمیز مع خلعت و قلم و جاہر بھیجا۔

اگرچہ آصف جاہ اپنے بادشاہ سے دور دراز حیدر آباد میں آزادانہ حکومت کرنے لگا اور اُس کے قابو سے نکل گیا مگر ہمسایہ کے مرہٹوں سے وہ محفوظ و مصون نہ تھا۔ اُس وقت مرہٹوں کی حکومت بڑے لائق فائق سرداروں کے ہاتھ میں تھی آصف جاہ کا ایسا مقدمہ نہ تھا کہ وہ اُن کی برابر کھڑا رہتا اس لئے اُس نے ایسی حکمتیں کیں اور پیچ پر پیچ ڈالے کہ مرہٹوں کا زور اُس کی طرف سے ہٹ کر دلی میں اُس کے دشمنوں پر پڑا۔

آصف جاہ کی ترمیم مرہٹوں کے باب میں

## مرہٹوں کی سلطنت کے استقلال کی حالت

ساہو کو تمکو یا دہوگا کہ اعظم شاہ نے بادشاہی قید سے چھوڑ دیا تھا اُسکی دارالحکومت تارہ تھی تارابائی کا بیٹا سیواجی مر گیا تو راجہ رام کا بیٹا دوسری رانی سے سنبھا دوم راج گدی پر بٹھایا اُسکی دارالسلطنت کو لاپور تھا یہ دونوں خاندان آپس میں رقیب تھے۔ آصف جاہ نے اپنی عقل دور اندیش سے یہ تدبیر سوچی تھی کہ مرہٹوں میں ضعیف گروہ کو تقویت دیکر اُسکے قوی گروہ کو ضعیف کرنا چاہئے۔ اس لئے وہ سنبھا دوم کا جو کمزور اور ضعیف تھا حامی و مددگار ہوا۔ اس وجہ سے اورا ورسبون سے ساہوگا گروہ دب دبا گیا تھا اگر اُس کو ایک زیر بالاجی و سوانا تھ نہ ہاتھ آگیا ہوتا تو وہ اپنی قوت نہ دکھا سکتا۔ اُس کی بدولت ساہوچی کو اپنی پہلی عزت حاصل ہو گئی سیواجی کے وقت سے پیشوا کا عہدہ چلا آتا تھا اب اس زمانہ میں مرہٹوں کی سلطنت میں دوا علی عہدے تھے ایک پت نیدھی یعنی نائب السلطنت کا اور دوسرا

بالاجی دسوانا تھ پیشوا

اُس کے بعد پیشوا کا کئی لائق پیشوا مقرر ہو چکے تھے مگر بالاجی دسونا تھا رادایسا پیشوا ہوا کہ اُس نے  
پیشواؤں کے نام کی بنیاد ہی جمادی یہ پیشوا قوم کا برہمن کا مکن کا رہنے والا کسی گاؤں کا موٹی  
پٹواری تھا اس میں برہمنوں کی فطرتی عادتوں کے علاوہ بہت اور جرات ایسی تھی کہ  
برہمنوں میں شاذ و نادر ہوتی ہے گو وہ خود بڑا سپاہی نہ تھا بلکہ گھوڑے پر اس قدر کم چڑھنا  
آتا تھا کہ جب دشمنوں کے خوف سے گھوڑا ڈڑانا پڑتا تھا تو دو آدمی اُس کے گھوڑے کو  
ادھر ادھر ہو کر تھامے رہتے تھے وہ پہاڑی آدمی تھا اگر گھوڑے پر چڑھنے کی مشق نہ ہو  
تو تعجب نہیں غرض وہ خود بھی لائق تھا اور اُس کی اولاد اُس سے بھی زیادہ لائق ہوئی  
ادل وہ کسی جد و بدنی راجہ کا ملازم ہوا اور وہ ان سے راجہ سا ہو کی ملازمت میں آیا  
یہاں اُس نے اپنی لیاقت و ذہانت سے راجہ کی نظروں میں وقار اور سببم نظر دین  
سے زیادہ اعتبار پیدا کیا اُس نے کمال کا کام یہ کیا کہ مشہور بھری قزاق اور زبردست  
سردار آنکرائی کو سنبھال دیا کی طرف سے توڑ کر کانٹان میں سا ہو کر رفیق بنا دیا راجہ  
سا ہونے بالاجی کو اس کی حسن خدمات کا یہ صلہ دیا کہ اُس کو پیشوا کا عمدہ مرحمت کیا اور  
متحکم قلعہ پور بندھوا اور اُس کے گرد کا ملک بھی غنایت کیا اور مالگزاری کا انتظام اُس کے  
سپردہ ہوا جس کا بند و بست اُس نے ایک نئی طرح سے کیا جس سے اُس کی کمال ذہانت  
اور لیاقت معلوم ہوتی ہے۔ واقعی اس انتظام نے مرہٹوں کی سلطنت کی رونق زیادہ  
کردی اول کام اُس نے یہ کیا کہ ہمارا سٹر کے بلاد میں جو درہمی برہمی ہو رہی تھی اور مغربی  
ساحل پر جو فساد برپا ہو رہے تھے ان سب کو مٹا دیا پھر اپنے افلاک کو اور شہر پونہ کو جو اس کے  
جانشینوں کا دار السلطنت ہوا اپنی حسن تدبیر سے بڑی رونق دی اس ملک میں جو ہزنوں  
اور قزاقوں کے گردہ کے گردہ لوٹ مار کرتے پھرتے تھے ان کا انتظام کیا دیہات کے  
آباد کرنے پر اُس نے بڑی توجہ کی زراعت کی ترقی کے واسطے اُس نے بہت تھوڑی جمع  
مقرر کی اور تدبیر چ اُس کو بڑھایا۔



تھا کہ یاد ہو گا کہ اس بالاجی کی بدولت یہ کام بھی ہوا تھا کہ شاہین سید حسین علی خان کے ماتحت فوج لیکر وہ دہلی گیا تھا اور اس سید کی بدولت ان شہر انطربا و شاہ سے عہد پیمان ہوئے تھے کہ مرہٹوں کے پاس جب قدر ملک سیوا جی کی وفات کے وقت تھا وہ راجہ سا ہو کر دیا جائے اور دکن کے چھ بادشاہی صوبوں اور خراج گزار ریاستوں پر چھاپلی اور بنجور اور میسور سے چوتھ اور سردیس مکھی دی جائے اور اس کے عوض میں ساہو بادشاہ کا مطیع رہے اور دس لاکھ روپیہ سالانہ خراج دیا کرے اور تمام ملک کے امن امان اور رعایا کے حفظ جان و مال کا ضامن رہے یہ فائدے بالاجی کو سید حسین علی خان کی خدمت گزار سی سے حاصل ہوئے تھے مگر جب سید حسین علی خان مر گیا اور اُس کے خاندان کا سارا کارخانہ خاک میں مل گیا تو بھی راجہ ساہو اور بادشاہ دہلی کے تعلقات میں کوئی تغیر نہیں ہوا فرخ سیر کی وفات پر بھی بالاجی دہلی میں ٹھہرا ہوا اور شاہ عین عہد نامہ مذکور کو محمد شاہ کی نبرد حکم سے مستحکم کیا اور راجہ ساہو کو اُس نے وہ ہزاری کا خطاب عنایت کیا غرض اس عہد نامہ سے مرہٹوں کو جو دولت اور سلطنت حاصل ہوئی اُس کے سبب سے اس دانشمند پیشوا نے مرہٹوں کا وہ پُرانا رنگ ڈھنگ قزاقوں اور ہرنون کا بدل دیا۔ اس عہد نامہ پر بھی مرہٹوں کو اختیار تھا کہ وہ اپنے حقوق کی تکمیل خود کریں اس تحصیل میں وہ نہایت سختی و جبر کرتے تھے اب بالاجی نے اس سختی کو ترقی سے یوں بدلا کہ پہلے چوتھ اٹکل چولی جاتی تھی اس لئے یہ قاعدہ مقرر کیا کہ چوتھ اس زر انگریزی پر لی جائے جو مستقل طور پر راجہ ٹو در مل اور ملک غنبر نے زمین پر مقرر کی تھی گو اس سبب سے کہ ملک ویران ہو گیا تھا مگر انگریزی مذکورہ کا ایک حصہ حاصل ہوتا تھا بالاجی نے اس قاعدہ کی تکمیل پوری پوری نہیں کی مگر اس سے مرہٹوں کا دعوئے غیر محدود رہا۔ مرہٹوں کو باقی تحصیل میں جس قدر وعدہ می کرنے کا موقع مل جاتا تھا اُس نے حاصل اختلاص میں توسیع فتوحات کے لئے سرداروں کے واسطے حقوق

مختص المقام قرار دے مگر اس سے یہ بھی اندیشہ تھا کہ کہیں سب جدا جدا نہ ہو جائیں اس لئے  
 باہمی اتفاق کے لئے اصل محاصل کو جدا جدا بالتفصیل تقسیم کیا اور اس تقسیم کی تقسیم و تقسیم کی  
 اور ہر ایک سردار کے واسطے ایک خاص حصہ محاصل کا تجویز کیا اس لئے ایک ضلع پر کسی  
 سرداروں کی اور ان کے ملازموں کی توجہ رہنے لگی راجہ کے رشتہ داروں کی بسر وقات  
 کے لئے جدا جدا دیہات یا بعض اضلاع انعام و جاگیریں دیدیئے تھے وہ سب ایک سردار کے  
 احاطہ اضلاع میں واقع تھے آئندہ بھی چھوٹی چھوٹی جاگیریں خاص خاص آدمیوں کو  
 مرحمت ہوتی تھیں علاوہ اس کے ہر سردار کو صد مقام کے لئے ایک دو گاؤں کی ضرورت  
 ہوتی تھی اور تمام سردار اس بات کے خواہاں تھے کہ ان دیہات میں ہم کو اختیار اقتدار  
 حاکمانہ حاصل ہو جس میں وہ رہتے تھے یا موردنی افسر تھے غرض اس تقسیم اور تقسیم و تقسیم اور  
 تعین حقوق کا بڑا نتیجہ بالاجی کی مد نظر ہمیشہ رہتا تھا کہ برہمنوں کا اختیار بڑھے اس طرح  
 حاصل ہو گیا کہ مرہٹے سرداروں کے پیچھے حساب کتاب کا عذاب لگایا گیا جتنے جاگیردار  
 اور سردار تھے سب جاہل تھے وہ اپنی جاگیروں کے محاصل اور تقسیم و تقسیم کے حسابوں کو بغیر  
 برہمنوں کے کیونکر سمجھ سکتے تھے اس لئے وہ برہمنوں کے دست نگر ہو گئے اس طرح اپنی  
 قوم کی عزت بڑھنے سے پیشوا کی قوت کو بڑی تقویت حاصل ہوئی۔

جب بالاجی کا انتقال ہوا تو اس کا بیٹا باجے راؤ باپ کا جانشین ہوا۔ پیراؤ برہمنوں کے  
 سائے خاندان میں اور مرہٹوں کی ساری قوم میں سیوا جی کے سوا قابلیت اور لیاقت میں  
 سب سے زیادہ تھا مگر بالفعل سکودہ تمام اختیارات نہیں حاصل ہوئے جو اسکے باپ کو حاصل  
 تھے اسکا سبب یہ تھا کہ راجہ کے دربار میں اسکا بڑا مخالف پت نیدھی سری پتا راؤ تھا وہ بھی  
 برہمن تھا اور شہر سے ادھر کے ملکوں کا رہنے والا تھا۔ وہ یہ چاہتا تھا کہ راجہ کی سلطنت اور  
 حکومت کو ہمارا سٹر میں استحکام دے اور کولاپور کے راجہ کو مغلوب کرے اور سیوا جی کے وقت کا  
 کرناک کا نیندانی ملک فتح کیا ہوا جس کو مغلوں اور سیوا جی کے بھائی کی اولاد نے دیا ہے۔



اُس پر قبضہ کرے اور ہندوستان کے فتح کر نیکے ارادہ سے پہلے دکن میں حکومت کو استقلال سے  
 مگر اُس کے خلاف بلجے راؤ کی رائے عالی بہادرانہ یہ تھی کہ لیٹرے سواروں کا گردہ جو دشمن کے ملک میں  
 زیادہ بکار آئے ہو گا وہ اپنی قلمرو میں محکوم نہ ہو گا اور ملک میں لوٹ مار بغیر انکو چین نہیں آئیگا  
 وہ ملک میں امن امان قائم نہیں رہنے دیگا۔ فوج کے مستقل نظام سے ملک کی حکومت کا عمدہ  
 اہتمام ہو سکتا ہے اس لئے مرہٹوں کو شمالی ملک میں لیجانا چاہئے جہاں اب تک وہ نہیں گئے  
 اور وہیں سے اُن کا پیٹ بھرنا چاہئے اس سے اُنکے حوصلے اور اُنکے سرداروں کے عزم  
 بڑھینگے یہاں رہینگے تو اپنے ملک کو کھائینگے وہ ہمیشہ یہ چاہتا تھا کہ دُور دُور کی جہات میں  
 لشکر مصروف رہے جس سے راجہ کی سلطنت کو وسعت برائے نام ہو اور اضلاع سے جو محل کا  
 روپیہ آئے اُس سے خزانہ معمور ہو اور سپاہ کا دل لوٹ مار سے خوش رہے اور اپنے ملک میں  
 امن رہے اور دشمنوں سے جنہوں نے اُنکو پامال کیا تھا عوض لیا جائے اُس نے اپنے دشمنوں  
 یعنی مسلمانوں کی سلطنت کا حال یہ بیان کیا کہ اب اس میں کچھ دم باقی نہیں ہے جیسی اسکی اصل  
 بالکل ستر اور گل کر بودی مٹیا پھوس ہو گئی ایسی کسی اور جگہ کمزور نہیں ہے جہاں اس کے  
 خشکے تر پر ہمارا ہاتھ لگا تو وہ گرے گا اور اُس کی ساری شاخیں گر کر خشک ہو جائیں گی راجہ کے  
 سامنے ایک اور تقریر پُر زور یہ کہ اب ہمارا وہ زمانہ آ گیا ہے کہ ہندوؤں کی زمینیں بگاونوں کو  
 نکال باہر کریں اور اُن کی سلطنت کو پامال کریں اور یوں قیامت تک نیک نامی حاصل کریں  
 لے راجہ اپنی کوشش سے تیری سلطنت کو یہاں سے ہمالیہ تک پھیلا میں اب زبرد پابجا کی  
 اجازت دی اُس پر راجہ بے اختیار ہو کر بولا کہ تو ایسا ہی لائق باپ کا بیٹا ہے کہ مجھے یقین ہے  
 کہ میرے جھنڈے تو ہمالیہ پہاڑ پر گاڑ دیگا۔

ساہو کی شخصیت اور پیشہ کی لیاقت

راجہ ساہو کے دربار میں جو یہ مباحثے پیش ہوئے ان میں بلجے راؤ کی رائے کو  
 غلبہ ہوا اور روز بروز اس کا اختیار ادا اقتدار بڑھتا گیا اور اُس کی امداد کی ضرورتوں کے  
 سبب سے راج اس کا محتاج ہو گیا۔ اگرچہ راجہ ساہو قالیبتوں سے خالی نہ تھا مگر بادشاہ کا

محلون کی ناز پروردگی کے سبب سے جسم میں چستی چالاکی اور مضبوطی اور مزاج میں جفاکشی نہ تھی برخلاف اس کے باجے راؤ لشکر میں پیدا ہوئے۔ وہیں رہا سہا مدبروں اور تجربہ کاروں میں تربیت پائی۔ سوائے اسکے اس میں فہم و فراست خدا داد تھی تجربہ کار ہو تیار تھا اور اپنے بھائی برہمنوں کی طرح روکھا سوکھا بودا ٹھنڈا نہ تھا بلکہ خوش مزاج صاحبِ بیسلیقہ مند تھا مڑھون کی سپاہیانہ خصائل رکھتا تھا سادہ سپاہی تھا۔ سفر کی ماندگی اور کاموں کی محنت کی کچھ اصل نہیں سمجھتا تھا۔ مزاج میں سادگی ایسی تھی کہ گھوڑے پر سوار ہے راہ میں باجرہ کا کھیت آگیا اس میں دس پانچ بالین توڑ لیں اور انکے دانے نکال کر چبائے اور پیٹ بھر لیا۔ باجے راؤ کے شمالی صوبوں کے غزم کے منغل و مسلمان خود مدد و معاون ہو گئے مبارز خان کی لڑائی سے تھوڑی مدت پہلے آصف جاہ کو مالوہ اور گجرات کی حکومت سے منتقل کر دیا تھا جب آصف جاہ کو بہانہ خان پرستخ حاصل ہوئی تو اُس نے اپنے چچا حامد خان نائب صوبہ دار گجرات کو لکھا کہ وہ فساد برپا کرے۔ اس نے پیلا جی اور سنتا جی مرہٹوں کے سرداروں کو اپنا طرفدار اور یار بنایا اور انکی امداد سے بادشاہی فوجداروں اور جاگیرداروں کے گماشتوں کو ملک سے باہر کر دیا اور خود مختاری کا مدعی ہوا جب محمد شاہ کو اس کی خبر ہوئی تو اُس نے تورانی امیروں کے اکھیرنے کے واسطے قطب الملک پاس جو قید خانہ میں پڑا تھا ایک معتمد آدمی بھیجا اور پیغام دیا کہ اب بھی تم سے کچھ ہو سکتا ہے تو اس سے بچاے سید نے یہ جواب دیا کہ اگر حضور کا ہاتھ میرے سر پر ہو تو سب کچھ کر سکتا ہوں اب تک پانچ چھ ہزار سوار سیرے قابو میں ہیں اُن کی مدد سے جو کچھ حکم ہو بجا لا سکتا ہوں جب مخالفوں کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس سید کو زہر دیکر قید ہستی سے رہا کیا پھر حامد خان کی تادیب تنبیہ کے واسطے مبارز الملک سر بلند خان کو گجرات کا صوبہ دار مقرر کیا نظام الملک سے یہ صوبہ لے لیا۔ سر بلند خان کو ایک کڑوڑ روپیہ سامان درست کرنے کے واسطے دیا گیا۔ اُس کی سفارش سے سید نجم الدین علی خان بھی قید سے رہا ہوا اُس نے سادات بارہ کو جمع کیا۔ سر بلند خان



سپاہ دوست آدمی تھا وہ ہر صوبہ میں کچھ نہ کچھ دنوں رہ چکا تھا تھوڑے بہت اُس کے پرانے دوست موجود تھے۔ تھوڑے دنوں میں ایک لشکر شائستہ اس پاس جمع ہو گیا سر بلند خان نے گجرات کے لئے اپنی نیابت کی سند شجاعت خان کو بھیجی اسپر حامد خان غصہ ہو کر اپنی بے مقدوری کے سبب گجرات سے موضع دہدین آنکر مقیم ہوا اور کنتا جی کو اپنی اعانت کے لئے طلب کیا اور ایک جمعیت ہم پہونچائی اور اس کو ساتھ لیکر گجرات پر چڑھا شجاعت خان بھی گجرات سے نکلا اور حامد خان سے لڑا اور جان کھو بیٹھا مقتول کا بھائی رستم علی خان بندر سورت میں حاکم تھا اُس نے جب بھائی کے مرنے کی خبر سنی تو اُس نے پورا سامان جنگ تیار کیا اور پیلا جی گائی کو راجو اس نواح میں تاخت و تاراج کرتا تھا اپنے ساتھ متفق کیا اور بندر سورت سے پیلا حامد خان اور سنتا جی تیس ہزار سوار لیکر احمد آباد سے چلے پچمین لڑائی ہوئی ظاہر میں پیلا جی رستم علی خان کی طرف تھا مگر باطن میں وہ سنتا جی سے ملا ہوا تھا اُس نے دغا سے اپنے ساتھی کو لڑائی میں قتل کرادیا۔ حامد خان کو جتوایا جس نے اس کی کمک کے عوض میں اپنے مالک مقبوضہ کی چوتھ اور ستریس بھی مرہٹوں کے لئے مقرر کردی سر بلند خان وزارت کی امید داری میں اکبر آباد اور اجمیر کے دوراہہ پر ٹھہرا ہوا تھا کہ اُس کو بادشاہ حکم بھیجا کہ گجرات کو روانہ ہو اس وقت بادشاہ توراتی امیروں سے ایسا ناراض تھا کہ اُس نے آصف الدولہ سے مالوہ کا صوبہ لے لیا اور گردھر کو اسکی جگہ مقرر کر دیا نجم الدین علی خان کو اجمیر کی صوبہ داری عنایت ہوئی اور آٹھ سر بلند خان کی اعانت کے واسطے حکم ہوا وہ بھی اپنا سامان درست کر کے اُس سے جا ملا حامد خان بھی سنتا جی اور پیلا جی کو ہمراہ لے میدان جنگ میں دشمن سے مقابل ہوا بیکر شکست پائی۔ سر بلند خان اور سرداروں نے ایک اور راہ سے جا کر احمد آباد پر قبضہ کر لیا حامد خان آصف جاہ پاس چلا گیا۔ یہ واقعہ ۱۱۳۳ھ کا ہے اب دوسرے سال میں آصف جاہ نے مرہٹوں کے ساتھ حامد خان کو لڑنے کے واسطے گجرات پر بھیجا

حدود و گجرات میں مرہٹوں کے ساتھ میں بڑی لڑائیاں ہوئیں نجم الدین علی خان نے مرہٹوں کو  
خوب ٹھیک بنایا مرہٹوں نے بدھ نگر اور بیل نگر جاگیر امیر الامراء کو تاخت و تاراج کیا۔  
خانہ زاد خان سپہ سر بلند خان و سید نجم الدین علی خان ساٹھ ہزار سواروں و پیادوں کی  
جمعیت اور چند ضرب توپ خورد و کلان بیکر میدان کھنبا سچ میں مرہٹوں کے مقابل ہوئے  
مرہٹوں کی ایک جماعت کثیر کو قتل کیا اور باقی کو بھگا دیا دریائے زبردانک اسکا تعاقب  
کیا۔ حدود و گجرات سے باہر نکال دیا مبارز الملک سر بلند خان بہت فوج رکھتا تھا۔ پانچ لاکھ  
روپیہ کی ہندو سی ماہ بہ ماہ بادشاہ سر بلند خان پاس بھیجتا تھا اور یہ بھی مقرر ہو چکا تھا کہ جب تک  
گجرات کا انتظام کلی نہ ہو تو گجرات کا محاصل سپاہ ہی میں خرچ ہو جب بادشاہ کو اس فتح کی  
خبر پہونچی تو صمصام الدولہ کی صوابدید سے زیادہ فوج کی برطرفی کا حکم ہوا اور سر بلند خان  
دریابہر موقوف ہوا جب تک سر بلند خان پاس یہ حکم نہیں پہونچا تھا اس صوبہ میں بادشاہ کے  
سلطوت کا آواز نہ بلند تھا اور مستمر دستہ حال و مستند تھے۔

ان دنوں میں بادشاہ کے دربار میں اور یہی گل کھلا روشن الدولہ میں ہر چند بعض  
حمیدہ تھیں لیکن اسکے سارے کاموں کا مدار رشوت پر تھا صوبہ کابل کی بابت بارہ لاکھ روپیہ  
سال بسال خزانہ عامہ سے روشن الدولہ کے حوالہ ہوتا تھا اس میں سے آدھا آپ کھا جاتا تھا  
اور آدھا بادشاہ پاس بھیج دیا تھا اور ایسے ہی اور کاموں میں عمل کرتا تھا اسپر امرار نے  
منازعت کر کے اسکا پردہ فاش کیا۔ بادشاہ نے اسپر عتاب کیا اور محاسبہ لیا بادشاہ کے  
مستعدیوں نے دو کروڑ روپیہ اسکے ذمہ نکالا بادشاہ کے حکم سے روشن الدولہ سے یہ روپیہ ہوا  
مجبور ہو کر یہ روپیہ اسکو اگلنا پڑا وہ بادشاہ کی نظر سے گر گیا اور اخراجات کا کام صمصام الدولہ کو  
سپرد ہوا شاہ عبدالغفور بھی مرثی تھا بادشاہ کے مزاج میں دخیل تھا وہ بھی معرض عتاب میں  
آیا اور محبوس و مقید ہو کر نگاہ بھیجا گیا بادشاہ کی عزیز کو کی رحیم النصار بھی ان دونوں مختاروں  
کی ہمراتھی اسکا بھی محل ہے اخراج اور ادیار سے از و راج ہوا۔ غرض اب بادشاہ کے مزاج میں

دربار شاہی کی کیفیت اور اجاڑے ہوئے کا صوبہ گجرات میں مقرر ہونا



صمصام الدولہ نے بڑا دخل پیدا کیا اُس نے سر بلند خان کی جگہ راجہ ابھے سنگھ کو گجرات کا صوبہ مقرر کیا اور سر بلند خان کو بادشاہ پاس بلایا راجہ نے اپنی آرام طلبی کے سبب اپنا نائب گجرات بھیجا سر بلند خان نے اُس کو شکست دیکر نکال دیا اُس کے بعد دوسرا نائب بھیجا اسکا حال بھی پہلے نائب کا سا ہوا پھر راجہ خود پچاس ساٹھ ہزار سپاہ لیکر گجرات روانہ ہوا سر بلند خان ہر چند بادشاہ اور آصف الدولہ سے تشویشیں رکھتا تھا لیکن بسبب قلتِ زر و اسباب سفر ناپا راجہ سنگھ کے لئے اور اُسکو ایک فوج شکست دیدی اسی فوج کو غنیمت جانا اور آئندہ جان لیا کہ راجہ سے میں نہیں لڑ سکتا اس لئے پیغامِ سلام کر کے راجہ سے صلح کر لی اور بگڑی بدل بھائی بن گیا اور اُس سے روپیہ اور سامان سفر لیکر شاہجہان آباد کی طرف چلا بادشاہ کی مرضی کے برخلاف راجہ ابھے سنگھ کو سر بلند خان لڑا تھا اس لئے بادشاہ نے دو سو گز بردار بھیجے کہ سر بلند خان کو قید کر کے لے آئیں اگر آباد میں جب سر بلند خان آیا تو گز برداروں نے اُسے قید کر لیا۔ یہاں وہ عفو و تقصیر کے انتظار میں مقیم ہوا تو سہراہ کی سپاہ نے جو اکثر برطرف ہو گئی تھی تنخواہ کے تقاضے کی شورش کی برہان الملک جس نے سر بلند خان کی بدقون نوکری کی تھی وہ اکبر آباد میں تھا اُس نے سر بلند خان سے درخواست کی کہ میں اپنے پاس سے تنخواہ چکا دوں تو یہ بات سر بلند خان کو گران معلوم ہوئی اور اُس نے کہا کہ خدا کے فضل سے میرا حال ایسا نہیں ہو کہ دو ستون کا احسان اٹھاؤں اسکی حرم سرا میں خزانہ مخفی تھا اُس اشرفیان نکال کر سپاہ میں تقسیم کر دیں۔

جب آصف جاہ وزارت کے عہدہ سے استعفی ہو کر ۲۳ شعبان ۱۱۰۰ میں سیری مرتبہ دکن میں آیا تو اس نے اب ارادہ یہ کر لیا کہ وہ ایک خود مختار ریاست قائم کرے چنانچہ تم پڑھ چکے ہو کہ وہ مبارز الملک کو مار کر دکن میں مستقل حاکم ہو گیا اگر اُس باپس مالوہ اور گجرات کے صوبے نہ مل جاتے تو دو تہائی ہندوستان بادشاہ وہ ہو چکا تھا۔ اب دکن میں اسکی سلطنت ایسی شانِ شوکت سے جم گئی تھی کہ اُس نے ارادہ کیا کہ مرہٹوں کے جو اُس کے ہمسایہ میں بڑے اندیشہ ناک دشمن تھے اپنے معاملہ کو درست کر کے وہ مرہٹوں کی خصمت بنے بغیر تھا اُنکے آپس میں جو فساد اور غنا دتھے اُنکو خوب سمجھتا تھا اُن کے بڑے بڑے

آصف جاہ کا مرہٹوں میں فساد و فتنہ اور اپنی سلطنت میں

سرداروں سے اُسکا اتحاد تھا اُس کو مرہٹوں کے آپس کے فساد اور نفاق سے جو فحشابی  
 دکامیابی کی امید تھی وہ اپنی حُسنِ لیاقت سے نہ تھی اب اُس نے یہ چھپر کھالی کہ باجے راؤ کو شمالی  
 ملک کی مہات میں مصروف دیکھ کر سری پت سے جو پیشوا کا مخالف تھا رسم و راہ پیدا کر کے  
 یہ عمدہ نامہ حاصل کرنا چاہا کہ جید رآباد کے گرد کے اضلاع سے چوتھ اور سردیس مکھی لی جائے  
 ان دونوں چیزوں کے لینے کا فیصلہ پہلے مرہٹوں کے حق میں بادشاہی حکم سے ہو چکا تھا  
 اور اُس کے عوض میں ملک یا نقد روپیہ ٹھہر جائے غرض اس سے یہ تھی کہ اُسکی دارالسلطنت کے  
 گرد ملک بالکل مرہٹوں کی اس مداخلت سے خالی ہو جائے جو بار بار ان محصولوں کے  
 سبب سے ہوتی تھی۔ اور ایک ملک جو سب طرح مرہٹوں کے جھگڑوں سے پاک ہو اُسکو حاصل  
 ہو جائے اس راہ اور سری پت کو اُس نے راضی کر لیا مگر پیشوا جو آیا تو اُس نے اس نظام کو  
 ناپسند کیا بھلا وہ اپنے اختیارات کو جو غیر محدود تھے کیوں اس انتظام کو منظور کر کے محدود کرتا  
 خیر بیان اس امر پر گفتگو ہو رہی رہی تھی کہ نظام الملک اپنی قدیمی چال چلا جس میں اسکو پہلے  
 کامیابی حاصل ہو چکی تھی وہ یہ تھی کہ ان دونوں میں کو لا پور کاراجہ سنبھاجی دوم مرہٹوں کی  
 ریاست کا دوسرا دعویٰ ارناسا ہو کی اقبالہندی کے مقابل میں پھوپکا پڑا تھا اپنے خاندان کے ملک  
 جنوبی حصہ پر اُسکا قبضہ تھا اور باقی ملک کا وہ دعویٰ کرتا تھا اب اس دعویٰ اور کی حمایت پر اُسکا  
 کمر باندھی اور بادشاہ کا اپنے تین قائم مقام سمجھ کر اُس نے حاکمانہ حکم دیا کہ ہم کو یہ بڑا شبہ واقع ہوتا  
 کہ میرے ملک سے چوتھ اور سردیس مکھی وغیرہ حقوق کا روپیہ مرہٹوں کا حق مقرر ہو وہ سنبھاجی کا حق  
 یا ساہو راجہ کا فریقین اپنے دعوئے کو بدل لائل پیش کریں تمام راجہ ساہو کے کلکٹروں کو اٹھا دیا  
 اور چوتھ کا روپیہ ادا نہ کیا۔ راجہ ساہو اس امر کو سن کر آپ سے باہر ہوا کہ اسی وقت لشکر کو خود چڑھا کر  
 لے جائے مگر پیشوائے اُسکو ٹھنڈا کر کے اس مهم کا اہتمام اپنے ذمہ لیا اور تھوڑے دنوں میں  
 اپنی دانشمندی سے سپاہ اور سامان سپاہ کو جمع کیا اور اس خوبصورتی سے اس کام کو انجام  
 دیا کہ اپنے راجہ کی سلطنت کی بنیاد پختہ کر دی نظام الملک اسے اپنی عمدہ تدبیر کے پورا بخوبی



واسطے پہلے اس کے ساتھ ہوسکے مقابلہ میں میدان جنگ میں آئے اسے مصالحت کی باتیں کرنی  
 شروع کیں اور یہ اس کے کہا کہ میں نے یہ تجویز نقطہ تھا ہے ہی فائدہ کے لئے پیشوا کے ہاتھ سے  
 رہائی دلوایں گے سوچی تھی پس راجہ کو چاہئے کہ جن لوگوں کو موقوف کیا ہو ان کو بحال کرے  
 وہ ہمیشہ اس کے وفادار رہا بعد ازیں ہینگے مگر اس وقت ایسی چالاکی کی باتیں نہ بنا نا نظام الملک کی غلطی  
 تھی شاید یہ باتیں اور وقت راجہ کو اپنے وزیر پر شک لائیں مگر اس وقت تو سارا غصہ  
 راجہ کا اس طرف جھکا ہوا تھا پیشوا کی شیواہی اور خوش نہانی کی ایسی باتوں کی طرف متوجہ  
 ہوئی تھی غرض برسات کے موسم میں دونوں طرف لشکروں کے سامان ہوتے رہے اور  
 ۱۱۱۱ھ کو نظام الملک کی ہراول کی فوج کو پیشوا صدمہ پہنچا کر بھگیا اور دشمن کو ق کر نیکی  
 واسطے اورنگ آباد کو جا دھمکایا اور یہ مشہور کر دیا کہ میرا ارادہ ہے ہاپنوں کے غارت کرنا کیا ہو اس سے  
 دشمن شمال کو چلا۔ کچھ فوج اسے دشمن کے سامنے کی باقی فوج سے بڑی تیزی اور تندی چلائی  
 سے گرات پر یورش کی اب آصف جاہ یہ سوچا کہ دشمن کا تعاقب کرنا بے سود ہے اس لئے وہ جنوب کی  
 طرف چلا اور پونہ پر حملہ کیا لیکن پیشوا جلدی سے گرات کے باشندوں کو قتل کر خون کے دریائے سا  
 اور سیکڑوں گھروں کو بے چراغ کر کے اپنے ملک کی حفاظت کے واسطے بہت جلد آگیا اب بیان صفحہ ۱۱  
 فوج نے کچھ کام نہ کیا اس کام کے کرنے میں اس کے بڑے دوست مرہٹے تھے انکی دوستی پر چند ان  
 اعتبار نہ تھا سو اس کے آپس میں نا اتفاقی تھی غرض اس وقت نظام الملک بڑی مصیبت میں  
 پھنسا اور اس سرزمین میں گھر گیا جس میں پانی ملنا بھی دشوار تھا آخر کو لاچار ہو کر اسے کولاہور  
 راجہ سنھاجی کا بھی ساتھ چھوڑا اور ۱۱۲۹ء میں راجہ ساہو اس اقرار پر صلح ہو گئی کہ جو تھ اور دسر کبھی  
 کی تمام باقیات کاروپہ اور کنگا اور چند مضبوط قلعے اپنے ملک کے آئندہ حصول ادا کرنے کے لئے  
 ضمانت پیش سپرد کر دینگا یہ پہلا ہی وقت تھا کہ یہ دونوں رقیب میدان جنگ میں آئے سامنے آئے کیا  
 خدا کی قدرت ہو کہ وہ اورنگ زیب کے زمانہ کا بوڑھا تجربہ کار امیر جسے سیکڑوں میں ان ماکھوں وہ لو  
 عاجز ہو کر ایک نوجوان برہمن ایسی نیر نظر مسلم کرے جبکہ باجے راؤ اس کام میں ہرگز تھا سہری جتنے بھی

سنبھال جی تانی کو لا پور کے راجہ کو گھیر کر شکست دینی اور ۳۳ھ میں اُسے مجبور کر کے یہ دستاویز لکھائی کہ تمام مرہٹوں کا مسلم اور سردار سارنی ریاست کا سختی راجہ سا ہو جو وہ راجہ فقط حوالی کو لا پور پر جس کی مغربی حد مندر سے محدود ہو قاضی رہیگا۔ اس کام سے سری پت راؤ کی بھی عزت ہوئی مگر یہ کام اُس رتبہ اور شان کا نہ تھا جو باجے راؤ نے کیا تھا گو آصف جاہ کو یہ خفت اپنی قریب کے سامنے پیش آئی مگر پھر بھی وہ مرہٹوں کی حکومت کے توڑنے کی حکمتیں سوچا رہا اور آخر کو اُس نے ایک بڑا زبردست دشمن پیشوا کے لئے کھڑا کیا۔

ٹرمبکٹاؤ دھابری ایک بڑا مرہٹوں کا سردار تھا اور وہ گجرات میں لڑا تھا اور اُسکی بدولت مرہٹوں کی حکومت کی صورت گجرات میں جمی تھی مگر پیشوائے گجرات کے حاکم سے جو عہد نامہ کیا اُس سے کچھ ٹرمبکٹاؤ کو اپنی جانفشانی کا نہیں حاصل ہوا بلکہ وہ اُٹا باجو راؤ کو چل ہوا اور سب سے اسکا دل پیشوا کے لئے اور خلن لگا اور اُسے آصف جاہ کو اپنی ساتھ متفق کیا اور پینتیس ہزار آدمی وکن کی طرف لیجا کر یہ ارادہ مضمم کیا کہ راجہ ساہو کو پیشوا اور مرہٹوں کے پھندے سے نکالے باجے راؤ نے بہت جیتی اور چالاکی سے یہ چاہا کہ یہ دونوں اُسکے قوی دشمن متفق نہ ہوں اُس نے گو اُسکی فوج ٹرمبکٹاؤ سے آدھی تھی مگر اُس میں چنے چنے سوار اور خانہ پرور سپاہی تھے اس سپاہ کو وہ جلدی سے گجرات میں لے گیا شیر کی مونچھوں کو اُسکے غار میں اُکھڑنے کا قصد کیا ٹرمبکٹاؤ کے ہر اول کو زہد کے قریب شکست دی اور پھر اُسکی بھاری فوج پر جا پڑا ٹرمبکٹاؤ نے یہ ارادہ کیا کہ کیا فتح حاصل کیجئے یا جان دیجئے اس کو اُس نے اپنے ہاتھی کے پیروں میں بنجرین ڈلوادین اس بلند سمتی سے سپاہ نے بڑا سخت مقابلہ کیا اور باجے راؤ بھی گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے لشکر کا دل بڑھاتا رہا۔ آخر کار ٹرمبکٹاؤ کے ایک گولی اتفاق سے لگی جس سے وہ مر گیا۔ اور اس طرح ۳۳ھ میں اس قوی دشمن کا خاتمہ ہوا نظام الملک کا یہ دوسرا در تھا وہ بھی خالی گیا اس اُسکو فقط اپنی ذات سے رقیب سمجھنا پڑا۔ اس فتح سے پیشوا کو بالکل مگر برائے نام غلہ مرہٹوں کا بادشاہت پر مو گیا دشمن کے ساتھ اُس نے بڑی نرمی برتی۔ دشمنوں کو بہت تنگ نہ کیا۔



بلکہ ٹرمبک اؤ کے بیٹے کو گدی پر بٹھایا اور وہ حقوق اور مافی مرہٹوں کے جو گجرات میں متعین تھے باین شرط عطا فرمائے کہ نصف آمدنی اُسکی معرفت سرکار ساہو جی میں داخل ہوگا کہ یہ راجہ لڑکا تھا اس لئے اُس کی ماں کو اُسکا محافظ مقرر کیا اور گجرات کا انتظام اُسکی طرف سے پیلا جی گائی کو اور کو سو پناہ بڑا ہو شیار سردار تھا یہ خاندان وہی ہے جس کے راجہ ابجل بڑوہ میں حکومت کرتے ہیں بھیل اور کوئی قوموں کی اعانت سے اس خاندان کا عروج ہوا تھا اُن چھوٹی قوموں کے سردار اور افسر تھے یوں اس دشمندہ پیشوائے اپنے ملک کے بھگڑوں کو تمام کیا سر بلند خان مرہٹوں کی خصلت اور عادت سے خوب واقف تھا اب اُس نے دیکھا کہ نظام الملک بازی لگیا تو اول اُس نے بادشاہ سے متواتر امداد طلب کی مگر دہان بقا خاں میں طوطی کی آواز کون سنتا تھا تو پھر اُسے مرہٹوں سے ان شرائط پر صلح کر لی کہ وہ اپنا ملک کی حاصل زمین اور سار کی چونہ اور سر دیس مکھی دیگا یہ دونوں محصول ملکہ پینتیس روپیہ بیکرہ کل حاصل ملک پر ہوتی تھی اور اسکے عوض میں راجہ کو ڈھائی ہزار سوار ہر وقت ملک کیلئے تیار رکھنے پڑینگے اور چونکہ تحصیل کے واسطے دو ایک کلکٹر اُسکی طرف سے بھیجئے سوا اسکے کچھ اور رعایا سے نہ مطالبہ کیا جائے اور بادشاہی سلطنت کے قیام اور استحکام میں ہر طرح کی کوشش کی جائے ایک بڑی بیڈھ بٹھریہ تھی جو بابے راؤ نے راجہ کی طرف سے کی تھی کہ جو زمیندار اور سردار کسی طرح کا خلل انداز ملک کے امن میں ہوگا اُسکا انتظام کرنا ہمارا کام ہوگا یہ شرط گائی کو اور کی مرضی کے خلاف تھی کیونکہ وہ بھیلوں اور کولیوں کا سردار تھا اور ان دونوں قوموں کی گذار و قات لوٹ مار پر تھی اس شرط سے اُنکے رزق کا دروازہ بند ہوتا تھا پیلا جی گائی کو اس وقت ٹرمبک اؤ ڈھابری کا نائب تھا وہ اس شرط سے یوں جل گیا کہ گویا اسے بجے راؤ کو اختیار ہوا کہ اگر ٹرمبک اؤ اُدائے دو ستون میں سے کوئی ملک میں دست اندازی کرے تو اُن میں بھی وہ خیل ہو اس سبب اُسے نظام الملک کے اتفاق پیدا کیا اور پونہ کا قصد اس سے کیا کہ راجہ کو پیشوائے کے ہاتھ سے چھٹائے مگر پیشوائے کی مشق ہی اور دشمندہ فرزانگی کے آگے ٹرمبک اؤ میں کر کے رہ گئے

سر بلند خان اور مرہٹوں کی شرائط صلح اور اُن کا نتیجہ

آصف جاہ اور بابے راؤ کی مصالحت

ہولگر اور سینڈھیا

راجہ سترکا کا حال اور اسکی صورت اور بیچلیٹ

جب آصف جاہ کی کوئی چال ٹھیک نہ بیٹھی اور پیشوا اسپر غالب ہوا اور اسکو بیان تک اقتدار حاصل ہو گیا کہ چاہتا تو آصف جاہ کو اسکی تدابیر پر تیز ویر کا مزا چکھنا دیتا مگر یہ دونوں آدمی عقلمند تھے اور خوف و دلون طرف تھا۔ بابے راؤ دلون ڈرتا تھا کہ مہات دور دراز پر جانا ہو اور ہمایہ میں آصف جاہ جیسے دشمن کو چھوڑنا عقل و دراندیشی کا کام نہیں اس میں بڑا خوف ہو کہ کمین عزت اور آبرو جو گھر کی سلطنت میں حاصل ہوئی ہے برباد نہ جائے آصف جاہ کو یہ خوف تھا کہ کمین نے بادشاہ کا مقابلہ کیا ہے کمین میری جگہ بابے راؤ کو بادشاہ مقرر کر دے غرض یہ دونوں حائل غاصب اس وقت اپنی مصلحت اسی میں سمجھے کہ چپکے چپکے دونوں نے آپس میں صلح کر لی اور کمین میں قول قسم ہو گیا۔ دونوں ایک دوسرے کے مدد و معاون رہیں۔ اس وقت میں مرہٹوں کی اور بڑے خاندانوں کی نیوٹریٹی جب بابے راؤ نے مالوہ پر دھاوا کیا تو اسنے اپنی سپاہ کے حصوں کے تین بڑے افسر مقرر کئے اور حاجی پوار پھر راؤ ہلگر رانا جی سینڈھیا اور حاجی تو پہلے سے بھی ایک چھوٹا سا سردار تھا اسنے ہلک دھار پر جو گجرات اور مالوہ کی سرحدوں پر واقع ہرقضہ کیا تھا گمراہ اسکو اور نہ اسکی اولاد کو وہ عروج اور ترقی حاصل ہوا جو سینڈھیا اور ہلگر کے گھرانے کو حاصل ہوا پھر راؤ ہلگر ایک چرواہے کا لڑکا تھا۔ دیکھنا برا بھلا پن کے جنوب میں وہ بھڑکریاں چراتا تھا رانا جی سینڈھیا کا خاندان شامی کے قریب عزت شمار ہوتا تھا مگر تنگ دستی کے سبب وہ بابے راؤ کے اونے خندنگاروں میں نوکر ہوا یہ تینوں سردار بعض اور خود مختار سردار نہ تھے بلکہ بابے راؤ کے محکوم تھے مابعد ارتھے اسکی طرف سے مہات عظیم کا سرا انجام دیتے تھے۔

سربلند خان کی غزولی کا حال پڑھ چکے ہو کہ اسکی جگہ راجہ ابھے سنگھ جو دہلی والا تھے ہوا تھا اگرچہ ایک خود مختار راجہ کو کسی صوبہ میں حاکم مقرر کرنا سبقتوں میں قابل اعتراض اور مصلحت کے خلاف ہو اور خصوصاً ابھے سنگھ جیسے راجہ آوارہ مزاج کو تو اس کام پر مقرر کرنا سردار سر حقاقت تھا اسنے اپنے باپ جیت سنگھ کو قتل کیا تھا۔ اس قتل کا سبب مورخوں نے جدا جدا بیان کیا ہے



راجہ اجیت سنگھ نے بادشاہ سے مخالفت اختیار کی تھی اس لئے قمر الدین خان نے اُسے وعدہ کیا کہ باپ کو مار ڈالے تو اُسکو جو دیپور کی ریاست مل جائیگی اس لئے اُس نے باپ کے خون سے ہاتھ لال کئے کوئی لکھتا ہو کہ کسی رجوت کی لڑکی سے بچے سنگھ کی نسبت ٹھہری تھی مگر راجہ اجیت سنگھ نے خود اُس سے شادی کرنی چاہی اس کو بیٹے نے غیرت میں آنکھ پاپ کو مار ڈالا اور یہ عورت راجہ کے ساتھ سستی ہو گئی۔ غرض جس بے وفامار نے باپ کو دغا سے قتل کیا ہو اُسے وفاداری اور جان نثاری کی امید کرنی اُسے پانی کی امید رکھنی ہر گز بات اس میں یہ تھی کہ ابھی سنگھ کو ایسے قوی ذریعے حاصل تھے کہ مغلوں کی حکومت کو جھیل نہ تھے اور وہ اپنے ذریعوں کی بدولت اس بات کے قابل سمجھا گیا کہ سر بلند خان کے قبضہ سے گجرات نکال لیا اور مرہٹوں کی لوٹ مار سے بچا دینا۔ پہلا مطلب تو حاصل ہوا کہ سر بلند خان ایک سال میں فوج کشی کر کے سندھ میں گجرات سے باہر کر دیا۔ مگر دوسرا مقصد حاصل ہونا سب سے تھا پہلا جی گائیگوار اگرچہ سندھ میں بڑا وہ سے خارج ہو گیا تھا مگر اب تک اُس میں اس قدر دم باقی تھا کہ جب راجہ ابھی سنگھ نے اپنی حکومت کا استحکام اس میں سمجھا کہ کسی طرح اُسکو ٹھکانے لگائے چنانچہ سندھ میں اُسکو دغا سے مار ڈالا۔ اس پر اُسکے بھائی بندون کے ایسی آگ لگی کہ وہ گجرات پر چڑھ گئے اور اُسکو برباد کر دیا۔ اُس پاس کی قزاق قوموں بھیل اور کولیوں کو برا بھونچا کیا کہ وہ کبھی مسلمانوں کی مطیع نہ ہوں غرض ان جنگلی قوموں اور گائیگوار کے خاندان کے ملکہ ملک گجرات کو آپس میں تقسیم کر لیا بلکہ انہوں نے جو دھپور پر جا کے ہاتھ پھینکا جس کے سبب سے راجہ ابھی سنگھ گجرات کو چھوڑ کر اپنی ریاست کے واسطے یہاں نائب چھوڑ کر بھاگ گیا اور اس نائب کے کچھ نہ ہو سکا۔

پہلے لکھائے ہیں کہ مالوہ میں راجہ گردھر صوبہ دار تھا یہ راجہ جو انگریزوں سے خالی نہ تھا اُس نے بابے راؤ سے لڑنا شروع کیا اور بادشاہ سے بار بار بسبب قلت سپاہ کے امداد مانگی مگر وہاں سے کچھ جواب نہ آیا آخر کار اس لڑائی میں وہ مارا گیا اور اُس کی اُس کا بھتیجا دیارام مقرر ہوا وہ بھی لڑتا رہا اور بادشاہ کو لکھتا رہا کہ جب تک میں زندہ ہوں ہندوستان سے مرہٹوں کو روک رہا ہوں میرے مرنے کے بعد وہ سارے ملک میں پھیل جائیں گے

مالوہ کی صوبہ داری پر بچے راؤ کا حق ہو نا

غرض وہ بھی مر گیا۔ ۱۳۳۵ھ میں محمد خان ننگش اُس کی جگہ مقرر ہوا۔ مگر اُسکو بندیلوں سے  
ایسا معرکہ آن پڑا کہ وہ اُس میں مصروف ہوا۔ راجہ جے سنگھ دالی بجے پور کو صوبہ غلایت پور  
راجہ خود علم نجوم میں بڑی مہارت رکھتا تھا اور علم و ہنر کا بڑا قدر شناس تھا۔ دلی میں آج تک  
جے سنگھ پور اور جیتر منتر اُس کے نام کو یاد دلار ہے ہیں۔ اس وقت وہ بڑا مسخر زرا تھا  
مگر مستقل مزاج اور عالی ہمت نہ تھا۔ مرہٹوں سے اُس کو موروثی تعلق تھا مگر  
یہ تعلق ایسا نہ تھا کہ دغا بازی سے وہ مالود مرہٹوں کو دیدیتا جب اُس نے دیکھا کہ مرہٹوں سے  
مقابلہ کرنے میں کچھ فائدہ نہیں ہے تو بادشاہ سے اُس نے یہ صوبہ باجے راؤ کو ۱۳۳۵ھ  
میں دیدیا اب اس مالود کی مہم میں مرہٹوں کو بندیل کھنڈن بھی جانے کا اتفاق ہوا  
جس کا ذکر نیچے دس پارچہ سطروں کے بعد لکھا جاتا ہے۔ گجرات اور مالوہ کے صوبوں کے  
نکل جانے سے سلطنت کو بہت ضعف ہو گیا ایسے وقت میں افوس ہے کہ سلماون کے  
سنگت نام کے رکھنے والے جو انر داؤر جنگ آور موجود نہ تھے۔ نامردوں سے کیا کام  
ہوتا ہے جہاں شمشیر کا کام ہو وہاں لومڑی سے کیا کام نکلتا ہے۔ جہاں لوہے کی لوار کا  
کام ہو وہاں لکڑی کی تلوار سے کیا سرانجام ہوتا ہے۔ پانی سے آگ کا کب کام نکلتا ہے  
خاک سے ہوا کا کیا خاک کام ہوتا ہے۔ قاعدہ ہے جہاں جہاں اور نامردی گھرباتی ہے  
وہاں مکاری دغا بازی بے وفائی بے ایمانی ضرور اُس کے ہمایہ میں آباد ہوتی ہیں۔  
صمصام الدولہ نے تمام باغیوں کی تنبیہ اور سلطنت کے انتظام کو مکاری اور عیاری پر  
موقوف رکھا تھا اور یہ چاہتا تھا کہ حیلوں اور شعبدون سے سارے فتنہ اور آشوب کو  
دور کر دوں اور آصف جاہ اور باجے راؤ جیسے دشمنوں کو لطائف ایکھل میں ٹال دوں  
بھلا پانی میں کیونکر آگ لگ سکتی ہے۔ یہ ارادہ اُس کا کیونکر پورا ہوتا ایسی تدبیروں سے تو  
اور سلطنت کی قوت گھٹتی اور باغیوں کی تقویت بڑھتی روز بروز لفاق کا دوروارہ کشادہ  
ہوتا تھا اور حوادث اور فتنوں کا مادہ زیادہ۔ ایسے وقت میں تو ایسا کوئی بادشاہ ہی نہ ہو سکتا



صاحب سطوت عالمگیر جیسا ہوتا کہ مہر دسر کشوں اور باغی گردن کشوں کے نخل نخوت اور بغاوت کو اپنے صدموں سے جڑ پیر سے اکھڑ کر پھینکتا۔

جب مالوہ اور گجرات پر مرہٹوں کا تسلط ہو گیا اور بادشاہ سے ان کا تدارک کچھ نہ ہوا تو ان کا اور اگے حوصلہ بڑھا اور صوبہ الہ آباد اور اکبر آباد پر ان کا دانت ہوا جس وقت بابجے راؤ مالوہ میں آیا ہے اُس وقت محمد خان بنگش جو مالوہ کا حویہ دار تھا بند لیکنڈے کے راجہ چتر سال سے لڑ جھگڑا رہا تھا اس راجہ کی ریاست مالوہ اور الہ آباد کے درمیان واقع تھی۔ محمد خان بنگش اپنی قوم کے بہت سے سپاہیوں کو ساتھ لیکر بندیل کھنڈ پر چڑھ گیا اور اکثر مقامات پر قبضہ کر لیا وہاں کے دار الملک میں اس جدید ملک کے انتظام کے لئے اقامت اختیار کی۔ راجہ اُس کے ہاتھ سے ایسا تنگ آیا کہ اُس نے ناگپور کلان کے مرہٹوں سے استغاثت کی درخواست کی۔ بابجے راؤ کے ان سرداروں سے جو آجین میں تھے وعدہ کیا کہ ہم اس اعانت کے عوض میں ملک اور دوسرے دیں گے۔ بابجے راؤ نے اُس کی درخواست منظور کی اور سپاہ روانہ کی جو بکلی کی طرح محمد خان بنگش پر چڑی وہ گھبرا کر قلعہ حیت گڑھ میں محصور ہوا۔ اس قلعہ کو مرہٹوں نے ایسا محاصرہ کیا کہ گھاس کا پتہ نہیں پہونچے دیا۔ اور یہاں تک قلعہ والوں کو کھانے پینے کی تنگی ہوئی کہ گائے گھوڑے گدھے کتے تک نہ چھوڑے۔ جو کھانے کی چیزیں نہ تھیں وہ کھائیں۔ باہر نکلتا میسر نہ ہوا۔ غضب جنگ کے دن و فرزند فرخ آباد میں تھے وہ امرار حضور سے استغاثہ و استمداد کرتے تو کوئی نہیں سنتا۔ دہلی کی سلطنت میں ایسی قدرت ہی نہ تھی کہ وہ اعانت کرتی آخر ناچار ہو کر احمد خان کے بیٹے قائم خان نے اقوام سے رجوع کی اور اُس کی بیوی نے سروسیل کے پٹھانوں کے پاس اپنی چادر بھیجی کہ وہ بنگش کو گرفتاری سے خلاص کریں۔ (پٹھانوں میں اس طرح چادر بھیجنا نہایت ضرورت کی حالت میں عزت بچانے کے لئے درخواست کرنا ہے)

محمد غنیمت اور بندلیوں کی لڑائی اور مرہٹوں کا دخل

افغان ہم قومی کی حیرت کے سبب جمع ہوئے غضنفر جنگ کی بیوی اور بیٹے سے تھوٹے ہو چکا  
سرانجام ہو سکا افغانوں نے اسی برقاوت کی اور وہ قایم جنگ کو اپنا افسر بنا کے وقت پر  
غضنفر خان پاس پہنچے اور قلعہ سے اُسکو نکالا اور الہ آباد میں پہنچا یا بیٹے نے یہ بڑا  
کام کیا کہ باپ کو بچا یا ہوگا اس بچنے سے اسکا صوبہ نہ بچا۔ راجہ بندیکھنڈ نے باجے راؤ کو اسکی  
حسن خدمات کے عوض میں جہان کے عوض میں جہان کے کنا رہ پر جھانسی کا علاقہ دیا۔ بعد ازاں  
جب مرے لگا تو باجے راؤ کے لئے ایسے حقوق بندیکھنڈ میں چھوڑ گیا کہ جن کے سبب سے کل ملک  
مرہٹوں کے ہاتھ لگ گیا۔ کوئی لکتا ہے کہ راجہ نے باجے راؤ کو تینے کر لیا تھا

امرا حضور نے غضنفر جنگ پر مرہٹوں اور بندیلیوں سے مغلوب ہونے کا تصور  
ثابت کیا تو وہ مور و عقاب میں آیا اور آلہ آباد کی صوبہ داری سے معزول ہوا۔ اور مبارک الملک  
سر بلند خان کی عفو تقصیر ہوئیں اور وہ الہ آباد کا صوبہ مقرر ہوا۔ اُس نے اپنے بڑے بیٹے  
خان زاد خان بہادر غالب جنگ کو صوبہ مذکور میں نائب مقرر کیا وہ خود اکثر بادشاہ پاس  
رہتا مگر دوبار میں شکستہ خاطر ہونے کے سبب کمر جاتا اکثر گھر میں پڑا رہتا۔

ان ہی دنوں میں حیدر علی خان مع اپنی بیوی کے خس خانہ میں سوتا تھا رات کو  
خس خانہ میں آگ لگی بیوی نیم سوختہ زندہ نکلی میان ایسا سوختہ ہوا کہ کسی علاج سے اچھا نہ ہو  
دینا سے چل بسا۔ اور امیر جمادی الاولیٰ ۱۲۳۸ھ کو محمد یار خان صوبہ شاہجہان آباد انتقال کیا  
اسی سال میں میرآتش کی خدمت مظفر خان برادر صمصام الدولہ کو مقوض ہوئی اس سال میں  
چہارم شوال کو بہان الملک کے باروت خانہ میں آگ لگی فیروز شاہ کا سارہ اڈھاڑ گیا اور  
اُسکے بچے کی آدھی عمارت اُڑ کر دور جا پڑی اس زمانہ میں نجم الدین علی خان رحمت الہی سے  
واہل ہوا اور جمیر کی صوبہ داری علاوہ میرآتش کے مظفر خان کو ملی دہم جمادی الاخریٰ  
بادشاہ کچھ بیمار ہو گیا۔ مرشد خان کو راجہ ابھے سنگھ سپہ سالار راجہ اجیت سنگھ بادشاہ پاس آیا تھا  
اُس نے سنا کہ مرہٹوں نے اُسکے وطن میں نساؤ چھاپا۔ اس لئے وہ رخصت لیکر اپنے دارالملک

غضنفر یا بادشاہ کا خطاب

مظفر خان حالات



جو دھپور میر تھا کوردانہ ہوا اس سال میں ایک ہندو جوہری نے پنجابی کفش دوزوں میں  
ایک کفش دوز کو ہولی کے ہنگامہ میں مار ڈالا تھا انھوں نے بادشاہ سے فریاد کی جب کسی نے  
نہ سنی تو انھوں نے جامع مسجد میں دو جمعون کی نماز پڑھنے دی قاضی کو بے عزت کیا  
روشن الدولہ انتظام کو گئے تو اپنے بھی دور سے جوتیان بھینکی گئیں غرض مشکل سے یہ دنگا مٹا۔  
آخر شوال اور ماہ ذیقعدہ میں شاہجہان آباد میں عفونت کے سبب سے سب چھوٹے بڑے تپ  
میں مبتلا ہو گئے۔ پٹنہ والہ آباد و اکبر آباد سے بیماری شروع ہو کر شاہجہان آباد میں آئی۔ یہاں  
پانی پت ولاہور میں اُس نے سرایت کی مگر انجام بخیر ہوا تھوڑے آدمی مرے۔ ماہ جب ۱۰ سالہ  
بعض راتوں کو ایسی سردی پڑی کہ شے اور ٹھیلوں میں پانی جم گیا اور برف پڑی۔ اس شہر میں  
کبھی ایسی جاڑے کی شدت نہیں ہوئی۔

پانچویں جب ۱۰ سالہ کو بادشاہ شاہجہان آباد سے اعز آباد و تھ کی طرف سفر شکار کو  
گیا۔ سرزمین اکبر آباد میں مرہٹوں کی شوخیوں کی خبر سن کر انکی گوشمالی کے ارادہ سے ایک دن  
بادشاہ چلا اور مہنڈن ندی کے کنارہ پر سات آٹھ روز قیام کیا جب مرہٹوں کے باہر چلے جانے  
خبر سنی تو ماہ شوال میں شاہجہان آباد میں چلا آیا۔

دہم رمضان ۱۰ سالہ کو بادشاہ نے مظفر خان بہادر میر آتش بزا و مصمام الدولہ کو مرہٹوں  
کی تہذیب کے لئے روانہ کیا جب مرہٹوں نے گجرات اور مالوہ کے صوبوں کو تسخیر کر لیا اور کوئی اسکا  
تدارک ظہور میں نہیں آیا تو انھوں نے تگ تاز کو اور دست طلب کو دراز کیا آہستہ آہستہ گے  
قدم بڑھایا اور کچھ مدت گزرنے کے بعد ملک بادشاہی کے ایک دو محال پر تصرف کیا یہاں تک  
ایک زمانہ گزرنے کے بعد وہ گویا۔ تاک جو اکبر آباد سے قریب ہے تصرف ہوئے۔ آصف جاہ نے  
مرہٹوں کے اغوائ میں کوشش کی فساد کو بڑھایا اور مرہٹوں کو اور بلاد کی تسخیر پر دلالت کر کے دیر  
کیا۔ ارکان سلطنت کے ضعف کو مرہٹے دیکھ کر خود بخود آگے بڑھنے کا ارادہ رکھتے تھے اب صفحہ کی  
تحریر کے بہانہ کو خاطر خواہ جان کر قدم آگے بڑھایا۔ امیر الامرا اور خاندان کے محالات پر انھوں نے

بادشاہ کا شہر شکار کو کرنا

مظفر خان کا مرہٹوں کی تہذیب کے لئے جانا

تاخت و تاج کی جب مرہٹوں کی تاخت و تاراج نے حدود گویا بسے آگے بڑھ کر محالات  
 متعلقہ اکبر آباد و اجمیر پر بھی سرایت کی تو امیر الامرا نے ناچار ہو کر اپنے بھائی مظفر خان کو  
 جو گھر میں بیٹھا اپنی شجاعت کی نشیمن بگھارتا تھا مرہٹوں کی جنگ اور تنبیہ کے لئے بادشاہ سے  
 رخصت دلائی اور بایں امیر مع سپاہ کے اسکے رفیق اور معین کے افواج شاہی اسکی ہمراہی  
 میں گئی۔ غرض وہ بڑے ٹھاٹھ سے مرہٹوں سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا مرہٹوں کی لڑائی کا  
 ضابطہ جنگ بطور چپاولی و قرادلی ہے اتنا راہ میں کہیں مظفر خان سے مرہٹے دو چار نہ ہو  
 وہ سر و نخ میں جا کر مقیم ہوا اس میدان میں مرہٹوں نے چند ماہ اسکو محصور رکھا اور  
 اجناس و غلہ کو اس پاس جانے نہ دیا مظفر خان بہادر نے خود دوازی کر کے بادشاہ واپس  
 بھائی کے حکم کا انتظار کیا جب حکم معاودت صادر ہوا تو اس نے خدا کا شکر کیا اور بادشاہ  
 اور بھائی کی خدمت میں آیا دوازدہم محرم ۱۱۰۰ھ کو بادشاہ کی کورنش بجالایا اس سفر پر  
 اسکے خوشامدیوں نے کہا کہ عین کاراز تو آید و مردان جہنم کنند چہارم جادی الثانی کو  
 امیر الامرا مصمصام الدولہ اور احتیاد الدولہ قمر الدین خان مرہٹوں کی تنبیہ کے لئے بادشاہ  
 رخصت ہوئے یہ دونوں بہادر بھی مظفر خان کی طرح مرہٹوں کو تماش کر کے اُلے چلے گئے  
 شوال ۱۱۰۰ھ میں مرہٹوں نے قصبہ ساخنہ پر کہ شاہجہان آباد سے سو کو س پرچہ تاخت کی  
 وہاں کے فوجدار فخر و نے تین چار ہاتھی اور تین لاکھ روپیہ کا مال سباجانہ مرہٹوں کو دیا  
 کہ وہ اس کے دست بردار ہوں مرہٹوں نے اسپر قناعت نہ کی فخر کو ایسا لوٹا کہ صرف اس کے  
 بدن پر کڑے چھوٹے۔ قصبہ مذکور کے قاضی نے جاہلیت کی حمیت کو کار فرمایا کہ پہلے اپنے  
 عیال کو مارا اور پھر جہان تک ہو سکا مرہٹوں سے لڑا اور مجروح ہو کر اپنے گھر میں پڑا  
 اس زمانہ میں راجہ بھگونت کچھار زمیندار غازی پور ضلع کوڑہ میں سرکشوں کا بڑا سرغنہ تھا  
 وہ جان نثار خان کو ہمیشہ آزار پہونچاتا تھا جان نثار خان و قمر الدین خان کا ہنوی ضلع  
 کوڑہ کا ناظم تھا جب کوڑہ میں نواب سر بلند خان صوبہ الہ آباد میں آیا تو جان نثار خان نے

نواب انالک کی جنگ راجہ بھگونت کچھار سے



بھگونت کے استیصال کے لئے اس سے مدد مانگی۔ سر بلند خان نے کہا کہ بھگونت کے مطیع کرنے میں بہت مدت لگی گی میرے پاس سپاہ کے خرچ کے لئے روپیہ نہیں ہے۔ اگر تم روپیہ دو تو میں بھگونت سے زور و جارحانہ طور پر روپیہ دینے سے انکار کیا تو سر بلند خان نے الہ آباد کو مراجعت کی بھگونت سنگھ جان شار خان کی جان لینے کے لئے اپنا قابو ڈھونڈ رہا تھا کچھ تھوڑی دیر کے بعد اُس نے دفعہ جا کر اُسکو مار ڈالا۔ اسکا سارا مال باب لوٹ لیا اُسکے گھر کی عورتوں پر تصرف ہوا (نفتخا للباب میں لکھا ہے کہ روپے لئے پس بھگونت نے اُسکی بیٹی پر تصرف کرنا چاہا مگر اُس نے اپنی عصمت بچانے کے لئے زہر کھا کر جان دیدی) یہ خبر سکر قمر الدین خان وزیر کو بڑا غصہ آیا وہ امر اردہلی کو ساتھ لیکر بھگونت سے لڑنے کے لئے نکلا بھگونت قلعہ غازی پور میں مقیم ہوا۔ وزیر نے طب سرح کی کوششیں کیں مگر انکا کچھ اثر مرتب نہ ہوا تو آخر کو محمد خان نگیش نواب فرخ آباد کو قلعہ غازی پور کا محاصل سپرد کر کے دہلی چلا گیا نواب مذکور نے بھگونت سے کچھ روپیہ لیکر معاملہ کر لیا اور فرخ آباد کو موٹو دی اس سے بھگونت کو پہلے سے بہت زیادہ دلیری ہوئی اُس نے کوڑہ پر قبضہ کر لیا جب بادشاہ نے صلح مذکور برہان الملک کو سپرد کیا تو وہ مسئلہ میں سبیت ناک سپاہ لیکر گیا قلعہ غازی پور سے بھگونت تین ہزار سوار لیکر دفعہ لشکر کے رو برو آیا نواب کے توپخانہ سے اُسکے بہت آدمی مارے گئے۔ گو بھگونت ان توپوں کی مار سے بچکر ہراول پر حملہ آور ہوا جس کا سردار ابو تراب خان تھا بھگونت نے اُسکو مار کر نواب کے قول پر حملہ کیا میر خدایار خان چھ ہزار سواروں کے ساتھ اُس سے لڑا سخت لڑائی کے بعد اُسکو شکست ہوئی تو نواب خود اُس کی ملک کو گیا اور بڑی گھسان کی لڑائی ہوئی۔ بھگونت کو گھیر کر درجن سنگھ نے مار ڈالا نواب برہان الملک نے بھگونت کا سر کاٹ کر بادشاہ پاس بھیجا۔ اور کھال میں جس بھر قمر الدین خان پاس بھیجی بعض کہتے ہیں کہ درجن سنگھ بھگونت کا رشتہ دار اور نواب کا نوکر تھا بعض اس کو برہمن بتاتے ہیں۔ راجہ بھگونت کو فارسی کتابوں میں اجازت اور اذارداد رو بھی لکھا ہے برہمن الملک چند روز اس چکلہ میں رہ کر شاہجہان آباد کی طرف روانہ ہوا مگر جب تک کہ

بادشاہ کی ملازمت کی۔ ہرشوال کو ابو المنصور خان صفدر جنگ واداد خواہن زادہ برہان الملک اور شیخ عبداللہ خان وغیرہ نے اس سے رخصت کی درخواست دی کہ سپر بھگوانتے مرہٹوں کو اپنی ملک کے لئے بلایا تھا۔

اسی عرصہ میں ہرذیقعدہ مسئلہ کو یادگار خان کشمیری کو کہ چرب بان اور ہوشیار اور امیر الامرا محمد صام الدولہ کے رفقا میں سے تھا راجہ جو سنگہ سوائی اور پاجی راؤ سپیالار مرہٹہ بھیجا کہ جو راجہ ساہوکی طرف سے ممالک ہندوستان کی لتیجر کے لئے مامور ہوا تھا کہ وہ راجہ جو سنگہ سوائی کی معرفت مرہٹوں سے جواب سوال کرے۔ گجرات اور مالوہ کی صوبہ داری بھی انکو دی گئی تھی مگر مرہٹوں نے کسی بات کو نہ سنا اور گجرات اور مالوہ کے صوبوں کے لینے پر انکی حرص کی آگ بھگی بلکہ انہوں نے اپنا مقدہ پیشتر سے پیشتر دیکھا انھوں نے اور زیادہ پاؤں پھیلانے۔ پیشوا کو اس وقت بڑی فرصت حاصل تھی کیونکہ کولا پور کے راجہ سے پہلے ہی صلح ہو چکی تھی نظام الملک کے کچھ خوف باقی نہ رہا تھا اس لئے تو خود مرہٹوں کو شمال کا رستہ بتلادیا تھا۔ وہ بیٹھا ہوا اپنی جدا ہی سلطنت قائم کر رہا تھا گو اور اطراف سے بالکل غافل نہ تھا مغربی ساحل پر چودھمن پیشوا کے راجہ کے تھے ان دور درازی فہمات کے زمانہ میں مغلوں کا کیا تھا گجرات مالوہ ہندلیکھنڈ میں بادشاہی اہلکار کا نام نہ تھا۔ اسکے محصول سے اسکی سپاہ کثیر کا کام چل رہا تھا اجمیر و ہندلیکھنڈ کے راجپوت اسکے دوست تھے۔ بان براہین خاندان بھوسلے سلطنت کی ایک نئی شاخ قائم کی تھی جس سے ناگپور کی ریاست کی بنیاد پڑی اگرچہ یہ ریاست پیشوا کی مخالف ہوئی مگر اس نے مغلوں کے ساتھ لڑنے میں کچھ خلل نہیں ڈالا۔ پیشوا کے زیر حکومت بڑے بڑے جو امر وافر ہو کر اور سینڈھیا تھے جب یہ سب باتیں جمع ہو گئیں تو باجے راؤ نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اپنی قوت کو بادشاہ دہلی پر آزمائے۔ بادشاہ نے ہرذیقعدہ مسئلہ کو امیر الامرا محمد صام الدولہ کو مرہٹوں کی تنبیہ کے لئے رخصت کیا۔ اس نے اکبر آباد میں تیس چالیس ہزار سوار مع توپ توپخانہ اور آلات کارزار کے آراستہ کئے۔ ہندوستان کے بعض عمدہ راجہ اسکے ہمراہ تھے سرداران مغل ہندوستانی

امیر الامرا محمد صام الدولہ و وزیر املاک آغا علی والدہ لکڑا باجے راؤ مرہٹہ کے لئے جانا اور اس تمام کا انجام



اُسکے ملازم ہر کا ب تھے علاوہ انکے غلیہ اور تورانیہ قدیمی ملازم بادشاہ کے اُسکے ہمراہ تھے اس لشکر کے ساتھ اجمیر کی راہ پر دشمن کا منتظر تھا محمد خان نگیش اپنے مسکن فرخ آباد بادشاہ کے حکم سے مرہٹوں کے روبرو تھا ان تمام مشہور امراء مقتدرین سے کسی کی جرأت نہ تھی کہ مرہٹوں خود تاخت کرتا اور اُنکے کان ایٹھتا خود صمصام الدولہ بیٹھا ہوا تدبیرات سوچتا اور انکا جھم جے سنگہ لکھتا۔ اُنکے جواب میں جو سنگہ کے دل میں جو کچھ آتا وہ امیر الامراء کو لکھ بھیجتا۔ راجہ بھگتے راٹھور اپنے وطن میں ایفون کی پینک میں رہتا دن کو خواب میں رات کو چیتا ب میں تہا کہ کیا کرنا چاہئے جب امیر الامراء اُسکو طلب کرتا تو خود داری اور اپنے ملک کی حفاظت کا عذر لاطائل لکھ بھیجتا علی ہذا القیاس عتقاد لکھ بھی اپنے سے غافل کبھی ہر اس میں اپنا لشکر کاٹنے اپنے رفقا اور اپنے ہم قوم امراء سے مشورہ کرتا مگر عقدہ حل نہ ہوتا ہمیشہ آصف جاہ کی اعتدال امید رکھتا صمصام الدولہ بادشاہ سے آصف جاہ نہایت آزدہ خاطر ہو کر دکن کو چلا گیا تھا وہ ان طروق کے مفاسد کی اصلاح پر انتفات نہ کرتا بلکہ یہ چاہتا تھا کہ جس صورت سے ہو سکے ارکان سلطنت و اعیان مملکت کی کسر شان ہو۔ آصف جاہ کی طرف سے بادشاہ سوزن رکھتا تھا امیر الامراء کی ممانعت کے سبب آصف جاہ سے رجوع نہیں کرتا بلکہ قطعی امراء تورانیہ سوداگران ہو کر کسی سے اپنی اعانت نہیں چاہتا تھا روز و شب تذبذب میں گزرتے تھے اور کوئی کام بھی بنائے درست پر نہیں قائم ہوتا تھا حضور بادشاہ کے امراء بے عقد و راہ منصبدار معذور کسی کام کو نہیں کرتے تھے اُن میں سے اکثر کوریافت بھی نہ تھی بعض مثل عمدۃ الملک وغیرہ کے امیر الامراء کی ناخوشی کے سبب سکی مرضی کے خلاف کسی التماس کی مجال نہ رکھتے تھے اگر عمدۃ یا مبارز الملک سر بلند خان کہ جرأت اور کام کی لیاقت رکھتے تھے کچھ کہتے تو بادشاہ صمصام الدولہ کی مرضی کے خلاف کسی کی بات نہ سنتا جو کچھ بادشاہ کے دل میں آتا وہ صمصام الملک کو لکھ بھیجتا اور وہ عذر میں عرائض و دراز کار جواب میں لکھ بھیجتا۔ امراء میں سے ہر ایک مرہٹوں مصالحت چاہتا تھا اور مرہٹوں کے استیصال کو امیر الامراء اپنی تاب تو ان باہر جانتا تھا

وجنگ کی شقوق پرتال عیق ہوتا اور معاملہ کا انفصال ناتمام اور ملتوی رہتا سب باتوں سے  
صلح شاہجہان آباد کی مراجعت ٹھہری۔

برہان الملک سعادت خان بہادر جنگ فقط اودھ کا صوبہ دار اور خواص بادشاہی کا وارث  
تھا۔ تین امیزوں میں سے جن کا ذکر اوپر ہوا ان سے مداح میں کتر تھا۔ لیکن نہایت شجاع  
و غیور و دروازہ صاحب شعور اور جو یائے نام جنگ الو العزم بافرہنگ تھا وہ امر کی مستی  
و بکھڑاؤ مرہٹوں کی شوخی سے دل تنگ ہوا و جو دیکھ صوبہ کی حدود شمالی لنگا کی طرف تھے  
اور اس کو دیکھتوں سے سرور نہ تھا اس نے محض غیرت کے سبب مرہٹوں سے رزم کا غم کیا  
اور پیکار کے لئے مستعد ہوا۔ وہ اپنی فوج کو پیکار کے لئے ہمیشہ راستہ رکھتا تھا اب از سر نو راستہ کیا  
اور اسباب حرب و آذوقہ جو قدر مناسب تھا تیار کیا اور اپنے داماد ابو المنصور خان صفدر جنگ کو  
ساتھ لے اپنے دارالملک کو چل گیا اور گنگا سے پار گیا اور جہاں سے پار کرنے کا ارادہ تھا کہ لڑ  
بھدور کی ملک کرے۔ راجہ برہان الملک نے نسل رکھتا تھا اس کے قلعہ کا محاصرہ مرہٹوں نے  
کر رکھا تھا اس نے برہان الملک کو عرض لکھی تھیں کہ وہ میری امداد کرے برہان الملک نے  
جواب میں لکھا کہ کبھی عاجز ہو کر مرہٹوں کو کوڑی نہ دینا میں ابھی کیا مرہٹوں اور بندیلیوں نے  
آپس میں اتفاق کر کے جہاں کے گھاٹوں پر اپنا اثر دھام کر رکھا تھا انہیں سے عبور کرنا آسانی اور  
جلدی سے نہیں ہو سکتا تھا۔ راجہ کو مرہٹوں کے ہاتھ سے ایک عمدہ عظیم پہنچا۔ راؤ ٹھار نے کہ  
بلجے راؤ کا عمدہ سردار تھا جہاں سے پایاب جگہ سے عبور کیا اور برہان الملک کے عقب میں آیا چکلا راؤ  
اگر کے موتی باغ تک جس جگہ آبادی دیکھی اسکو چلایا غارت کر کے خاک کی برابر کیا۔ سردار و جالیت  
دست دلاڑی کی اور انکو خراب کیا۔ ۲۲ ذیقعدہ کو ۱۱۹۹ کو برہان الملک بلائے ناگمانی کی طرح  
ٹھانڈا و ہلکر پرگرا۔ اکثر مرہٹوں کو قتل اور تین عمدہ نامدار سرداروں کو اسیر کیا۔ اعتماد پور تک  
چار کردہ مسافت پر تھا تعاقب کیا اودھ میں کشتوں کے پشتے لگا دیئے۔ ٹھانڈا راؤ کے ایک غم لگا  
اور فراریوں کے ساتھ گیا اور بھاگ گیا۔ راہ میں جہاں میں کچھ مڑے دو بے باجے راؤ کے پاس

برہان الملک کا مرہٹوں سے لڑنا اور اس کی شکست تیار۔



بھار راؤ گیا۔ یہ سب لارڈ کن قصبہ کو ملہ آبادی سا دیا میں کہ گوالیار کے قریب تھا ٹھہرا ہوا تھا برہان الملک  
 اُس کے تعاقب میں وصول ماری کی طرف آیا کہ اکبر آباد سے اٹھا رہا کوس پر دیکھا چیل کے اس طرف واقع  
 اُس نے ساتھ کہ بابے راؤ دہان ہو اسکا ارادہ تھا کہ بابے راؤ سے جہان ملاقات ہو دہان مقابلہ مقابلہ  
 میں مشغول ہوں کہ ہندوستانیوں کی آبرو گئی ہوئی پھر چل ہوا اور بگڑی ہوئی بات بنے مگر دہان  
 کے لشکر کا پتہ نہ تھا ناچار برہان الملک اپنے خیموں میں آیا اور دو روز آرام کیا اور حکم دیا کہ لشکر کا ہر سوار  
 چار روز کا سامان کھانے پینے کا اپنے ساتھ لیکر سطح و مکمل ہو کر ہمراہ ہو اور خود بھی پانی سے بھری مشکیں اور  
 پتی روٹیاں ساتھ لیں اور حکم دیا کہ جو شخص ملازموں میں سے اپنے خیمہ گاہ میں پہنچا اُسکے گھوڑے کی دم کا ٹکڑا  
 تشہیر کجائیگی اور ہاتھیوں پر بھاری جزائل کو اور ڈٹوں پر رکھ کر ہلکی توپوں اور ضربوں کو ہمراہ لیا اور  
 کھانے پینے کی چیزیں اونٹوں اور چروں پر لدی ہوئی ساتھ لیں اور مصمم غم کیا کہ اگر چیل کے طرف  
 غنیم ہوگا تو مع فوج دیا کے پار جا کر اُس دست برد مردانہ اور مبارزت دلیرانہ کو دنگا جب سامان  
 تیار کر کے حرکت پرستعد ہو تو برہان الملک کی جرات و جلدات کی خبر مصمصام الدولہ کو پہنچی تو وہ بڑا شہر  
 ہوا اُس نے چاہا کہ میں بھی برہان الملک کی طرح نام پیدا کروں یا اُسکو بھی اپنی طرح بدنام اور برا کروں  
 اُس نے اُس شہر سواروں کے ہاتھ متوازی مکتوبات بھیجے ان میں لکھا کہ میں آپ آتا ہوں ہم تم دونوں ملکر  
 دشمن کو استیصال کرینگے زہنار کار میں جلدی نہ کرنا برہان الملک بہادر امیر الامرا کے خطوط آنے سے  
 عین سواری و تیار کر کے وقت اپنا ارادہ ترک کیا۔ تین چار روز بعد امیر الامرا آیا۔ بادشاہ کے حکم کو  
 جو بسبب مرہٹوں کے قریب کے خوفناک تھا اور صاحب فوج امیر غم و مداخلت میں مامور تھے قمر الدین خان  
 بھی مع اپنی فوج کے شاہجہان آباد سے تیس کوس پر اجمیر کی شہر پر تھا محمد خان غصنفہ جنگ بخش بھی  
 اپنی جمیعت کے ساتھ ایک طرف غنیم کا منتظر تھا۔ مصمصام الدولہ اور برہان الملک میں ملاقات ہوئی  
 طرفین میں مینافیتیں ہوئیں اس طرح غنیم کو چھ سات روز کی فرصت مل گئی اور برہان الملک کے  
 تعاقب کا اضطراب بابے راؤ کے دل سے باہر ہوا۔ اُس نے شاہجہان آباد کو فوج سے خالی تصور کیا  
 برہان الملک کی فتح کی یہ ہوا یاساں اُن میں کہ ساکر مرہٹے دکن کو بھاگ گئے جب بابے راؤ کے کالین

برہان الملک کو مصمصام الدولہ کا بیٹا ہے راؤ سے لڑنے کے لئے شہر کرنا اور شاہجہان آباد پر آجے راؤ کا ماتھے پر

یہ خبر پہنچی تو وہ مرہٹوں کی بدنامی کا دھبہ مٹانے کے لئے اور زیادہ لڑائی پر آمادہ ہوا اور ان سے کہا کہ اب میں بادشاہ کو قتلانا ہوں کہ ہندوستان خاص میں ہوں اور اُس کی دارالسلطنت میں اپنے مرہٹوں کو دکھلاتا ہوں اور اپنی لڑائی کے شعلوں کو بھڑکاتا ہوں وہ بڑی بڑی منزلیں طے کرتا ہوا ہمدی الحجہ ۱۲۳۷ء میں تغلق آباد میں آیا۔ اُس دن کالکا کا میلہ تھا اس میں ہندو مسلمانوں کا جگمگا تھا۔ اس میلہ کو اُس نے بڑی دلچسپی سے لوٹا بہت مال جمع کیا۔ رات کو قطب صاحب کے فرار کے قریب آیا۔ پھر عرفہ کے دن مینا بازار اور آبادی کی دوکانوں کو جلایا اور غارت کیا۔ دوپہر کے قریب حویلی پالم کو تاراج کیا۔ کالکا کے مجروح و مصزوب شہر میں آئے۔ مرہٹوں نے قتل و غارت کو زبان حال و مقال سے ظاہر کیا۔ اس خبر کے سننے سے اور مجروحوں کے حال دیکھنے سے دہلی میں ہنایت ہول پیدا ہوا بادشاہ کے حکم سے دس پانچ امیر ٹوٹی پھوٹی سپاہ لیکر باہر نکلے اور تال کٹورہ پر کہ شاہجہان آباد سے بہت قریب ہے لڑائی شروع ہوئی دو چار غیرت مند امیر مارے گئے باقی بے حیا اپنا سامنہ لیکر شہر میں چلے آئے شاہجہان آباد کے قریب جو بادشاہی لشکر تھے وہ اس جبر کو سنکر اور بادشاہ کی تنہائی کا اندیشہ کر کے ہر ایک ایٹھا کر کے شاہجہان آباد کی طرف دوڑے اور چند روزین جمع ہو گئے۔ بابے راؤ نے جب برہان الملک کا آنا سنا تو اپنے میں تاب و مقاومت نہ دیکھی چارونا چار قصبہ یوڑی دپاؤدھی کی طرف گیا اور دونوں قصبوں کو خاطر خواہ لوٹا۔ اسی راہ سے گجرات اور مالوہ چلا گیا اور کہیں نہ کہیں ٹھہر کر برہان الملک کے سوا کسی اور کو مرہٹوں کے تعاقب کی ہوس نہ تھی۔ جبر ایک امیر کچہ بہانہ بنا کے اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ اب ارکان شاہی سے کچھ اور نہ ہو سکا۔ سو انکو اس کے کہ نظام الملک کی منت سماجت کریں۔ بادشاہ نے جو لشکر کشی کی اس سے مرہٹوں کی نظروں میں بادشاہ کی عزت اور گھٹ گئی۔ تھوڑی مدت کے بعد بابے راؤ نے خود عہد نامہ کی بابت خط و کتابت شروع کی۔ مالوہ اور گجرات لینے کی تجویز دربار شاہی میں ہوئی لیکن ملکوں کے دینے کا پوشیدہ پوشیدہ عہد نامہ لکھا گیا مگر اسپر اہرائے شاہی کا اتفاق نہ ہوا۔ مرہٹوں کے



ایک سردار کو یہ حال معلوم ہو گیا۔ اُس نے یہاں کے نفاق کا حال بابے راؤ کو لکھ بھیجا تو بابے راؤ نے اپنی درخواستوں کو بڑھانا اور مالوہ اور گجرات کے سوا کھرا اور الہ آباد و بنارس ہندوؤں کے بقدر شہروں کو بھی مانگا۔ اگرچہ بادشاہ میں یہ قدرت نہ آئی تھی کہ وہ علانیہ مرہٹوں کا مقابلہ کرنا مگر ایسا ذلیل بھی نہ ہوا تھا کہ وہ اس درخواست کو منظور کرتا۔ اب اُس نے کچھ تھوڑا سا نقصان اٹھا کر مرہٹوں کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔ مرہٹوں نے بھی اپنا مقصود عظیم ہاتھ سے نہیں دیا بلکہ اُس پر عمل کیا کہ یکے راگیر دیگرے را دعویٰ کن مرہٹوں کے حال پر جو اور غنائتین کی تھیں منجملہ انکے یہ بھی تھی کہ مرہٹے راجپوتوں کے ملک سے خراج وصول کریں اور آصف جاہ کے ملک میں سے جو حقوق انکو حاصل ہیں ان پر اضافہ کریں اور وہ ان حقوق کے عینت کرنے کی یہ بھی کہ آصف جاہ اور راجپوتوں کی لڑائی میں مرہٹے مصروف ہو جائیں یہ مقصد کیسے حاصل بھی ہوا۔

آصف جاہ نظام الملک کو بادشاہ مرہٹوں کے فسادوں اور غلطیوں کا بانی مسمیٰ جانتا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ اس سے عمدہ برا ہونا دشوار ہے تو اُسکی دلجوئی ضروری جانی اور سالہ میں اُس کے پاس بادشاہی شقے اشفاق آمیز گئے اور بادشاہ نے اُس کو اپنے پاس بلایا۔ آصف جاہ بھی مرہٹوں کا حال دیکھ کر چوکتا ہو گیا تھا کہ میں نے اپنے منصوبے کو حد سے بڑھا دیا۔ اور اب اُسکو بادشاہ کے ضعیف ہونے سے ایسا ہی اندیشہ تھا جیسا کہ پہلے اُسکے دشمن ہونے سے خوف تھا۔ سوا اُسکے دربار دہلی اُس سے امداد و استعانت کے لئے التجا کرتا تھا اور اس بُرے وقت میں اُسی کو اپنا بیڑا پار کرنے والا سمجھا تھا اور اُس کی سرکشی اور بغاوت کی باتوں کو سب بھول گیا تھا اُسی کو اپنی بلادن کاٹانے والا جانتا تھا اب آصف جاہ نے بھی یہ سوچ سمجھ کر بادشاہ کی اعانت کا ارادہ مصمم کر لیا۔

بابے راؤ کے آنے سے دہلی والوں کے دلوں پر جو صدمہ ہو گا وہ وہی خوب جانتے ہونگے مگر اس کا یہاں آنے سے فقط بادشاہ کو اپنی ہیبت دکھانی اور ڈرانا منظور تھا اُسکو غصہ لانا منظور نہ تھا۔ اس لئے اُس نے شہر پر اپنی فوج کی دست درازی نہ ہونے دی مگر دو ایک کام ایسے

دکھا دیئے جن سے معلوم ہو جائے کہ ہاں اس میں قدرت غارتگری اور نقصان پہونجانے کی ہر  
 نہایت آدمیت کے ساتھ بادشاہ سے خط و کتابت شروع کی مگر اُس کا نتیجہ کچھ نہ ہوا پھر وہ شہر سے  
 تھوڑی دور چلا گیا اور اُس نے بادشاہ کو کھلا بھیجا کہ شہر کے پاس رہنے میں مجھے یہ اندیشہ تھا کہ کمیز  
 فوج اُسکو لوٹ نہ لے اس لئے پرے ہٹ گیا ہوں جب وہ شہر سے پیچھے ہٹا تو شہر کی خلقت اُسے  
 کچھ اور سمجھی اور لڑنے کے لئے آمادہ ہوئی مگر پھر شکست کھا کر اور اُفت اُٹھا کہ شہر میں چلی آئی جب  
 سعادت خان کو قمر الدین خان ساتھ لے دارالسلطنت کی امداد کے لئے پہونچا تو بابے راؤ نے اُلٹے  
 جانے کا قصد کیا۔ اس طرح واپس جانا مرہٹوں کے آئین جنگ کے موافق کچھ بے عزتی کی بات نہ تھی  
 بادشاہ نے اُس کو مالوہ جاگیر میں اور تیرہ لاکھ روپے عنایت کئے یہ کامیابی اُسکو ایسی ہوئی کہ تک  
 اُسکی کسی قوم کے سردار کو نہیں حاصل ہوئی تھی اُس کا ارادہ تھا کہ جنما کے نیچے سے پارا ترے اور  
 لنگا جنما کے دو آبہ کو لوٹتا ہوا جائے مگر برسات کے قریب آنے اور آصف جاہ کے دلی کی جا  
 بڑھے آنے سے یہ قصد کیا کہ دکن کو جلد چلا جائے وہاں اُس کو بعض اور کاموں کی بھی ضرورت تھی  
 اگرچہ دکن کو بابے راؤ چلا گیا مگر آصف جاہ دلی کی طرف بستور چلا آتا تھا۔ کیا خدا کی قدرت ہو  
 کہ وہ آصف جاہ جس کا بادشاہ دشمن تھا اور رات دن اُس کی تیغ کھنی کی فکر میں رہتا تھا اب  
 اُس نے کس منت اور سماجت سے اُسے اپنی حمایت کے لئے بلایا اور بالکل اختیار اُس کو دیدیا  
 اور کندیا کہ جو کچھ وہ میری سلطنت سے لڑائی کا سامان جمع کر سکے اکٹھا کرے غرض آصف جاہ  
 دہلی میں ربیع الاول ۱۱۳۳ھ میں پہونچا اور اپنے بیٹے عازمی الدین خان کو دکن میں نائب  
 کر آیا تھا۔ اب بادشاہ نے آصف جاہ کو مرہٹوں سے لڑنے کے لئے روانہ کیا۔ اور مالوہ کی  
 صوبہ داری بجائے بابے راؤ کے عازمی الدین خان کو محنت ہوئی۔ اب وہ اکبر آباد میں آیا  
 ساری سلطنت ایسی ضعیف ہو گئی تھی کہ کہیں سے سامان جنگ عمدہ میا نہ ہوا۔ اُس پاس فقط  
 پینتیس ہزار سپاہ تھی۔ اور اُس میں بعض راجپوت راجہ بھی ہمراہ تھے وہ اب تک محمود شاہ کا  
 ساتھ دیئے جاتے تھے۔ تو پرخانہ کا سامان اُسکے ساتھ نہایت عمدہ تھا۔ اب سعادت خان کا بھائی



صفدر جنگ بھی لشکر کے ساتھ اُسکی تائید کرنے کے لئے آیا پیشوا اسکو دو چاند فوج لیکر دریائے  
 نربدا سے پار اُترا۔ اگرچہ اُس اپنی فوج کا ٹھینہ بہت کیا تھا مگر بعض سپاہ اسکی نمل سکی۔ اب  
 اُس کو اُس دشمن کے مقابل آنا پڑا جس سے وہ پہلے ہزیمت پا چکا تھا مگر اس سے اسکی شہرت میں  
 کچھ فرق نہیں آیا تھا اُسکے ساتھ وہ ہندو راجہ تھے جو شجاعت اور مردانگی مان کے پیٹ سے  
 لیکر نکلے تھے۔ بادشاہ کا نام بھی اب تک لوگوں کے دلوں میں ہیبت اور خوف پیدا کرتا تھا لہٰذا  
 باتوں کے سوا آصف جاہ کے بھاری توپ خانہ کے سامنے ہلکی مرہٹے سپاہیوں کا ٹھہرنا مشکل تھا  
 گو یہ سب باتیں تھیں مگر یہ پیشوا اپنی سپاہ کو سوچ بچار کر کے آگے بڑھائے لایا۔ اسوقت نظام الملک  
 اس بڑی لڑائی کی جوابدہی کے ذمہ سے مضحک ہوا جاتا تھا دوم سپرہ سالو نے بھی ضعیف  
 کر دیا تھا اُس نے خود حملہ نہ کیا اور نہ اُسکی پُرانی حکمت چلی سکی کہ مرہٹوں کو اپنے ساتھ لیکر  
 مرہٹوں سے لڑنا۔ لوہے کو لوہے سے کاٹنا غرض اُس نے جو خرم اور احتیاط سے بھوپال کے  
 قلعہ کے قریب اقامت اختیار کی اُسکے کچھ فائدہ نہ ہوا۔ بلکہ اُسے پیشوا کو خوف بھی جاتا رہا  
 اور وہ یہ سمجھا کہ دشمن نے خود اپنے تئیں آپ ایک استحکم مقام میں قید کر رکھا ہے غرض اس  
 اگرچہ حملوں کا اثر نہ ہونے دیا مگر دشمن کا حوصلہ بڑھایا اور اُس نے سارا ملک گرد و نواح کا  
 تخت و تاج کیا اور سپاہ جہاں آصف جاہ کی امداد کے واسطے آئی تھی اُسکو ملنے نہ دیا اور راہ  
 آمد و شد کی بالکل مسدود کر دی تاں میں بے سپاہ کی شکستہ دلی روز بروز بڑھتی چلی گئی اور دشمنوں کی  
 فوج کے دل دن بدن بڑھتے چلے گئے جب اودہ کا صوبہ دار لشکر لیکر نہ آیا تو نظام الملک کی  
 رہا سہا دل و دیر بھی بچھ گیا پیشوا سے بھان تک ہو سکا مغلوں کی سپاہ کو گھیرے پڑا رہا اور انکی مصیبت کو  
 اس سب سے زیادہ کر دیا کہ کسی مفرد سپاہی کو جو اُسکے لشکر میں آنے سے خوش تھا اپنی طرف ہینن آنے دیا  
 اب یہ دونوں رقیب میدان جنگ میں ترازو کی تول تھے ہر ایک اپنے پڑے کو اور دون کی امداد  
 بھاری کرنے کی آرزو رکھتا تھا مگر یہ آرزو کسی کی پوری نہ ہوئی نہ باجے راؤ کی فتوحات بڑھانے کو  
 بھوسلا نے امداد کرنی کو اراکی نہ باجے راؤ کا بھائی حقیقی استعانت کے لئے اُسکا کیونچا اسوقت

اُس نے پرتگیزوں کو انکی آبادی مہاسن پر گھیر رکھا تھا اور قریب پانچ پائے کو تھا۔ اُس پتی پکانی  
 ہانڈی کو چھوڑ کر کمان جاتا۔ اب دوسری طرف آصف جاہ کا یہی حال تھا کہ اسکا دوسرا بیٹا ناصر  
 بادشاہ کے دربار میں تھا وہاں تک وہ سپاہ لیکر دکن کی فوج کو محنت شقیّت سے نہ چھٹا سکا جب  
 بھوپال کے شہر پر بہت ہجوم ہو گیا تو آصف جاہ نے بڑی مشکل اور آنت سے اپنے سین میں اس بھیندے  
 نکالا اور توپوں کی انداز سے بہت سیج سیج سفر تین میل کا ایک ایک ن کرنا شروع کیا مگر پھر  
 وہی دقت پیشو اکا کے پیش آیا جو پہلے آچکا تھا اور مجبور ہو کر یہ عہد نامہ اپنے ہاتھ سے لکھ کر باراد  
 دیا کہ سارا مالوہ اسکو دیا جائے جو نرہ اور چنبل ندی کے درمیان واقع ہو اس میں بالکل اختیار  
 حکومت دیا جائے اور خرچ لڑائی کا جو چاہے لکھ کر پیسے کم نہ تھا بادشاہی خزانہ سے ادا کیا جائے۔ غرض  
 یہ عہد نامہ بادشاہ کے دستخط کے واسطے لیکر آصف جاہ دلی کی طرف چلا اور پیشو اپنے ملک کو گیا۔ پھر دو نو  
 رقیب کبھی آئے سائے نہ ہوئے لیکن پیشو کے سامنے اس پر کس سال کا بیٹا کھڑا ہوا اور اُس نے  
 باپ کے عوض لے لیا۔ اب مرہٹوں کا دماغ آسمان پر ہو گیا تھا اُنھوں نے نظام الملک کی حکومت اور  
 سلطنت کو بالکل دکن سے اکھڑنا چاہا مگر وہ اس کام میں خود ذلیل ہوئے پیشو اکی اس محنت و کامیابی  
 کی ایسی دہوم سار ملک میں ہوئی کہ اور شور و فساد ملک میں نہ ہوئے یہ عہد نامہ ہنوز بادشاہ کے دستخط  
 مرتب نہیں ہوا تھا کہ ۱۷۵۷ء میں نادر شاہی بلا آئی جس سے سب لوگ ایسے بدحواس ہوئے کہ سب کچھ  
 بھول گئے ایک مدت کے بعد ہوش حواس درست ہوئے۔

اپنی کتاب کو نادر شاہ کا سارا حال لکھ کر نادر نامہ اور درہ نادرہ بنانا منظور نہیں ہوا اسکا یہی حال  
 جو ہندوستان کے متعلق ہر تفصیل اور کچھ اور مختصر حال اسکا لکھتا ہوں اس وقت جہدوستان کی سلطنت  
 کی وہی کیفیت تھی جو تیمور اور بابر کے عہد میں ہو رہی تھی اس لئے ضرور تھا کہ کوئی مغرب سے اس ملک کا  
 خبر لینے والا آوے۔ سو اُسکے ایران کے ملک کا بھی حال ایسا ہی ہو رہا تھا کہ جس سے ہندوستان پر  
 حملہ ہونا ضرور تھا۔ اب ہم کچھ ایران کا حال لکھتے ہیں۔

ایشیا کے ملکوں کا یہ دستور ہو گیا ہو کہ کسی خاندان کا عروج دوسو برس سے زیادہ نہیں رہتا

نادر شاہ کا دور

ایران پر مغزوں کا قبضہ



اس امر کو ہم نے کئی جگہ اپنی تاریخ میں بالتفصیل بیان کیا ہے۔ اب ایران میں عائدان صفوی کی سلطنت  
دوسو برس کا عرصہ گز چکا تھا اس لئے اب اس کا ایسا پتلا حال ہو گیا تھا کہ مغربی افغانوں نے ایران پر  
حملہ کیا۔ ان کا سربراہ عالی حوصلہ اور صاحب ہمت محمود خان تھا۔ اس نے سلسلہ میں اصفہان کو فتح کر لیا  
اور حسین شاہ شاہ ایران کو گرفتار کر لیا اور دار الخلافہ پر قبضہ کر لیا اور خود بادشاہ ہو گیا۔ باقی ملک کے فتح  
کر چکا بھی ارادہ کیا۔ اس میں کبھی شکست کبھی فتح پاتا رہا۔ ان افغانوں کی اس قدر قہر اور تہمتی کردہ  
سایہ ملک پر تصرف کر سکتے۔ محمود جب تخت پر بیٹھا تو اس نے سب اہل ایران کو اپنے عہد و ن پر کال کیا  
مگر ایک ایک افغان اُنکے ساتھ شریک کر دیا۔ غرض ابتدائے سلطنت میں اُس نے عمدہ تدبیریں کیں۔  
لیکن آخر کو ایسا درشت مزاج ہو گیا کہ اُس کے خود بعض افسر اسے برگشتہ ہو گئے اور اہل ایران کے ساتھ  
مقام چھوڑ دی اور تین سو ایرانیوں و غاسے مار ڈالا۔ غرض تین برس سلطنت کر کے ۱۰۳۱ھ میں مر گیا۔  
اُس کا رشتہ دار اشرف جانشین ہوا۔ وہ نہایت جوان مرزا اور صاحب تدبیر اور عظیم تھا۔ مگر اس وقت یہ آفت  
پڑی کہ ایران میں جو افغانوں کے تسلط سے نظمیں بھیلی تھیں تو روس کے بادشاہ پیٹر اعظم اور شاہ روم نے  
اُس کے شمالی اضلاع پر حملہ کیا۔ اور آخر کو صلع ہوئی تو ایران کی سلطنت بہت سے اضلاع علمی ہو گئے  
شاہ ایران قید میں تھا اُس کا بیٹا شاہزادہ طہاسب نکل گیا تھا اور شمالی مغربی اضلاع میں جو افغانوں  
نے ایک فتح نہیں کئے تھے وہ بادشاہ بن بیٹھا اور اُس نے روس اور روم سے پیغام سلام شروع کئے اور یہ اُن  
اقراری کہ اگر مجھے میرے باپ دادا کی سلطنت افغانوں سے دلادیں تو میں اُن کو وہ اضلاع دیدہ  
جو انہوں نے اب اپنے قبضہ میں کر لئے ہیں میگر سپر تو مر گیا تھا فقط شاہ روم نے اُسکی درخواست کو  
منظور کیا اور اشرف کے کچھ تو اُس کو تلوار سے اور کچھ اس لعنت ملاحت اُس کو روکا کہ شیعوں کے عوض میں  
سُنیوں کا گلہ کاٹنا کونسا اسلام ہو شاہزادہ طہاسب خود صاع لیاقت نہ تھا اُس کے پاس سب اہل بیت  
کم تھا رعایا اُسکی دوست نہ تھی اُسکی کوششیں بھی کچھ ٹھکانے کی نہ تھیں دشمن اُس کو ذلیل جانتے  
کچھ خوف اُس کا نہ رکھتے تھے مگر ۱۰۳۲ھ میں قسمت سے اُس کو ایک لائق اور مستقل مزاج آدمی ایسا مل گیا  
جس نے اُس کو باپ دادا کے تحت پر ایک فوج چھا دیا۔ اور وہ آدمی کون تھا۔ نادر شاہ تھا۔

نادر شاہ کا اصلی نام نادر قلی خان تھا اور اُس کے باپ کا نام امام قلی تھا۔ قوم اُسکی افشار تھی وہ کچھ  
 رتبہ کا آدمی نہ تھا۔ بعض سکوپوتین دوز بتاتے ہیں اس سستی خاندان کو نیزا مہدی ندیم شیریشی نادر شاہ  
 پہلویہ میں بیان کرتا ہے کہ اس دُر شاہ کو روکوانے ذاتی آب رنگ پر فخر ہے کچھ معدن پر نازش نہیں ہے نادر کے  
 لڑکے کی شادی جب محمد شاہ کی بیٹی سے ہوئی ہے اور دلمن والون کی طرف سے آدمی پیغام لیکر آیا  
 کہ ہمارے کمان دستور ہے کہ دو گھلا اپنی سات پشت کا نام تبا۔ تو اُس نے یہ کہا کہ جو داماد شاہینا نادر شاہ بہت  
 و نادر شاہ پشتر شیر تاجم جنین تاہفتاد بار بشمار غرض نادر شاہ سنہ میں پیدا ہوا اُس کے لڑکپن کا  
 حال تو کسی نے کچھ لکھا نہیں مگر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آغاز عمر ہی میں شجاعت اور مردی ہوئی تھی وہ ذات  
 آثار اُس کے ظاہر ہونے لگے تھے بسترہ برس کی عمر میں وہ ازبکوں کے ہاتھ میں جو خراسان کو لوٹے  
 آئے تھے گرفتار ہوا اور مان بھی اُس کے ساتھ پکڑی گئی چار سال وہ قید میں رہ کر رہا ہوا اور مان  
 اُسکی اس قید ہی میں دنیا کی قید سے چھوٹ گئی۔ اب یہ جو چھوٹ کر اپنے وطن میں آیا جب تک وہ  
 شاہ طہاسب کی خدمت میں پہنچا حال اسکا سو اُس کے نہیں لکھا گیا کہ اس مرد عجیب کی طبیعت  
 ہمیشہ ایک ہی دتیر پر یکساں رہی اول اپنے ملک کے ایک میر باہل بیگ کا ملازم ہوا اُسکو قتل کیا  
 اُسکی لڑکی کو بھگالے گیا اُس کے نکاح کیا۔ رہنا قلی مرزا اُس سے پیدا ہوا۔ پھر لیٹروں کو سنا تھا  
 لیکر لوٹ مار سے اوقات بسر کرتا رہا۔ اُس وقت سے اُس کی بہادری کا شہرہ ہونا شروع ہوا  
 والی خراسان نے اُسکو نوکر رکھ کر ازبکوں سے لڑا۔ اس جنگ میں اُس نے اپنی شجاعت اور  
 مردانگی دکھائی کہ سپاہی سے افسروں میں اُس کی ترقی ہوئی مگر یہاں کچھ ایسی حرکتیں  
 کیں کہ والی خراسان نے اُسکو لکڑیاں مار کر نکال دیا۔ وہ اُس سب سے ایسا غضب میں آیا کہ  
 مشہد سے چلا گیا۔ اسکا چچا کلمات میں ایک چھوٹے قبیلہ افشار کا سرفارغ تھا اُس پاس  
 چلا گیا۔ مگر چچا بھی بھتیجے کی حرکتوں سے تنگ گیا اُسکو نکال دیا۔ پھر اُس نے اپنی لوٹ مار  
 شروع کی۔ اب اس وقت میں دولت صفویہ پر زوال آ رہا تھا اس ملک میں شور و غوغا مچ رہا  
 تھا۔ تین ہزار فتنہ برپا کرنے والے نادر کے بھندے کے نیچے جمع ہو گئے۔ اُسکو اپنا امیر بنایا۔



اُس نے خراسان پر سخت خراج لگایا جب چچا نے دیکھا کہ بھتیجے کا اختیار اور اقتدار یوں روز افزوں ہے تو اُس نے خط لکھا کہ تم شاہِ طہماسپ کی نوکری کر کے افغانوں سے لڑنے جاؤ اور اپنی بد بخت بادشاہ کی امداد کرو۔ نادر نے جواب لکھا کہ اگر بادشاہ میرے پہلے جرموں کو معاف کرے تو میں خدمت گزاری کے واسطے حاضر ہوں۔ پُرلے قصور جو بادشاہ کے ہاں سے معاف ہو گئے تھے اُن پر یہ ایک نیا قصور اور بڑھایا کہ اپنے چچا کو مار ڈالا۔ اور یہ سمجھا کہ وہ اُسکی ترقی کا حارج ہو۔ اور خراسان میں افغانوں سے لڑنے پر تیار ہوا۔ جو کہ ان افغانوں کو خراسان سے نکالنا منظور تھا اور وہ نادر کی قوتِ بازو سے بن پڑا۔ اس نے شاہِ طہماسپ سے اُس کے پہلے قصوروں کا ذرا خیال نہ کیا۔ اب فتوحاتِ نادر سے بادشاہی مہمیں کو رونق حاصل ہو گئی۔ مگر بادشاہ کو اول ہی نادر پر رشکِ حسد تھا۔ ایک مہم میں نادر مصروف تھا جب بادشاہ نے اُسکی طلبی کے واسطے حکم لکھا تو اُس نے اُس سے انکار کیا۔ اس نے بادشاہ سے باغی کہا۔ اس لفظ کو سنکر وہ ایسا براغزو متہ ہوا کہ بادشاہ پر فوج لیکر جھک پڑا اور اُسکو ایسا مغلوب کیا کہ جو اُس نے کہا وہ بادشاہ کو کرنا پڑا اور اُس وقت سے بادشاہ کا کچھ اختیار باقی نہیں رہا۔ اب اس لوالہ الغم نے اپنے ملک کے آدمیوں کو خواجہ غفلت سے بیدار کیا اور اُنکو اپنی ہمت مردانہ دکھا کر مرد بنایا اور تھوڑے دنوں میں بکلی اور آندھی کی طرح مساک ملک پر پھر گیا۔ اُسکی شہامت اور جلاوت اور سرعتِ کام دیکھ کر عقلِ ننگ ہوتی ہو کہ ملک کے ملک اور صوبے کے صوبے فتح کرتا چلا گیا۔ سب کے عظیم الشان کام اُس کا یہ تھا کہ اُس نے ایران کو ۱۱۳۳ھ میں بالکل چھانوں سے پاک کر دیا اور اُس کے عوض میں بادشاہ نے چار ملک عظیم خراسان اور مازندران و سیستان و کرمان یعنی اپنا آدھا ملک اُس کو مرحمت کیا۔ جس شخص نے ظالم و شتموں کے بیچوں ملک نکالا ہو اُس کے لئے یہ بڑا انعام نہ تھا۔ بادشاہ نے اُسکو یہ بھی اجازت دیدی کہ وہ اپنے سر پر تاج رکھے اور اپنے نام پر سلطان کا لفظ بڑھادے۔ مگر اُس نے انکار کیا۔ ۱۱۳۶ھ میں اُس نے روسیوں کو بحرِ یردوک کر صلح نہایت استحکام کے ساتھ کر لی۔ اہل عرب کو مغرب میں آگے نہ بڑھنے دیا۔ سلطانِ روم کو شمال سے خارج کر دیا اور جو صوبے سلطنتِ ایران کے دشمنوں کے قبضوں میں چلے گئے تھے اُن سب کو دوبارہ لے لیا۔ یہ سب کام ۱۱۳۶ھ تک کے ۱۱۳۵ھ میں ایران کی سلطنت کو وہ دستِ دی کے اسکی حدود اپنی قدیمی صورت پر قائم ہو گئیں۔ پھر ۱۱۳۵ھ تک میں خاندانِ صفویہ کا خاتمہ کیا۔

اور دفعہ اپنے مذہب کو بدل الا کیا تو شیعہ تھا یا سنی ہو گیا حقیقت میں نادر کا کوئی مذہب سوائے خود بینی کے نہ تھا جب اُس نے اپنا کام شیعہ ہونے میں ختم دیکھا شیعہ راجہ درملکوں کے فتح کرنے پر دیکھا کہ سنی ہونا کام آئیگا سنی ہو گیا۔ اب وہ مستقل بادشاہ ہوا اور یہ کہ اُس کا چلاجر پراکیتھر نادر شاہ ایران زمین و خسر و گیتی ستان۔ دوسری طرف انجیر فیاد قلع منقش تھا جسکو بذلہ سنج لاخیر فیاد قلع پڑتے تھے ۱۱۳۱ھ میں اُس نے اپنے استحکام سلطنت کے لئے افغانوں کو اپنا رفیق بنایا اور ۱۱۳۱ھ میں ہندوستان پر آندھی کی طرح چڑھ آیا۔ اب اس کا مفصل حال ہم لکھتے ہیں۔ جب نادر شاہ نے خلیجوں کا ملک فتح کر لیا تو تیموریہ سلطنت سے اُسکی سلطنت کا ڈانڈا بندھا مل گیا۔ وہ ہندوستان کی سلطنت کے ضعف اور ناتوانی سے خوب واقف ہو گیا۔ ہندوستان سونے کی چڑیا ہمیشہ سے مشہور ہو اُس نے یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح اس چڑیا کو پکڑنا چاہئے اور اُسکی چونچ سے جواہرات اُگلوا کے اور ہتھکے نقصا نوں کو پورا کرنا چاہئے۔ سو اُس کے خیال بھی اُسکو تھا کہ یہ جنگ جو فوج اُس کے زیر حکم ہو اگر نئی نئی فتوحات میں مصروف نہ کیجاگی تو خود آپس میں دنگہ فساد کریگی اور لڑاکا کٹ کٹ میرگی غرض ہندوستان پر اُسکا حملہ حذاقت اور دانشمندی سے خالی نہ تھا اور لڑائی کے واسطے یہ سبب بھی پیدا ہو گیا کہ قندھاری افغان ادھر نکل کر تمام کوہستان کا بل میں پھیل گئے تھے چونکہ کابل میں بادشاہ کی طرف سے صوبہ دار رہتا تھا اس لئے نادر شاہ نے محمد شاہ پاس نامہ محمد خان کے ہاتھ بھیجا جس میں اتحاد اور دوداد قیوم کی باتیں بیان کیں جو ایران اور ہندوستان کے بادشاہوں کے درمیان ہمیشہ سے چلی آتی ہیں اور پھر یہ لکھا کہ تم بھی اپنے صوبہ کابل کے نام حکم بھیج دو کہ وہ افغانوں کو نکال دے تاکہ دونوں طرف سے دب کر اس فرقہ کی قرارداد فی گوشمالی ہو جا۔ یہاں ان دنوں میں عیش عشرت کا زور شور تھا۔ محمد شاہ بہادر صاحب سہریہ تھا جسکی آسانی کے سوا کسی کام سے کام نہ تھا۔ ہر وقت ہاتھ میں جام اور بعل میں دل آرام تھا۔ کس کو دماغ تھا کہ نامہ کا جواب لکھتا۔ سو اُسکے نادر شاہ کی نادر شاہی کو کون ماننا تھا۔ اب تک اُس کو نادر قلی سمجھے بیٹھے تھے۔ اب تردید یہ پڑا کہ اصل جواب کیا لکھیں اور جواب لکھیں تو القاب کیا لکھیں۔

نادر شاہ کا حملہ ہندوستان پر



خیر یہ تو بہانہ ہی تھا مگر اصل حقیقت یہ تھی کہ ہندوستان کی سپاہ میں سکت کمان تھی کہ وہ افغانوں کو  
 نکالتی اور رد کرتی مصلحتاً یہ توقف تھا اور یہ سمجھا تھا کہ نادر شاہ کو حسین خان افغان مار کر قندھار سے  
 پسے بھگا دینا جب محمد خان اپنی ایک سال کے بعد بھی نہ آیا تو اس پاس نادر نے اپنے آدمی دوڑا کر  
 اور اصل حال پوچھا جب یہ آدمی بھی جواب لیکر نہ آئے اور ایک سال کے اندر قندھار فتح ہو گیا ابھی  
 دلی سے جواب نہ آیا تو نادر کو بھی غصہ آیا اور کابل پر وہ اُمند کر چڑھ آیا۔ نادر خان صوبہ کابل کچھ  
 مقابلہ کیا مگر آخر کو شکست پائی۔ نادر کا کابل پر بھی تسلط ہو گیا۔ یہاں کابل و قندھار دونوں  
 فتح ہوئے وہاں دلی میں جو کوئی امیر الامراء خان و دران خان سے یہ خبر کتنا تو وہ ہنس کر یہ کتا  
 کہ تھائے گھر بہت بلند پہاڑ پر ہیں اس سبب تم کو نادر شاہ قزلباشوں اور مغلوں کے ساتھ دور سے  
 دکھائی دیتا ہے اور سارے بادشاہ کے رفیق اور حشامیہ کہتے تھے کہ یہ ساری افترا پر دانیان اعتماد الدولہ  
 اور آصفیہ اور اور توراتی امیرن کی ہیں۔ نادر شاہ کے ایلچیوں کو بھی بتلاتے تھے کہ وہ زکریا خان  
 توراتی حاکم لاہور بنا کر بھیجے ہیں بعض یہ خیال کرتے ہیں کہ آصف جاہ جیٹ کن کو گیا تو نادر شاہ کو  
 خفیہ ایلچی بھیج کر سنکار گیا کہ آپ کے تکلف چلے آئیں یہاں دلی تک میدان صاف ہے۔ مگر یہ عقل باور  
 کر سکتی ہے کہ وہ امیر کسی ملک میں درجہ اول کھے وہ دشمنوں کو اپنے گھر بلائے۔ اب یہاں نادر شاہ نے  
 کابل میں مقیم ہو کر صرف ۱۱۵۱ھ کو اپنے ایلچی کے ہاتھ پھر بادشاہ کو ایک خط لکھا اور اس میں پہلی حرکت پر  
 اُسکی لعنت ملاست کی اور یہ تحریر کیا کہ باوجود ان سب باتوں کے ہمارے اور تمہارے اتحاد میں فرق نہیں آیا  
 امید ہے کہ آئندہ اسکو تم پر قرار رکھو گے۔ یہ ایلچی دس دسویں کے ہمراہ جب جلال آباد میں آیا تو مارا گیا نادر کو  
 اس واقعہ پر علم ہوا وہ پہلے ہی محمد خان ایلچی کے انتظار میں پراضطر تھا۔ اب یہ خبر سن کر اور بے قرار ہوا۔  
 اُس نے اکتوبر ۱۱۵۱ھ میں کوچ کر دیا۔ اب تک دلی کا دربار اس غفایت میں بیٹھا تھا کہ کابل و دریشاد کے  
 درمیانی پٹھان نادر کو آگے نہ بڑھنے دینگے مگر اس وقت مرہٹوں کی لڑائی کے سبب صوبہ کابل کا  
 انتظام بالکل بگڑ رہا تھا۔ راستوں کے انتظام کے واسطے جو افغانوں کو روپیہ دیا جاتا تھا وہ  
 نہیں پہنچتا تھا۔ غرض دشمنوں کے آنے کے لئے سائے درے اور راستے غیر محفوظ کھلے پڑے تھے

نادر شاہ نے اول جلال آباد میں انکر قتل عام کیا۔ پشاوریں آیا۔ دریائے انک سے پار اتر کر  
 پنجاب میں <sup>۱۱۳۵ھ</sup> <sup>۱۷۲۲ء</sup> نوبہ میں پہونچا اور یہاں ایک قیامت برپا کی۔ ہزاروں لیٹے ملک کو  
 لوٹنے لگے۔ دریائے راوی کے کنارے پرزکریا خان صوبہ دار لاہور اپنی سپاہ کے ابنوہ کو نادر شاہ کے  
 سامنے لڑنے لے گیا لیکن امحقون کی صلح اور جنگ عجیب ہوئی۔ نادر گھوڑا دریا میں  
 ڈال کر اتر گیا اور چند قزلباش سواروں نے زکریا خان کا لشکر تتر بتر کر دیا۔ تو وہ خود بھی جا کر نادر کا  
 مطیع اور تابع رہ گیا۔ اب آگے دہلی سے سنو میل پر روک ٹوک بادشاہ جا پہونچا۔ محمد شاہ بھی  
 اسکی آمد کی خبر سنکر تھوڑی بہت فوج اکھٹی کی۔ آصف جاہ بھی جبکی دانا آئی اور مردانگی سے زکریا  
 سلم تھی ان پہونچے۔ راجہ جوسنگہ اور راجاؤں نے اس وقت امداد میں لیت دلول کیا۔ عرض دینے  
 میں چلتے چلتے چار ہزار سپاہیوں کو کربلا میں ڈیرے خیمے پہونچے۔ علی مردان خان کی تہر کے گرد  
 توپوں کا زخیرہ باندھ کر پڑے۔ برہان الملک سعادت خان صوبہ اودھ کا بڑا انتظار ہو رہا تھا۔  
 اُس پاس تو پچان نہایت عمدہ تھا۔ ہارذیقعدہ <sup>۱۱۳۵ھ</sup> <sup>۱۷۲۲ء</sup> کو وہ بھی ان پہونچا۔ خاندوران خان اس کے  
 استقبال کے واسطے گیا اور اسکو بادشاہ پاس لایا۔ اسکو حکم ہوا کہ امیرالامراہ کے پاس لشکر آنا ہے  
 مگر ایرانیوں نے یہ چاہا کہ اس کے لشکر کو بادشاہی لشکر سے ملنے نہ دیں۔ چنانچہ باہم مقابلہ ہوا۔ اور خفیف  
 مقابلہ لڑائی کی صورت پکڑ گیا جب بادشاہ نے آصف جاہ کو کربلا برہان الملک کے لشکر کی کمک چاہی  
 تو اُس نے یہ کہا کہ پھر دن باقی ہو برہان الملک کا لشکر نہر لین مار کر ہار تھا کیا ہو بہتر ہو کہ آج کے دن  
 آرام کرے برہان الملک جلدی نہ کرے کل تو پچانہ کو آگے رکھ کر اور کل لشکر کو ترتیب دیکر انتظام سے  
 لڑینگے۔ اسکو آصف جاہ کی سہل بکاری خاندوران خان سمجھا اُس نے بادشاہ سے کہا کہ برہان الملک  
 دور نکل گیا ہو وہ دشمن سے لڑ رہا ہو گا۔ حیف کی بات ہو کہ ایسا جو انرجان فشان بکر کے لٹو جا اور ہم  
 اسکا تماشا دیکھا کوں میری غیرت اور مردت کا یہ اقتضا نہیں ہے کہ میں اس کے پہلو میں جا کر نہ کھڑا ہوں  
 اور دن کو اختیار ہو یہ کہہ کر کھڑا ہو گیا اور ہاتھی پر سوار ہوا اور لشکر ساتھ لے برہان الملک کے لشکر  
 آدھ کوں پر جا کھڑا ہوا۔ نادر شاہ کے لشکر نے حملے پر حملے کئے اور دو گھنٹہ لڑائی کا ہنگامہ گرم رہا۔



ایران کی آزمودہ کار سپاہ کے روبرو اس سپاہ کی کیا حقیقت تھی اُس نے گھنٹہ دو گھنٹہ میں تھوڑی دیر میں مار کر دھوئیں اُڑا دیئے میدان جنگ میں بہت بڑے بڑے سردار کام کئے۔ امیر الامراء خاندوران خان زخمی ہو کر میدان سے پھرا۔ یہاں بادشاہی انتظام کی یہ خوبی تھی کہ امیر الامراء پہنچا نہ تھا کہ سیٹیر سے خیمے لٹ گئے اور سارے کارخانوں کی خاک اُڑ گئی یہ بھی نہیں معلوم ہوا تھا کہ امیر الامراء خاندوران خان صمصام الدولہ بہادر کمان فروکش تھے۔ اس بجائے زخمی کو خیمہ کا بھی کہیں سایہ ملا۔ ایک بے چوہہ کہیں پڑا تھا اُس میں اتارا۔ اعظم الدولہ آصف جاہ اور نوجوان پادشاہی عیادت کے لئے آئے۔ وہ آنکھیں بند کئے پڑا تھا جب ہوش آیا تو یہ زبان پر لایا کہ کچھ تو اپنا کام تمام کیا اب تم جانو اور تمہارا کام جائے۔ مگر انا ہم کئے جاتے ہیں کہ بادشاہ کو نادر شاہ کی ملاقات کے لئے اور نادر شاہ کو دلی میں بہت لیجا نا جس طرح ہو سکے اس بلا کو اسی جگہ ٹھکانا۔ ۱۹ تاریخ خاندوران خان کا تو انتقال ہوا۔ اب برہان الملک اور اُس کے رفیق دشمن سے میدان میں لڑ رہے تھے اُن کو چاروں طرف سے قربا شون نے گھیر لیا۔ ایک نوجوان ہم وطن برہان الملک کا گھوڑا دڑا کر اُسکے ہاتھی کے سامنے گیا برہان الملک نے تیرا سپرہ چلانا چاہا۔ اُس پر اس نوجوان نے یہ کہا کہ مجھ امین دیوانہ شدہ باکہ جنگی۔ اور یہ کمکر نیزہ زمین میں گاڑا اور گھوڑے کو اُسے باندھا اور خود رستہ پکڑ کر ہاتھی پر چاری کے اندر برہان الملک پاس جا بیٹھا۔ برہان الملک ایران کے دستور سے واقف تھا اُس نے اعلیٰ اختیار کی اور نچہ تقدیر کا اسیر ہوا۔ لشکر قربا ش کے ہمراہ لشکر کا میں پہنچا صرف ایک گھنٹہ دن باقی رہا تھا کہ نادر شاہ اپنے خیمہ میں اُٹا چلا آیا۔ بادشاہی مورچے مستحکم بہت تھے اُن پر حملہ نہیں کیا۔ برہان الملک کی تھقیتر معاف کر دیں اور اُس کو اپنے ساتھ دسترخوان پر بٹھایا۔ اب برہان الملک پاس یہ خبر پہنچی کہ امیر الامراء مر گیا۔ اُس کو ایک شد سے امیر الامراء کی کو لگی ہوئی تھی اس لئے اُس نے بادشاہ سے مصلحت آمیز باتیں بنانی شروع کیں اور نادر شاہ کو اس بات پر راضی کر لیا کہ حضور دکر ڈر رو پیچ لیں اور ہمیں واپس شریف لیجا لیں۔ نادر شاہ اس بات پر راضی ہو گیا۔ برہان الملک نے یہ بشارت اپنے بادشاہ کو لکھی۔ یہاں بادشاہ اور آصف جاہ سرگرم بیان

حیران پریشان انگشت بزدان بیٹھے تھے کہ دیکھئے اب کیا ہوتا ہے۔ آئندہ کیا کریں کہ اس فزودہ کو  
 سنکر شادان ہوئے۔ بادشاہ نے فوراً آصف جاہ کو روانہ کیا۔ اُس نے برہن الملک کی وساطت سے  
 نادر کی ملازمت حاصل کی اور دو کروڑ روپیہ بھیجے کا وعدہ کر کے دہان سے رخصت ہوا۔ محمد شاہ  
 کی خدمت میں آیا اور اپنی کاروائی اور دولت خواہی ظاہر کی۔ برہن الملک کی حُسن خدمات کو  
 اُڑا دیا۔ بادشاہ نے اُسے خوش ہو کر امیر الامرائی کا خلعت پیش بہا حمت کیا دوسرے روز  
 ۱۶ ذی قعدہ ۱۱۵۱ھ کو نادر شاہ کے بلانے سے محمد شاہ اُسکی ملاقات کے لئے گیا جب لشکر کے قریب  
 ۱۳ فروری ۱۱۳۸ھ  
 وہ پہنچا تو نضر الدمزدا کو استقبال کے لئے بھیجا جب وہ دستہ میں ملا تو بادشاہ تخت روان کو  
 زمین پر رکھوا کر اُسکو گلے لگایا اور اُسکو فرزندوں کی طرح ساتھ لیکر نادر شاہ کے خیمہ پر پہنچا  
 دہان نادر بھی خیمہ کے باہر استقبال کے لئے آیا اور اپنی مسند پر اُسکو نہایت تعظیم سے بٹھایا۔ بعد  
 اس کے درو مندی اور بھائی بند سی کی باتیں ہوئیں۔ نادر شاہ نے شکایت کی کہ اتنے خطیڑے  
 بھیجے آپ نے اُسکا جواب دیا اس سبب مجھے یہاں آنا پڑا۔ بادشاہ ہون کو ایسا تغافل مناسب  
 نہیں ہے۔ محمد شاہ نے اسکا یہ جواب دیا کہ اگر یہ تغافل نہ ہوتا تو آج یہ ملازمت کی سعادت کیونکر  
 حاصل ہوتی۔ اس جواب کو نادر شاہ سنکر بڑا خوش ہوا اور بولا کہ خدی تعالیٰ ہندوستان کی سلطنت  
 آپ کو مبارک کرے۔ یہاں کی فرمانروائی آپ ہی کا حق ہے جو شخص آپ کے حکم سے سربازی کرے اُس کی  
 گوشمالی کے لئے میں حاضر ہوں۔ غرض بادشاہ ہنسی خوشی اپنے خیمہ میں واپس آیا۔ اب یہاں سو  
 مورخوں کی یہ گھڑت شروع ہوتی ہے۔ برہن الملک امیر الامرائی کی تمنا میں بیٹھا تھا جب اُس نے سنا  
 کہ آصف جاہ اُسے لے اُڑا تو وہ بہت دل ہی دل میں گھٹا غیظ و غضب میں آکر نادر شاہ سے عرض کیا کہ  
 آصف جاہ اہل مقتدا میرے نیتواند شد آپ نے کیا غضب کیا کہ دو کروڑ روپیہ پر قناعت اختیار کی اور  
 ہندوستان کے خزانوں اور دینیوں اور فلان فلان جواہرات لاکھوں روپیہ کی قیمت کے چھوڑ دیے  
 دو کروڑ روپیہ تو یہ فقیر اپنے گھر سے نکال کر دے سکتا ہے۔ بادشاہی خزانوں اور امرار اور تجارت اور مہاجروں  
 کی دولت کا کیا ٹھکانا ہے۔ آپنا بھان آباد چلے اور ان قارونی خزانوں کو نہ چھوڑیے۔ نادر یہ سنکر





امراء کا پاجی پن یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ جن ایرانی سپاہیوں کو اپنی حفاظت کے واسطے نادے کر کے لے گئے تھے انکی بھی حفاظت نہ کی بعض نے انکو قتل کے لئے عوام الناس کے حوالہ کر دیا اور بعض نے خود مورچے جاکر اپنے حملہ کیا جب در کو اس قضیہ کی خبر ہوئی تو اُس نے چند آدمی بھیجے کہ وہ آدمیوں کو سمجھادیں کہ میرے مارے جانے کی خبر بے اصل ہے مگر ان آدمیوں کو بھی لوگوں نے مار ڈالا اور بھڑا دینے صبر کیا اور سکا آدمیوں کو جو اُس باپس تھے حکم دیا کہ وہ چپ چاپ بیٹھے رہیں جو حملہ کرے اسکا جواب پن خود کسی پر حملہ کریں جب صبح ہوئی تو نادر شاہ خود گھوڑے پر اس نظر سے سوار ہوا کہ اس شورش کو سنا کر اُسکے سوار سہوئے اور فتنہ برپا ہوا اس میں سب مورخوں کا اتفاق ہے کہ ہرگز نادر کی نیت یہ نہ تھی کہ وہ دلی دانوں کو خود تکلیف دے یا اوروں سے تکلیف پہنچائے مگر وہ شہر میں سوار ہوا تو اسپر پتھر دن کی بوجھار شروع ہوئی بلکہ ایک شخص نے تفنگ سپر چلایا جس سے ایک پیک اُس کا پہلو میں گر کر مر گیا اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھا کہ جا بجا تزلزل باش مردہ پڑے ہیں اور لشکر بھی اُسکا لشکر گاہ سے شہر میں آن پہنچا تو اُس نے قتل عام کا حکم دیدیا اور کہندیا کہ جہاں ایک ایرانی مردہ دیکھو اُن ایک ہندوستانی زندہ نہ چھوڑو جس وقت اُس لشکر کا ہاتھ تلوار پر پڑا تو مشہرہ لوگ ہاتھ یوں کا یوں ہی رہ گیا پھر نہ ہلا صبح سے دوپہر تک کشنوں کے پستے لگ گئے اور ہتھ تلوار کی آغ سے آدمیوں کا کام تمام ہو رہا تھا اور دھراگ کی آغ سے مال بابت مکان خاک ہو رہے تھے اس وقت وسط شہر میں روشن لالہ کی مسجد میں نادر شاہ تلوار کھینچے ہوئے بیٹھا ہوا تھا اور اُسکی آنکھوں میں خون اُتر رہا تھا کسی کا بار نہ تھا کہ شفاعت کے لئے زبان ہلائے اُسکا غضب قہر خدا تھا سب میر دیکھتے تھے اور دم نہ مانتے تھے ایک خواجہ سراج محمد شاہ پاس رہتا ہوا گیا کہ حضور کی رعایا قتل ہو گئی یہ سنکر بادشاہ بدیدہ ہوا اور نصف جاہ اور قمر الدین خان کو لیکر نادر شاہ پاس پہنچا اور اُس سے اپنی رعایا کے قصو معاف کرنے کے لئے نادر نے کہا کہ بادشاہ ہند کی کوئی درخواست ایسی نہیں ہوئی جس میں خونریزی ہو اس لئے تلوار اپنی نیام میں کھنکھاتا شہر میں ایرانی نقیب امان امان کہتے ہوئے بھاگے پل کی پل میں امن مان ہو گیا آخر معلوم ہوتا ہے کہ مکی سپاہ کا کیا عمدہ انتظام تھا کہ دھرا اُس نے اپنی تلوار کو نیام میں ڈالا اور دھرا لشکر کی



تلوار بامین پڑ گئی اگر کسی کی تلوار گردن پر کھچی ہوئی تھی تو وہیں برسی آگے نہ چلی ابلاس میں مورخوں کا  
 اختلاف ہے کہ کتنے آدمی مگر آٹھ ہزار سے ڈیڑھ لاکھ تک تخمینہ کیا ہے مگر سچ یہ ہے کہ جن لوگوں کا خانہ جیتا، ایک  
 ہوا انکی خانہ شماری اور مردم شماری کون کرتا ہے؟ نادر شاہ کے آدمیوں کو جو ہندوستانیوں کے ہاتھ سے قتل  
 ہوئے کوئی سات سو تباہی کوئی ہزار کتاہی پانی پت کی لڑائی میں نادر کے تین آدمی مگر تھے اور میں خیمے  
 تھے ہندوستانی میں ہزار سے تھے غرض ایرانی اور ہندوستانی دونوں کے لئے یہ نگاہ پانی پت کی لڑائی  
 سے بڑا تھا جو امراء بھاگ کر دہلی سے کچھ فاصلہ پر کسی قلعہ میں محصور تھے ان سب کو نادر نے مار ڈالا جس شخص پر  
 اسکو گن اس معرکہ میں شریک ہو کا ہوا اسکی جان نہ چھوڑی۔ بعد اس کے اپنے سپردم نصر اللہ مرزا کا  
 محمد شاہ کی بیٹی سے نکاح کیا جو محفلین سوگ و ریزوں کی تھیں اب وہ سرور در قلعہ سرور کی مجلسوں سے  
 بدل گئے معلوم ہوتا ہے کہ دلی کے آدمی کیسے لہو و لعب کو پسند کرتے تھے اور امراء دہلی کس درجہ بالاقب ہو گئے  
 تھے کہ ہندو ایرانی دلی سے گئے نہ تھے کہ انکی مجلسوں میں یقیناً یسین ہوئی شروع ہو گئیں کہ ایرانیوں کے چہرے  
 خوشوار بنائے جاتے اور ہندوستانی گزر گزرتے ہوئے انکے پاؤں میں گرتے اس پر پہلے مجلس خوش ہونے  
 اور تحفہ مانتے غرض دہلی میں نادر شاہ اٹھاؤں دن رہا محمد شاہ سے خلوت میں ملاقاتیں رہیں  
 اُس نے انتظام سلطنت اور دوام دولت کے قیام اور استحکام کے واسطے بہت نصیحتیں کیں پھر اُسے امراء  
 اور اعیان سلطنت کو بلا کر بادشاہ کی خیر خواہی کے لئے تاکید اور تنبیہ کی اور اطراف کے حاکموں کے نام حکیم  
 گشتی پھرایا کہ محمد شاہ کی آغوش کو آخر فقرہ اس تحریر کا یہ تھا کہ من و محمد شاہ یک روحیم و دو بدن اگر  
 خدا نخواستہ خبر طغیان شہار از صفحہ خلقت محو ہوا ہم کرد جو اُسے کہا اگرچہ اُسکے کرنے کی فرصت تو اُسے  
 نصیب نہیں ہوئی مگر جن کو اُس نے دھمکایا تھا انہوں نے اُس کی تقلید رکے بہت جلد اس خاندان کو قاتل  
 ملا دیا گویا نادر اس خاندان کے ذلیل اور خوار کرنے کا خود سبق لوگوں کو سکھا گیا اور اس کا ہیبت کو  
 لوگوں کے دلوں سے اٹھا گیا اگرچہ وہ امراء کی بڑی خاطر داری کرتا تھا مگر ان کو خوب پہچانتا تھا ایک دن  
 قمر الدین خان سے پوچھا کہ آپ کی کس قدر بیسیان ہیں اُس نے عرض کیا کہ ساڑھے آٹھ سو۔ نادر نے  
 اپنے نوکران سے کہا کہ ڈیڑھ سو اور قیدی عورتوں میں سے بھیجو کہ وزیر عاصی کو منصب میں

باشیگری (یعنی ہزار آدمیوں کی افتری) کا حاصل ہو جائے! قتل عام ہی پر پس ہوتی اس  
ہندوستان کی چڑھائی سے نادر شاہ کا بڑا مطلب یہ تھا کہ یہاں کے مال سے اپنے تئیں مالامال کر  
جب سے اُس نے فتح حاصل کی تھی دولت کے لوٹنے پر عرش تھا۔ اول اُس روپیہ کے دلانے والا  
سعادت مند سعادت خان تھے جس نے اپنے بھتیجے شیر جنگ کی معرفت دو کروڑ روپیہ گھر سے منگا کر  
خزانہ نادر میں داخل کیا تھا جب سعادت خان مر گیا تو انکی جگہ مر بلند خان ہندوستانی اور  
طہا سچان ایرانی کھڑے ہوئے۔ اول انہوں نے بادشاہی خزانوں اور جواہرات پر تصرف کیا  
بیگمات تک کا زیور اتر دیا تخت طاؤس کے لیے بعد اس کے بڑے ایئرٹن کے گھر ضبط کئے بعض  
امیر دن پر زبردستی کر کے بہت سال چھین لیا پھر چھوٹے چھوٹے ملازموں اور عام رعایا کو  
کمختی آئی سائے شہر کے دروازوں پر پہرہ بندی تھی کہ کوئی شہر سے مال لیکر نہ نکل جائے غرض  
مال بتلانے کے لئے ہر دو قلمند کے گھر پر پھری رکھی ہوئی تھی بہت سے غیرت مند رہبر کھا کر مر گئے  
بہت سے لوگ بیچاے پکڑے گئے باندھے گئے۔ نادر کی طرف سے جو ظلم تھا سو تھا بیچ کے یہ ہلکار  
اپنا گھر دولت سے بھرنے کے لئے غریبوں کی جان کھائے جانتے تھے۔ دس وصول کرتے تو پانچ  
آپ کھاتے غرض جان اور مال اور عزت اور آبرو کے لئے گھر گھر رونا تھا اہل صوبے برسوں کی  
باقی کار و پیہ وصول کیا گیا جب نادر کو خوب معلوم ہو گیا کہ اب کوئی ٹھکانا روپیہ ہاتھ لگنے کا  
باقی نہیں رہا تو اُس نے مراجعت کا ارادہ کیا اور اُس نے محمد شاہ کو خود تخت سلطنت پر بٹھایا  
اور سارا زیور پہنایا اور عہد نامہ لکھا یا جس میں دیہائے سندھ کی مغرب طرف کا ملک سارا اسکی  
قلمرو میں داخل ہوا۔ اب جو لوٹ وہ ہندوستان سے لگیا اسکے تخمینہ میں اختلاف زمین آسمان کا ہی  
کوئی شہر کروڑ بتلاتا ہو کوئی پندرہ کروڑ لکھتا ہو اور بہت سے جواہرات بتلاتا ہو چکی قیمت کا تخمینہ نہیں  
ہو سکتا۔ اس نادر شاہ کے آنے کی ہزاروں حکایتیں اور داستانیں ہوئیں سیکڑوں نقلیں اُسکی  
اب تک نقل مجلس ہوتی ہیں مگر صحیح صحیح حال اسقدر سمجھنا چاہئے جو نادر شاہ نے خود اپنے بیٹے رضا علی کو  
خط میں لکھا ہو اور اُس میں وہ سارا حال لکھا ہو جو لاہور کے محمد شاہ کے دوبارہ تخت پر بٹھانے تک



گذراہو اس کا خلاصہ ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔

اول خبر ہے از جنگ جو بے از سپاہ ایران با مقدم لشکر ہندو علیہ ایرانیان میدہد و بعد از کوشش کبریا شمع خورشید  
شدن لشکر سعاد خان بشکر محمد شاہ نمود و فائدہ بران تیر تیر شدہ بود و مینو سید و بعد از ان میگویی بدین مضمون  
کہ چون این مرد مجید شاہ رسید نظر گشت و لشکر خود را با نمودہ در میدان صف محاربت آراستہ تا کہ در آرزوی  
چنین بودیم تو ان بخت نصیب اردو گذار شدہ و از قادر تعالی استعانت جستہ برو دشمن حلیہ بردیم تا دوست تمام  
تو ز حرب گرم بود و آتش تو پتلفنگ خرمن سوز علم اعدا بعد از ان بعون الہی بہادران شیر شکار صف خصم بخیم  
ایشان استغرق کردند درین مقام تفصیل ناہما اعظم امر اہل کشتہ زخمی داشتند مینو سید از جملہ مقتولین خانہ  
و از ماسوین سعاد خان را زکریکند و بعد میگویی کہ این جنگ و دست طول کشید و دست و نیم عساکر ما غنیمت  
کردند ہنوز یک ساعت از روز باقی بود کہ سحر کہ حرب بکلی از دشمن پاک شدہ چون استحکات اردو ایشانیان استحکم  
و مضبوط بود و فرمان دادیم کہ از یورش دست بردارند و از سید و چند فیل و قدرے از توپخانہ ہندستان  
و تفالس غنائم از ہر قسم سبیلین منسجہ دست افتادہ از بیت ہزار تنجا و از دشمن ہر خاک ہلاک افتادہ  
و خیل پیش ازین نیز در قید اسار و راند بعد ازین جنگ فی الفور لشکر محمد شاہ را احاطہ کردہ راہ را ہوا  
با اطراف و حوالی را بر ایشان مسدود ساختیم و توپ ہا و چہار ہا را بجت با خاک یکسان کردن استحکات  
مہیا نمودیم چون اعلان غلشاش عظمی در اردو ہندیان راہ یافتہ و بیخ و جاوارہ پذیر نمودند محمد شاہ  
از روی اضطراب بدین بعد از یک روز در پختنبہ ہفتدہم ذیقعدہ نظام الملک با اردو کا فرستادہ  
روز دیگر خود با اعیان ملک حضور رسید و رفتے کہ محمد شاہ رو بار دومی آمد بجا خطائیکہ ما ترکانیم و او  
از سلسلہ کاینہ و خانوادہ گورگانینہ است فرزند عزیز نصر الدین مرزا تائبیرون اردو باستقبال فرستادیم  
و از خیمہ بادشاہی ما گشت نظر بجا خطہ قرابتی الی انچہ لازمہ قرام بادشاہی دیو بود معمول داشتیم و او ہر  
سلطنت خود را با ہر پڑ و ما حکم کردیم کہ سہ معترض سراپردہ شاہی و متعلقان سہ سلطنت امراد و اعیان  
نشد و درین وقت بادشاہ و حرم بادشاہی جمیع اکابر و اعظم ہندوستان کہ از اردو و حرکت کردہ اند بدلی ہوئے  
و مایزہ بیت ہم ذی القعدہ بجانب ہلی حرکت خواہیم کرد ارادہ اینست کہ نظر بجا خطہ نسب محمد شاہ

دقوت ایل کی دنیا میں بہت اور ادب و بارہ پادشاہی ہندوستان مقرر ہوئے تاج سلطنت برسر و نیم حمد  
 خدا کر کہ بانجام چنین کار ما قدرت داد۔ باقی ہم ان باتوں کو نقل جانتے ہیں کہ آصف لدل اور سعاد خان  
 دونوں نے یا ان میں سے ایک نے نادر شاہ کو بلایا تھا یا یہ سعاد خان نادر شاہ کو بہکا کر دتی میں لایا تھا۔ اب ان  
 دونوں کمائیوں کے سوا ایک کمائی اس بڑھ کے اور غضب کی سنو جس کو آجکل فرنگستانی سورخ اور محقق بھی  
 یقین کرتے ہیں اور ہم اس کی نقل لگے کرتے ہیں اس ملک میں ایک گروہ یا وہ گودن اور حاکم پیشوں کا ہے  
 کہ وہ اپنے تین عالموں کے بہتر حکیموں کے بزرگ تھا تو اور بازاری آدمیوں میں اپنی عقل فردوسی کے لئے  
 دماغ سے گھر گھر کر کہانیان کہا کرتا ہے کہ اپنی عقل کے زور سے ایسے سپر ایس میں آتا ہے کہ اصل واقعہ کچھ سے  
 کچھ نظر آنے لگتا ہے اور بے اصل بتا اصلی واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ افسوس ہے کہ بعض ذقات ایسی باتوں کو  
 عقلمند بھی یقین کرنے لگتے ہیں۔ اب وہ نقل یوں ہے کہ نادر شاہ نے آصف جاہ کو بلایا اور کہا کہ او ڈیہ  
 تو نے ہم کو قذہار میں کیا لکھ کر بھیجا تھا کہ اگر زندگان حضور یہاں تشریف لائیں تو پچاس کروڑ روپیہ  
 غلام حاضر کریگا بادشاہ اور امرائے خزانے اور دینے علاوہ اسکے ہیں۔ اب وہ روپیہ کہاں ہے؟ جا  
 آج کل کی اہمیت ہے اگر روپیہ لایا خیر ہے نہیں پھر تو نہیں آصف جاہ سینکڑی صابراں الملک کے  
 پاس گیا اور کہا بھائی آج یہ مجھ پر آئی ہو کل تم پر آنے والی ہے میں وہی آصف جاہ ہوں کہ ملک کن کو کوئی  
 میں خاک میں ملایا اٹھرا لڑائیوں میں نام پایا۔ آج یہ زہر لباس بچہ بے نام و نشان مجھے یوں لعنت ملتا  
 کرتا ہے اس جینے سے تو ڈوب مرنا بہتر ہے۔ میرا ارادہ ہے کہ زہر کا پیالہ پی کر مر رہوں۔ خدا کے ہاں نادر سے  
 میرا سوال وجواب ہو رہیگا برہان الملک نے بھی کہا اچھا میں بھی یہی کرتا ہوں اس بڑھاپے میں کچھ  
 بے عزتی اٹھائے غرض برہان الملک نے جا کر اپنے گھر میں زہر کا پیالہ پی لیا اور خدا کو جانتے ہی  
 اور آصف جاہ گھر میں آرام سے سوتا رہا صبح اٹھ کر جو سنا کہ برہان الملک فوت ہوا تو ظاہر میں رنجیدہ  
 مگر دل میں خوش ہوا بعض نے اس میں اور نمک چرچ یہ لگایا ہے کہ دونوں آصف جاہ اور برہان الملک  
 نادر نے بلایا اور ان کی دعا باز ہی اور بے وفائی پر لعنت ملاست کی اور ڈاڑھی میں تھوک دیا۔  
 اس لئے دونوں نے آپس میں یہ ٹھہرایا کہ زہر کا پیالہ پی کر جان آفرین کو جان دیدیں آصف جاہ



جھوٹ موت دم چر کر پڑ۔ بابر ہان الملک کے آدمی کو خبر کے لئے بھیجا اُس نے جا کر کہا کہ آصف جاہ کا دم  
ہون پر ہو تو وہ اس کام میں قیصے کم رہے کو بے عزتی سمجھا اور پینچ زہر کا پیالہ پی گیا اور مر گیا  
آصف جاہ بھلا چنگا صبح اٹھا اور اُس نے فخریہ دوستوں سے کہا کہ کیا دشمن کو مارا ہو فقط اصل حال یہ  
کہ نادر شاہ دہلی میں تھا کہ بابر ہان الملک سرطان کے پھوڑے سے مر گیا۔

جب نادر شاہ یہاں سے چلا گیا تو اول سکا اثر یہ ہوا کہ سلطنت دہلی سے تین برغیر صوبے  
بنگال بہار اڑیسہ علیحدہ ہو گئے اور اُن میں جدا ہی علی وردی خان کی ایک ریاست قائم ہو گئی۔  
شجاع الدولہ قوم افشار سے تھا اور جعفر خان کا داماد تھا جب جعفر خان کو صوبہ بنگالہ کی نظامت  
اور دیوانی مرحمت ہوئی تو اُسکی سفارش سے شجاع الدولہ اڑیسہ کا صوبہ وار ہوا۔ مگر ان داماد اور  
خسرین ایسا فرعون کا اختلاف تھا کہ وہ پاس پاس رہنا پسند نہیں کرتے تھے اور شجاع الدولہ  
بی بی زینب لہنا اپنے باپ کے گھر خاندن کی بے پردائی کے سبب سے رہتی تھی اور اُسکا بیٹا سر فرزانہ اپنی  
مان کے ساتھ رہتا تھا اور نانا نو اسہ کو بہت چاہتا تھا۔ جعفر خان کا پہلے نام مرشد قلی تھا اس نے  
جوشہر اُس نے بنا کیا اُسکا نام مرشد آباد رکھا۔ اُسی میں وہ رہتا تھا۔ شاہزادہ اعظم شاہ کے رفیقوں  
میں ایک شخص مرزا محمد تھا اُسکے دو بیٹے مرزا محمد علی اور حاجی احمد لائق فائق تھے جب شاہزادہ  
اعظم مارا گیا تو مرزا محمد زمانہ کے ہاتھ سے تنگ ہو کر شجاع الدولہ صوبہ اڑیسہ کے پاس چلا گیا اُسکو  
بی بی بھی قوم افشار سے تھی اور شجاع الدولہ کی شہرہ مند تھی کوئی کتاب کو کہ اُسکی اتا تھی پھر مرزا محمد علی  
باپ پاس گیا اور اس سرکار میں نوکر ہو گیا اور روز بروز اپنی حسن لیاقت کے سبب سے ترقی پاتا گیا  
اور شجاع الدولہ کے مزاج پر حاوی ہوتا گیا اُس نے پھر اپنے بھائی حاجی احمد کو بھی یہاں سے  
مع اہل دیحیال کے بلوایا۔ وہ بھی شجاع الدولہ کے رفیقوں میں شریک ہو گیا۔ ان دونوں  
بھائیوں کی حسن تدبیر سے ملک اڑیسہ کا خوب بندوبست ہو گیا اور ریاست کو خوب استحکام ہو گیا  
اُس کی آمدنی بھی بڑھ گئی۔

شجاع الدولہ نے بادشاہ کی خدمت میں آدمی بھیج کر مرزا محمد علی کو مرزا محمد علی وردی خان کا

محمد علی وردی خان اور شجاع الدولہ داماد جعفر کا بیٹا۔

خطاب لاویا جعفر خان کو تو داماد سے رنجش تھی مگر اُسکے بیٹے علاؤ الدلہ سرفراز خان یعنی نواسہ کمال محبت تھی جب اپنا وقت مرگ قریب کھاتو نواسہ کو اپنا جانشین مقرر کرنا چاہا محمد علی دہلوی اور حاجی احمد سے شجاع الدلہ نے مشورہ کیا اور ان بھائیوں نے پادشاہ دہلی کی خدمت میں اسکی طرف سے درخواستیں بھیجیں کہ ملک اڑیسہ اور بنگالہ کی نظامت اور دیوانی اُس کو مرحمت ہو اور اپنی سپاہ کے معتمد آدمیوں کو ظاہر میں موقوف کیا اور اُن سے کہہ دیا کہ تم مرشد آباد میں مختلف مقامات پر جا کر جمع ہو اور اس خبر کے منتظر ہو کہ جب جعفر خان کے گھر میں شجاع الدلہ آتا ہے برسات کا موسم بھی قریب تھا اس لئے کشتی وغیرہ سب سامان درست کر لیا اور جعفر خان کی ڈیوڑھی تک برابر ڈال لگا دی کہ جس وقت قاصداً جل آئے تو فوراً خبر پہنچ جائے جب یہ یقین ہو گیا کہ جعفر خان پانچ چھ روز کا مکان ہے تو شجاع الدلہ مع محمد علی وردی خان اور اور فقار کے کنکسے چلے آیا اور اپنے بیٹے محمد تقی کو جو دوسری بی بی سے تھا اڑیسہ میں اپنا قائم مقام کیا۔ راء ہی میں جعفر خان کے انتقال کی ادھر خبر پہنچی اور بادشاہ کی طرف سے سنبھلی آگئی وہ بہت جلد مرشد آباد میں پہنچا اور چل ستون میں جعفر خان کا جانشین ہو گیا اور شادیانے سند نشینی کے بجائے اب سرفراز خان دیکھتا کا دیکھتا رہ گیا کہ کیا تھا کیا ہو تا چار سوار اس کے چارہ نہ دیکھا کہ باپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور زہرا دربارک بادی دی شجاع الدلہ نے نہایت عدل سے کام کیا سرفراز خان کو بدستور دیوان صوبہ کھارو و سر بیٹے محمد تقی خان کو اڑیسہ کا نائب صوبہ در مرشد قلی خان اپنے داماد کو جہانگیر پورڈھا کا حاکم اور محمد علی وردی کو عظیم آباد میں اپنا نائب مقرر کیا اور بادشاہ کے ہاں سے اُسکو مہابت جنگ کا خطاب درنخزاری کا منصب لایا۔ جب نادر شاہ دہلی میں آیا تو شجاع الدلہ اپنی اجل سے مر گیا۔ علاؤ الدلہ سرفراز خان باپ کا جانشین ہوا۔ حاجی احمد اور محمد علی وردی خان کے تمام رشتہ دار بیٹا میں داخل تھے۔ ادھر اُن سے سرفراز خان کی بگڑی اور ادھر نادر شاہ کے دینے کے لئے زر کثیر کا مطالبہ آیا۔ خرچ کم کر نیکے واسطے محمد علی وردی خان نے لشکر کے موقوف کرنے کی صلاح سرفراز خان کو بتائی اس نے اور شبہ اُس کے دل میں پیدا ہوا۔ حاجی احمد اُس کے بھائی سے دیوانی لے لی۔ اس پر اُس نے جل کر

شجاع الدلہ کا داماد محمد علی وردی خان کی رائی سرفراز خان سے اور اس کا بیٹا۔



اپنے بھائی کو ایک ایک بات کی سوسو باتیں لکھ کر بھیجی شروع کیں جب محمد علی دردی خان نے  
دیکھا کہ سرفراز خان سے کسی طرح نہیں بھیگی تو اُس نے اپنے پرانے دوست مومن الدوہ محمد اسحق خان  
بہادر کی سعی سے ایک کرڈر دوسرے نذرانہ دینے کے وعدہ پر یہ حکم نکال دیا کہ سرفراز خان کا گھڑبسط  
اور اُس کے ہاتھ تلے سے تینوں صوبے نکال لو غرض ۱۵ سالہ میں ان تینوں صوبوں کا وہ مالک  
ہو گیا اور سرفراز خان کا گھڑبسط کر کے اُس نے بادشاہ کا نذرانہ بھی بھیج دیا اب یہ ایک طویل طویل  
قصہ ہے جس کے پڑھنے سے دل گھبراتا ہو کہ اُس نے کس طرح سے مرشد آباد پر قبضہ پایا اور سرفراز خان کو  
کیونکر نکالا اسکا فیصلہ کرنا نہایت مشکل ہو کہ آیا سرفراز خان نے محمد علی دردی خان بدلو کیان  
کین یا اُس نے نمک حرامی کی اور فریب اور دغا اور مکاری سے ان تینوں صوبوں پر قبضہ پایا۔  
اڑیسہ میں سرفراز خان کا بہنوئی مرشد قلی خان صوبہ تھا، اُسکو محمد علی دردی خان نہایت جنگ  
لکھا کہ تمھارا مافی الضمیر کیا ہے، اُسکا ارادہ صلح کا تھا مگر اپنے داماد باقر علی خان کے کہنے سے  
اُس نے مصالحت سے انکار کر دیا۔ اور نہایت جنگ سے بارہ ہزار سوار لیکر اڑیسہ کی طرف روانہ ہوا۔  
سخت لڑائی کے بعد مرشد قلی خان کو شکست ہوئی اور وہ جان بچا کر بھاگ گیا اور پھر آئندہ لڑنے کی قسم  
کھائی مگر لنگ میں بیابانہ پیش آیا کہ نہایت جنگ کے اپنے جیتے صولت جنگ کو دہان صوبہ دار مقرر کیا تھا  
اُس نے سیاہ کی تنخواہ میں تخفیف کرنی چاہی۔ اس سپاہ نے قبول نہیں کیا کیونکہ بیچا غریب لوطن مرشد آباد  
گئے تھے مگر لنگ کے آدمیوں نے گھر کی نوکری سمجھ کر تھوڑی تنخواہ قبول کر لی غرض اس طرح قیدم انحضرت  
موقوف ہوتے گئے اور نئی فوج بھرتی ہو گئی اس نوجوان نے جوانی کی مستی میں آنکھ ایسے بٹے  
کام کرنے شروع کئے کہ لنگ میں ایک قیامت برپا کر دی اسپر لوگوں نے باقر علی خان داماد  
مرشد قلی خان کی تحریک اور ترغیب سے ایک ہنگامہ بڑیا کر کے صولت جنگ کو گرفتار کر لیا اور باقر علی خان کے  
حوالہ کر دیا۔ ہر چند صولت جنگ کے مان باپ نے نہایت جنگ سے کہا کہ باقر علی خان کو اڑیسہ پر صلح کر  
اور صولت جنگ کی جان بچالے مگر اُس نے کسی کا کہنا نہ مانا اور فوج کو چڑھا کر ملک اڑیسہ میں لے گیا  
اور باقر علی خان کو شکست دی اور جیتے کو اجل کے حلق میں سے نکال کر لے آیا اور دہان

صوبہ اڑیسہ کا انتظام کر کے مرشد آباد پہنچے۔ یہاں آیا تو کیا سنتا ہی کہ ملک کو مرہٹے تاخت تاراج کر چکے ہیں۔ یہ پہلی ہی دفعہ تھی کہ بار کے راجہ رکھو جی بھوسلا نے اپنے سپہ سالار بھاسکر پنڈت کو بچپس ہزار سپاہ دیکر یہ ارادہ کیا کہ ہندوستان میں اپنی فتوحات میں توسیع دے۔ علی وردی خان ہنوز بردوان میں پہونچا تھا اور یہاں اُس نے اپنا سامان جنگ نہیں رکھا تھا کہ مرہٹوں نے اُس کے ملک کے گرد نواح میں غدر مچا دیا کچھ لڑائیوں کی چھیڑ چھاڑ ہوئی مرہٹوں نے یہ کہا کہ اگر دس لاکھ روپیہ دو تو اُٹے چلے جائیں مگر علی وردی خان نے اُسے انکار کیا اور اُس نے مرشد آباد جائینکا قصد کیا اُسکے ساتھ پانچ ہزار سپاہ تھی مگر بہرہنگاہ اُس کے ساتھ ایسی ہوئی کہ جس سے نظم سپاہ میں خلل پڑا اور اس سبب اُسکا بڑا نقصان ہوا تمام توپیں اور خمیے اور سارا اسباب بار برداری اُسکا مرہٹوں کے ہاتھ لگا بگڑا اُس نے مرہٹوں کی شرائط کو جو سبب نتیجائی کے سخت کرتے جاتے تھے انکار کیا۔ چار روز زمین وہ کٹوا میں پہونچا اور اُسکا بھیتیجی صولت جنگ بھی لڑنے لگا۔ میر حبیب ایک سردار جو مہابت جنگ کی نوکری چھوڑ کر مرہٹوں سے جاملاتا تھا اُسکے ماتحت مرہٹوں نے مرشد آباد پر حملہ کیا لیکن علی وردی خان بطور ایثار کے اس شہر میں پہونچا اور اُس کو مرہٹوں کی لوٹ مار سے بچایا مگر اپنے دوست جگت سیٹھ کو نہ بچا سکا۔ تین لاکھ روپیہ اُسکے گھر سے مرہٹے نکال کر لگے اب سارے دکن میں مرہٹے ایسے پھیل گئے کہ گنگا کے مغرب میں سوائے مرشد آباد اور اُسکی نواح کے کوئی جگہ اُن سے خالی نہ تھی یہ موسم برسات کا تھا اس انتہا میں محمد علی وردی خان نے اپنا ساز سامان نہایت درست کر کے ایک سپاہ چار لاکھ دریاؤں کے پایاب پہونچو پہلے کشتیوں کے پل باندھ کر پار اتر گیا اور دفعہ مرہٹوں کو جادبایا اور اُنکو ایسا بھگایا کہ اُنکے سارے خیمے اور اسباب ہاتھ لگے اور جنگلوں میں گھیر گھیر کر اُنکا خوب سکار کیا۔ پھر کچھ دنوں بعد مرہٹوں نے لنگ پور پر حملہ کیا یہاں بھی علی وردی خان نے اُنکو شکست دیدی اور وہ سب کے سب ننگال چلے گئے محمد شاہ نے اس شخص خدمات کے عوض میں علی وردی خان اور اُسکے خاندان کو بڑے بڑے خطاب عنایت اور خلعت مرحمت کئے اور صفدر جنگ صوبہ دار اودھ کو حکم دیا کہ اُسکی اعانت کو جائے



مگر علی وردی خان نے فتح حاصل کر کے اس سب کو دوستی سے جو حقیقت میں دشمن کی دشمنی سے زیادہ  
مخوف تھے نجات پائی اُسکو مصفر جنگ پر تشیع ہوا کہ کہیں وہی ان صوبوں کو نہ دبا لے ایک مہینوں سے  
لڑائی ہو رہی تھی دوسری اس سے ہو جائے تو پھر شکل پڑے اس کو مصفر جنگ جب عظیم آباد میں آیا تو بائیں  
مناسب اُسکو لکھ بھجوا کہ آپ کی ضرورت مرشد آباد میں نہیں ہے آپ اُٹے اودھ کو تشریف لیجائے دس لاکھ  
روپے بھی سفر خرچ کے لئے بھیجے یہ تکلیف اٹھانے کی اجرت دیدی اور بادشاہ کو بھی لکھ بھجوا کہ  
مصفر جنگ جیسے آدمیوں کی استعانت کی ضرورت نہیں ہے سب سے زیادہ عمدہ تدبیر نکال بچانے کی بات  
سوچی وہ یہ کہ بالاجی راڈ کو علی وردی خان کی امداد کے لئے بھیجا راگھو جی بھاسکر پنڈت کے  
شکست پانے سے بڑے طیش میں آیا وہ خود سپاہ کثیر بڑے سامان سے لیکر نکال پڑ پڑ آیا یہاں  
بالاجی مرشد آباد میں اپنے ہم وطنوں کے بلانے کے لئے آہنچا تھا اسکا سبب کہ یہ کام کیوں اُس نے  
اختیار کیا اگے بیان کیا جائیگا اُس نے راگھو جی کو بالکل صلاح بنگال سے شہیدین کیستیں دیکر خارج  
کر دیا دوسرے برس بھاسکر پنڈت بہت سی سپاہ لے کر بنگال پڑ پڑ چلا اور دشمن سے بہت کچھ روپیہ ہانکا  
مگر ابکی دفعہ علی وردی خان اور ہی سپاہیانہ پچ کھیلنا مصطفیٰ خان اور راجہ جانی رام نے تمہید  
مصاحت میں کوشش کی کچھ ایسے افسانوں کے ضنون بنا کہ بھاسکر پنڈت اور اُس کے بڑے بڑے  
سردار اس بات پر راضی ہوئے کہ میدان گنگ پور میں ایک خیمہ کے اندر ملاقات آپس میں ہوا اور بالی  
شرائط صلح کا فیصلہ ہوا اس ملاقات میں آخر صفر یا شروع ربیع الاول شہید بھاسکر پنڈت اور  
اُس کے سب فیقون کو بلا کر علی وردی خان نے قتل کر ڈالا اور پھر مہینوں کی سپاہ پر حملہ کر کہ شکست  
دیدہ فقط ایک گانگوار کا سردار بچ کر گیا مگر اس دغا بازی اور فتنہ دونوں سے کچھ فائدہ نہ ہوا  
علی وردی خان حقارت سے اپنے دشمنوں کو تو جابوڑ بھتا تھا مگر کام اُسے مصطفیٰ خان کے  
ساتھ بڑی دغا کیا وہ کیا کہ مقتضائے زمانہ ہی تھا آج کل دغا بازی کا بازار گرم تھا سب کو  
بے ایمانی کا آسرا تھا مہابت جنگ دل کا سخی ہاتھ کا فیاض تھا اور اپنے رفیقوں کے ساتھ بڑے بڑے  
سلوک کرتا تھا اور جو ان سے وعدہ کرتا اُسے پورا کرتا اب اس آخر ہم میں جب اُسے شکل پڑی طبیعت کی

مصطفیٰ خان سے مہابت جنگ علی وردی خان کا بگاڑ اور اسکا انجام



فیاضی سے رفیقوں سے بڑے بڑے وعدہ کر لئے، مگر انکے پورا کرنا اندیشہ سے خالی نہ تھا، غرض کہ وقت  
 وعدہ کرنا سہل ہوتا ہو مگر بعد غرض نکلنے کے اسکا ایفا مشکل ہوتا ہو اُسے وقت میں مصطفیٰ خانؒ بہا کی  
 صوبہ اری دینے کا وعدہ کر بیٹھا جب وقت نکل گیا تو یہ سوچ بھی کہ کہیں اپنی طرح سے بہار کی صوبہ اری ہو  
 وہ بھی بنگال کی صوبہ اری پر تو کمانہ بجائے کیونکہ یہ مصطفیٰ خانؒ ہی اسکا سپہ سالار تھا جس نے اُسکو اس تہ پر  
 پہنچایا تھا اُسکی لیاقت کا نقش دل پر تھا غرض اس تباہ و دون میں بخش شروع ہوئی اتنے میں  
 یہ معاملہ درپیش آیا کہ مصطفیٰ خانؒ کے دو رفیق علی وردی خانؒ کے دربار میں گئے اور انہوں نے کہا کہ  
 مصطفیٰ خانؒ ہی آتا ہو خواجہ سرگرمہا بہت جنگ سے آنکر کہا کہ محل سر میں تشریف لیجئے حصہ کے گھڑ  
 ذاب گیم کو بیضہ ہوا ہو مہابت جنگ بنیاب ہو کر اور ان دونوں آدمیوں کے یہ کہہ کر کہ تم بیٹھو میں آتا ہوں  
 محل میں چلا گیا ان دونوں کو شبہ ہوا کہ شاید آج مصطفیٰ خانؒ کے قتل کا ارادہ ہو جو یہ خود بہا کر کے  
 محل میں چلا گیا ہو یہ سمجھ کر وہ وہاں سے چلے راہ میں مصطفیٰ خانؒ ملا اُس نے انہوں کو یہ کہا کہ آج آپ کہاں  
 جاتے ہیں وہاں تو یہ تجویز ہوئی ہو وہ سیکرٹا اپنے گھر آیا اور اپنے تن کے نو ہزار سواروں کو لیکر  
 بگڑ بیٹھا اوجھر بھی سپاہ کی کمر بندی ہوئی اس وقت نہ پہنچو کہ مہابت جنگ کی جان پر کیا نبی ہوئی  
 تھی آخر کو دونوں میں فیصلہ ہو گیا کہ مصطفیٰ خانؒ نے استغفا دیدیا اور مہابت جنگ نے اُس کو  
 شتر لاکھ روپیہ تنخواہ کا اس شرط سے دیدیا کہ وہ اُسکی عملداری میں رہے مصطفیٰ خانؒ اٹھ نو ہزار  
 آدمیوں کے ساتھ مرشد آباد سے چل دیا اور اپنی چھاؤنی میں آگ لگا گیا جب شہر والوں کی جان میں بجا  
 آئی اب وہ راج محل میں گیا وہاں سے ہاتھی اور توپخانہ لیا پھر ہمارے لینے کا ارادہ مصمم کر لیا  
 اس وقت مہابت جنگ کا بھتیجا ہیبت جنگ بہار میں فرما رہا تھا چچا کا خط آ گیا تھا کہ جب تک  
 میں نہ آؤں مصطفیٰ خانؒ نہ لڑنا مگر اُسے اسکا خیال نہ کیا ترہت سے کوچ کیا اور اس پرانے تجربہ کار  
 سپہ سالار اُسکی سپاہ آزمودہ کا پر حملہ کر دیا قریب تھا کہ اُسکو بالکل شکست ہو اور خود گرفتار ہو مگر  
 عجب اتفاق ہوا کہ ہیبت جنگ کی سپاہ بھاگی جاتی تھی کہ مصطفیٰ خانؒ کا فیضان گولی کی ضرب ہاتھی  
 نیچے گرا اس سبب سے ہاتھی بگڑا ناچار مصطفیٰ خانؒ اُس پر اس نظر سے کودا کہ ہیبت جنگ کو گرفتار لے لے

ہیبت جنگ اور مصطفیٰ خانؒ کی تاریکی اور اسکا انجام



مگر اُسکی سپاہ یہ جانا کہ وہ بھی فیضان کی طرح ہاتھی سے گرا ہوا اس لیے سپاہ متفرق اور منتشر ہو گئی اور اس نے سپاہی کو سوار اس کچھ بن آیا کہ میدان بھاگ کر اپنی سپاہ میں جا غرض یہ لڑائی بے لطف کی ہوئی کہ دونوں لشکر آپس میں ایک دوسرے سے بھاگے ایک ہفتہ کے بعد مصطفیٰ خان نے پھر ہیبت جنگ کے لشکر چلے کیا مگر ہیبت جنگ فتح ہوئی اور مصطفیٰ خان کی رخی آنکھ میں خیم لگا اور وہ اس کے برزینے ہار گئے اب شکست کے بعد اس نے سنا کہ علی وردی خان بھی آتا ہوا اس لیے وہ بھاگ گیا چچا بھتیجی کی فوج اس کا سخت تعاقب کیا اور وہ کی سرحد تک سچا پیمانہ چھوڑا پھر ایک دن کے بعد وہ ہیبت جنگ سے لڑا مگر شکست کھا کر مارا گیا۔

اس عرصہ میں علی وردی خان پر مرہٹوں کا ایک در حملہ ہوا راگھوجی کو جب اپنے سپہ سالار بھاسکر اور اس کے ساتھ انیس افسرین کا دعا سے قتل ہونا معلوم ہوا تو اسکو نہایت غصہ آیا اور اس نے بھی دیکھا کہ یہاں یہ فساد اور غنا دہوش ہیں اور اس کے سببے انتظامی اپنے پاؤں پھیلا رہی ہوا اس لیے وہ بھی یہاں لشکر لکڑا کر پاؤں پھیلا آیا اور علی وردی بہت کچھ روپیہ در ملک مانگا علی وردی خان نے دو مہینے تک ٹولیت اعلیٰ میں ٹالا کبھی کبھی پھر شہر اٹھالے پیش ہوئے غرض جب موسم لڑائی کے واسطے آگیا تو اس نے راگھوجی بھوسلا کے لشکر پر حملہ کیا اور کئی دفعہ شکست دی اور ایک دفعہ یہاں تک فتنہ پہنچ کر راگھوجی گرفتار ہی ہو گیا ہوتا مگر بچ گیا۔ پھر ایک دفعہ مرہٹوں نے مرشد آباد پر حملہ کیا مگر علی وردی خان نے اپنی شجاعت اور دلاوری سے شہر کو محفوظ رکھا یہ مرشد آباد ہی مرہٹوں کا مرشد تھا جو ان کے ہاتھ سے بچا نہیں تو مرہٹوں نے کسی شہر پر ہاتھ نہیں ڈالا جسکو لوٹ لا کر برباد نہیں کیا رکھو ان کے قریب راگھوجی کو بڑی شکست ہوئی اور ساری اُسکی سپاہ میں بے انتظامی پھیل گئی اس لیے وہ ۵۹ھ میں آٹا چلا گیا اب میدان کی لڑائی ان موقوف ہوئیں علی وردی خان نے اپنے نواسے سراج الدولہ کی شادی بڑی دھوم دھاکم کی کچھ دنوں امن امان رہا مگر پھر جو جھگڑے شروع ہوئے تو علی وردی خان کے مرنے پر ختم ہوئے۔ راگھوجی بھوسلا جو گرفتار ہی سے بچ کر نکل گیا وہ علی وردی خان کے دو اقدان سرداروں شہنشاہ سردار خان کی دعا تھی ان دونوں سرداروں کو موقوف کیا مگر اس نے یہ اطمینان کی کہ ان کو چھ ہزار سپاہ کے ساتھ ہمارے رہنے دیا جسکا انجام بُرا ہوا کٹک میر عبدی کے قبضہ میں ہون کی طرف تھا

علی وردی خان کی مرہٹوں سے پھر لڑائی



اس زمانہ میں علی دردی خان کے پیچھے بھی کوئی نہ کوئی لکھنکار مارا اُسے لکھنکار کی فتح کا ارادہ کیا اس کام میں کامیابی کی صورت نمودار ہوئی تھی کرا سکے وہ بڑے مہار میر جعفر اور عطار انسہ بگڑے لکھنکار آباد میں لاکر قوف کیا مہارہٹوں کے سپاہ لاجا نوجی نے پھر مرشد آباد پر حملہ کیا مگر اسکو اپنی بہادر سکی اُس نے ہٹا دیا غرض اب اس جو انہر پر ایک بلاؤن کا دریا اُمنڈ آیا نمک حرام بغیرت بے دفا فسر از خان اور شمشیر خان جو بہار میں مقیم تھے انہوں نے بہت سے ادب باش اور بد معاش اپنے پاس جمع کئے بہار میں اس وقت بہیت جنگ صوبہ دار تھا اُس نے چچا سے ان دونوں بد معاشوں کی معافی تقصیر کی درخواست کی اور بہت منت و سماجت سے یہ التجا کی کہ اُنکو پھر ملازم رکھ لیجئے اب تک اسکا سبب نہیں معلوم ہوا کہ وہ اس بنا کو کیوں چاہتا تھا اگرچہ مہابت جنگ کا دل اس درخواست کے منظور کرنے راضی نہ تھا مگر نتیجے کی دشمنی بھی منظور نہ تھی اُس نے درخواست منظور کر لی اول ہی ملاقات میں یہ گل کھلا کہ بہیت جنگ نے اس نظر سے کہ ان دونوں کے وفایے ایمان سہر داروں کا دل ضا ہو اپنے لوگوں اور پھر دار سپاہیوں کو غلطی کر دیا اور تنہائی میں ملاقات کے لئے بلایا جب شمشیر خان آیا اور وہاں اُس نے یہ تنہائی دیکھی تو بہیت جنگ کو اپنے ہاتھ سے مار ڈالا اور اپنے ہمراہیوں کو سٹالے جھٹ پٹ پٹنے پر قبضہ کر لیا ایک غدر بچا دیا بہیت جنگ کا باپ حاجی احمد بعد از فرزاخان کے برباد کر نیکی بھائی سے ناراض ہو کر گوشہ نشین ہوا تھا اُسکو باغیوں نے گرفتار کر لیا اور دولت تہلانیکے لئے نہایت تکلیف دی یہاں تک کہ وہ مر گیا گو اُس نے اپنی دو نہ بتائی مگر باغیوں نے اپنی قسمت پائی اور اُسکو سپاہ بھرتی کرنے میں خرچ کرنا شروع کیا اور بیچارے غریب باشندوں کے نہایت جبر اور قہر سے روپیہ وصول کیا اور بہیت جنگ کی بی بی کو بھی جو مہابت جنگ کی بیٹی تھی یہ باغی لے آئے غرض یہ سارا حال اہلیم میں گزرا اب اس وقت اس جو انہر کی مصیبتوں کو دیکھنا چاہئے کہ ادھر ان باغیوں کا ادھر مرہٹوں کا شور مچتی اور بھائی کا قتل ہونا بیٹی کا باغیوں کے ہاتھ میں پڑنا جو افسر اپنے پاس ہوں اُنکا قابل اعتبار نہ ہونا ایسے وقت میں اس دانشمند شجاع نے اپنے منتخب افسروں کو جمع کیا اور انکی نہایت تشفی اور تسکین کی اور بڑے بڑے انعام اکرام کے وعدے کئے اور یہ بھی کہ نہ یہ کہ جو مجھ سے ناراض ہو وہ خوشی سے



چلا جا میرے پاس سے غرض اس حکمت سے اس کے افسر خیر خواہ اور سپاہ دل سے ہوا خواہ ہو گئی سب پہلی باتوں سے چشم پوشی کر کے اس نے یہ جعفر کو نکال کا صوبہ ار مقرر کیا۔ اور مرشد آباد عطار الداد اور ایک نئی جھینجے کو بچہ کیا اور بڑی تیاری اس نے باغیوں کی سرکوبی کے لئے کی اور اس کے کئے سے شہر کے تمام دولتمند جنکوڑا نہیں آتا تھا لنگا کے پار چلے گئے اور اس نے یہ شہر دیدیا کہ سارا شہر مہیوں سے لڑنے کے لئے تیار ہے اب وہ چالیس ہزار سپاہ اور بہت سا ذخیرہ اور سامان لیکر ایک نوآرہ میں بیٹھ دیا پاراپڑ گھر کے دشمنوں کے مارنے کے لئے چلا اور جتنا آگے بڑھتا گیا اسکا لشکر بھی بڑھتا گیا اور باغیوں کا سردار اپنی ایک اور غباری کے سب سے اس کے ہاتھ میں پڑ گیا جس کا بیان آگے آتا ہے اس وقت شمشیر خان بھی پچاس ہزار سپاہ لیکر روانہ ہوا اس اثنا میں اگھو جی بھوسلا کا بیٹا جانوجی اور میر حبیب بھی لشکر لیکر آن پہنچے یہ سارا کام ان مرہٹوں اور میر حبیب کے اغوا سے کیا تھا۔ اب یہ افغان لشکر میں گئے دہان انکو خلعت مرحمت ہوئے اور ہاکی صوبہ رعایت ہوئی پھر دہان سے چلے آئے اب ان افغانوں کا ارادہ ہوا کہ اپنی تنخواہ کا دعویٰ ان پر نہایت کیجئے اس لئے انہوں نے میر حبیب کی دعوت کی اور ایک خیمہ میں اسکو اتارا اور اس کے گرد پہرہ جو کی بٹھایا جب وہ چلنے لگا تو افغانوں نے کہا کہ سار کا مہم نے آپ کے حکم کے بموجب کئے ہیں اب ہمارا تنخواہ کا چالیس لاکھ روپیہ رعایت کیجئے بعد بہت گفتگو کے دو لاکھ روپیہ میر حبیب نے خلاصی پائی غرض اس طرح ان افغانوں اور مرہٹوں میں اتفاق کی جگہ نفاق ہوا علی وردی خان نے دوسرے روز آکر باغیوں پر حملہ کیا اور انکو شکست عظیم دی شمشیر خان مارا گیا اور اس کے سار کا مال سب پر قبضہ ہوا اس کے خیمہ میں جس وقت مصائب جنگ کے اپنی بیٹی کو بھی دیکھا تو خوشی کے مار پھولنے سمایا۔ میر حبیب کے لئے تھے ویسے ہی نامراد چلے اور اس ملک کو بالکل خالی کر گئے۔ کچھ لشکر میں باقی تھے اس خدا کا ہنسا شکر بھیجا۔ غبار دسا کین میں بہت رو پیہ تقسیم کیا اور رفیقوں کو مال مال کر دیا جو باغیوں کے اہل خیال گرفتار ہو کر لائے تھے ان کے ساتھ نہایت مروت اور محبت سے پیش آیا غرض جو زخم اس کے دل پر اپنے دوستوں کے ہاتھوں سے پہلے پہنچے تھے انکا اند مال یوں ہو گیا اس نے بہت چاہا کہ حبیب سے صلح ہو جائے مگر اس کام میں کامیاب نہ ہوا۔ اب آئندہ موسم میں کیا دیکھتا ہو کہ مرہٹوں کے

گروہ کے گروہ ادھر ادھر سرحدوں پر تاک جھانک کر رہے ہیں خیران سب تکالیف کے سوا  
یہ ایک بھاری آفت آئی کہ سراج الدولہ اس کا نواسہ جس کو وہ بیٹے سے زیادہ چاہتا تھا اس سے  
باغی ہو گیا اسے سنانا اپنے حق میں کانٹے بونے تھے مرہٹوں سے بہت سی لڑائیوں کے بعد  
اس نے ان شراب پرستوں میں صلح کر لی کہ کنگ ان کے حوالہ کیا اور بنگال کی چوتھ کا بارہ لاکھ روپیہ  
سالانہ مقرر کیا۔ علی وردی خان کے حالات بھی آصف جاہ کے حالات سے بہت مشابہ ہیں۔ بعد  
بہت سی فتوحات کے اس کو بھی مرہٹوں کے آگے گردن نیچے کرنی پڑی اور ان کے لئے تحصیل کا منہ کھولنا پڑا۔  
کچھ دنوں اب اس کے گائے مگر یہ کھٹکا لگا رہا کہ دیکھتے اب آگے کیا ہوتا ہو کیونکہ وہ اپنے نواسے  
سراج الدولہ کی نالائقی اور بیہودہ مزاجی کو خوب سمجھتا تھا۔

حمادی الاولیٰ ۱۱۹۹ھ میں اسی برس کی عمر میں استسقا کے مرض سے وفات پائی۔ ابتداً جوانی سے  
اس کو شراب اور رقص مرد اور ممنوعات کے ساتھ رغبت نہ تھی وہ صوم و سلوۃ اور تلاوت قرآن اور ادا  
وظائف کا پابند تھا بہت سیر کر اٹھ کر ادا دل وقت صبح کی نماز پڑھتا اور پھر چند مصاحبوں کے ساتھ قنوتیا  
خود حقہ نہیں پیتا تھا مگر اپنے اور رفقا کو پلاتا تھا دو گھنٹہ دن چڑھے دربار عام کرنا سب سردار  
اور باہلی موالیٰ و ملازم اور ارباب حاضری ہو کر ہر شخص اپنا احوال عرض کرتا مقصد حاصل کرتا پھر وہ  
خلوت میں جاتا وہاں خاص شہرہ دار اور بعض مصحاب جمع ہو کر شعر خوانی اور نقل و حکایات بیان ہوتے۔  
کھا کا اس کو نہایت شوق تھا عمدہ عمدہ کھانے روزیہ مل کر کھاتے بعد کھانا کھانے کے سب خصمت ہو جا  
پھر وہ سوتا کچھ سو کر وہ نماز پڑھتا اور پھر قرآن کی تلاوت کر کے عصر کی نماز پڑھتا رات دن میں عصر  
ایک ہی دفعہ شورہ یا برف کا پانی پیتا اس کے بعد فاضل عالم جمع ہو کر حدیث و قرآن کا ذکر ہوتا دو گھنٹہ  
یہ صحبت ہوتی بعد اس کے جلست سیٹھ اور عمائد آتے ان سے مسائل ملکی میں گفتگو ہوتی شہر و دیار کے اخبار  
استفسار ہوتا پھر کچھ تھوڑی دیر ناچ گائے کا شغل رہتا پھر وہ محل میں جاتا رات کو وہ کھانا کھاتا  
مگر کچھ میوہ وغیرہ سے شوق کرتا جب تہائی شب گز جاتی تو وہ آرام کرتا دو گھنٹہ سوتا رہتا تو پھر صبح کی  
نماز میں مشغول ہوتا اس عجیب مانہ میں یہ افغان امیر بھی عجیب غریب صاحب تدبیر جو انہر و لیٹھس

محمد علی وردی خان کی وفات و خصال



اب ہم پھر دلی کے حال پر توجہ ہوتے ہیں۔

نادر شاہ کے جانکے بعد شہر مردون سے چڑھا اور زندون سے خالی تھا سکا لون پر دیرانی برستی تھی محلے کے محلے چلے پڑے تھے مردون کی سڑانڈے بھیجا کھانا کھانا کوئی کچی کھن دینو والا نہ گورین دفن کرنے والا تھا مگر ہندو سلمان سب ایک ہو گئے۔ ڈھیر دن میں جل کر خاکستر ہو گئے یہ تو شہر کی کیفیت تھی۔ دربار کا حال یہ تھا کہ کچھ دنوں تو وہ بھاری نیند میں سوتا رہا اور جب اٹھا تو اُسکی آنکھوں میں اس قدر چیر لگا ہوا تھا کہ دیکھنے سے گھٹن آتی تھی خزانہ میں کچھ بٹا دیا مگر نہ تھا محاصل اور خراج کا کسین پتا نہ تھا سپاہ تباہ اور خستہ حال تھی اس پر مرہٹوں کا بھی خوف بالکل نہیں گیا تھا جو اُنکے قبضہ میں چلے گئے تھے وہ اُنکے ہاتھ سے تباہ ہوئے تھے ان سب سبیتوں اور آفتوں پر درباریوں کا جھگڑا نہ چکا۔ وہی ایک فریق توریانی امیرن کا تھا جن کے سرناج آصف جاہ اور قمر الدین خان زیر میسے دھرا گروہ ان امیرن کا تھا جو اُنکو خارج کرنا چاہتا تھا اور ان میں بادشاہ بھی شمار ہوتا اگرچہ میں مرہٹوں کا جھگڑا نہ ان پڑتا تو ان امیرن نے سلطنت کے ٹکڑے کر کے کہی آپس میں تقسیم کر لے سہوتے اور خاندان تیموریہ کو بے نام و نشان کر دیا ہوتا۔

نادر شاہ کے جلنے کے بعد شاہجہان آباد کا حال

ایران کے معاملات

جب وقت یہاں نادر شاہی ہو رہی تھی اُس وقت بابے راؤ سنہا بیٹھا تھا اُس نے یہ کہا کہ نادر شاہ ایسا دشمن ہے کہ اس وقت سب آپس کے جھگڑوں کو سمیٹ کر لپیٹ رکھیں اور دکن کے ہندو سلمان دکنوں ملکر اپنے دشمن سمجھ لیں مگر اتفاق کمان تھا خیر جب نادر شاہ چلا گیا تو بابے راؤ میں پھر دم آیا اور اُس نے وہی اپنا دعویٰ پیش کیا کہ آصف جاہ جو عہدنا لکھا اُس پر بادشاہ مہر و دستخط کرے (اس عہد نامہ کا حال دہان لکھا ہے جہاں نادر کا ذکر شروع ہوتا ہے) اب اس کلام کے لئے اُسکو دہلی جانا چاہیے تھا مگر اُس نے دکن کو اپنی ہمت کے لئے پسند کیا کہ پیشواؤں کے خاندان کو مرہٹے بڑی نظر دے دیکھتے تھے اور اس کے بہت سے قبیلے حریف پیدا ہو گئے تھے اور اُسکے ہاتھ سے راجہ کو چھٹانا چاہتے تھے سیندھیا اور بکرلو البتہ خیر خواہ اس خاندان کے تھے کیونکہ انکی نمودار شان ان کی سب سے ہوئی تھی مگر ہاں ہی کا جھگڑا اب تک فیصلہ نہ ہوا تھا سری پتہ اُسکا پڑا نا قبیلے جو دھابھانے قدیمی خاندان مرہٹوں کے تھے وہ اس پیشوا کے

انتظام سے خاک میں ملے جاتے تھے اس لئے اُس کو اگسے جلانا چاہتے تھے لگا لگا کر کے خاندان کے حقوق میں گجرات کے اندر اس پیشو کے انتظام سے خلل پڑ رہا تھا سب قبیلوں میں طرار صفا قوت شوکت راگھو جی تھا وہ کسی دفعہ پیشو سے انتظام سلطنت تیار کے باب میں جھگڑے اٹھا چکا تھا۔

باجے راؤ نے آصف جاہ کے ملک پر حملہ کیا۔ اس وقت آصف جاہ تو دلی کے دربار میں تھا مگر اسکا بیٹا ناصر جنگ باپ کا قائم مقام تھا وہ دہلی نزار سپاہ لے کر باہر نکل پڑا تھا۔ باجے راؤ نے اول شہر کا محاصرہ کیا۔ اسکو یہ خیال تھا کہ اس تدمیر سے اُسی طرح کا میاں ہو گا جیسا کہ اُس کے باپ پر فتحیاب ہوا تھا مگر اس نوجوان عالی بہت نے اپنی ایسی قدرت دکھائی کہ اُسکو شکست دی اور جب اُسکو اندر پہنچ گئی تو اوپر دشمنوں کو شکست دیکر احمد نگر پر پہنچ گیا اور پونہ کا قصد کیا۔ اس وقت پیشو نے صلح کرنے کو مصلحت جانا۔ ۱۱۱۵ھ میں اُسے آشتی کر لی۔ اس وقت وہ بڑی بڑی پریشانیوں میں گرفتار تھا کہ اپنے گرد کو یہ یوسی کا خط لکھا ہو کہ مجھے بڑی بڑی مشکلات پیش ہیں۔ قرض دینا ہے۔ طبیب سے مایوسی نے گھیر رکھا ہے میرا حال اس وقت ایسا ہے جیسا کہ کوئی شخص ہر کھانے کو میٹھا ہو اب میں دارالسلطنت تیار کو جاتا ہوں وہاں میری بہت دشمن ہیں وہ میری چھائی کو اپنے پیروں سے دلینگے اس وقت متو آجائے تو میں بڑا اُسکا ممنون بنت ہوں معلوم نہیں اس وقت اُسکو کیا سوچھی تھی کہ وہ ہندوستان خاص کو جاتا تھا کہ اپریل ۱۱۱۵ھ میں میرا زہر بد پر مٹونے دامن پکڑ لیا سا کہ منصوبے خاک میں مل گئے اُس کے تین بیٹے تھے۔ ایک بالاجی راؤ وہ اپنے باپ کے عہد پر پیشوا مقرر ہوا۔ دوسرا رگھناتھ تیسرے شمشیر بہادر جو ایک سلمان عورت کے پریشے تھا مگر اُس کے زیر حکومت سارا ہند یکھنڈ تھا (باندھ کے نواب اُسی کی اولاد میں سے تھے)

موت کے آنے سے پہلے باجے راؤ کے آخر زمانہ میں اُسکا بھائی جمناجی کا مکن میں لڑا۔ اسیان لڑ رہا تھا جن دشمنوں سے وہ لڑ رہا تھا اُن پاس ایسے قلعے اور جزیرے تھے کہ ایک طرف اُنکے سمندر دوسری طرف پہاڑ اور جنگل تھے اُنکے فتح کرنے کے واسطے بہت کچھ سامان کی ضرورت تھی جمناجی کو اپنے فتح نہیں حاصل ہوئی۔ اب ان دشمنوں کی تفصیل یہ ہے کہ ایک کولاب کا مشہور قزاق انگریزوں کی تھا



وہ برنامہ سامہوجی کا مطیع تھا وہ اس ہنر کی کو اپنی بھری چوتھ کما کرتا تھا۔ انگریزوں نے بھی ہنگیز کی مدد لیکر سپرارکے مگر کچھ نہ کر سکے۔ ہالینڈ والوں نے بھی اسے سمجھنا چاہا مگر کوئی اس سے نہ سمجھ سکا۔ اس کے خاندان میں دو بھائیوں میں فساد ہوا جن میں ایک بھائی کی طرف داری پیشوانے کی دو قلعے اس کے جو گھاٹوں کے نیچے تھے لے لے مگر اس سے یہ جھگڑا ختم نہ ہوا۔ ایک دفعہ پیشوانے انگریزی بیس کی آمد بھی اُس پر حملہ کیا مگر کوئی فیصلہ پیشوانے کی زندگی میں اس کام کا نہ ہوا۔ دوسرے دشمن اس کے سیاہ رنگ کے سدا حجاز کے حبشی تھے وہ خشکی میں بھی مرہٹوں کو چین چین لینے دیتے تھے اُن کے ملکوں کو اپنا ہنر نہ بنا دیتے بہت قلعوں پر انہوں نے قبضہ کر لیا پیشوانے کی سعی اور کوشش کا غایت یہ نتیجہ تھا کہ ۱۸۱۹ء میں انکو اس بات پر راضی کر لیا کہ وہ اُنکی لوٹ کھسوٹ سے باز آئیں تیس فرنگستانی دشمن پر تھال لے لے پرتگیز تھے اُن سے یوں لڑائی کی تھی کہ وہ انگریزوں کے دو بھائیوں کی لڑائی میں ایک بھائی کے طرفدار تھے ۱۸۱۵ء یہ لڑائی شروع ہوئی ۱۸۱۹ء میں یوں ختم ہوئی کہ سالٹی ولسن اور کونکن کے دو چار شہر جو سر قبضہ میں تھے چھن گئے بساں کے محاصرے میں پانچ ہزار آدمی مقتول ہوئے پس سی پریاس کرنا چاہتے کہ اسکا کس قدر نقصان ان لڑائیوں میں ہوا ہو گا۔ باجے راؤ کو یہ خیال تھا کہ جو اسکا جانشین ہو گا اس کو ان مصائب کا جو عزم و اسکو مغلوب کر گیا مگر اسکا بیٹا بالاجی جو جانشین ہوا وہ ایسا ہوشیار اور عاقل تھا کہ اُس نے باپ کی مصیبتوں کا بوجھ سہا لیا اور اُس نے نہایت استقلال و ہمت سے ساری مشکلوں کی دلدل سے اپنے سینے نکال لیا

دشمنوں کا ذکر ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں ان سب میں بھوسلا خاندان کا بانی رگھوناتھ غضب تھا وہ لشکر کے اس پاس ملک کا رہنے والا تھا پہلے وہ سواروں میں لو کر سی کرتا رہا مگر جب اس کا بیٹا کی قید سے رہا ہو کر آیا تو یہ اسکا دل سے رفیق ہوا۔ راجہ اسکو براہ راست لے آگے جو جنگی ملک تھا اسکا حاکم مقرر کر دیا جب وہ مر گیا تو اسکا بیٹا جانشین ہوا۔ بلکہ راجہ گھوجی بھوسلا اسکا چچا بھائی جانشین ہوا وہ راجہ کا رفیق بھی تھا اور ہمزلف بھی۔ اب اُس نے ملک برار میں اپنی جد پر سے اُس علاقہ پر جو خاص باجے راؤ سے علاقہ رکھتا دست درازی شروع کی اور محصول و درخارج وصول کیا اس سے پیشوانے کو

باجے راؤ کے دشمن

اندیشہ پیدا ہوا۔ اور یہ بھی خطرہ ہوا کہ کہیں راجہ اسکو متبہ نہ کرے اور راجہ اسی خاندان میں قائم ہو جائے۔ جس وقت باجے راوہ راوہ گھوجی بھوسلا جو کرناٹک میں سپہ سالاری کر رہا تھا۔ سترک میں دوڑ آیا اور بالاجی ناکم کو پیشوا بنانے کے ساتھ لایا۔ یہ ناکم اڈولٹمنڈ اور مغز تھا اور باجے راوہ پیشوا اسکا روپیہ لینا تھا اسکو یہ پٹی پڑھائی کہ اپنا روپیہ بالاجی سے لیکر اٹھے۔ قرض کا یہ سبب ہو گیا تھا کہ ملک تو ویران پڑا تھا اسے ایسا محاصل حاصل ہوا تھا کہ بڑی بڑی مٹیاں کے خرچ کے لئے کافی ہوتا تھا۔ اسکا خرچ قرض سے ہوتا تھا اب بالاجی کو یہ وقت پیش آئی کہ منہ دو دن کے دن ایسے وقت میں باجے قرض نہ چکانا بڑی بیغیرتی کی بات سمجھی جاتی تھی۔ سو اس کے ناکم نے راجہ کو بھی نذرانہ نظر سے پیش کیا کہ اسکو عمدہ پیشوا کیجئے مگر بالاجی کا پایہ بالا تھا۔ اس لئے کسری پت راوہ میاں باجے کا مخالف تھا ایسا ہی راگھوجی سے ناموافق تھا۔ باجے راوہ کا نہایت لائق بھائی جنابھی آیا دل جان اپنے بھتیجے کا پیشوا ہونا چاہتا تھا۔ بالاجی کا دیوان ایسا ہوشیار تھا کہ تھوڑے دنوں میں روپیوں کے تورڈون کا ڈھیر لگا دیا۔ ان سب باتوں کے سوا خود بالاجی کی لیاقت اور شہرت دوسرے اس کے باپ ادا کی عزت میرے اس عمدہ کاموروثی استحقاق ان سب باتوں کے سبب اسے روپیہ کا کیا توڑا تھا سارا قرض فوراً ادا کیا ناکم جی اپنا سامنے لیکر رہ گیا۔ راگھوجی یہ پہلی ہی دفعہ لڑا تھا کہ چلا گیا۔ بالاجی اپنے قوی دشمن کو یوں پر کیا۔ پھر جو اور دشمن مقابلہ کے لئے کھڑے ہوئے انکو بھی ہمیشہ جیت گیا۔

نظام الملک کے بالاجی کی کمال دوستی تھی اس واسطے کہ جینا صرنگ سکائیٹا باجے باغی ہوا اور وہ دہلی سے آیا تو بالاجی اسکی کمک کو گیا اور اس کے بیٹے کو شہید میں مغلوب کیا اس سبب نظام الملک نے اس مرہٹوں کو شش کی کہ بالاجی کو مالوہ بھیجا۔ ان سی دنوں میں اتفاق سے جنابھی آیا پیشوا کا چچا مر گیا۔ اور ایک بیٹا سید نور اودس برس کا چھوڑ گیا۔ باجے مرنے سے لڑکا ناتھ ہو گیا اور ایسا جنگلی بھینسا بن گیا کہ کوئی اسکی تکمیل پکڑ کر کسی طرف نہ گھسیٹ سکا۔ آئندہ اسکا حال پڑھو گے اس کے سبب سے مرہٹوں کے سر پر کیا آفت آئی۔

برس روز تک بالاجی اپنے ملکی انتظام میں مصروف رہا پھر ہندوستان خاص کی طرف



متوجہ ہوا۔ ان دنوں میں راگھوجی بھوسلا نے بنگال پر حملہ کیا تھا جسکا حال پہلے بیان کر چکے ہیں کہ بالاجی پیشوا نے بادشاہ کی طرف ہو کر محمد علی وردی خان کی ایسی اعانت کی کہ راگھوجی کی وہاں چلے نہ دی اس حسن خدمت کے جلد میں بادشاہ کی طرف سے اسکو صوبہ بالوہ ملا جس کی ریت تنہا تھی اور پچیس لاکھ میں شانزادہ احمد شاہ کا اس صوبہ میں نائب مقرر ہوا۔ اور شہر اطرا اس صوبہ کے عطا کرنے کی یہ تھیں کہ وہ اس صوبہ میں امن امان رکھے۔ موافقت کے واسطے جو جاگیریں اور اراضی مقرر ہیں انکے اندر دست اندازی نہ کرے۔ نربدا کے پار کسی اور مرتبے افسر کو اترنے نہ دے اور بادشاہ کی اعانت اور ملک ایک نہر اسپاہ کیا کرے۔ بالاجی نے ان شرط میں سے بعض کے پورا کرنے کے لئے دھار کے راجہ پوار سے اتحاد پیدا کیا۔ اس نے اپنے باجے راو پیشوا کے مقابلہ میں ٹرنبک کی اعانت کی تھی۔ اس اتحاد سے یہ فائدہ تھا کہ وہ کسی قدر مغرب میں گانگوار کی اور مشرق میں راگھوجی کی روک ہو گا۔

۱۷۶۵ء میں مغلوں کے دربار سے مرہٹوں کو ان صوبوں میں سے چوتھے وصول کرنے کی اجازت ہو گئی جن میں کبھی کبھی نئی لوٹ کھسوٹ ہوتی تھی مگر اسکی کوئی سند بادشاہ کی طرف سے مرحمت نہیں ہوئی۔ اس وقت مرہٹوں کا راجہ بھی معائنہ ملکی میں داخلت نہیں کرتا تھا مگر سیواجی کی نسل میں سے تھا۔ مرتبے اسی کو اپنا دیتا مانتے تھے۔ جو بادشاہی صوبوں کے محضات کا انتظام تھا اسکا فیصلہ ہی کرتا تھا۔ پیشوا ہر ایک ہم کے بعد اسکی آمد خرچ کا بندھنا باج کے ساتھ پیش کرتا اور کوڑی کا حساب اس میں لکھا ہوا ہوتا مگر بعض اوقات اس حساب کتاب کے معائنہ ایسے تیج دپیم آجاتے تھے کہ انکا فیصلہ ہونا مشکل ہوتا تھا جب راگھوجی نے بنگال پر حملہ کیا اس کے برخلاف پیشوا نے بادشاہ کی طرف داری کی اور اپنا احسان بادشاہ پر کیا۔ اور محمد علی وردی خان سے جدا و سپہ وصول کیا مگر جب تباہی میں راگھوجی نے سازش اس کے برخلاف قائم کی تو اس کے چھٹے چھوٹے اس نے اپنے تمام حقوق جو دیہائے نربدا اور ہماندی کے پار ملکوں میں تھے راگھوجی کو سپہ سالار میں جید دیئے اور اسکو ان اضلاع میں مطلق العنان کر دیا۔

بالاجی کا لالہ ریشم ہونا اور بعض اور معائنات

مرہٹوں کا علی نظام

آصف جاہ کی وفات

آصف جاہ اور باجے راؤ پینٹا

راؤ پینٹا کے لئے لکھا ہوا خط

نا صریح جواب کا قایم مقام دکن میں تھا ۱۱۵۴ھ میں باغی ہو گیا۔ اس نے آصف جاہ دہلی سے دکن آیا اور بیٹے کو مغلوب کیا۔ بعد اُس کے وہ ارکاٹ کے فسادوں میں مبتلا رہا آخر کو ۱۱۵۸ھ میں شتر برس کی عمر میں اس دنیا سے رخصت ہوا پھر اُس کے بیٹوں میں فساد برپا ہوا جس کا حال گریز اور فرانسس کے حال میں لکھینگے ہم نے اس زمانہ کی تاریخ بکریان ہندوستان کی مفصل تاریخ سلطنت انگلشیہ میں لکھا ہے۔

آصف جاہ کے مرنے پر ہم کو اُس کا رقیب باجے راؤ جو اُس کے آٹھ برس پہلے مر گیا تھا یاد آگیا۔ دکن میں اس زمانہ کے اندر راؤ آدمی گذرے ہیں ان کی حالت میں مائت اور مشابہت بہت تھی مگر بعض باتوں میں مخالفت ہو۔ ایک تو راؤ فی امیر زادہ دوسرا ہندوستان کا برہمن دونوں بڑے باپ کے بیٹے۔ دونوں کی دل اس تمنا سے بھر ہو کہ کوئی اپنے خاندان میں جہاں سلطنت جمائے۔ دونوں جہاں تیریشیر شہنشاہ عالم آصف جاہ کا مزاج بالکل شیر کا سا کہ جس وقت کوئی اُسے چھیڑے تو غصہ میں آکر آپس سے باہر ہوجا مگر اس شیرازی پر دوبارہ بازی کرنا اسی کا کام تھا۔ باجے راؤ کا مزاج غصیلانہ تھا مگر مکر و فریب کرنے میں آصف جاہ سے کم نہ تھا۔ ایک جگہ کے دربار کا کارکن تھا۔ اور بہت سے رقیب کھتا مگر کوئی اُس سے زیادہ لائق نہ تھا۔ راؤ مستقل مزاج تھا وہ اس کے بادشاہ کے دربار کا کارکن تھا اور دہلی کے رقیب کھتا تھا جن میں سے بعض اُس کے ہمسرا اور بعض برتر تھے۔ اور بادشاہ تلون مزاج تھا۔ آصف جاہ کے پیچھے بلا میں نسبت باجے راؤ کے زیادہ لگی ہوئی تھیں۔ باجے راؤ کا دشمن کبھی اجہ نہیں ہوا۔ اُس کی بیعت کسی کے درپے نہ ہوا۔ برخلاف اسکے بہت دفعہ آصف جاہ کے برباد کرنے پر بادشاہ کا ارادہ ہوا۔ آصف جاہ کے ایک طرف پانی بہتا تھا (یعنی بادشاہ) کہ جس کے اندر راؤ چو کے تو ڈوب جائے۔ دوسری طرف آگ بہتی تھی (یعنی مرہٹے) جس کی آگ سے ہر وقت جلنے کا اندیشہ رہتا تھا۔ باجے راؤ پانسلی جہاں امارت اور سلطنت کی عمارت قائم کرنے کے واسطے مصلح موجود تھا فقط تعمیر کرنا تھا نہ جہاں اس کے آصف جاہ کو مصلح بھی ہم پونچا نا اور پھر عمارت بنا تا کہ دونوں کام کرنے تھے۔

آصف جاہ کے انتقال کے برس روز جمعہ ۱۱۶۹ھ میں راؤ ساہیو کا انتقال ہوا اس وجہ سے



مدت تک راج کیا وہ سیوا جی کا پوتا تھا اور اورنگ زیب کا قیدی تھا۔ پیشوا کے تین بیٹوں کا مرنا تھا  
 مرہٹوں کا بڑا راجہ تھا غرض یہ وقت بھی ہندوستان میں عجیب گزرا ہے جہاں دیکھو وہاں ایک جھگڑا  
 کھڑا ہوا۔ اس راجہ کے کوئی اولاد نہ تھی۔ اُسکی نیت میں تھا کہ وہ اپنے رشتہ دار پرانے دشمن کو لاچر کے  
 راجہ کو بتنے کے لئے مگر اُسکے بھی اولاد نہ تھی۔ اس مرہٹوں کا یہ ارادہ ہوا کہ راجہ سے کھڑک سیوا جی کے  
 بڑے چچا دتو جی کی اولاد میں سے کسی کو متبنیہ کرالیں۔ اس لئے رشتہ مند خاندان میں کوئی شخص  
 منتخب کر کے ابھی راجہ نے متبنیہ نہیں کیا تھا کہ اُسکی رانی سکوارا بانی جو راجہ کی مالک تھی وہ اس تمنا  
 میں تھی کہ کوئی چھوٹا لڑکا متبنیہ کیا جائے۔ وہ صغریٰ کے سلبے فقط نام کا راجہ ہوا۔ دین خود راج کی  
 مالک ہوں مگر یہاں پردہ غیب کے کچھ اور ہی گل کھلا اور سلطنت کے اندر ایک ادبی راز سر بستہ کھلا۔ رام  
 کی بیوہ رانی تارا بانی اب تک زندہ تھی گو عمر میں بوڑھی تھی مگر عالی ہمتی اور الو العز می میں جوان  
 تھی۔ اُس نے یہ کہا کہ سیوا جی دوم کے مرنے کے بعد اُسکے ہاں بیٹا پیدا ہوا ہے اُسکو میں نے چھپا رکھا ہے راج کا  
 حق اس سیر پوتے کا ہے وہ مرہٹوں کا ہمارا راجہ بنایا جائے اُسکا نام رام راجہ دوم رکھا جائے۔ ایک  
 اس میں شبہ ہو کر تارا بانی کا یہ بیان صحیح تھا یا غلط تھا۔ اس پوتے کے جانشین ہونے سے اُسکے خونا تہ  
 میں سلطنت آتی تھی سکوارا بانی جو اپنی سلطنت چاہتی تھی اس بات کو سن کر آگ بگولا ہوئی کر یہ دوسری  
 آواز کہہ رہی تھی اُس نے اُسکی اپنی طرح کا ایک تبنی راجہ بنانا چاہا۔ بالاجی جب بہت سی فوج لے کر  
 تارک میں آیا تو یہاں اُسکی جان عذاب میں پھنسی کہ دونوں عورتوں نے اپنے اپنے منصوبہ کا سامان ہت  
 کر رکھا ہے عورتوں کی بہت مشہور ہے یہ دونوں اُسکی خود حکومت کی مخالف تھیں مگر وہ یہ جانتا تھا  
 کہ سیوا جی کے خاندان پر تو مرہٹے مٹے ہوئے ہیں اور بہمن پیشواؤں سے پہلے ہی خوار کھائے ہوئے  
 بیٹے ہیں۔ اس لئے یہ وقت ایسا نہیں ہے کہ میں اپنے اس ارادہ کو ظاہر کروں کہ راجگی کو موقوف کر کے خود  
 سب مرہٹوں کا راجہ بن جاؤں۔ تارا بانی سے بالاجی تو ڈر گیا مگر سکوارا بانی نے اُسکی کچھ حقیقت  
 نہ سمجھی اور اس کے مخالف تدبیریں کرنی شروع کیں اور اس اپنے ارادہ کے چھپانے کے لئے مشہور کیا  
 کہ میں راجہ کے ساتھ سستی ہوں گی۔ بالاجی غضب کا پتلا تھا اپنے مقصد کے حاصل کرنے میں کسی شے

کام کرے میں پرہیز نہ کرتا تھا۔ اب وہ اپنی چال نہایت فطرت اور سلیقہ کے ساتھ چلا۔ وہ چاہتا تھا کہ سکوار بائی پاس پناہ عہدہ موجود ہو۔ بڑے بڑے آدمی اُس کے طرفدار ہیں۔ وہ منظر بیٹھے ہیں کہ اگر دھڑکاؤ دم نکلے اُدھر بالا جی سے تلوار چلے۔ اُس نے اُدل سنے ایسی تدبیریں کیں کہ ساری فوج بس میں آجائے اور جتنے رانی کے رفیق اور اُس کے مخالف تھے سب دست ہو جائیں تاکہ جبروت راجہ مرے تو رانی کچہ نہ کر سکے۔ اس کے سوا ایک اور تدبیر یہ تھی کہ اُس نے تارا بائی کے غصہ اور غضب کو فروخت نہ پہنچو دیا۔ اور اُس نے جو اپنے پوتے کی کہانی بنائی تھی اُسے یقین کر لیا۔ اس میں اُس کو دو فائدے حاصل تھے اول یہ کہ تارا بائی اُس کے ساتھ سکوار بائی کی مخالفت کے لئے تیار ہو گئی۔ دوم اس بہانے سے کسی وقت موقع پا کر اچھے سنے لکھوائی کہ اُس کو تمام مرہٹوں کی سلطنت کا اختیار پیش کر دیا جائے کہ وہ سیوا جی کے خاندان کا نام تارا بائی کے پوتہ رام راجہ کے نام سے قائم رکھے۔ غرض یہ ایک دستاویز ہزاروں لشکر سے زیادہ بالا جی کے کام آئی۔ جب راجہ مرہٹوں نے اُس کی رانی کو یکساں بھیجا کہ آپ سستی ہوئے لئے تکلیف نہ اٹھائیں۔ اس سے وہ یہ جانتا تھا کہ اس عورت کو غیرت اور اپنی قول کو پاس ہوگا تو وہ ضرور راجہ کے ساتھ سستی ہوگی۔ غرض جب راجہ مرہٹوں نے رام راجہ کو راج گڈی پر بٹھایا۔ کسی دربار شمشیر کے خوف سے کسی نے تدبیر کے زور سے کسی جاہ و منصب کے لالچ سے اس راجہ کو راجہ مان لیا اور بالا جی طب سرج کی مناسبت سے راجہ اس راجہ کو سارے مرہٹوں کا راجہ بنا دیا۔ راجہ جی کو تمام پہلے حقوق عنایت ہوئے۔ اور سری پت کی جائیداد منضبطہ سے بھی کچھ حصہ دیا گیا۔ بلکہ اور سیندھیا کو سارا مالوہ دیدیا گیا۔ مگر وہ حصہ نشینی رہا جو پہلے اورون کو جاگیر میں دیا تھا۔

بالا جی کی حکومت بغیر لڑے بھڑے قائم نہ ہوئی۔ تھوڑے دنوں اُسکی حکومت میں بڑے خطرے اُس کے چہرے بھائی سدیشور اور عرف بھاؤ کے جھگڑوں سے پیدا ہوئے مگر سب کا انجام بالا جی کے حق میں بخیر ہوا۔ راجہ رام نے سارا سلطنت کا اختیار پیشوا کو بعض شرائط ٹھہرا کر دیدیا تھا۔ مگر وہ شرائط پوری نہ ہوئیں جب بالا جی اور نگ آباد کو حیدر آباد کے جھگڑوں میں دخل دینے کے واسطے روانہ ہوا تو تارا بائی نے راجہ رام سے ملکر یہ کہا کہ تو اپنا سارا اختیار



راجائی کا لے لے۔ اور یہ جو تو نے پیشوا سے اقرار کر لیا ہے اُسے توڑ مگر جب راجہ کو اُس نے دیکھا کہ وہ اسکا کہا نہیں مانتا تو اُس کو ایک قلعہ کے اندر قید کر دیا اور اُسکو مشہور کر دیا کہ وہ چھوٹا اور فرمایا ہو۔ اور اس قلعہ کی حفاظت اُن مرہٹوں کے سپرد کی جو بہت قدیمی نوکر اس گھرانے کے تھے اور وہ پہلی سب باتوں کو دیکھ چکے تھے اور پیشوا کے اختیارات پر دانت پڑتے تھے اور اُسے راجہ کے اُن آدمیوں پر تو پین لگا دیں جو پہلوں پر بے خبر پڑے تھے۔ اور پیشوا کے سارے سپاہیوں جو جا بجا پڑے ہوئے تھے گو لے برسانے شروع کئے اور دستا جی کا نکوڑ کو جو پیشوا سے خد کھائے بیٹھا تھا اور بہت سے تجارتی دم بخت بہرہ ہار رہا تھا بلایا۔ دستا جی اپنے دھن بھاگ سمجھا کہ آج یہ دین نصیب ہوا کہ پیشوا کو بالکل دار السلطنت سے نکالنے کے واسطے بلایا گیا۔ پندرہ ہزار سوار اُس پاس تھے پیشوا کے طرفدار اُسے لڑنے گئے مگر اُن کو شکست ہوئی غرض گا نکوڑ اور تار بابائی دونوں نے ملکر بہت سے قلعے فتح کر لئے اور مری پتے کے کسی شہر دار کو اُنہوں نے پتہ نیدھی یعنی وزیر عظم مقرر کیا۔ بالاجی بہت نشانی سے ستائے میں آ گیا اُس نے ۱۱۶۱ھ میں دستا جی کو دغا سے قید کر لیا مگر تار بابائی وہ عصبانیت کی عورت تھی کہ اسکوہے مطیع نہ کر سکا باقی حال مفصل میرے حصہ میں دیکھو۔ اُن مرہٹوں کے ذکر نے ہماری تاریخ کے سلسلہ کو توڑ دیا اور جن بادشاہوں کی سلطنت کا ذکر کرتے تھے اُسے آگے کے زمانہ میں چلے گئے۔ مگر اس کے بغیر ہکو کوئی چارہ بھی نہ تھا۔ ہندوستان کی سلطنت کے جب ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے تو اسکا جدا جدا بیان کرنا چاہئے۔ اب ہم پھر دلی کی تاریخ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

۱۱۶۱ھ تک دلی کی سلطنت کا بیان کر چکے ہیں اب ۱۱۶۱ھ سے پھر شروع کرتے ہیں اس سال میں یہ واقعہ پیش آیا کہ نادر شاہی میں قمر الدین خان وزیر کا بیٹا بدر الدین خان باگیا یا مغفور ہو گیا۔ ایکے سا دینا سکی جائداد کی اولاد کے نام لکھ کر فیروز علی الملک میر خان کو دی کہ بادشاہ سے دستخط کرائے۔ اُسے اس کا کچھ خیال نہ کیا جب اس سبب وزیر اور آصف جاہ دونوں بخیر خاطر ہوئے تو ایک دن عہدہ الملک کے علاوہ بادشاہ سے ان توراتی امیروں کی نسبت کچھ کہا تو ان دونوں نے سپاہ جمع کر کے بادشاہ سے کہا کہ ہم کو حج کو جانے کی اجازت دیجئے یا امیر خان کو

دلی کا حال

الہ آباد کی صوبہ داری پر چھوڑے۔ یہ کہہ کر شہر سے باہر اپنے خیمے روانہ ہو گئے۔ واسطے جاؤ مگر بادشاہ نے  
 اُن کی خاطر سے امیر خان کو الہ آباد کی صوبہ داری پر چھوڑ دیا۔ سو قلمن الدولہ اسحق خان شوستری  
 پایہ کا امیر تھا وہ اس سال میں مرگیا۔ اُسکی بیٹی کی شادی ابو المنصور خان صفدر جنگ سے کر دی  
 اسی سال میں آصف جاہ دلی سے دکن کو گیا اور اپنے بڑے بیٹے غازی الدین خان کو ہریان  
 بادشاہ پاس چھوڑ گیا۔ اُسکی شادی قمر الدین خان کی بیٹی سے ہو گئی۔ اس نئے رشتے کے سبب سے  
 ان دونوں تو دلی امیر میں اتحاد پیدا ہوا اور اس اتفاق سے اُنکے مخالفین کی سازشوں  
 بازار سرد ہوا۔

یہی زمانہ روہیلون کی سرکشی کا ہے۔ یہ قوم افغانستان سے آکر ہندوستان میں بسی تھی اور  
 اس ملک کی کچھ لڑائیوں میں اُس نے نام پیدا کیا تھا۔ اور آخر کو گنگا کے مشرقی ملکوں میں آکر  
 لیکر پھاڑن تک اُسکا تسلط ہو گیا تھا۔ اصل اُسکی یہ کہ شہاب الدین خان روہیل کے دو بیٹے  
 حسن خان اور شاہ عالم خان تھے۔ حسن خان کا بیٹا دوندے خان تھا۔ شاہ عالم خان کا بیٹا  
 حافظ الملک محبت خان شہاب الدین خان کا ایک بیٹے داؤد خان تھا۔ وہ ہندوستان میں آیا  
 جب سکندر کی نہلی تو اُس نے قزاقی کا پیشہ اختیار کیا اور عالمگیر کے ہند میں اس طرح کچھ بسا کہ  
 جمع کیا اُسکے کچھ اولاد نہ تھی ایک ن راہ میں ڈیڑھ برس کا لڑکا پڑا پایا معلوم نہیں وہ ہند تھا  
 یا مسلمان تھا (علی محمد خان والی رامپور کا جد اعلیٰ ہے وہ جاٹ کا لڑکا مشہور ہے مگر نواب کب علی خان  
 مرحوم والی رامپور نے اپنے خاندان کو سید قرار دیا ہے اس لئے اس لڑکے کو حضرت نوح کا ظم کی اولاد میں  
 ثابت کیا ہے) اُسکو لیکر پالا اور علی محمد خان اُسکا نام رکھا جب وہ چودہ برس کا ہوا تو داؤد خان  
 مرگیا۔ اُسی کو اپنے نال سبک وارث کر گیا غرض چند روز بعد علی محمد خان کا غلغلہ شروع ہوا اور  
 بہار سنگہ فوجدار بریلی کا وہ ملازم ہوا اُسکے سبب سے اُسکا عروج شروع ہوا پھر وہ جنگوں میں  
 چلا گیا مینی گدہ میں جا کر اُس نے اپنا مسکن بنایا نوبت خانہ ڈیوڑھی پر بچوایا اپنے تین نواب مشہور  
 کرایا جب کسی نے کہا کہ یہ باتیں کرنی حکم شاہی بغیر ذیبا نہیں تو اُس نے یہ جواب دیا کہ بادشاہ کے



حکم کی ضرورت ملازمین اور نوکروں کو ہر جو شخص خود شمشیر زنی سے ملک حاصل سے ان حکموں کی جہت  
 نہیں غرض یہاں تک سکاء و ج ہو کر اُسکے آقا زادے حافظ الملک حمت خان اور دوندے خان  
 اُسکے ہاں ملازم ہوئے جب اُسکی ان حرکات کی خبر محمد شاہ کو ہوئی تو نو اب زیر الممالک قمر الدین خان کی طرف سے  
 ہر نند فوجدار مراد آباد کے نام حکم آیا کہ علی محمد خان کی تنبیہ کرے ان دونوں میں لڑائی ہوئی ہر نند  
 لڑائی میں مارا گیا۔ روہیلوں کو فتح حاصل ہوئی اور بہت مال ہارے گئے ہاتھ آیا پادشاہ کا مدت سے  
 ارادہ تھا کہ دریائے گنگا کے پار کے ملک کی سیر کرے اس لئے وہ خود اس سرکشی کے فرد کر نیکی بہانہ سے چلا۔  
 بہت سال لشکر اور توپخانہ ساتھ لیا۔ علی محمد خان اول تو پادشاہ کی خبر سن کر ڈرا بیگ مرنے کا ارادہ مصمم کر  
 لڑائی کے لئے مستعد ہوا۔ کئی مہینہ تک بادشاہی لشکر کو جھگڑ میں حیران رکھا۔ آخر کو قمر الدین خان وزیر کو  
 عرضی عفو تقصیر کے لئے لکھی سپر بادشاہ اس شرط سے تصویب عاف کیا کہ وہ شاہجہان آباد تک لشکر کے  
 ساتھ قیدیوں کی طرح جاگے اُسے قبول کر لیا۔ اور قیدیوں کی طرح دلی میں گیا۔ وہاں رہا ہو کر  
 سرہند میں صوبہ مقرر ہوا۔ یہاں حافظ الملک حمت خان بھی اُس کے آئے یہ مہم تھیں واقع  
 ہوئی روہیلوں اور قمر الدین خان کی ملی جھگڑ تھی۔  
 ۱۶۶۱ء میں نادر شاہ اپنے ملازموں کے ہاتھ سے مارا گیا احمد خان پہلے نادر شاہ کے ہاں سیوا دل تھا  
 پھر رفتہ رفتہ اُس کے ہاں ایک ٹیپے پا کا افسر ہو گیا جب وہ مر گیا تو خود غزنین اور قندھار پر تسلط ہوا۔  
 اور وہاں اپنا خطبہ در سکہ جاری کیا۔ نادر کے عہد سے ناصر خان صوبہ دہلی کا بل تھا۔ شاہ ابدالی  
 اُس کو بہت تورا اپنے عہدہ پر قائم رکھا مگر پانچ سو اور زانی اُس کے ساتھ گئے کہ پانچ لاکھ روپیہ جن کے  
 دینے کا وعدہ کیا ہو ابھی بھیجے۔ ناصر خان جب کابل میں آیا تو اپنے وعدہ سے پھر گیا۔ شاہ ابدالی  
 اُس پر چڑھا۔ وہ بھاگ کر پشاور میں آیا جب شاہ اس طرح ہندوستان کی سرحد پر آیا تو اُس نے پنجاب کا راجا  
 دیکھا۔ یہاں لاہور کے صوبہ ارغزوہ زکریا خان کے مرنیکے بعد ۱۵۵۰ء میں اُس کا بیٹا میر محمد خان سلطنت  
 لاہور میں پہنچا اور اس پر تصرف ہوا۔ بعد اُس کے شاہ نواز خان دوسرا بیٹا لاہور میں پہنچا اور باپ کے ورثہ کا  
 بھائی سے طالب ہوا تو وہ دونوں بھائیوں میں لڑائی شروع ہوئی۔ انجام یہ ہوا کہ میر محمد خان اور

احمد شاہ درانی کا جلد ہندوستان پر

اُسکا بیٹا قید ہو گیا مگر وہ قید سے چھوٹ کر بادشاہ پاس چلے گئے اور شاہ نواز خان لاہور کا مالک ہوا  
 مرزا اودین بیگ نے جو بڑا شہنشاہ تھا شاہ نواز خان کو یہ سمجھایا کہ تم فقط قمر الدین خان کے بھانجے ہو  
 اور تمہارا بھائی کبھی خان اُسکا داماد بھی ہوا ہے وہ بادشاہ پاس گیا ہر ضرور بادشاہ اور وزیر ملکر  
 تم سے سمجھ گئے۔ بہتر یہ کہ اس وقت شاہ ابدالی سے جو سرحد ہند پر موجود ہو آپ تلخا دور فاقہ  
 پیدا کیجئے۔ وہ بھی کہنے میں آگیا۔ اور اُس نے شاہ ابدالی کو لکھا کہ آپ بادشاہ اور میں وزیر شاہ  
 ابدالی یہ خدا سے چاہتا تھا۔ اُس نے کہا بہت اچھا۔ اب اودین بیگ نے کیا کام کیا کہ قمر الدین خان کو  
 لکھ بھیجا کہ آپ کا بھانجہ شاہ ابدالی سے ساز باز رکھتا ہو۔ اُس پر قمر الدین خان نے بھانجے کو لکھا کہ  
 آج تک ہمارا ہاں نہک حرامی نہیں ہوئی خبردار اس افغان بادشاہ سے سازش نہ رکھنا۔ پانچون  
 صوبے کشمیر لاہور ٹھٹھہ ملتان کابل اُس نور چشم کے عمل میں رہینگے اب شاہ نواز خان کو تقویت ہوئی اور  
 احمد شاہ سے نقص عہد کیا۔ اس شان میں ناصر خان بھی شکست پا کر شاہ نواز خان پاس آ گیا تھا اب  
 احمد شاہ نے ایفارد عہد کے لئے شاہ نواز خان کو خط لکھا تو اُس کا جواب اُلٹ ملا تو وہ پشاور سے  
 لاہور پر چڑھ آیا جب وہ لاہور کے قریب آیا تو اس نظر سے کہ زکریا خان کونادر شاہ نے لاہور کا صوبہ  
 مقرر کیا تھا اور شاہ نواز خان اُس کا بیٹا تھا اپنا چھوٹا بیٹا شیخ عمر اُس پاس بھیجا اور بیعت  
 کہ اٹھا اختیار کر دیا مگر اُس نے اس کے بیٹے کو قید کر لیا اور لڑنے کے لئے سامنے آیا تھوڑے مقابلہ کے  
 بعد اُس لشکر سے جو دلی سے محمد شاہ نے بھیجا تھا جا ملا۔ دلی سے لشکر بڑے کروفر سے چلا۔ مرزا احمد  
 ولی عہد اُسکا سپاہی لار تھا قمر الدین خان وزیر اور صفدر جنگ اور بڑے رتبہ کے امیر اُسکے ہمراہ تھے  
 غرض احمد شاہ درانی لاہور پر تصرف کرتا ہوا اور تمام دیہات اور قصبہات پر قبضہ کرتا ہوا  
 تسلیم کے کنارہ پر پہنچا تو اُس نے تسلیم کی پایا ہون کو دیکھا کہ وہ بادشاہی سپاہ کے قبضہ میں  
 اس درانی بادشاہ پاس بابہ ہزار سے زیادہ سپاہ نہ تھی وہ یہ سمجھتا تھا کہ سپاہ کی قوت اور  
 قدرت کام میں آتی ہو اس کی قلت اور کثرت کام نہیں آتی۔ اس دل گردہ کو دیکھو کہ وہ اسلیل  
 لشکر کے ساتھ دریا تسلیم سے لدھیانہ کی طرف سے ایسی جگہ سے اُتر کر جہان دریا پایا تھا تیرہویں  
 ربیع الاول ۱۱۰۰ کو سر ہند پر قبضہ کر لیا۔ یہاں پہلے علی محمد خان روہیلہ صوبہ دار تھا۔ اُس کو



اس نظر سے کہ وہ اپنے ہم قوموں کے نسل جگا اور جگہ بدل دیا تھا وزیر قمر الدین خان نے بیان بہت کچھ اپنا لکھا کہ اسباب چھوٹا تھا اور اسکا لشکر آگے بڑھ گیا تھا اس سبب اسباب پراحمہ شاہ درانی قابض ہوا اور کئی توپیں اس کے ہاتھ لگیں جو اس پاش تھیں غرض جب سید بادشاہی لشکر کو پہنچی تو وہ لڑنے کے لئے اٹلا پھرا اس لئے شرقی فوج غربی اور غربی فوج شرقی بن گئی۔ درانی لشکر کی اس تیز دستی پر بادشاہ کی فوج ڈری ہوئی تھی جب اس کے پاس آئی تو اپنے گرد خندق کھود دی اگرچہ وزیر قمر الدین خان کی جان نماز پڑھتے میں ایک گولے کے لگنے سے گئی مگر دس روز تک اسکا لشکر درانیوں کے دھڑے آٹا تار ہا جب پکیسوان دن ہوا تو درانیوں کے سواروں نے سخت حملہ کیا اور خندق کو دوکرانڈ گھر گئے مگر شکست کھا کر بھاگے اور <sup>۱۱۲۱ھ</sup> رجب الاول ۱۱۲۱ھ کو وہ اپنے گھر زن کو بھاگ گئے اس لڑائی میں راجہ ایسری سنگھ جیور کا راجہ بھی شریک تھا مگر وہ لڑائی کے بغیر اپنے ملک کو بھاگ گیا مرہٹوں نے اس کے ملک پر حملہ کیا تھا ابو المنصور صفدر جنگ کے توپ خانہ سے خوب کام لیا میر تقی میر قمر الدین خان نے بڑی داد شجاعت دی۔ بادشاہ نے اسکو بیاب کی وجہ سے موافق معین الملک خطاب دیکر لاہور اور ملتان کی صوبہ داری پر پروانہ کیا۔ ایشا ہر ادہ احمد دہلی کو پھرا چلا آتا تھا کہ اسکو باپ کے مرنے کی خبر پہنچی محمد شاہ مرتضیٰ اس سال میں مبتلا ہوا <sup>۱۱۶۱ھ</sup> ۲۶ رجب الثانی ۱۱۶۱ھ کو عالم بقا کو خست ہوا تیس سال سلطنت کر کے خاندان تیموری ہی کو تباہی کے کنارہ پہنچا گیا اور عیش عشرت کے وہ سامان جدید ایجاد کر گیا کہ جن کی پیروی سے کج نکل شیرن کا ستیاناس ہوتا ہے تاریخ مظفری میں محمد شاہ کی سلطنت کے صوبوں کی آمدنی تفصیل ذیل لکھی ہے جو نا در شاہ کو بتلائی گئی۔

نام صوبہ	تعداد پرگنات	آمدنی دامن میں	نام صوبہ	تعداد پرگنات	آمدنی دامن میں
(۱) ایشا ہر ادہ آباد	۲۸۵	۱۱۶۸۳۹۸۲۶۹	(۲) اگرہ	۲۳۰	۱۰۵۱۴۰۹۲۸۳
(۳) لاہور	۳۴۰	۹۰۷۰۱۶۱۲۵	(۴) اجیر	۲۳۵	۶۳۶۸۹۲۸۸۲
(۵) احمد آباد	۳۰۰	۴۳۰۰۸۳۰۹۶	(۶) الہ آباد	۲۶۸	۴۳۶۶۸۸۰۷۲
(۷) اودھ	۱۴۹	۳۲۰۰۷۲۱۹۳	(۸) بہار	۲۵۲	۷۲۱۷۹۷۰۱۹

نام صوبہ	تقدیر گنت	آمدنی داسون میں	نام صوبہ	تقدیر گنت	آمدنی داسون میں
(۹) بنگال	۱۲۱۹	۵۲۳۴۳۹۱۱۰	(۱۰) اڑیسہ	۲۴۴	۱۹۴۱۰۰۰۰۰
(۱۱) کاشمیر	۵۱	۲۱۳۰۴۴۸۲۶	دکن کے چار صوبے اورنگ آباد و نظف آباد		
برآر خانہ ۵۵۲ پر گئے آمدنی ۴۹۶۴۰۰۰۰۰					
(۱۳) مالوہ	۲۵۴	۴۲۵۴۴۶۶۰	(۱۴) ملتان	۹۸	۲۳۵۵۳۱۸۵۴۵
(۱۸) کابل	۴۰	۱۵۴۶۲۵۳۸۰	(۱۹) ٹھٹھہ	۵۴	۴۴۹۴۶۹۰۰

## احمد شاہ کی سلطنت

اس صوبہ میں چار سرکارین ہیں

غزوہ ربع الثانی ۱۱۶۱ھ میں تخت سلطنت پر احمد شاہ جلوہ افروز ہوا اُسکی سلطنت کا آغاز مبارک معلوم ہوتا تھا اور یہ معلوم ہوتا تھا کہ شاید کچھ پھر سلطنت کے بے دن پھر وہ خود میں برس کا جوان تھا اُسکے دربار میں بے بے لائق اہلکار تھے آصف جاہ مرہٹوں کو دکن میں روکے ہوئے تھا۔ شمالی حملوں کا جو طوفان ابھی آیا تھا وہ بھی رفع و دفع ہو گیا تھا مگر تمام کا اور انتظام جو شخصی اور شخصی سلطنتوں کے ہوتے ہیں اُن میں سخت عجیب بھی ہوتا ہے کہ اُنکا اعتبار نہیں ہوتا ایک مصیبت اس سلطنت پر اول ہی سال جلوس میں یہ پڑی کہ آصف جاہ مرگیا اول اُس وزارت کی درخواست کی گئی مگر جب اُس کے مرنے کی خبر آئی تو ابو المصنوع خان کو وزارت کا منصب ملا عموماً الملک مدار المہام کو برہان الملک کا خطاب غایت ہوا آصف جاہ کے چہرے بٹے تھے اول بیٹا میر محمد شاہ تھا جسکا لقب غازی الدین فیروز جنگ تھا۔ دوسرا بیٹا میر احمد جس کا لقب ناصر جنگ تھا۔ وہ باپ کی جگہ قائم مقامی کرتا تھا تیسرا پیر محمد جس کا لقب صلابت جنگ تھا چوتھا میر محمد شینر جس کا خطاب برہان الملک تھا پانچواں نظام علی خان چھٹا میسرل بکا لقب ناصر الملک تھا اول بیٹے کو بادشاہ نے مشرف دیوان خاص اور بخشی گری رسالہ والا شاہی کی مرحمت کی احمد شاہ دزاینوں کے حملہ سے ڈرا بیٹھا اس لئے اُس نے ناصر جنگ کو سپاہ سمیت دکن سے اول بلایا مگر جب معلوم ہو گیا کہ احمد شاہ دزانی اپنی شمالی مہمات میں مصروف ہو تو اس امداد کی کچھ ضرورت نہ رہی اس لئے اُس کو برہان پور سے اُلٹے جانے کا حکم بھیج دیا غرض سب اہلکاروں اور



سلطنت کا انتظام کر کے بادشاہ عیش و عشرت شاہانہ میں مصروف ہوا گویا بادشاہی کے بے بی ہو گئے تھے کہ سارے دن خوشی ہو اور عورتوں سے صحبت ہوں دن طبلہ سازنگی کھڑے کھڑے ڈوم ڈھالوں اور گویوں پنجوئوں کی دھوم مچا کرے اور دنیا سے خبر نہ ہو کہ کیا ہو رہا ہے۔ اس نیکیلے بادشاہ کی سلطنت کے بڑے ہنگامے یہی ہیں کہ وہ بھوکے پیٹ پر روہیلکھنڈ کے لڑائیوں کے خون رنگین تھے۔

ذیر الملک صفدر جنگ کے ہمسایہ میں روہیلے لگے ہوئے تھے اس ہمسائیگی کے سبب اس کے دل میں ان کی طرف سے خارا اور بغار تھا جب علی محمد خان مرگیا تو اس نے قائم خان سپر محمد خان نگیش کو لکھا کہ اُس کے بیٹوں ملک چھین لے۔ ان دونوں کی لڑائی میں خواہ کوئی مارا جاؤ ذیر اپنی حیثیت جانتا تھا قائم خان ملک کی طبع میں آنکھ سعد الدخان سپر علی محمد خان پر لشکر چڑھا کر لگیگا اور اُس کو بدایوں کے قلعہ میں جا کر گھیر لیا۔ ہر چند اُس نے عاجزی کی مگر اُس نے ایک نئی سنی آخر کو مارتا کیا نہ کرتا۔ وہ قلعہ سے لشکر لیکر نکلا اور اُس نے قائم خان کو شکست دی اور اُس کی جان لی جب یہ واقعہ وقوع میں آیا تو ذیر بادشاہ کو لڑائی پر آمادہ کر کے کول میں لایا اور خود فرخ آباد میں پہنچا اور یہی قائم خان مرحوم کی بیوا اور بال بچوں کے سارا ملک چھین کر اپنے قبضہ میں کر لیا فقط فرخ آباد اور چند سواضعات اُس کی مان اور بی بی کو دیدیئے باقی سب کچھ ضبط کر لیا۔ بادشاہ اُلٹا

۱۶۳۳ء میں دہلی میں چلا آیا اور ذیر یہاں چند روز تک مقیم رہا اور نول لے اپنے نائب کو جو ملک اُن میں تھا یہ سارا نیا ملک لیا ہوا اُس کے سپرد کیا۔ اس نائب کے قتلوج کو اپنا صدر مقام بنایا قائم خان کا بھائی احمد خان صفدر جنگ کی خدمت میں رہتا تھا جب اُس نے دیکھا کہ یوں بھائی اور بھائی ملک چھین گیا تو اُس نے ذیر کی رفاقت سے جدائی اختیار کی اور اپنے ملک پر قبضہ کرنے چلا گیا اور روہیلون کی اپنی امداد کے لئے بلایا اور اسی زمانہ میں جھکمراد آباد میں رحمت خان اور دودھ خان نے بھی ایک فتح حاصل کی تھی اُس نے ۱۶۳۳ء میں نول لے پر لشکر کشی کی۔ اُس کو شکست دیکر جان سے مار ڈالا۔ جب یہاں یہ حال گذرنا تو صفدر جنگ سوچ مل جاٹ کو ساتھ لیکر ان پٹھانوں سے لڑنے آیا مارہرہ پر دونوں لشکر دن میں مقابلہ ہوا صفدر جنگ زخمی ہوا اور شکست پائی شکست پاکر

جودلی میں لیا تو وزارت میں خلل پڑا مگر اہلکاروں کو رشوت سے دلا کر بھی وزارت کی بنیاد کو پختہ کر لیا۔ بعد ان فتوحات کے احمد خان نے اور صدر اہل آباد کو نائب صوبوں کی خالی پائیاؤں کے لیے کارا دہ کیا اور بھٹنا فوج لیکر اہل آباد پر حملہ کیا یہاں صفدر جنگ کے رفقاء بقار احمد خان اور علی قلی نے قلعہ میں پناہ لی اُس نے قلعہ کا محاصرہ کیا خلد آباد سے لیکر قلعہ تک شہر میں آگ لگا دی اور اسے لوٹ لیا عرف دریا باد کو جین افغان کہتے تھے چھوڑ دیا شیخ افضل اہل آبادی کے دائرہ کو بھی مقدس سمجھ کر ہاتھ نہیں لگایا پھر سلاہین بلگرام کے لوٹنے کا ارادہ کیا مگر چند آدمیوں پر خیر گنہری کر دہاں کچھ روشناس احمد خان کے نکل آئے غرض یہ لوٹ جو رہی تھی احمد خان کی حکومت اچھی طرح ان صوبوں میں نہیں بچھ تھی کہ اب زیر المملکت دیکھا کہ اسکی پریشانی اور خرابی کی کوئی حد باقی نہیں رہی ہے اور وہ روہیلہ کے مقابلہ میں ضعیف ناتوان ہو تو اُس نے اس بدنامی کے دھبہ کو اس طرح دھویا کر دہاں پھیل گیا یعنی اُس نے مرہٹوں کو اپنی امداد پر مستعد کیا ملھار راؤ ہلکار اور جیو پاپا سیندھیہ اسے جن کو بالاجی نے ابھی مالوہ کو بھیجا تھا اُنھیں کی درخواست کی اور سوچ جل جاٹ کو اپنے ہمراہ لیا اور ان ہندوؤں کو بہت ملکہ اور دت دینے کا وعدہ کیا یہ تدبیر اسکی درست بیٹھی۔ اول جمادی الثانی ۱۱۶۱ھ کو اُس نے کوچ کیا جالپور سعد آباد میں احمد خان کی طرف سے شادول خان حاکم تھا اول اُسکو شکست دی جب احمد خان اس شکست کا حال سنا تو اہل آباد کے محاصرہ کو چھوڑ کر فرخ آباد میں آیا اور دیر کا رخ پر حسین پور پہنچا یہاں سعد الدخان روہیلہ بھی امداد کو آگیا۔ ۱۱۶۲ھ میں یہاں لڑائی ہوئی افغان بچا کر کیلے اپنے دم سے تھے جب مخالفین مرہٹے جاٹ وزیر کی فوج قدیم جدید اس نے دس بارہ ہزار افغان مار گئے اور انکو شکست ہوئی مگر احمد خان و سعد الدخان زندہ نکل گئے اور کوہ کامیوں میں جا کر پناہ لی۔ اب سرحد کو مل اور جالپور سے لیکر کوہ ہمالیہ کی سب پہاڑیوں تک مرہٹوں کا قبضہ ہو گیا اور انکو اجازت ہو گئی کہ وہ جو تھہ وصول کریں یہ مرہٹے وہ سبز قدم تھے جس باغ میں قدم رکھتے اُسکو نکل بناتے تھے جس آبادی میں بیٹھتے تھے اُس کو دیرانہ کر دکھاتے تھے غرض شیوا ب اور سبز ملک مرہٹوں کی پامالی سے اور وزیر المملکت نامہ اعمالی سے سیاہ ہوا۔ افغان بھی ان مرہٹوں کے



ہاتھ سے تنگ آئے اور اُنکے توسط سے وزیر سے صلح کی درخواست کی مہٹوں کی عادت تھی کہ وہ کسی طرف کو بالکل غارت نہ کیا کرتے تھے۔ دونوں فریق قائم رکھ کر اپنا مطلب حاصل کیا کرتے تھے غرض ان مہٹوں نے روہیلوں کی وزیر سے صلح کرادی۔

یہاں سیتج حاصل ہوئی وہاں اجیر کے صوبہ کو شکست ہوئی سلطنت کو فتح شکست کا فائدہ ولفسان برابر ہوا۔ اجیر کی شکست کی تفصیل یہ ہے کہ سید صلابت خان ذوالفقار جنگا جمیر اور اکبر آباد کا صوبہ مقرر ہوا اُس وجود چھو کی ریتا کے لئے تخت سنگہ اور مہاراجہ سنگہ چاہتے لڑے تھے کہ تخت سنگہ بادشاہ پاس آیا اور ذوالفقار جنگا سے ملا صلابت چٹھری کراکبر آباد اور اجیر کے صوبوں کے انتظام کے واسطے تخت سنگہ فوج لگا اور ذوالفقار جنگا کو چھو کی ریتا دلائے تخت سنگہ تو ناگور میں شکر لینے گیا اور ذوالفقار جاٹوں کے ملک پر متوجہ ہوا نیم رانا پر حملہ کر کے اُسے فتح کر لیا آگے نارتول میں گیا اور اول یہ ارادہ کیا کہ اکبر آباد کا بندوبست جاٹوں کو شکست دیکر اُسے تخت سنگہ دیکر اُسے صلح کر لی تخت سنگہ جب ترہاٹھارہ ہزار سپاہ لیکر آیا تو اُسے جاٹوں کو ذوالفقار جنگا کے خیمہ میں بٹھایا اتنی ہمارا جہنگ بہت راجپوت راجاؤں کو ساتھ لے اُسے لڑنے کے لئے آیا۔ لڑائی ہوئی تخت سنگہ کی مرضی کے برخلاف ذوالفقار جنگا کے کام کئے اُسے شکست فاحش پائی اور نادم اور پشیمان بن گیا یہاں اُسکی امیر الامرائی اور صوبہ داری چھین گئی اُس پر وہ بڑا فروختہ ہو کر بادشاہ کی جان کے درپے ہوا تھا کہ بادشاہ نے اُس کو قید خانہ میں بھیج دیا۔

یہاں یون سلطنت بگڑ رہی تھی کہ یکایک یہ خبر آئی کہ احمد شاہ درانی ہندوستان میں لاہور کے قریب آن پہنچا ہے۔ معین الملک ناظم صوبہ بکھرے شہر سے نکل کر اُس کا مقابلہ کیا چار مہینے تک برابر لڑائیاں ہوتی رہیں آخر ایک دن تخت لڑائی ہوئی اور نیپنگ اور کوٹا کے معین الملک کی اعانت نہ کی اس لئے اُس کو شکست ہوئی اس وقت اُسکو یہ خوب تندرست بھی کہ وہ احمد شاہ درانی کی خدمت میں چلا گیا۔ اُس نے نہایت اعزاز و اکرام کیا اب یہاں بادشاہ کے خطوط متواتر صفدر جنگا کے بلانے کے لئے جاتے تھے اُس نے مہاراجاؤں سے خطیر کا وعدہ کیا اور اپنے ساتھ لیکر دتی کی طرف چلا

حاکم جمیر کا شکست پانا

احمد شاہ درانی کا کام

اور اُس سے کہا کہ شاہِ دُرّانی کو شکست دے کر لاہور اور ملتان کا خودِ انتظام کر لے۔ ابھی یہ دلی تکت پٹھنے نہ تھے کہ وہاں جاوید خواجہ سرانے جو بادشاہ کے منہ بہت چڑھا ہوا تھا۔ اور نواب بہادر کا خطاب بھی حاصل ہو گیا تھا شاہِ دُرّانی کو صلح کا پیغام دیا۔ یہاں بادشاہِ نادر شاہ کا زمانہ دیکھے ہوئے بیٹھا ہوا تھا ملتان اور لاہور دونوں صوبے دے کر صلح کر لی اور غنیمت جانا کہ یہ بلا ٹلی۔ احمد شاہِ دُرّانی یہ دونوں صوبے معین الملک کے دے کر چلا گیا۔

جب صفدر جنگ دلی میں آیا تو برا آشفستہ خاطر ہوا اور بادشاہ سے عرض کیا کہ میں لٹھار راؤ کو جو زخیر کا وعدہ کر کے یہاں لایا ہوں اُس کو کس گھر سے روپیہ دوں اس پر امیرِ لاہور فیروز جنگ خلفِ آصف الدولہ جو ناصر جنگ کے مرنے کے بعد دکن کے چھ صوبوں کے لٹم بادشاہ سے درخواست کرتا تھا۔ اور بادشاہ اُسے بھاری نذرانہ مانگتا تھا اُس نے کہا کہ اگر یہ صوبے مجھے غایت ہوں تو میں لٹھار راؤ کو اپنے ساتھ لیجاتا ہوں اور جو روپیہ ٹھہرا ہو وہ دلا دیتا ہوں یہ درخواست منظور ہو گئی اور لٹھار راؤ دکن کو فیروز جنگ کے ساتھ رخصت ہوا اب زیرِ ملک کے اس خاجہ سرکار کا بڑھنا بھی ناگوار خاطر تھا اور اُس کے سبب اُس کے رعبِ داب میں بھی فرق آگیا تھا۔ اُس نے ایک دن جاوید نواب کو دو تھانہ اپنے گھر ضیافت میں بلا کر مار ڈالا۔ اس خواجہ سرکار کو بادشاہِ دل و جان سے عزیز رکھتا تھا۔ صفدر جنگ کی اس حرکت سے وہ ظاہر اور باطن میں افسوس ہو گیا اور اُس کے انتقام کے درپے ہو گیا۔

جب فیروز جنگ لٹھار راؤ کو لیکر دکن میں گیا تو وہ اپنے بیٹے شہاب الدین محمد خاں کو نیابتِ میسر شیکری پر چھوڑ گیا۔ فیروز جنگ جب لاہور میں پہنچا۔ تو بھائی اُس سے لڑنے کے لئے آیا۔ مگر منور لڑائی نہ ہوئی تھی کہ جل کا حکمنا ماس پاس آ پہنچا شہاب الدین محمد خاں کو باپ کا سارا مال ہاتھ لگا اگرچہ وہ عمر میں بڑا کا تھا مگر آفتِ وزگار تھا۔ وہ عیش و عشرت کی لذت سے نا آشنا تھا ایامِ طفلی میں لہو و لب سے نفرت تھی ارادہ بلند بہت عالی رکھتا تھا۔ اپنے بدارادوں کے پورا کرنے میں کسی بڑے کام کے کرنے سے پرہیز کرتا تھا اور عجیب حکمت سے انکو پردہ انہما میں چھپاے رکھتا قتل کرنا اور دغا دینا اُس کی عادت میں داخل تھا بڑے کاموں کے نتیجوں کی پروا نہ وہ اپنے لٹم کرتا اور نہ اوروں کے لٹم سوچتا متفنی ایسا تھا کہ صفدر جنگ کے روز

صفدر جنگ کی ناراضی

صفدر جنگ کا رخاوری اور خاں کا حال کا لکھا اور خاص اور انجانوں کے فتنے



سلام کرنے جاتا جس وزیر اس کا باپ فیروز جنگ دہلی سے گیا ہے تو صفدر جنگ بٹا خوش تھا مگر یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ اپنا لڑکا اس کی جان کے لئے عذاب چھوٹے جاتا ہے یہاں تک اس نے وزیر کو پرچا یا کہ اس نے بادشاہ سے غازی الدین خاں عماد الملک کا خطاب اس کو دلایا اور بیٹے سے زیادہ چاہنے لگا۔ اس کی محل سرائی میں جانے لگا صفدر جنگ پہلے جاوید خواجہ سرکوتو شہید کر چکا تھا اب اس کو یہ کوئی کسی طرح انتظام الدولہ خان خاناں کو جو قمر الدین خاں وزیر کا داماد تھا اور غازی الدین خاں اس کا بھائی تھا ٹھکانے لگائے اور اس نے منافع اتفاق پیدا کرنا چاہا مگر وہ اس کے دم میں آیا ایک غصہ سر کے ساتھ صفدر جنگ نے بے قاعدہ عرضی بادشاہ کے محل میں بھیجی تھی اس گستاخی پر بادشاہ ایسا خفا ہوا کہ اس کے حکم سے بادشاہی آدمیوں نے قلعہ دار کو جو صفدر جنگ کی طرف سے تھا اور اس کے آدمیوں کو قلعہ سے باہر کر دیا غرض اس میں شہر کے اندر ایک ہنگامہ برپا ہو گیا ہزاروں آدمی قلعے کے گرد جمع ہو گئے صفدر جنگ نے جب دیکھا کہ بات بگڑ گئی تو اس نے عرضی بھیجی کہ صوبہ اودھ کے جانیئے کی رخصت بلجائے۔ یہ درخواست منظور ہوئی۔ وہ بادشاہ سے رخصت ہو کر دو تین روز شہر کے ادھر ادھر اس امید پر پھرتا رہا کہ شاید اب بھی بادشاہ بلا لے مگر بادشاہ اس سے ناراض تھا۔ اسے شہر کے اندر انتظام الدولہ اور غازی الدین خاں کا انتظام ہو گیا شہر کے برجوں پر موچے لگ گئے اور اس نے اورسے نوکر جمع ہونے شروع ہوئے صفدر جنگ نے جانا کہ دشمن میرا کام تمام کرنے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھتے اس لئے وہ بھی لڑائی کے لئے متعہ ہوا اور سورج مل جاٹا اور اندر گسائیں فوجدار بادانی محال سہارنپور کو بلالیا اب طرفین سے مورچے قائم ہو گئے لڑائی شروع ہوئی غازی الدین خاں نے جوان فتنہ انگیز نے ایران اور توران کا جھگڑا اور شیعہ سنیوں کی عداوت کا معاملہ پیش کر دیا۔ اور راجہ دیپ دت کو صفدر جنگ کے لشکر میں بھجوا کہ وہ رہیلوں کے امراء عظام سے مل کر انکو ادھر بلا لے غرض یہ راجہ گیا ہی تھا کہ نجی خاں جو صفدر جنگ کے جماعہ واردل میں تھا اور دوندے خاں وہیلہ کا داماد تھا گھوڑے پر سوار ہوا اور اس نے کہا کہ جس کسی کو اہل سنت جماعت کا پاس ہو وہ میرے ساتھ بولے اور جو میرے ساتھ متفق نہ ہو چلا جائے یہ کہنا تھا کہ آپ ان خانوں کا لشکر اس کے ساتھ ہو گیا اور وہ بادشاہ کی خدمت میں چلا آیا غازی الدین خاں نے ہو لکر کو اپنی امداد کے لئے بلایا انہوں نے اپنے ہم مذہب جانوں اور پرلنے دوست صفدر جنگ پر حملہ کرنے میں

کچھ تامل نہ کیا۔ غرض چھ مہینوں ہی جوتی بیزر چھری کٹاری توپ بندوق دار اختلاف کے اندر باہر چلی گئی  
آخر کار مہاراجہ مادو سنگھ کچھواہہ نے بیچ میں ٹرکھو صلح کرائی صفدر جنگ مغلوب ہو گیا تھا۔ اُس نے  
فقط اس بات پر قناعت کی کہ اودھ اور الہ آباد کی صوبہ داری اُس کے پاس ہے۔

جب صفدر جنگ چلا گیا تو خانان وزیر اور غازی الدین خاں امیر الامراء اور لہماں سلطنت تھم  
ہر ایک کے حب جاہ تھا۔ ہر ایک ملکی اور مالی معاملات کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔ باوجود قربت اور  
اتفاق کے اُن میں نفاق پیدا ہوا۔ ہر ایک نے اپنی رائے اور مدعا کے موافق کام کیا۔ جاٹوں نے صفدر  
کام ساتھ دیا تھا اس پر عماد الملک خاں رکھائے بیٹھا ہوا تھا اس وقت لٹھار اور سات نریشکر سے اُس کے  
ساتھ تھا اس لئے اُس نے جاٹوں سے لڑنے کا ارادہ کیا خانان یہ چاہتا تھا کہ سورجمل بالفعل  
پچاس لاکھ روپیہ عفو تقصیر کے عوض میں دیتا ہو اُس سے لینا چاہئے۔ یہ روپیہ لے کر سپاہ کی دستری  
صرف کرنا چاہئے۔ جب استقلال خوب ہو جائے تو سال آئندہ میں جاٹوں کا استیصال کرنا چاہئے عیش و  
آرام کے سبب بادشاہ کو لیاقت ایسے امور میں انفصال کی رہی نہ تھی۔ عماد الملک نے جوانی کے گھنڈ  
میں اور مرہٹوں کی امداد اور بھروسہ پر سوچ مل پر حملہ کیا۔ اور اُس کو قلعہ کجھیر میں گھیر لیا اُس کے ملک  
پر قبضہ کر لیا تین مہینے محاصرہ پر گزر گئے قلعہ نہ فتح ہوا اور لٹھار روکا بٹیا کھانڈے مارا گیا قلعہ کا توپوں  
بدول تسخیر ہونا مشکل تھا اس لئے عماد الملک نے عاقبت محمود خاں کشمیری کو رسالہ سین داغ کے ساتھ  
شنا جہاں آباد میں توپ خانہ لینے کے لئے بھیجا اور کہہ دیا کہ اگر یہ کام آسانی سے ہو جائے تو فہماور نہ  
جس طرح ہو سکے کرنا عماد الملک کی اتنا اس عاقبت محمود خاں نے بادشاہ کی خدمت میں عرض کی اور  
بہت اصرار کیا خانان یہ سوچا کہ اگر توپ خانہ گیا تو پھر واپس نہ آئے گا۔ جاٹوں کو شکست ہو جائیگی  
پھر معلوم نہیں اعتماد الملک سنگٹ ل بے رحم مرہٹوں کے ساتھ ہو کر کیا کیا خرابیاں پھیلانے لگے  
اُس نے توپ خانہ کے بھیجنے میں توقف کیا۔ عاقبت محمود خاں اس پر کربہ بیٹھا تو اُس نے بادشاہ سے  
رسالہ سین داغ کی تنخواہ کا دعویٰ کیا اور خود اُس سالہ میں قیدیوں کی طرح ہو بیٹھا اور سارے دن  
شہر میں ایک غدر مچا دیا بادشاہ کے دربار میں بھی کسی کو نہیں جانے دیا۔ اور پانچ رہنما وزیر کے گھر سے

غازی الدین خاں کی لڑائی جاٹوں سے



اپنی مخالفت کے واسطے لاتا تھا کہ راہ میں وزیر کے آدمیوں نے چھین لئے غرض جامع مسجد کے نیچے لاکھی پونجا توپ بندوق ہونے لگی آخر کو عاقبت محمود خاں یہاں سے ڈانٹ چلا گیا اور وزیر کی جگہ پر اور خالصہ سے جو کچھ وصول کر سکا وصول کیا۔ اپنی دونوں میں عماد الملک نے نجیب خاں کو باون محال سہارنپور میں بھیجا تھا اُس نے تمام محالات پر قبضہ کر لیا وزیر کے سبب عماد کو باہر کر دیا اُس پر وزیر خفا ہوا اور بادشاہ کو لونی میں لایا اور نجیب خاں کی تنبیہ کے واسطے اُس کی ارادہ معصوم کرایا۔ اس اثناء میں نجیب خاں نے اپنی عفو تقصیرات کی عرض بھیجی۔ اُس کا تصور معاف ہوا۔ بادشاہ نے باونی محال سہارنپور اپنی طرف اُس کو عنایت کیا جب گجرات اور مالوہ مرہٹوں کے قبضہ میں آ گیا تھا تو وہ ہر سال تازی سپاہیاں اپنے ساتھ بے کرہندوستان کے ملک کی تاخت و تاراج کرتے تھے اور تمام راجپوتانہ کو لوٹ کر انہوں نے برباد کر رکھا تھا اس لئے خانخانان کا ارادہ ہوا کہ مرہٹوں کی ترقی کو روکے۔ راجپوتانہ کے راجاؤں اور وزیر نے ایک محضر بنایا اور سب نے متفقہ کئے اور اُس کو سورج مل اور صفدر جنگ کے پاس بھیجا اور لکھا کہ جب بادشاہ کو مل میں پہنچے تو صفدر جنگ اُس سے آنکر ملے اور وہاں سے متفق ہو کر اگر وہاں میں تیس سارے راجپوت اور جٹ جمع ہوں۔ غرض ادھر یہ محضر سورج مل پاس روانہ کیا اور عماد الملک کو لکھا کہ ہم تیری امداد کے واسطے آئے ہیں۔ جو نوشتہ جاتوں کو لکھا تھا وہ عماد الملک کے ہاتھ پڑ گیا اُس نے وہ خط آٹا بادشاہ کو لغت ملامت کر کے بھیج دیا اور خود تو محاصرہ میں مصروف ہوا اور ملہار راؤ کو بادشاہ سے لڑنے کے بھیج دیا۔

ملہار راؤ نے آتے ہی بادشاہی خیمہ پر گولے برسانے شروع کئے۔ سارا لشکر بادشاہ کا بچا صرف تین سو آدمی ساتھ رہ گئے۔ بادشاہ اور وزیر بنر مصیبت دلی میں پہنچے بادشاہ قلعہ کے اندر گیا۔ وزیر باہر خیمہ میں اُترا سارا مال اسباب بادشاہی مرہٹوں کے ہاتھ آیا دو سرور عماد الملک بھی محاصرہ کو چھوڑ کر چلا آیا جو بادشاہ کا لشکر تباہ راہ میں ملا۔ اُس کی تشقی اور تسلی کی۔ اور مہد علیا بیگم کا خیمہ پیچھے رہ گیا تھا۔ اُس کے ساتھ وہ اور ملہار راؤ دہلی میں پہنچے۔ اب خانخانان اور امرا سے بادشاہ نے عماد الملک غازی الدین خاں کے باب میں مشورہ کیا۔ سب نے عرض کیا کہ عماد الملک مرہٹوں

آٹا بادشاہ کا قلعہ ہونا

کا میطع ہو گیا ہے۔ اب اُسے خانہ زادگی کی توقع محبت ہی صلاح وقت تو یہی ہے کہ حکم صادر فرمایا جائے کہ خانہ زاد جو قدر میں وہ اپنا حق نمک لے اکریں صفدر جنگ کے امداد کے واسطے لکھے اور سورج مل کو اعانت کے واسطے بلائے۔ جاٹ رنجپت صفدر جنگ یہ سب مل کر ضرور ملک کرینگے لیکن غازی الدین خاں تو راہ ہی میں سے لشکر کے آدمیوں کو دم و لا سا دیتا آتا تھا۔ سارے منہ پٹوں اور افسروں نے لڑنے سے ہنکار کر دیا اس پر بادشاہ نے وزیر سے کہا کہ غازی الدین خاں میرا نمک پروردہ ہے وہ میرے ساتھ دغا نہیں کیا اب تم چند روز جب تک مرہٹے ہیں گھمبھیو۔ باہر نہ نکلو۔ اگرچہ وزیر نے تین دفعہ بادشاہ سے کہا کہ حضور کی یہ رائے خطا پر ہے مگر بادشاہ نے وزیر کو تسلی آمیز جواب دیدیئے۔ اب چار وزیر اپنے گھر گیا اور اپنی غلط کا خوب سامان جمع کیا عماد الملک کی طرف سے حاجت محمد خاں بادشاہ کے وزیر بنے۔ اب اس نے تمام امر کو اپنے پاس جمع کیا۔ اور یہ تقریر ان کے سامنے بیان کی کہ اے امیرو۔ سنو کہ یہ احمد شاہ ہمارا کیسا نالائق ہے۔ اس کے سبب سے سلطنت برباد ہوئی جاتی ہے۔ قیام سلطنت کا سبب نظر نہیں آتا۔ نہ اس میں ایسی جرات اور ہمت تھی کہ وہ اپنے دشمنوں سے یعنی مرہٹوں سے لڑتا۔ نہ اس میں رہتباری تھی کہ وہ اپنے دوستوں کے ساتھ سچا ہوتا اور وعدہ خلاف نہ ہوتا۔ غرض وہ نامرد کم ہمت جھوٹا تلون مزاج ہے اس لئے بہتر ہے کہ کسی اور شانزدہ کو بادشاہ بنائیں عماد الملک کے خوف کے بارے کسی میں دم نہ تھا کہ چون و چرا کرتا رہنے تسلیم کیا علما بلائے انہوں نے فتوے لکھ کر پیشانی پر حدیث اور آیتیں قرآن کی لکھیں آگے اس سے یہ تحریر کیا کہ بادشاہ سے ایسے افعال قبیح سرزد ہوئے ہیں کہ خدا اور رسول کے حکم کے موافق اس کا مغرور ہونا چاہئے۔ حاشیہ پر سب کی مہریں ہو گئیں۔ غرض دہم شعبان (جولائی) ۱۱۲۶ھ کو احمد شاہ کو تخت سے اتار کر قید خانہ میں بٹھا دیا اور سلطان غریب الدین بن محمد مغر الدین جہاندار شاہ کو تخت پر بٹھایا۔ اور اس کا لقب عالمگیر ثانی رکھا احمد شاہ نے چھ سال اس مبینہ سلطنت کی افسوس ہے کہ اس بادشاہ کے عہد میں اکبر اور درنگ زیب کی سلطنت قابلِ رحم ہو گئی۔ اگرچہ بادشاہ کے نام کی غرت سارے ہندوستان میں اب تک چلی جاتی تھی مگر اس کے قبضہ میں وہ آبہ کے چند ضلع اور جنوب میں تلج کے کئی کباب ضلع رہ گئے تھے۔ گجرات مرہٹوں کی پامالی میں تھا۔ بنگال۔ بہار اڑیسہ علی وردی خاں کے حاکمیتوں



کے تصرف میں تھا اور وہیں صفدر جنگ کا ڈنک بجتا تھا و سدا و آب میں بگٹس حکمرانی کرتے تھے اور وہ ضلع جن کو آب و میلکھنڈ کہتے ہیں ہیلوں پاس تھا پنجاب محمد شاہ دُرانی کو حوالہ ہوا تھا باقی سارے ہندوستان میں ہندو مسلمان تھے صرف تاناکڑا دکھن کاؤن کے ہاتھوں سے بچا ہوا تھا جن میں نظام کی اولاد جھکڑی تھی میدان سلطنت میں کچھ کچھ انگریزی سوداگر بھی پیر جاتے جاتے تھے۔ بادشاہ کا حال ایسا ہو گیا تھا جیسا پتھر یا کاشہ کے بتوں کا ہوتا ہے خواہ اپنی جگہ رکھ کر ان کی پرستش کی خواہ توڑ پھوڑ کر پیروں کے تلے لگا

## عالمگیر ثانی کی سلطنت کا بیان

عالمگیر ثانی نیا بادشاہ ہوا غازی الدین خاں اس کا نیا وزیر ہوا احمد شاہ کی طرف سے عاقبت محمود خاں نے یہ جلی رقعہ خانخاناں نظام الدولہ کے نام لکھا کہ مجھے اس قید سے چھٹاؤ اور راجپوتانہ میں پہنچاؤ اسی رقعہ کو پکڑ کر بادشاہ کو بڑی غزنی کے ساتھ اذھایا اور جب صاحب مانی اپنے بیٹے کی رہائی کے لیے ہوئی تو اس کی آنکھوں کو بھی بے نور کر کے نور چشم کے ساتھ قید کیا۔ خانخاناں کو بھی جو خیر خواہ ملازم دے گا تھا اس کو بھی ٹھکانے لگایا ۱۱۶۱ھ میں صفدر جنگ نے بھی انتقال کیا شجاع الدولہ اپنے باپ کا نشان ہوا یہ کھٹکابھی وزیر کے سر سے گیا۔ اب اس نے دل کھول کر اپنے اختیار اور اقتدار کو بڑھایا بادشاہ کسی بات میں کچھ دخل نہ دیتا تھا نام کا بادشاہ تھا پہلے تم کو یاد ہو گا کہ رسالہ سین داغ کو کیسا گستاخ اور با اقتدار صفدر جنگ اور جاٹوں سے لڑنے کے لئے خود وزیر نے کیا تھا اب انہوں نے اپنے وزیر صاحب سے تنخواہ کا مطالبہ کیا ان کو وزیر نے تمام محالات خالصہ پر گنہ پانی پتہ اور تنہک غیر سہاؤ کی تنخواہ میں دیدیے وہ تین چار مہینے تک یہاں کی عیال سے روپیہ وصول کر کے فراڈ لٹے رہے مگر وزیر نے بھی محالات قطب شاہ رھیلہ کو دیدیے اب دنوں میں لڑائیاں شروع ہوئیں قطب شاہ کو آخر دستخ حاصل ہوئی۔ اب وزیر نے لاہور لینے کی قصد سے کوچ کیا تھا۔

پانی پتہ میں پہنچا تھا کہ ان سین داغ کے سواروں نے وزیر کو گرفتار کر لیا اور اس کو سپاہ پانی پتہ کے کوچوں میں سے گھیسٹے ہوئے اپنے گھر میں لے گئے وزیر صاحب کی دستار کیس تھی اور ازار کیس

اس بے حال پر بھی بان گالیاں مینے سے بندنیں کی دیکھتا تھا کہ لے قرم سا تو اگر تم کو مجھے مارنا ہو تو مار ڈالو نہیں تم سب لے جاؤ گے اور اگر مارنا منظور نہیں ہے تو یہ بدتمادی کیا ہو غرض زندگی باقی تھی کہ بادشاہ کا پیغام اُن پاس آیا کہ وزیر کو چھوڑ دو اور اپنی تنخواہ اُن کر لے جاؤ اس وقت بادشاہ کے گرد سارا دربار اس بیت سے اکٹھا تھا کہ وزیر کیسے ٹھکانے لگے مگر جس کو خدا رکھے اُسے کون چکے۔ بخیر کے افسروں نے وزیر کو ہاتھی پر بٹھایا اور دستار اور لباس درست کر کے چھوڑ دیا جوں ہی وہ اپنے خیمہ میں پہنچا اُس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دے دیا کہ رسالہ سین داغ کے سواروں کو جہاں پاؤ وہاں قتل کرو تقوٰی عرصہ میں سب سب اس درجان مال اُن کا برا ہو گیا بادشاہ دلیگیر ہو کر دلی میں چلا آیا اور گوشہ نشینی اور غلت گزینی جو بادشاہ کے لئے سب گناہوں سے بدتر ہے اختیار کی۔

تم کو یہ یاد ہو گا کہ جس وقت ملتان اور لاہور کے چھپے شاہ ابدالی کے ہاتھ آئے تھے تو اُس نے اُس کے پہلے صوبے دار معین الملک پسر قمر الدین خاں کو دیدیئے تھے اب یہ خیال کرنیکی بات ہو کہ لوگوں کے دلوں میں اس بادشاہی بلازم کا کیا ادب اور لحاظ ہو گا کہ اُس کو اس نئے بادشاہ نے یہ صوبے دیدیئے اور اُس پر مزید یہ کہ جب وہ اتفاقاً ٹھوٹے پر سے گر کر مر گیا تو اُس کے کم عمر بیٹے میر مومن کو صوبہ داری غنایت کی اور محلات ملکی کا اختیار اُس کے ماں کی سپرد کر دیا مومن خاں کا بھی انتقال ہو گیا تو خواجہ موسیٰ داماد معین الملک کے صوبہ دار مقرر کیا بھکاری خاں ستم جنگ کے مددگار مقرر کیا۔ مگر اُس کو ایک دن معین الملک کی بیگم نے ہلا کر نوڈلیوں کے ہاتھ سے سولی دیدی۔ خفیہ خفیہ مرزا ادنیہ بیگ نے اپنے نام نائب صوبہ داری کی سند شاہ ابدالی سے منگالی مرزا ادنیہ بیگ نے انہماز اور فطرتی تھا اور اس ملک کی حکومت میں اُس کو بڑا تجربہ حاصل تھا۔ عمار الملک کی رگڑے میں تیراڑ کوٹ کوٹ کر بھری تھی اُس نے یہ ایک فساد کھڑا کیا کہ سپاہ کو اور شاہزادہ عالی گوہر ولی محمد کو لیکر لاہور کی طرف روانہ ہوا۔ اور ہالنسی حصار کی راہ سے لدھیانہ میں پہنچا اور مرزا ادنیہ بیگ کے اپنے ساتھ ملا لیا اور یہاں سے سید جمیل الدین خاں کے ساتھ سپاہ روانہ کی اور معین الملک کی بی بی یعنی اپنی ممانی کو خط لکھا کہ وہ اپنے لڑکے کو جس سے اُس کی نسبت ٹھہری تھی بھیج دے اس بیچاری نے مع



جینر کے اپنی لڑکی کو بھیج دیا بعد اُسکے مرزا دینہ بیگ اور اپنے سرداروں کی فوج بھیج کر لاہور سے اپنی ساس کو جو بیچاری بے خبری سوتی تھی پکڑ لایا اور جب وہ لڑھکیا نہ میں آئی تو عذر معذرت پیش کی اور لاہور اور ملتان کی حدود پاری تیں لاکھ روپیہ پیشکش لیکر مرزا دینہ بیگ کے دیدی اور دلی کو واپس چلا آیا سارے رستہ اُسکی ساس یہ کہتی چلی آئی کہ یہ کام اچھا نہیں کیا۔ اس کا انجام بُرا دیکھو گے کیا ہوتا ہے۔ شاہ ابدالی جس کا نام ہے وہ جب یہ سُننے لگا تو دلی کی اینٹ سے بجا دیا گیا۔

جب عماد الملک کی اس حرکت کو شاہ ابدالی نے سنا تو ظاہر تھا کہ وہ اُس ملک میں جس کو وہ اپنا سمجھتا تھا کب ایسی مداخلت بیجا کی برداشت کر سکتا تھا۔ بہت قراں ہو کر پائشہ کو ب قندھار سے لاہور پہنچا۔ مرزا دینہ بیگ کے آگے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا۔ ہانسی حصار میں جاں پانی کم ملتا ہے چلا گیا۔ یہ بادشاہ کوچ کوچ سفینت میں پہنچا اب زیر خیمہ خاں کو ساتھ لیکر لڑنے کے لئے دلی سے چلا گیا اور اُن کا اصل حال معلوم نہ تھا کہ اُس کی درشت فراہی اور بیباکی اور سفاکی نے لوگوں کے دلوں کو اُس کی طرف سے کیسا برگشتہ کر رکھا ہے جب اُس نے دیکھا کہ نجیب خاں کے ساتھ بہت سپاہ دشمن کے لشکر میں چلی گئی اور وہاں اُسکی مدارات ہمانوں کی سی ہو رہی ہے تو اُس کو اپنی حقیقت کھلی۔ اُس نے اپنے تئیں بڑی لیاقت سے بچایا۔ اُس نے چار سو سو تاجداروں کے اسکو نہ تھا۔ اول ساس پاس ڈر گیا اور اُس سے سفارش کر لی اور پھر شاہ ابدالی کے وزیر ولی خاں کو خوشامد درآمد سے اپنے ساتھ لایا گیا غرض ان حکمتوں سے اپنے معاف کر لئے بلکہ وزارت بھی قائم رکھی اور اس سیدھے سادہ سپاہی بادشاہ کو چپا کر اختیار اور اقتدار پہلے سے بھی بڑھالیا۔ اب محمد شاہ نے اپنے میں شاہجہاں آباد میں آیا اور بادشاہ سے ملاقات کی اور بادشاہانہ اختیارات اپنے ہاتھ میں لئے۔ اب اس محم کا خراج یوں وصول کرنا شروع کیا کہ عماد الملک وزیر کو حکم دیا کہ دو تہ سے خراج وصول کرے اور اپنے ایک بٹے سردار خان جہان کو بھیجا کہ وہ جاٹوں سے جا کر خراج تحصیل وصول کرے۔ اور شہر سے روپیہ کے وصول کرنے کا خود ارادہ کیا۔ ان تین کاموں میں سے عماد الملک نے اپنا کام خوب انجام دیا۔ اُس نے جان نثار خاں فرانیوں کے ایک سردار کو اور شاہزادہ ہدایت بخش بن عالمگیر ثانی اور مرزا بابر کو ہمراہ لیا اور دریائے جمن سے پار اُترا۔ اور سیدھا

فرخ آباد پہنچا۔ یہاں احمد خاں بخش نے مالِ سبب بہت کچھ شاہزادوں اور وزیر  
 کے پیشکش کیا۔ اور شکر جمع کر کے اُن کے ہمراہ گیا۔ اب وہ دریا و گنگے پار اُترا  
 اور شجاع الدولہ سے نذرانہ طلب کیا وہ لڑائی کے لئے مستعد ہوا اور کچھ لڑائی ہوئی۔ مگر  
 سعد اللہ خاں رہیلہ کی معرفت پانچ لاکھ روپیہ پر فیصلہ ہو گیا اور سوالِ شالہ میں عیاد الملک  
 یہ نذرانہ لیکر فرخ آباد میں آ گیا اور شاہ ابدالی کی حرکت کا منتظر رہا۔ اب دوسرا کام جاٹوں  
 سے خراج لینا آسان نہ تھا انہوں نے قلعوں میں پناہ لیکر افغانوں سے لڑنا شروع کیا اور  
 افغانوں کی رسد اور بار برداری کو بھی کئی دفعہ لوٹ لیا۔ اگر کہے بادشاہی قلعہ وزیر اسیت  
 نے بھی قلعہ سے ایسی گولیاں برسائیں کہ خانہاں اُسکے پاس پھٹکنے پایا آخر کو انہوں نے  
 کئی لاکھ روپیہ نذرانہ کسے دیکر اس بلا کو بھی ٹالا جب انی جاٹوں پر کامیاب ہوئے اور اگر کہے  
 قلعہ کو لے نہ سکے تو اس اپنی جلن کو یوں ٹھنڈا کیا۔ کہ بیچارے غریب شہر متھرا پر جہاں ایک  
 سیلا تھا دفعتاً اُن پڑے سارے شہر کو خوب لوٹا۔ اور عورت و بچوں تک پر ہاتھ دراز کیا اب تیسرا  
 کام دلی کے لوٹنے کا تھا جسکو بادشاہ نے خاص اپنی ذات کے لئے رکھا تھا۔ ایسا لوٹا نہ مار  
 گردی کو بھی بھلا دیا۔ گو احمد شاہ اپنے مزاج اور طبیعت سے نادر شاہ کی مانند سفاک اور بیرحم نہ تھا۔  
 اگر اُسکے ساتھ سپاہ نادر کی سپاہ سے زیادہ اجڈ اور وحشی تھی وہ اُس کے کہنے میں نہ تھی۔ اگر تمبر  
 ایسی سپاہ کو وہ داخل ہوا اور دو مہینے تک برابر لوٹتا رہا بڑے بڑے امیروں کے گھر میں جھار دکا  
 تنکا نہ چھوڑا۔ یہ کام سب تمام کر کے شاہ دُرانی انوپ شہر کی چھاؤنی میں گیا۔ اور وہاں سلطنت  
 حصے کر کے اپنی مرضی کے موافق اُمرا میں تقسیم کئے۔ اتنے میں گرمی ایسی پڑنے لگی کہ اُس کے  
 لشکر میں سے ہزاروں مرنے لگے اور اُسکے وطن سے بھی کوئی بُری خبر آئی۔ اور ابلے نئے کے لئے بھی  
 کچھ یہاں نہ بچا تھا۔ غرض جونہی بادشاہ اپنے ملک کو چلا گیا اور نجیب خاں رُہیلہ کو بادشاہ  
 کا امیر لاما مقرر کر گیا اہم کا نام نجیب الدولہ لکھا جائیگا اور جانے سے پیشتر احمد شاہ نے محمد شاہ  
 کی بیٹی سے جو نہایت خوبصورت تھی اپنی شادی کی۔ پہلے اس شاہزادی سے شادی کرنے کا



ارادہ خود عالمگیر ثانی کا تھا۔ اور اپنے بیٹے تیمور شاہ کی بھی شادی بادشاہ کی بھتیجی سے کی اور اسی شاہزادہ کو لاہور ملتان ٹھٹہ کا ناظم مقرر کیا اور خانبہاں کو اُس کا سپلاز مقرر کیا اور خود اپنی سپاہ عظیم لیکر قندہار چلا گیا۔

دلی سے جسوقت احمد شاہ ابدالی روانہ ہوا تو غازی الدین خاں فخر آباد میں تھا اُس نے نجیب الدلہ کی مخالفت کے سبب سے احمد خاں بنگش کو امیر الامرا مقرر کیا۔ اور شاہجہاں آباد کی طرف چلا گروہ یہ جانتا تھا کہ نجیب الدلہ کو معطل بٹھانا کچھ اکیلے کا کام نہیں ہے۔ آجکل مرہٹوں کے اقبال کا ستارہ چمک رہا اسلئے اُس نے رگناتھ راؤ اور لٹھار راؤ ہلکر کو دکن سے بلایا۔ اور شاہجہاں آباد کا محاصرہ کیا عالمگیر ثانی اور نجیب الدلہ محصور ہو گئے ستائیس روز تک روز لڑائی توپ گولہ سے ہوتی رہی آخر ہلکر کو بادشاہ نے بہت سی رشوت دی۔ جب محاصرہ سے نجات ہوئی عماد الملک نے بہت آسانی سے نجیب الدلہ کو شہر سے نکال دیا وہ اپنی جاگیر میں جو سہارنپور چاند پور ندینہ وغیرہ میں تھی چلا گیا اور اُس نے باقی افسر کو بھی جو بادشاہ کے طرفدار تھے نظر بند رکھا اور ولیمہد کو بھی اپنے قابو میں لانا چاہا۔

عالی گہر عالمگیر ثانی کا بڑا بیٹا تھا۔ اور وہی ولیمہد تھا۔ ابھی شاہ ابدالی کو بعد عماد الملک دلی میں نہیں آیا تھا کہ اُس کے خوف کے مارے ولیمہد کو محالات سمجھ بھڑانسی۔ اور دلی میں غیر جاگیر میں یکراں بادشاہ نے نصرت کر دیا تھا۔ اور فوج دیکر اُسے کہہ دیا تھا کہ جتنے ملک پر تم سے قبضہ ہو سکے قبضہ کرو جب عماد الملک دلی میں آیا تو اُس نے بادشاہ کو مجبور کیا کہ ولیمہد کو بلوائے۔ سیف الدین محمد خاں کشمیری کو دس ہزاروں کیساتھ بھیجا کہ جسطرح ہو سکے شاہزادہ کو لے آئے۔ ناچار شاہزادہ دلی میں آیا۔ اور عماد الملک نے چاہا کہ وہ قلعہ میں جائے گروہ نہ گیا۔ علی مردان خاں کی حویلی میں جو جمنائے کنارہ پر تھی فروکش ہوا۔ اب اس شاہزادہ کی عمر ۳۵ برس کی تھی۔ ابھی محل کے مڑے نہیں اُڑائے تھے اُس میں ساری صفیتیں فیاضی کی موجو تھیں جو اس خاندان کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اب وزیر نے اس شاہزادہ کو حکم دیا کہ اپنے آدمیوں کو موقوف کر کے اپنی جاگیر پر بھجوا خزانہ میں اُنکی تنخواہ دینے کی واسطے روپیہ نہیں ہے۔ اس طرح سے اُسکی سپاہ اور آدمیوں کو پرانگندہ گیا پھر ایک دن اُسکی حویلی کا محاصرہ کیا اور یہ ارادہ کیا کہ اُسکو سلیم گڑھ کے قلعہ میں قید کرے شاہزادہ نے یہ ارادہ

وزیر کا دلی میں آنا اور مرہٹوں کا ساتھ لانا

شاہزادہ ولیمہد عالی کو ہر کار کا حال

دیکھ کر اپنے رفقا راجہ رام ناتھ اور میر جعفر اور سید علی اعظم خاں سے مشورہ کیا۔ سب نے بالاتفاق یہ کہا کہ جس طرح سے ہو سکے دشمنوں کو چیر بھاڑ کر اس محاصرہ سے نکلا جاوے۔ دوسرے روز بہت سویرے وہ گھوڑوں پر چڑھ جاپ سوار ہوئے۔ اب کچھ ہمت انھیں نہ ملی جو سپاہ محاصرہ کئے پڑی اُسے دیواروں کو توڑ گھوڑوں پر چڑھ بندوقین ملی نہ شروع کیں اور دروازہ کا خوب بندوبست کر لیا مگر اتفاق سے دریا کی طرف ایک دیوار ٹوٹی ہوئی تھی اُس پر سے شاہزادہ اور اُس کے چند رفیقوں نے گھوڑے کو داکر دریا میں ڈال دئے اور فقط تن تنہا جو انفر سید علی اعظم خاں دشمنوں کے روکنے کے لئے کھڑا ہو گیا اور دشمنوں سے لڑنا رہا جب تک کہ شاہزادہ دوزخ میں گرا اور فادار جان نثار کی جان گئی مگر شاہزادہ مجنوں کے ٹیلے تک پہنچ گیا یہاں ایک مرہٹہ راجہ کا لشکر اُترا ہوا تھا۔ اُسے شاہزادہ کو دیکھ کر بڑی آؤ بھگت کی۔ اور ایک خمیہ میں اوتارا اور فرخ نگر پہنچا دیا یہاں موسیٰ خاں بلوچ سپہ سالار خاں نے کئی ہزار روپے پیش کئے یہ مرہٹہ سردار تو علحدہ ہو گیا اور شاہزادہ سہارنپور میں نجیب اللہ و لہ پاس پہنچ گیا۔ اٹھ جیسے تک وہ یہاں رہا۔ اس زمانہ میں ملک بنگالہ میں انقلاب عظیم برپا تھا۔ اور جعفر خاں انگریزوں کی حمایت سے اُس پر تسلط ہو گیا تھا۔ اس لئے نجیب اللہ نے شاہزادہ کو سبھا یا کہ آپ بنگالہ جائے (اب آگے حال پھر لکھا جائے گا)

ابھی ہم کچھ چکے ہیں کہ مرہٹہ شاہ درانی متہرا اور دہلی کو لوٹ کر اپنی ملک کو گیا تیر شاہ ناظم اور ناہنجاں کو نائب مقرر کر گیا۔ خانبہاں نے اودینہ بیگ کو حبلی و غا بازی مکاری اور بیو خانی اور بے ایمانی کا حال پڑھ چکے ہو۔ اپنا نائب کر کے دو آبہ بلند ہر میں مقرر کیا۔ تھوڑے دنوں کے بعد جو اودینہ بیگ کو بلایا تو وہ نہ آیا اور پہاڑوں میں بھاگ گیا۔ خان جہاں نے مراد خاں کو دو آبہ میں اُسکی جگہ مقرر کیا۔ اودینہ بیگ نے سکھوں کو سکھا پڑھ کر اپنی طرف کھڑا کیا۔ اور مراد خاں سے لڑنے کے لئے دو آبہ میں بھیج دیا۔ وہ اُنکے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکا۔ لاہور میں خانبہاں پاس جلا آیا۔ سکھوں نے دو آبہ کو خوب لوٹا مارا۔ مگر اودینہ بیگ کو جب یہ معلوم ہوا کہ نہ سکھوں کی اعانت سے کام نہیں بنے گا تو اُس نے رکھنا تھا اور شمشیر بہادر کو متواتر خط بھیج کر بلایا۔ مرہٹے ایسی تقریبوں کی راہ بچا ہی کرتے تھے



شیطان ۱۷۵۸ء میں دونوں پنجاب کی طرف روانہ ہوئے اول سرہند میں عبدالصمد خاں کو جو دہلی میں  
کی طرف سے حاکم تھا لڑ کر مارا۔ اور لاہور اور سارسے پنجاب پر قبضہ کر لیا اور دہلیوں پاس جماعت  
کم نفی وہ مرہٹوں کے آگے سے پیچھے ہٹتے ہٹتے ایک پار اتر گئے اتنے میں برسات آگئی۔ مرہٹوں نے  
لاہور کا صوبہ ادینہ بیگ کو دلایا۔ اور پچھتر لاکھ روپیہ نذرانہ سالانہ ٹھہرا لیا اور رکھنا تھ شمشیر بہادر کن  
کو چلے گئے۔ اور جنگو جی کو یہاں راجپوت راجاؤں سے لڑنے کے لئے دہلی میں چھوڑ گئے۔ ادینہ بیگ  
۱۷۵۹ء میں مر گیا جنگو جی نے سرہند کی فوجداری پر تو ادینہ بیگ کے دوست صدیق بیگ خاں  
کو اور دوآبہ میں ادینہ بیگ کی بی بی کو اور لاہور کی صوبہ داری پر ساما مرہٹہ کو مقرر کیا۔

صفر جنگ نے پہلے مرہٹوں کو ہلا کر دوآبہ میں داخل دلایا تھا۔ اب دتتا جی سیندھیانے ۱۷۵۸ء میں  
دکن سے آ کر یہ ارادہ کیا کہ سارا ہندوستان خاص فتح کر لے۔ غازی الدین خاں اُس کے ساتھ اس کام  
کا محرک ہوا۔ اور شریک رہا۔ پنجاب پر قبضہ ہو ہی گیا تھا۔ رُہیلکنڈ اور اوڈہ باقی تھا۔ ایک سال تو  
مالک قدیم کے انتظام میں اُس نے صرف کیا۔ اور پھر رُہیلکنڈ کے فتح کر نی کے ارادہ سے وہ جہانپور اتر  
اور نجیب الدولہ پر حملہ کیا۔ اور مرہٹوں کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔ گنگا کے کنارہ پر سکرتال میں مقیم ہو گیا  
برسات کے چار مہینوں میں برابر توپ گولہ مرہٹوں سے چلتا رہا۔ سید اللہ خاں حافظ الملک  
رحمت خاں اور دوندے خاں سب نے نجیب الدولہ کی اعانت کا قصد کر لیا تھا۔ ان سب نے  
ملک شجاع الدولہ کو لکھا کہ مرہٹے دوآبہ میں موجود ہیں۔ برسات کے منتظر ہیں جسوقت دریا کا پانی  
اُتر گیا تو اول وہ ہمارے ملک میں اُتر نیگے اور ہکو خون سے تر بہ تر کر نیگے۔ پھر ملک اوڈہ پر پانی  
پھیر نیگے۔ اسلئے رسد کی تدبیر کچھ پہلے سے کرنی چاہیئے۔ شجاع الدولہ پہلے ہی سمجھ گیا تھا کہ  
نجیب الدولہ کی اعانت میں مستی و تساہل کرنا نقصان کرنا ہے۔ اُس نے پہلی دشمنیوں کو کھنڈا  
لکھنؤ سے شدت کی برسات میں لشکر لیکر شاہ آباد میں شوال ۱۷۵۸ء میں پہنچا اور گنگا کی طغیانی  
کے سبب سکرتال میں نہ پہنچ سکا۔ جسوقت دریاؤں کے پانی اُترے۔ دتتا جی سیندھیانے گوبند رام  
بندیہ کو بین ہزار لشکر کے ساتھ دریا کے پار رُہیلکنڈ میں نذر مچا نیگے واسطے بھیج دیا۔ اُس نے

مرہٹوں کا ارادہ کل ہندوستان کی فتح کر نی کا مسلہ لکھا تھا

تمام چاند پور رہنمہ اور پرنٹو کو خراب کیا اور رام گنگا سے پار اتر کر ام وہہ تک ملک کو لوٹ لیا پھر  
 اُس کا مقابلہ کر سکے اس لئے پہاڑوں کی طرف بھاگ گئی شجاع الدولہ اس خبر کو سنتے ہی سکر تال  
 میں جہاں نجیب الدہلوی محصور تھا پہنچا۔ یہاں پارو نظر سے گوبند رام نے ایسا سامان سب نجیب الدہلوی  
 کا بند کر رکھا تھا کہ سارا لشکر اس کا حالت نزع میں تھا جس وقت شجاع الدولہ ہلدو میں پہنچا اور اسے  
 دیکھا کہ مہیے کچھ رستہ وغیرہ لوٹ رہے ہیں تو اسے انوب گرسائیں اور اُمرار گرسائیں اور مرزا  
 نجف خاں کو حکم دینا کہ انھوں نے مہیوں کو مار کر گنگا پار اُتار دیا اور بہت کچھ مال اسباب  
 اُنکا چھین لیا۔ اب پٹھانوں کی جان میں جان آئی۔ وہ پہاڑوں سے اپنے ملک میں آئے اب  
 اس گوبند رام بندہ کی سپاہ کے غارت ہوئیے دتتا جی سیندھیا کی فوج بہت ضعیف  
 ہو گئی تھی اور ہر احمد شاہ ابدالی کے آئینا کٹکا لگا ہوا تھا۔ اس لئے جہادی الاول ۱۷۵۹ء  
 میں مہیوں نے شجاع الدولہ اور اُس کے رفیقوں سے صلح کر لی۔

۱۷۵۹ء میں تیمور شاہ پنجاب کی ملک مستحکم سے خارج ہوا تھا۔ اس وقت احمد شاہ ابدالی اپنے  
 ملک کے شمال مغرب میں لڑائی میں مصروف تھا اور جب وہ پنجاب کو دوبارہ قبضہ لانیکی غرض سے  
 روانہ ہوا تو ناصر خاں بلوچوں کے حاکم نے اس کی مخالفت کی اور خود مختار ہونیکا ارادہ کیا۔ اس نے  
 بلوچوں کے انجھیرے میں پھنس گیا اور خاطر خواہ انتظام کرنے میں اُسکو توقف ہوا۔ بعد اُسکے دشمنوں  
 کی جنوبی سرحد کی راہ سے انہک کو روانہ ہوا۔ اور پشاور تک انکے کنارے کنارے کوچ

کرتا ہوا ماہ محرم ۱۱۷۰ھ میں پار اُترا۔ مہیوں نے اُس سے خفیہ مقابلہ کیا۔ ساما بھی لاہور  
 بھاگا۔ سردار صدیق بیگ اور امیر بیگ کی بلوچی بھی کو انہیں چھپے ہی شاہ درانی ویران ملک دیا  
 سے پھر شمالی پہاڑوں کی راہ سے آیا۔ اور مہارنپور میں ویرا جرن سے اُتر کر دو آب میں آگیا۔

ممالک البشیا میں فقیری بھی عجیب چیز ہے اُسکے لباس میں ہزاروں برے کام اچھی طرح انضمام  
 ہوتے دیکھتے ہیں۔ اس ٹیڈی اور جھل میں سیکڑوں شکار ہوتے ہیں۔ عالمگیر ثانی کی بھی جان اس  
 فقیری کے ہاتھوں سے گئی۔ فی الحقیقت یہ اعتقاد فقیری بھی انسان کے لئے و بار عظیم اور

احمد شاہ درانی کا بندہ تان ہرنانا

عالمگیر ثانی کا قتل



عذاب الیم ہی۔ عالمگیر ثانی اور نجیب الدولہ کو جو تعلق دارتباط احمد شاہ رانی کیساتھ تھا اسکو شجاع  
اپنی حق میں ہر جہتاً تھا اور یہ جانتا تھا کہ اسلئے اس بادشاہ نے اُس بادشاہ کو بلایا ہے کہ میری تمام  
بدکرداریوں کا انتقام اس بادشاہ کے ہاتھوں سے لے۔ اور معلوم نہیں کہ نجیب الدولہ کو کس تہہ پہنچائیگا  
غرض اس خیال سے اُس نے اپنے خالونظام الدولہ کو جو قید میں تھا قتل کیا اور تیسرے روز مہدی  
علی خاں کشمیری کو سکھا پڑا کر بادشاہ کی خدمت میں بھیجا۔ بیچارہ بسکین بادشاہ سلطنت کے کاموں سے  
ہاتھ اٹھا کر خلوت نشینی میں اوقات بسر کرتا تھا فقرا پر اعتقاد رکھتا تھا مہدی علی خاں نے بادشاہ  
سے انکر عرض کیا کہ ایک فروش کامل فیروز شاہ کے کوٹلہ میں قابل زیارت آنکر وارد ہوئے ہیں انکی  
کشف وکرامات کی تعریف میں نہیں کر سکتا۔ یہ بھولا شاہ اس شیطان کشمیری کی افزا پر دازی کو  
کیا اچانتا تھا۔ تنہا فقیر باکراست کی زیارت کو روانہ ہوا۔ جب پہلے دروازہ پر پہنچا تو اُس کشمیری نے  
تلوار اٹھتے سے لے لی۔ اور اُسکو پردہ اٹھا کر اندر لیگیا۔ دروازہ اندر سے بند کیا مرزا بابر بادشاہ  
کا دادا دھرمرا تھا اُس نے تلوار کھینچ کر ایک آدمی کو زخمی کیا مگر اُسکو آدمیوں نے زخمی کر کے بادشاہ  
کے محاذ میں بٹھا سلیم گدہ کے قلعہ میں بھیج دیا بادشاہ نے جو پردہ اٹھا کر دیکھا تو موت کے فرشتے  
کھڑے ہوئے۔ تھے دو چار اور ایک ننگی تلواریں لیکر اُسپر پل پڑے اور سر کو تن سے جدا کیا اور  
بے سرو پھر گرجنا کے ریت پر پھینک دیا۔ بدعاشوں نے لاش پر یہ ظلم کیا کہ اُسکے کپڑے اوتار کر لگئے  
یہ واقعہ ربیع الثانی ۱۰۵۹ھ کا ہے۔ کئی روز بعد اس کشمیری کے حکم سے لاش ہمایوں کے  
سفرہ میں دفن ہوئی اور اُسی روز کام بخش کو تخت پر بٹھا کر شاہجہاں ثانی کا خطاب دیا مگر اس  
بادشاہ کو کسی نے بادشاہ نہ مانا اسوقت شاہزادہ عالی گہر جو ولیعہد تھا (جسکا حال پڑہ آئے ہو)  
وہ دہلی میں نہ تھا بنگال میں اپنی سلطنت کے جہانکی تدبیریں کر رہا تھا۔ اب شاہزادوں نے متفق  
ہو کر بغیر بادشاہ کے لڑائی کے کاموں کو جاری رکھا۔

جب احمد شاہ انتر سید یعنی گنگا جہنما کے دو آہ میں گیا تو سعد اللہ خاں و نجیب الدولہ احمد خان ننگش  
حافظ رحمت خاں دوندے خاں سب کے سب اُسکی خدمت میں گئے اسوقت تک مرہٹوں کے جاٹ

ہندوستان خاندان میں دروہی نوج کا احمد شاہ کے ہاتھ سے پرانہ ہونا

ممد و مددگار نہ تھے تو بھی مرہٹوں کا لشکر تیس ہزار کے قریب اس ملک میں تھا مگر اُس کے دُکروہ تھے ایک تاجی سیندھیا کے ماتحت تھا۔ دوسرا ملہراؤ ہلکر کے پاس تھا اور انہیں آپس میں فصل تھا ہند کے اس ملک کے اُنکی لوٹ مار سے تنگ ہو گئے تھے۔ انہوں نے احمد شاہ کے آئینے خبر بھی نہیں کی غرض احمد شاہ درانی نے اُس گروہ پر جو تاجی سیندھیا کے ماتحت تھا حملہ کیا۔ اور شاہجاں آباد کے پاس باولی پر ایک سخت لڑائی ہوئی۔ جس میں سیندھیا اور دو تہائی فوج اُسکی مار گئی جنکو جی کچھ آدمیوں سمیت دکن میں اس خبر کے سنائیکے واسطے چلا گیا کہ احمد شاہ ابدالی اُسکے تعاقب میں نارنول تک گیا ملہراؤ ہلکر اس وقت سکندرہ میں تھا۔ یہ خبر سنکر چنبل کی طرف گیا اور سوچا کہ جاٹے اعانت کی استدعا کی اُسے انکار کر دیا کہ میں دُرانیوں سے اُگروہ میرے ملک میں آئینگے تو مستحکم قلعوں کی پناہ میں جو کچھ مجھے ہو سیکے گا روٹنگا۔ افغان اپنے ملک سے رسد کا سامان لیکر شاہ ابدالی کے لشکر کو جاتے تھے ہلکر نے اُنکے لوٹنے کا ارادہ کیا۔ افغانوں نے یہ چالاکی کی کہ جو کچھ نقد و جنس تھا وہ لنگا پار بھیج دیا اور حسب طرح صید کے پھنسانیکے لئے دانہ بھاتے ہیں اس طرح کچھ تھوڑا سا اسباب ہلکر کے ہاتھ لُٹوا دیا۔ جب بادشاہ کو خبر ہوئی تو اُسے شاہ پسند خاں اور شاہ قلید خاں کو حکم دیا کہ ہلکر کے لشکروں پر حملہ کریں وہ نارنول سے بڑی کڑی منتر لیں کر کے سکندرہ میں پہنچیں اور ہلکر کے لشکر میں ایسا ہلڑ مچا دیا کہ وہ صرف تین سو سواروں کو جو گھوڑوں کی ننگی پیٹھوں پر سوار تھے ساتھ لیکر بھاگ گیا۔ باقی اُسکا لشکر مارا گیا یا قید ہوا۔ اور تمام اسباب ابدالیوں کے ہاتھ لگا۔

اب موسم برسات کا آ گیا تھا شاہجاں آباد پر مرہٹوں کے حملہ کا کچھ اندیشہ نہ تھا اُسکی حفاظت کے واسطے احمد شاہ نے تھوڑے سے دُرانی مقرر کر کے انوپ شہر میں شجاع الدولہ سے ملنے کیلئے چھاؤنی ڈالی بنجیب الدولہ کو اُس پاس بھیجا کہ وہ اُسکو رفاقت پر راضی کرے۔ اور اُسکو لے آئے بنجیب و کوہدارا مقرر کر کے شجاع الدولہ احمد شاہ پاس دس ہزار سوار لیکر ہم ذی الحجہ ۱۱۷۷ کو ان پہنچا یہاں آپس میں تعظیم و تکریم کے ساتھ ملاقات ہوئی اس سے پہلے بادشاہ کے ساتھ سب سلمان متفق ہو گئے تھے شجاع الدولہ کی خط و کتابت مرہٹوں کے ساتھ بھی جاری رہی اور اس سبب سے مرہٹوں



اور اہالیوں کے معاملہ میں ایک واسطہ بنا رہا۔

ان شکستوں سے پہلے رگھناتھ دکن میں پہنچا تھا اسکی فتوحات سے مرہٹوں کو خوشی حاصل ہوئی مگر وہ چیز جس پر مرہٹے عاشق ہیں وہ اُس پاس نہ تھی یعنی لوٹ کا مال جسکے لیے مرہٹے مڑنے پسپا کر بیٹھے تھے۔ بلکہ ان ہمات کا پنج کا قرض ایک کروڑ روپیہ گھر سے دینا پڑا۔ اسی زمانہ میں سداشیو اور احمد نگر پر قبضہ کر لیا تھا اور ادگر کی لڑائی میں ایک ایسا عہد نامہ حاصل کیا کہ جس سے بہت ملک اور دولت دونوں ہاتھ لگے۔ غرض جو کام اُس نے دکن میں کیے تھے اُسکے مقابلہ میں گھناتھ جی کے کام پھینکے تھے۔ اسلئے دونوں بہائیوں میں قابض پیدا ہوئی۔ سداشیو راؤ نے بہائی کو فظول کہا اُس پر رگھناتھ جی نے کہا کہ ابکی دفعہ آپ تشریف ہندوستان خاص کی لڑائی پر لیجائیے۔ ساری حقیقت کھل جائیگی اور معلوم ہو جائیگا کہ دکن اور ہندوستان خاص کی ہمات میں کیا فرق ہو سکتا ہے ان دونوں کے کام ادل بدل ہو گئے۔ جو دکن میں تھا وہ ہندوستان خاص کو چلا جو ہندوستان خاص میں تھا وہ دکن رہا۔ اسوقت مرہٹوں کی عملداری کو جو وسعت حاصل تھی کبھی نہ پہنچے ہوئی اور نہ آئندہ حاصل ہوئی شمالی سرحد اسکی ایک اور ہمالیہ کی بہاڑ تھی اور جنوب میں جزیرہ ٹانکن کی کچھلے سے لے کر سمندر تک جو جو ملک ان سرحدوں کو درمیان خلیج از حکومت کے وہ باج گزار تھے۔ اب، صرف لکھنؤ ہی نہیں ہوتے بلکہ انیس سببان پادشاہانہ پائی جاتی تھی۔ بڑے بڑے سردار وخواہ گھسے یہ سالار نوکر تھے سو ہزار سپاہ فرنگستان قواعد ان اُن پاس تھی وہ آدمی پادشاہ کو سے راہزن تھے۔

جب دکن میں متاجی سیندھیہ کے قتل اور ملکر کی سپاہ کی بربادی کی خبر پہنچی سداشیو راؤ عورت بناؤ چھا زاد بھائی بالاجی راؤ کا بڑے کو فرسے دکن سے چلا اُسکے ساتھ لشکر نہایت آرموہ کار تو پچانہ فرنگستانی طرز پر قواعد ان ساتھ تھا اور تو پچانہ کا افسر بھی ابراہیم گاری شاہ کو رشید بسنی فرانسسی جنرل کا تھا۔ بسو اس راؤ پسر بالاجی راؤ بھی اس سبب سے ساتھ ہوا تھا کہ ہندوستان کی حکومت سداشیو راؤ نے اپنے بیٹے اور خاندان بابرہ کا فائدہ کو سے اور اہالیوں سے انتقام لے۔ جب یہ لشکر اس کو در فرسے ساتھ اکر لڑا میں پہنچا سوچ مل چاہا بھی ملکر کی واسطے ملاقات کو آیا آخر میں ہزار سوار ساتھ لے گیا

اور راہ میں فوج رچو تو ان کی بھی ان کے لشکر میں شامل ہوتی گئی۔ عباد الملک بھی مہر میں بناؤ سے آنکر ملا۔ بہاؤ نے یہ سوچا کہ جہنا پازہ کو ابدالی سے تو برسات میں لڑنا مشکل ہے۔ اس لئے بہتر یہ کہ چل کر شاہجہان آباد لے لیجئے چنانچہ وہ ۹ ذی الحجہ ۱۰۳۳ھ میں شاہجہان آباد میں داخل ہوا اور سعد اللہ خاں کی حویلی میں آکر اس نے سپاہ کو قلعہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ احمد شاہ کی طرف سے یعقوب علی خان بہمن نے قلعہ اترھا۔ اس نے مقابلہ کیا۔ کچھ مہرے نھری دروازہ توڑ کر قلعہ میں داخل ہو گئے تھے انکو دروہیوں نے مار کر نکال دیا۔ پھر ابراہیم بیگ رومی نے جہرہ کی طرف سے توپ کے گولہ مارنے کے دیوان خاص اور رنگ محل کو کسی جگہ سے توڑ پھوڑ دیا۔ غرض آخر کو یعقوب علی خاں نے اپنی جان بچا کر مرہٹوں کو قلعہ حوالہ کیا اور خود شاہ درانی کے پاس چلا گیا۔ بہاؤ نے قلعہ کی قلعہ داری لشکر راؤ کو سپرد کی۔ مرہٹوں کو اس کی حفاظت کیلئے متعین کیا اس لشکار میں بہاؤ نے کسی دفعہ شجاع الدولہ کی معرفت چاہا کہ شاہ ابدالی سے صلح ہو جائے۔ مگر شجاع الدولہ نے صاف کہہ دیا کہ دکن کے برہمن ہندوستان پر مدت سے مسلط ہیں انکے سر پر فوراً طمع و حرص بدرعہ دی و بدقولی کے سبب یہ بلا شاہ درانی کی آئی ہے۔ ایسوں کے ساتھ کیا کوئی صلح کرے جو کسی کی آبرو اور آسائش کے دروہوں سے بچنے پر توجہ نہیں دیتے اور اپنی قوم کے لئے چاہتے ہوں۔ آخر سب ان کے ہاتھوں سے ایسے عاجز ہو کر انہوں نے اپنے پاس ناموس اور حفظ آبرو اور ناہ خلافت کیلئے شاہ ابدالی کو منتیں کر کے ولایت بلایا اور اس کے صدقات کو مرہٹوں کی ایذا رسانی سے سبج سمجھا۔ بالفعل صلح کا ہونا ناممکن تھا اب مرہٹوں کی یہاں نوبت نہانت اور رنگ چشتی پر بھیجی کہ دیوان خاص کی چھت کو کہ نقرہ مینار کی تھی اتار لیا اور کمال میں بھیج دیا۔ قدم شریف اور حضرت نظام الدین اولیا کی درگاہ میں اسباب سونے چاندی کا تحادہ بھی لے لیا اور اس کے نیادائے دانہ گھاس کی قلت سے بہاؤ بہت تنگ ہو رہا تھا۔ آخر ایم برسات میں اس نے شاہجہان آباد کے چھوڑنے کا مصمم ارادہ کیا۔ ۹ صفر ۱۰۳۳ھ میں اس نے شاہجہان شانی کو کہ نام کا بادشاہ تھا معزول کر کے مقید کیا اور فرزند جوان تخت خلف شاہ عالم عالی کہ کو تخت پر بٹھایا۔ اور شجاع الدولہ کو غائبانہ وزیر مقرر کیا تاکہ شاہ ابدالی اس سے بدگمان ہو جائے اور لشکر راؤ کو بدستور اپنے عہدہ قلعہ داری پر بحال رکھا۔ ارادہ تو کیا یہ نہ تھا کہ بس اس راؤ کو تخت سلطنت پر بٹھائے مگر اور لوگوں نے صلاح دی کہ شاہ درانی کے منہ سے کوئی

شاہجہان آباد اور شاہجہان آباد کی شکست پانا



دو جب یہ کام کرنا ان حرکات کو سورجل دیکھ کر بہت گھبرایا وہ کچھ پہلے سے بھی ناراض تھا کیونکہ جب اُس نے  
 بہاؤ کو یہ صلاح دی تھی کہ آپ اپنی بھاری بھاری توپوں اور سائبک ہمارے قلعہ میں چھوڑ جلیے اور پیادوں کو  
 ساتھ نہ لیجائیے صرف سواروں اُس طریق سے جو آپ کے ہاتھ ادا کے لڑنے کا طور ہو گئے۔ اور احمد شاہ ابدالی  
 کے لشکر کو تائب کچھ دنوں میں اس کے موسم کی شدت آپ گھبرا کر چلا جائیگا! درمہٹوں نے بھی اسکی تابعدار  
 مگر بہاؤ اپنے نشہ سخت میں مبت تھا اس نیک صلاح پر مطلق خیال نہ کیا اور یہ کہ سورجل چھوڑنا سنا  
 ہر وہ ان باتوں کو کیا جانے یہ نہ سوچا کہ سورجل بھی دلی سے علیحدہ اپنے قلعہ میں کدہ میں تماشہ دیکھنے جا بیٹھا  
 ابھاؤ دلی سے کچھ پورہ کی طرف گیا وہاں عبدالصمد خاں ابدالی اور بعض اور سردار رسد ہم پہنچا کر احمد شاہ کے  
 لشکر میں بھیجتے تھے۔ بروج الاول کو بہاؤ وہاں بھیجا اور قلعہ کچھ پورہ کو فتح کر لیا۔ درمہٹانی سردار کو  
 مار ڈالا اور قلعہ کو لوٹ لیا یہ لشکر شاہ درانی بھی غصہ میں بھرا آیا۔ اور وہ انوپ شہر سے بروج الاول  
 چلا۔ اور باگپت کے گھاٹ جہنا سے پار اترا۔ یہاں کہیں جہنا پایاب تھی کہیں غرقاب تھی۔ اگرچہ اس طرح  
 اترنے میں اُس کے کچھ ہمراہی بھرنے میں عرق ہوئے مگر دشمنوں پر اس لیر لہنے کام کا ایسا رعب بٹھایا۔  
 اور بہاؤ کو خوف ہوا کہ وہ سرسند جاتا جاتا الٹا پانی پت کو آیا اور اس کے سوا دشمنی میں برخلاف اپنے  
 دستور کے توپوں کا حصار لشکر کے گرد باندھا۔ اس کے مقابل شاہ ابدالی کا لشکر بھی تیسرے روز اس کو  
 ان پہنچا۔ تفصیل ان دنوں لشکروں کی یہ ہے کہ بہاؤ پاس پچیس ہزار سوار جوار قواعداں تنخواہ  
 اور پندرہ ہزار پیادے تھے جن میں سے نو ہزار فرانسیسی قواعد جاتے تھے۔ اور آٹھ ہزار ابراہیم بیگ خاں  
 گروہی تھا جو فرانسیسی جرنیل بسی کا شاگرد رشید تھا اور دو سو توپیں سوا بے قلعہ لشکر توپوں کے اس کے ساتھ  
 تھیں۔ راہ میں جو اور لشکر اور جھوٹوں کی سپاہ اس کے ساتھ ہو گئی تھی وہ سب مل کر تین لاکھ آدمی لڑنے  
 والے ہو گئے تھے۔ احمد شاہ کی فوج میں پچاس ہزار سوار اور چالیس ہزار ہندوستانی پہلے اور تیس توپیں  
 تھیں۔ احمد شاہ اس قلعہ سپاہ کے سب سے مرہٹوں پر حملہ نہ کر سکتا تھا۔ اُس نے بھی اپنے لشکر کا حصار  
 باندھا۔ روز چھٹے چھپڑا لڑائی ہوئی شروع ہوئی۔ چاروں طرف سے مرہٹوں کے رسد روکے کا سامان کیا  
 گیا۔ سرسند کی طرف سے آلا جاٹ زمیندار رسد کی امداد کرتا تھا۔ اسلئے درانیوں نے اُس پر بھی حملہ کیا

جب احمد شاہ ابدالی نے دیکھا کہ مرہٹے باوجود تنگ ہو چکے ہیں تو پٹانہ کی زنجیر سے نہیں نکلتے تو اُس نے ۲۸ ربیع الاول کو توپخانہ پر کیش کی مرہٹے بھی مستعد ہو کر سامنے آئے دوپہر سے شام تک لڑائی ہوئی بہادر کا سر بلونت راؤ مارا گیا۔ اور راکے ہو جانے کچھ لڑائی کا فیصلہ ہوا۔ لشکر نے اپنے خیموں کو چلے گئے نجیب اللہ اور دوسہیلوں نے اپنی شجاعت اور بہادری دکھائی۔ اسی اثناء میں خبر پہنچی کہ گوندر رائے بنیدیلہ ضلع اٹاودہ سے دس ہزار سپاہ اور خزانہ اور بہت سا سامان رسد کائے چلا آتا ہے اور شاہدہ شاہجہان آباد کے قریب آچنچا ہے اور اسکا اردو ہے کہ میرٹھ وغیرہ کو ٹوٹا ہوا کنج پورہ کی راہ سے پانی پت میں بہاؤ سے ملے۔ شاہ ابدالی نے عطائی خاں درانی کو پانچ ہزار سواروں کے ساتھ اُسے لڑنے کے لیے روانہ کیا۔ اس لشکر نے اول شاہدہ میں شکر راؤ قلعہ دار شاہجہان آباد کو قتل کیا۔ پھر غازی آباد میں اور مرہٹوں کا خون بھایا اور جلال آباد میں پہنچا۔ یہاں گوندر رائے بنیدیلہ ٹھہرا ہوا تھا۔ اُس سے لڑائی شروع ہوئی اور وہ مارا گیا سامان رسد اور خزانہ اسباب راینوں کے ہاتھ لگا۔ دونوں لشکروں میں دھچھڑ چھڑا رہی تھی کبھی بھاری دھاوے ہو جاتے۔ اُدھر مرہٹے ابتداء جنگ سے تنگ تھے۔ اور احمد شاہ درانی کے لشکر میں ہندوستانی امیر اس امتداد جنگ سے عاجز تھے۔ انہوں نے احمد شاہ درانی کی منت سماجت شروع کی آپ معاملہ کر کے اس لڑائی کا فیصلہ کر دیجئے۔ اس پر احمد شاہ مسند دستانیوں کو جواب ہی دیتا تھا کہ آپ لڑائی کے نشیب و فراز سے واقف نہیں اور سب معاملوں کا آپ اختیار چلے گا مگر اس معاملہ کو میری مرضی پر چھوڑ دیجئے۔ خندق کے سامنے ایک سرخ خیمہ اُس نے کھڑا کر لیا تھا اُس میں اُشرق کی عمارت تھا۔ اور شام کو کھانا کھاتا تھا۔ دن بھر گھوڑے پر سوار ہو کر فوج کے پیروں کو مختلف مقامات پر دکھاتا تھا۔ ہر روز پچاس ساٹھ میل سے کم نہ چلتا تھا۔ دن بھر کا یہ کام تھا۔ رات کو پانچ ہزار سواروں کا بلکٹ دشمن کی جانب سے جہانگیر قریب اس کا ملن تھا لگاتار اور لشکر کے گرد سبے میں ہر گشت پھرتا تھا وہ ہندی امیروں سے کہہ دیتا کہ آپ چین سے آرام کریں میں آپ کی خبر گیری کرتا ہوں کوئی آفت آپ پر نہیں آئے گی ورنہ لگا۔ اس حکم قضا و قدر سے کم نہ تھا کسی آدمی کا مقدور نہ تھا کہ اس کے حکم کی تعمیل میں بھی توقف کرے۔ ابھاد کا قافیہ یہاں تک تنگ ہو گیا تھا کہ اُس نے کاشی راؤ کی معرفت شجاع الدولہ پاس چاہا تھا



کہ وہ بیچ میں اسطرح ہوا کہ احمد شاہ سے صلح کرانے کی وجہ سے درخشاہ صلح احمد شاہ کو سنائی گئی تو اس نے یہ کہا کہ میں آپ سب جہوں کا مددگار ہوں اور مجھے سولے لڑائی کے اور معاملوں کے کچھ مددگار نہیں۔ ان کا فیصلہ یہ ہے کہ چاہے فیصلہ کیسے ہوئے و ستانی امیر صلح پر راضی ہو گئے مگر نجیب الدولہ ہمیشہ صلح کی مخالفت کرتا رہا اور یہ کہتا رہا کہ اگر بادشاہ چاہے اور مرہٹوں کی قوت باقی رہی تو وہ ہم کو برباد کر دیں گے۔

بھاری لشکر بھاؤ کا جب ایک حصہ اس میں محصور ہوا تو غلامت اور نجاس کے سبب اس میں ٹھنڈا منہ بھلا ہوا اس پر سب سب کی تنگی ہوئی۔ سیکڑوں بھوکے مرنے لگے۔ آخر کار سب اس نے متفق ہو کر بھاؤ کو چھوڑ دیا اور یہ کہ اگر آخر گر سنگی کے ہاتھوں آدمی اور جانور ہلاک ہوتے ہیں اتنے بہتر یہ کہ سب ملکر ایک دفعہ دشمنوں پر جا پڑیں جو کچھ نصیب میں ہونا ہو جائے غرض سب نے پان گایا رکھا یا اور لڑنے مرنے پر قسم کھائی۔ سب کا لشکر میں حکم سنایا گیا کہ کل صبح کو لڑائی ہی بھاؤ نے سنت کر دقت شجاع الدولہ کے کارندہ کاشی راؤ کو خواص کے ہاتھ سے یہ لکھ کر بھیجا کہ اب پیالہ لبا لبا ایک لڑائی کی آسین سہائی نہیں۔ اگر بن پڑے تو آپ کچھ کیجیے ورنہ صاف جواب دیجئے پھر کھٹے پڑھنے کے لئے وقت نہیں ملیگا۔ راستے کے تین بجے یہ کاغذ شجاع الدولہ کو وہ سنایا کہ ہاتھ کا جاسوس خبر لائے کہ مرہٹے صلح ہو رہے ہیں شجاع الدولہ احمد شاہ کے خیمہ میں گیا وہاں ہتھیار لگائے تیار بیٹھا تھا گھوڑے پر جو اس کے خیمہ کے آگے کسکا یا تیار رہتا تھا۔ سوار ہوا۔ دشمن کی طرف چلا۔ لشکر اس کے پیچھے ہوا۔ تاجاوی الاخریٰ کے لہو کو مرہٹوں نے ابراہیم خاں گروہی کے لشکر کو آگے رکھا اور توپ گولہ کی مار شروع کی مسلمانوں نے توپوں کے کچھ کام نہ لیا۔ مرہٹوں کی توپیں بہت ترسہ آگئیں تو ابراہیم خاں گروہی نے اپنے سپاہیوں کو گولیوں کے مارنے سے منع کیا اور سنگینوں سے لڑنے کا حکم دیا۔ وہ رہیلوں پر گرے۔ چونکہ وہ قواعد داں نہ تھے اس لئے وہ بہت تارے گئے اور انکی پہلی صفیں ٹوٹ گئیں اور اس شکست سے شاہ ولی خان زیر کی سپاہ قلب کا وہاں بازو کھل گیا اور اس پر بھاؤ اور سواروں نے اپنی نہایت عمدہ فوج سے حملہ کیا۔ اس حملہ میں زیر کا بھتیجا عطائی خاں اس کے پہلو میں مارا گیا۔ اور اسکی سپاہ مددنی بھی پیچھے ہٹی وہ گھوڑے سے اتر آ اور اس نے چند رفیقوں کے ساتھ لڑا مگر مزید کا قصد کیا۔ شجاع الدولہ کا لشکر وزیر کے لشکر کے عقب میں تھا مگر خاک اڑنے کے سبب کچھ نظر نہ آتا تھا کہ کیا ہوا۔



جب اُس نے دیکھا کہ آدمیوں اور گھوڑوں کی آوازیں آتی تو اُس نے کاشی رائے کو دریا کرنے کے لئے بھیجا تو اُس نے آنکریہ دیکھا کہ وزیر گھوڑے سے نیچے کھڑا ہے اور اپنے آدمیوں کو لعنت ملامت بھانگے پر کر رہا ہے اور سپاہ کو جمع کرتا ہے اُس نے یہ کہا کہ شجاع الدولہ پاس جلد جا کر خبر دو کہ وہ میری مدد کو آئے نہیں میں مارا گیا۔ مگر شجاع الدولہ اپنی جگہ پر قائم رہا اُس کی امداد پر جرات نہ کر سکا۔ احمد شاہ اس معاملہ سے بے خبر نہ تھا اُس نے فوراً وزیر کی کمک کے لئے لشکر بھیج دیا اور عین وقت پر اُن بھیجا۔ لڑائی میں بڑا گھسان ہو گیا۔ مگر اب بھی مرہٹوں کا پہ بھاری تھا۔ احمد شاہ نے اپنے بھگوتے سپاہیوں کو گھیر کر قتل کرنے کا حکم سنایا اور یہ کہدیا کہ جو بھاگے گا وہ مارا جائیگا بعد اُس کے اُس نے اپنی صف کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔ ایک سپاہ کو اپنے بائیں طرف دشمن کے بازو پر حملہ کا حکم دیا۔ اس تدبیر کا تیسرا ٹھیک نشانہ پر بھیجا۔ قلب سپاہ میں بھاؤ اور بسوس راؤ گھوڑوں پر سوار لشکر کو لڑا رہے تھے خنجر اور کھانڈے بازی ہو رہی تھی کہ یکایک خدا معلوم کیا ہوا کہ مرہٹوں کے لشکر کا قدم میدان جنگ سے اٹھ گیا۔ قدم کا اٹھنا تھا کہ میدان جنگ کا اُن کے مردوں سے بھرنا تھا۔ لشکر اسلامیہ نے اُن کا تعاقب بڑے جوش خروش سے ہر جانب میں بندرہ بندرہ میں پیش تک کیا اور مرہٹوں کو مار مار کر ڈھیر لگا دیا۔ جو مرہٹے ان دشمنوں کے ہاتھ سے بچ گئے اُن کو گنواروں نے مار ڈالا۔ بسوس راؤ اور بھاؤ نارے گئے جن کو جی سیندھیا کو کسی درانی نے چھپا رکھا تھا وہ بھی تلاش کرنے سے پکڑا گیا اور مارا گیا۔ ابراہیم خاں گروی بھی قید ہوا۔ ایک ہفتہ کے موت نے اُس کے زخموں پر بھی مرہم رکھا۔ شمشیر بہادر بھی بھاگتے ہوئے مارے گئے۔ مالوہ میں ٹھہرا راؤ جان بچ کر نکل گیا۔ آپا جی سیندھیا بھی نکلے ہو کر وہاں جا پہنچا۔ ان دو سرداروں کے سوا کوئی اور نامور سردار نہیں بچا۔ مرہٹوں کو ایسی شکست کبھی نہیں ہوئی تھی نہ ایسی مصیبت پڑی تھی اس سے ساری قوم کا دل پروردہ اور افسردہ ہو گیا۔ اس صدمہ سے بالاجی بھی تھوڑے دنوں بعد مر گیا۔ جب شکست کی خبر سنی تھی ایک مندر میں بیٹھ کر سنسکرت پڑھنا اختیار کر لیا تھا۔ بعد اس فتح کے احمد شاہ پانی پت سے نواح دہلی میں آیا۔ اور چند روز متوقف ہوا۔ ہندوستان کا بادشاہ۔ شانہ زادہ عالی گوہر یعنی شاہ عالم کو مقرر کیا اور بادشاہ سے شجاع الدولہ کے وزیر ہونے اور نجیب الدولہ کے امیر الامرا ہونے



کی سفارش کی شاہ عالم اُس وقت دہلی میں نہ تھا۔ اس لئے اُس کے بیٹے جوان نجات کو بادشاہ کا نائب دہلی میں مقرر کیا اور نجیب الدولہ کو دہلی کا منتظم مقرر کیا اور شجاع الدولہ کو خلعت دے کر اودھ اور الہ آباد کے صوبوں پر بھیج دیا۔ اور خود قنڈھار کو چلا گیا۔

اس بڑی لڑائی کا سبب تو عہد الملک تھا۔ مگر کس اُس کا نام نہیں آیا۔ شاید اسے یہ خیال لوگوں کو ہو گا کہ وہ مرگیا حقیقت میں یہ فتنہ انگریزی اُس کی آخر بازی تھی جس کی جیت میں اُس کے واسطے سب کچھ تھا۔ اُس کے ہاں کچھ بھی پاس نہ تھا جب شاہ ابدالی آگیا اور اُس نے مرہٹوں کا حال دیکھا تو میدان جنگ سے کھسک گیا۔ کچھ دنوں سو راجل بھرتیور کے ٹھاکر پاس رہا اور پھر وہ ناچار ہو کر آہستہ آہستہ دکن میں چلا گیا۔ بیس برس تک بھیس بدلے پڑا پھر کیا کوئی کام اُس نے انیسائیس کیا کہ جس کا بیان تاریخ میں کیا جائے۔ ۱۷۹۰ء میں انگریزی پولس کے ہاتھ لگ گیا گورنر جنرل کے حکم سے وہ مکہ معظمہ بھیجا گیا۔ آخر عمر میں پھر وہ ہندوستان میں آیا اور احمد شاہ ابدالی کے جانشین تیمور شاہ سے اخلاص پیدا کیا۔ اور ملتان کے صوبہ دار سے یارانہ جوڑا۔ یہاں اگر موت کا وارنٹ نہ آجاتا تو ضرور کوئی نہ کوئی فساد کھڑا کرتا۔

## شاہ عالم کی سلطنت کا بیان

شاہزادہ عالی گھر کا نام بادشاہ ہونے پر شاہ عالم ہوا۔ ہم نے اُس کا حال وہاں تک لکھا ہے کہ وہ دہلی سے باہر نکل آیا جب وہ نجیب الدولہ پاس گیا تو عہد الملک وزیر کا سب کو خوف ایسا پیچھے لگا ہوا تھا کہ اُس نے اس شاہزادہ کو صلاح دی کہ ممالک شرقیہ میں چلا جائے۔ اسی عرصہ میں عرصیاں محمد قلی خاں صوبہ الہ آباد کے بلاٹے میں آئیں۔ وہ شجاع الدولہ کا چچا زاد بھائی تھا اور بڑا صاحب حوصلہ اور عالی مہمت تھا۔ اُس کا ارادہ تھا کہ ملک بنگال اور اڑیسہ اور بہار پر جہاں انگریز او علی وردی خاں کا نواسہ سراج الدین خاں لڑ رہے تھے قابض اور متصرف ہو شاہزادہ خدا سے یہی چاہتا تھا وہ الہ آباد کا عازم ہوا۔ اور اول لکھنؤ میں ۹ جمادی الاول ۱۱۸۱ھ میں آیا۔ شجاع الدولہ صفر جنگ کا بیٹا یہاں صوبہ بمقام۔ باپ کی باری لیاقتیں اُس میں موجود تھیں فن سپہ گری سے خوب واقف تھا۔ انتظام ملکی سے بھی نہ آشنا نہ تھا۔ میدان جنگ میں بڑا جوانمرد تھا۔ سولے اس کے وہ ایچ بیج کی باتیں اور مکر و فریب کی گھائیں جن کا آج کل چرچا سارے ملک میں پھیل رہا تھا خوب جانتا تھا ملکی جوڑ توڑ خوب لگانے آتے تھے



اُس نے سوچا کہ اس وقت ایسے شانہزادہ کا ساتھ دینا جو جھگڑا ولی عہد ایسے بادشاہ کا جس کی سلطنت برسرِ زوال ہو مناسب اور مصلحت نہیں ہو گو اُس نے شانہزادہ کی بہت بہت خاطر کی اور نذر پیش کی۔ مگر اُس سے یہ کہا کہ آپ محمد قلی خاں پاس تشریف لے جائیے وہ میرا عزیز ہے اور میں اُس کے کاموں میں دل جان سے شریک ہوں اور اُس نے جو ارادہ کیا ہو وہ میں پسند کرتا ہوں۔ غرض یہ دم دے کر شانہزادہ کو الہ آباد روانہ کیا۔ یہاں محمد قلی خاں نے اُس کا نہایت اعزاز کیا اُس نے اپنی طرف سے صوبہ بنگال اور بہار اور اڑیسہ کی صوبہ داری کی سند محمد قلی خاں کو لکھ دی اور اُس سے کہا کہ بادشاہی جھنڈا کھڑا کر اور مہراج الدولہ اور انگریز دونوں سے سمجھ لے۔ غرض نومبر ۱۷۵۷ء میں شاہ عالم کرم ناسا سی پارانترہ۔ اسی زمانے میں اُس کا باپ عالم گیر قتل ہوا۔ جس کا بیان پہلے ہو چکا ہے مگر ڈاک تو پہلے نہیں تھی کہ آدہ آنہ میں دو سکر روز خبر ہوئی۔ یہ ایسی بڑی خبر تھی اُس پاس ایک مہینے کے بعد ہار کے ایک گائیکو کو تو فی میں بھیجی۔ شانہزادہ نے اُسی وقت تخت سلطنت پر چلو س کیا۔ اور اپنا نام شاہ عالم رکھا۔ اور اُس نے حکم دیا کہ باپ کی تاریخ انتقال سے میری تاریخ جلوس شمار ہو چنانچہ فرمانوں میں یہی تاریخ لکھی گئی۔

وہ اپنے باپ کی طرح تختِ رحمتِ دل صاحبِ جاہت تھا مگر اُس میں عیب بھی ایسے تھے کہ وہ ان خبروں کو بھی لے ڈوبے تھے۔ اُس کی دلیری تھی تو وہ یہ بھی کہ مصیبت کے وقت گھبراتا نہ تھا۔ مگر اس میں وہ جوانمردی اور شجاعت نہ تھی جو اس وقت میں اُس کی حالت کے لئے پُر ضرورت تھی۔ پھل اور رحم نے اُس کو اور خاک میں ملایا تھا وہ اس درجہ پر تھا کہ کسی شخص نے خواہ کیسی ہی بے وفائی اور کج ادائیگی کی ہو مگر جب اُس کی تقصیر معاف کر دی تو پھر اُس کو خیال بھی نہ ہوا کہ اُس نے میرے ساتھ کچھ کیا بھی تھا۔ آنکھوں کی مردت نے اسے اندھا کر دیا تھا۔ جو امیر اُس کے پاس ہوا اُس کے خلاف مارے مردت کے کوئی کام نہ کر سکا جبر نے اسے اور بھی ذلیل کر دیا تھا۔ جو کچھ اُس کے آگے پیش آتا تھا وہ اُس سے راضی تھا۔ اپنی مصیبتوں کو ہمت بلند کر کے اور حوصلہ کو بڑا کر یونہیں ٹالتا تھا۔ وہ شاعر بھی تھا۔ آفتابِ تخلص تھا۔ چار جلدوں میں ایک قصہ لکھا ہے جس سے ہر زمانہ کے آدمی ادنیٰ متوسط اعلیٰ کی طرز معاشرت معلوم ہوتی ہے۔ اُس کا نام شاہ عالم کا قصہ ہے۔ زیبا

بادشاہ کی تعلیم و تربیت



اُس کی فصاحت اور سلاست میں میرامن کے چار درویش سے کم نہیں ہی اُس کا یہ شعر مشہور  
عاقبت کی خبر خدا جانے اب تو آرام سے گزرتی تو  
اسی پر اُس کا عمل تھا۔ وہ ایسا نا عاقبت اندیش تھا کہ کل کی کچھ نہ سوچتا تھا۔

انگریزوں نے جس وقت میرجعفر کو شرقی صوبوں کا نواب بنایا تھا۔ بہار میں اُس کا نائب جہ  
رام نرائن ایک ہندو تھا میرجعفر کے نائب کی کمک کے لئے مرشد آباد اور ملکتہ سے آدمی بھیجے  
مگر وہ نہ آئے کہ بادشاہی فوج نے اُس کو شکست دیدی وہ زخمی ہو کر پٹنہ میں چلا گیا۔ اُس پر حملہ  
کرنا مناسب نہ جانا تھے عرصہ میں نواب کی فوج کو انگریزی کینٹنمنٹ کی امداد پہنچی۔ اُس نے  
۱۸ فروری ۱۷۶۶ء کو بادشاہ کو شکست دیدی۔ اب بادشاہ نے یہ بڑا ارادہ کیا کہ جس وقت  
مرشد آباد سپاہ سے خالی ہو تو پہاڑوں کی راہ سے لشکر اور مرشد آباد کے بیچ میں بڑا کر اُس  
دارالسلطنت کو بے لے مگر پہلے اُس سے کہ وہ مرشد آباد پہنچے۔ انگریزوں نے اُس کو براہِ راست  
کو شکست دیدی۔ اسی زمانہ میں اُسے موشر لالہ موشر فرانسسیسی میں نام کے ساتھ تھیں  
کے واسطے لگاتے ہیں) اُس پاس سو فرانسسیسی تھے۔ اُس نے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضور اپنے  
دلی ارادہ کو مجھ سے فرمائیں۔ بادشاہ نے اُس سے سچی سچی بات کہدی کہ محمد علی کی امانت جو مصداق  
ضروری میں وہ ہم پہنچ سکتے ہیں اور کچھ سامان میرے پاس نہیں ہے کہ مالک مشرق کی فتح کرنے  
کا سامان کروں اس لئے پتھر لو کر جاتا ہوں۔ عرض یہ فرانسسیسی افسر اُس کا سفر میں شریک ہوا  
لیکن ہمیشہ بادشاہ سے آگے جایا کرتا صاحب میرالمتاخرین لکھتا ہے کہ ایک دن میری اُس سے  
سہسہم میں ملاقات ہوئی تو وہ کہنے لگا کہ میں پٹنہ سے شاہجہان آباد تک میرا تکیں سلطنت کا نام نہیں  
سوار غریب آزادی اور مسافروں کی غارتگری کے کچھ اور نہ دیکھا۔ سرحد میں ان بڑے بڑے سردار  
شجاع الدولہ اور عوام الممالک کہا کہ ملک بنگال کا انتظام کریں انگریزوں کے لڑائی مگر کسی اچھے اس رجوع  
پر اتفاق نہ کیا۔ اور اُس کی حسن دخوی کو کوئی نہ سمجھا۔ اس وقت اس فرانسسیسی سردار کا بھی بلجا آباد  
تھے حتیٰ میں اُن ہزاروں ہندوستانی سپاہ سے بہتر تھا جس کی کوئی ہندوستانی افسر دغا باز ہوتا ان  
فرانسسیسیوں کی امانت بادشاہ نے پٹنہ کو گیم لیا۔ تو کپتان نوکسن بردوان سے سپاہ لے کر چلا اُس  
دوسو گورے تھے۔ باقی ہندوستانی سپاہ بھی تین سو میل کا سفر تیرہ روز میں لے گیا اور یہاں  
پٹنہ میں آکر بادشاہ کو شکست دیدی۔ اور جنوب کی طرف گیا میں بھگا دیا۔ اب اس وقت  
بادشاہی سپاہ کا سپہ سالار کامکار خاں تھا۔ کیوں کہ اتحاد قلی خاں الہ آباد کو چلا گیا تھا۔ اور وہاں



شجاع الدولہ نے الہ آباد کے صوبہ اور قلعہ پر تصرف کیا تھا۔ اور راجہ مینی بہادر کو وہاں متعین کر رکھا تھا کہ جس وقت احمد قلی خاں وہاں آئے تو اس کے ہاتھ پیر باندھ کر اس پاس بھیج دے اور جس طرح ہو سکے گرفتار کر لے اس راجہ نے اس کو بنارس پر روکا وہ خود اس راجہ کی معرفت شجاع الدولہ پاس گیا اور مارا گیا اب بادشاہ جنوب کی طرف کوچ کر رہا تھا اس کو یہ خیال تھا کہ ملک اس کا ساتھ دے گا مگر سوا خادم حسین خاں کے کوئی اور اس کی کمک پر نہ کھڑا ہوا۔ یہ کمک پا کر بادشاہ نے پٹنہ پر پھر حملہ کیا مگر کپتان نوکس نے راجہ شتاب رائے کو اپنی طرف کر کے بادشاہ کو پھر شکست دی۔ اب بادشاہ کو اس روانی سے بڑا اضطراب ہوا اور وہ شمال کی طرف چلا انگریزی اور نواب کی سپاہ نے تعاقب کیا نواب کی سپاہ کا سپہ سالار اس کا بیٹا میرن تھا اس پر جولائی کے مہینہ میں بجلی گری وہ اس سے مر گیا نواب کی سپاہ اپنی چھاؤنی میں پٹنہ چلی گئی پھر بادشاہی لشکر اپنی پرانی اقامت گاہ میں گیا اور آغاز میں اس میں بنگالہ کی سپاہ نے جس نے قواعد کبھی تھی بادشاہی فوج کو شکست دی اور اس میں مویشی لابی گرفتار ہوا۔ وہ اتر تک لڑتا ہوا اپنے تئیں دشمنوں کے حوالہ نہیں کیا جب تک اس سے یہ وعدہ نہیں کیا گیا کہ تلوار اس سے نہیں لی جائے گی دوسرے روز انگریزی افسر بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اب بادشاہ تنگ آ گیا تھا وہ برس سے برابر لڑائی جھگڑوں میں مصروف تھا جس سے کچھ فائدہ نہ حاصل ہوا اب اس کو سب طرف سے مایوسی تھی مگر اس کو وہ سارا حال معلوم تھا جو شاہ ابدالی نے بعد فتح پانی پستے اس کے تجویز کیا تھا انگریزوں نے ان دنوں میں میر جعفر کی جگہ میر قاسم کو بنگال میں نواب بنایا تھا۔ اور اس کی منظوری بادشاہ سے منگائی۔ اور چوبیس لاکھ روپیہ سالانہ خراج کا بادشاہ کے واسطے مقرر کر دیا تھا۔ اب بادشاہ کا یہ ارادہ تھا کہ انگریزوں کی استعانت سے دہلی میں جا کر تحت سلطنت پر بیٹھے مگر بیچ میں ایک جھگڑا اٹھا ہو گیا جس کے سبب اس کام میں بہت دیر لگ گئی اس جھگڑے کو آگے بیان کرتے ہیں۔

شجاع الدولہ دہلی سے اودھ میں آیا اور یہاں سے چل کر سرسائے سید راجہ میں شاہ عالم سولہ اور اس کے ساتھ الہ آباد میں آیا اب مرہٹوں کا تسلط بالکل دوآبہ سے اٹھ گیا۔ سب جگہ بادشاہی پرہ چوکی بیٹھ گئے کاپلی میں کچھ مرہٹے تھے سو وزیر نے بادشاہ کو ساتھ لے جا کر بڑے میں ان کو بھی خال دیا

شجاع الدولہ وزیر کا دہلی سے آنا اور بادشاہ سے ملنا



اور بندہ بیکھنڈ کا بھی انتظام کر لیا بادشاہ نے اُس کو خلعت و زارت بھی مرحمت کیا بھانسی کے قلعہ کو فتح کر کے وہ پھر الہ آباد میں آگیا اب میر محمد قاسم خاں عالی جاہ انگریزوں سے شکست پا کر بادشاہ پاس آیا اور شجاع الدولہ سے استعانت کا درخواستگار ہوا شجاع الدولہ بادشاہ کو ساتھ لے کر بنارس کی طرف انگریزوں سے لڑنے کے لئے چلا بکسر میں ۲۳ اکتوبر ۱۷۸۴ء کو دونوں نوابوں کو انگریزی سپاہ نے شکست دی ان نوابوں کا حال میں نے سلطنت انگلینڈ میں لکھا ہے۔ دیرس تک بادشاہ کو شجاع الدولہ ساتھ ساتھ لڑ پھر کبھی بنارس لے گیا کبھی الہ آباد کبھی لکھنؤ ظاہر میں بادشاہ بادشاہ معلوم ہوتا تھا۔ مگر حقیقت وہ قیدی اعزاز کے ساتھ تھا اس سبب انگریزوں کا بڑا نقصان ہوا بادشاہ ان کے ہاتھ سے جاتا رہا اگرچہ معاملہ بیچ میں باج نہ ہوتے تو بادشاہ انگریزوں کی استعانت اور رعایت سے دلی میں اپنے ملک کا مالک ہو گیا ہوتا۔

بادشاہ بکسر کی لڑائی میں کچھ نہیں بولا بعد لڑائی کے دوسرے دن شام کو وہ انگریزی لشکر میں خود آیا اور انگریزوں سے یہ عہد و پیمان اُس نے کیا کہ شروع سال ۱۷۸۵ء سے بنگال۔ بہار اڑیسہ تینوں صوبوں کی دیوانی بلا شرکت غیرے بطور التمغا کے سرکار کمپنی کو دی گئی اور خراج دیوانی جواب تک لیا جاتا تھا معاف کیا گیا اوچھبیس لاکھ روپیہ جو پہلے نواب دیتا تھا اُس کا ادا کرنا سرکار کمپنی کے ذمہ کیا گیا اور سرکار بنارس اور غازی پور بطور جاگیر کے سرکار کمپنی کو دی گئی صوبہ الہ آباد کے پاس جہاں انگریزوں نے بادشاہ کی سالانہ کچھ نقدی بھی مقرر کر دی۔ اور نواب بنگال صوبہ دار رہا سرکار کمپنی اُس کی شریک نظامت اور مال کے کاموں میں رہی نواب کی نظامت کا پانچ اٹھانا اور بادشاہ کا نذرانہ ادا کرنا سرکار کمپنی کا کام تھا۔ شجاع الدولہ اول فیض آباد میں اپنے ملک میں بھاگ گیا۔ اور جب اُس نے سنہ ۱۷۸۵ء الہ آباد بھی انگریزوں کے ہاتھ پڑ گیا تو وہ لکھنؤ بھاگا اور وہیلکھنڈ کے افغانوں سے مدد مانگی۔ انھوں نے اس نواب کے خاندان کو بڑی عزت سے بریلی میں رکھا۔ اور تین ہزار آدمیوں سے امداد بھی کی اور ملہار اؤ بھکر سے مدد لے کر انگریزوں سے لڑنا شروع کیا مگر کانپور کے قریب اُس کو شکست ہوئی۔ اس لئے وہ اپنے ملک کو چلا گیا اور بادشاہ الہ آباد میں انگریزوں کا ایک پیش دار ہو گیا۔

اب خاندان تیمور کے بادشاہ پاس ملک میں صرف صوبہ الہ آباد تھا اور آمدنی میں وہ روپیہ تھا

شاہ عالم اور انگریزوں کی صلہ

نہایت عزیز و عزیز



جو انگریز اس کو دیتے تھے دربار کی یکفیت تھی کہ پرانے پرانے سردار اس امید میں حاضر ہوتے تھے شاید بادشاہ کے بھلے دن آئیں بادشاہ بھی ان کی خاطر بہت کرتا تھا انگریزی جرنیل کرنل بھی موجود رہتے تھے اور ملکی معاملات میں صلاح اور مشورہ دیتے تھے۔ اس وقت میں مرزا نجف خاں بادشاہ کا ٹرا رفیق تھا اور وہی دربار میں آفتاب تھا شجاع الدولہ کی لڑائی میں اس نے سرکار انگریزی کے ساتھ رفاقت کی تھی اس لئے ایک لاکھ روپیہ سالانہ کی جاگیر انگریزوں نے کوڑہ جہاں آباد میں اس کو دے دی تھی۔ اس نے فوجداری کا خوب انتظام کیا تھا منیر الدولہ کو خان سامانی کی خدمت تھی وہ سائے گھر کا مدار المہام تھا۔ اور ب رفیقوں کا سرگروہ اور سارے نوکروں چاکروں کی موقوفی بحالی کا اسے اختیار تھا۔ اور انگریزوں سے جو معاملات ملکی میں سوال و جواب ہوتے تھے وہ اسی کی معرفت ہوتے تھے ان کے سوا کوئی باقی سفیہ ملازم تھے جسے کہ سام الدین خاں اور راجہ رام ناتھ اور بہادر خاں محلی۔ وہ بادشاہ کی طبیعت بہت مناسبت رکھتے تھے۔ ان سب میں سربراہ و درہم الدین خاں تھا وہ بادشاہ سے اس سب سے بہت تقریب رکھتا تھا کہ زد کہ ہائے خواستہ کو قص و سرود سکھا کر بادشاہ کا دل خوش کیا کرتا تھا اور اس کام سے بہت سانس فائدہ اٹھاتا تھا وہی معتد السلطنت تھا شجاع الدولہ کا بیٹا مرزا سعادت علی جو اپنے باپ کا آخر کو قائم مقام ہوا نائب وزیر تھا۔

ہم لکھ آگے کہ ۱۷۶۵ء میں نجیب الدولہ کو امیر الامرا اور جو ان بخت کو نائب بادشاہ دہلی میں شاہ ابدالی نے مقرر کیا تھا نجیب الدولہ کو کوئی شخص تبراس کام کے واسطے مقرر ہو سکتا تھا شاہزادہ نوجوان ہوشیار نیک بخت ایسا ہی تھا جسے کہ اس کے خاندان میں نوجوانی میں ہوا کرتے ہیں نجیب الدولہ ایسا عقل ہوشیار و دشمن تھا کہ کتر ہوتے ہیں۔ امانت داری اور ایمان داری تو اس وقت میں اس پر ختم تھی وہ اپنے پرانے آقاؤں نواب و ندے خاں رھیلیہ اور نواب وزیر شجاع الدولہ کی فرماں برداری کو بجاتا تھا ملہ راؤ ہلکرسے بھی اس کا ساز باز چلا جاتا تھا۔ یاد ہو گا یہ مرہٹہ پانی پت کی لڑائی سے اپنے ہم وطنوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا غرض یہ جو امر داس ٹوٹی پھوٹی سلطنت کو نبھار رہا تھا۔ دو آب سے اس نے مرہٹوں کے حاکموں کو نکال دیا تھا۔ آگرہ کے قلعہ میں جاٹوں کا تصرف تھا پانی پت میں جو بہت



مرہٹوں کو ہو چکی تھی اُس کے سبب آٹھ برس تک اُن کا منہ نہ ہوا کہ جو ہندوستان کی طرف رخ کرتے مگر ملہراو اس سے متنبہ ہے۔ اب نجیب الدولہ کی عملداری اور انتظام دلی کے ارد گرد پر تھا۔ منسل پر جاٹوں کا عمل دخل تھا اور اس وقت اُن سے کچھ لڑائی نہ تھی۔

جاٹوں کا اگر مفصل حال لکھا جاؤ تو ایک کتاب بن جائے۔ اس لئے ہم اُن کا حال جہاں سکھوں کی عملداری کا ذکر کریں گے وہاں لکھیں گے مگر بالفعل تو راجہ سوچ مل کا ذکر کرتے ہیں یہ راجہ بڑا ہوشیار اور لائق تھا سپہداری کا سلیقہ صف آرائی میں مہارت ملک ستانی میں کاروان پر لے درجہ کا تھا۔ وہ بھادو ساتھ پانی پت کی لڑائی میں ہوا تھا۔ اگر بھادو غزویں اُن کو اس شودر راجہ کو چھوڑا راجہ نہ گنتا اور پوری اُس کی امداد لیتا تو یقینی پانی پت کی لڑائی کی کچھ اور ہی صورت ہو جاتی اور ساری ہندوستان کی تاریخ کچھ سے کچھ ہو جاتی جب وہ مرہٹوں سے جدا ہوا تو اُس نے اگرہ سے جس میں ایک مرہٹہ سردار تھا نکلا اور میوات میں اُس نے قبضہ کیا چار قلعے نہایت مستحکم بنائے غازی الدین خاں عماد الملک اُس کی پاس پناہ لے کر آیا تھا مگر اُس کو تو نکالی دیا اب اُس پاس ایک اور بد معاش فرانسیسی شمر و گیا تھا شمر و جو فرانسیسی شمر تھا اور اُس نے شجاع الدولہ کو لڑایا تھا اُس کی نوکری چھوڑ کر سوچ مل پاس ایک پلٹن سپاہیوں کی اور ایک توپ خانہ اور تین سو پورے کپڑے بد معاش لے کر آیا جب اس راجہ کو یہ امداد مل گئی تو اُس نے دلی کی سلطنت ایسی درخشاں کرنی شروع کی جس کی سلطنت کا نام بھی نہ رہے۔ اُس وقت نجیب الدولہ نے اس عظمیٰ اور دانشمندی سے کام کیا کہ کچھ دنوں سلطنت کو ختم لیا۔ اور جاٹوں کو بڑا صدمہ پہنچایا اور سب مسلمانوں کو خواب غفلت سے جھنجھوڑ کر اٹھایا اس لڑائی میں بلوچوں نے بڑی امداد نجیب الدولہ کی کی اور انھیں کی بدولت جاٹوں پر فتح نصیب ہوئی۔

دست بلخ فتح نگر میں رہتے تھے اُن میں سے کامگار خاں عبد محمد شاہ میں ایسا بخت بیدار اور صاحب قدر ہوا کہ وہ اکثر اوقات فوجداری کا کام کرتا۔ اور کبھی کبھی پانی پت اور حصار کی حکومت بھی اُس کے سپرد ہو جاتی پھر اُس کے ملازموں میں سے بہادر خاں نے عروج پایا۔ اور وہ سہارنپور میں فوجدار ہوا۔ اُس نے عماد الملک اور نجیب الدولہ سے موافقت ہم پہنچا کر ایک قلعہ بارہ کوس پر دہلی سے بنایا اور اُس کا نام بہادر گدھ رکھا

جاٹوں کے ساتھ نجیب الدولہ کی لڑائی

جب کامکار خاں مرگیا تو اُس کی اولاد میں جھگڑا ہوا۔ تو سوج مل نے بلوچوں کو مار دھاڑ روڑی اور فوج نگر قبضہ کر لیا۔ اور نجیب الدولہ سے یہ درخواست کی کہ بہادر گدھ بھی اُس کے حوالہ کیا جائے۔ بہادر خاں نے نجیب الدولہ سے استعانت چاہی اور بڑی غیرت دلائی مگر نجیب الدولہ کچھ نہ بولا جب سوج مل نے یہ دیکھا کہ میری خوف اُس نے بلوچوں کا ساتھ نہ دیا تو اُس نے فوجداری کی درخواست کی نجیب الدولہ نے یعقوب علی خاں کو شاہ ابدالی کے وزیر کا بھائی تھا اور شاہجہاں آباد کی بھی قلعہ داری کر چکا تھا۔ سوج مل بایں بھیجا ملتان چھینٹ کے تھان بھی بطور فخر کے اُس کے پاس بھیج اس سفیر نے صلح کی باتیں کرنی شروع کیں۔ اور چھینٹ کے تھان بھی پیش کو۔ وہ سوج مل کو نیچے آؤ درزی کو بلا کر اُس سے کہا کہ ہمارے ایک جوڑا بھی اس کا تیار کر لاؤ اس جوڑی میں ایسا لگا کہ وہ کیل سے کچھ بات بھی نہیں کی جب کیل نے اُس کو کام میں مصروف دیکھا تو وہ رخصت ہوا اور اُس سے کہا کہ تھاکر صاحب جلدی اور جہالت کام کرنا نہیں چاہیو۔ اب میں رخصت ہوتا ہوں کل پھر آؤں گا اُس پر سوج مل نے کہا کہ اگر آپ کل صلح کے لئے آئیں تو کبھی نہیں آئیگا۔ غرض یعقوب علی خاں نے اُن کو نجیب الدولہ سے یہ کہا کہ اُسے بھی غیرت آئی اُس نے کہا کہ اب اس کا فریضہ انشاء اللہ جہاد کر دگا۔ اُس نے چاروں طرف سے مسلمانوں کو جمع کیا کہ اتنی میں سوج مل سپاہ لڑ کر شاہد کے قریب پہنچن پرایا ہمیشہ اُس کا لڑائیوں میں یہ رویہ رہا کہ وہ فوج کا انتظام کرتا اور خود جو کھوں کے مقاموں سے جہاد رہتا۔ قاعدہ کے موافق اُس کو دلی کا محاصرہ کرنا چاہیے تھا۔ مگر وہ تھوڑے آدمیوں کے ساتھ وہاں آیا جہاں بادشاہ کی پُرانی شکار گاہ تھی۔ اپنے گنوار اپنے سے اُس کو بڑی شان سمجھا کہ میں بادشاہوں کے شکار گاہ میں شکار کھیلنے آیا۔ سید محمد خاں پچاس سواروں کا رسالہ لے جاتا تھا کہ شخص نے بتلادیا کہ خاں صاحب آپ کو ہر جاتے ہیں دیکھئے سوج مل کیلدا کھڑا ہو۔ خاں صاحب اُس پر پلٹے اور شکار گاہ میں شکار مار کر نجیب الدولہ پاس لے آئے۔ نجیب الدولہ کو دور دراز تک یقین نہ آیا کہ سوج مل مارا گیا جب یعقوب علی خاں نے اُس کا وہ ہاتھ پہچانا کہ جس میں ماسور تھا اور اُس کی آستین کو دیکھا کہ وہ اُسی چھینٹ کی تھی جو اُس نے تختہ بھجوائی تھی تو اُس کو یقین ہوا اُس کا بیٹا جو اب ہرنگہ سکندر آباد کو سپاہ لے چلا آتا تھا کہ مغلوں نے اُس پر حملہ کیا جن کے ساتھ ایک نیرہ پر سوج مل کا سر بھی تھا۔ اس نیرہ کو جو اب ہرنگہ کی فوج دیکھ کر ایسی گھبرائی کہ شکست کھا کر اپنے ملک کو بھاگی جواہر مل اپنے باپ کی گد سی پر بیٹھا اور اُس نے



یہ بڑی غلطی کی کہ دیکھو کچھ لکھ راؤ کو اپنی امداد کے واسطے بلایا۔ اول میں تو وہ کامیاب ہوا شاہجہاں آباد کا محاصرہ کر لیا۔ اور دین مہینہ تک نجیب الدولہ کو ستایا کیا۔ مگر لکھ راؤ ہلکے ہمیشہ مسلمانوں کا فتنہ دل تھا۔ وہ جاٹوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا۔ اس سبب صلح ہو گئی اور خضر آباد میں نجیب الدولہ کی جو اہرنگہ سے ملاقات ہوئی پھر جو اہرنگہ اپنے ملک کو چلا گیا۔ اب اس نوجوان کے ہمراہ وہ شہر دفرائیس پھر ہوا۔ یہ بھی عجب آدمی تھا وہ میر قاسم عالی جاہ کا نوکر ہوا۔ اُس کو نیک حرامی سے پکڑوا کر شجاع الدولہ کے حوالہ کیا اور پھر شجاع الدولہ کا نوکر ہوا۔ اُس کو خراب کیا۔ پھر جو اہرل کا نوکر ہوا۔ اور اُس کو چڑھا کر راجہ مادھو سنگھ جو پورولے سے لڑنے کے لئے گیا۔ اجمیر کے قریب لوکھ کے تالاب پر بھپوتوں کی شکست پائی تو پھر وہ راجہ جو پور کا نوکر ہو گیا۔ اب جو اہرنگہ پھر کرالور میں آیا۔ پھر یہاں سے بھرت پور میں گیا۔ وہاں سوآگرہ میں پہنچا۔ اور تھوڑی دنوں میں مارکیا بعض کہتے ہیں کہ جو پور کے راجہ نے قتل کر دیا۔ اس کے بعد جاٹوں کی ریاست میں بہت جھگڑے برپا ہوئے اور سورج مل کے دو بیٹے اور مارے گئے۔ باقی تیسرا بیٹا رنجیت سنگھ راجہ ہوا۔ اُس کے عہد میں جاٹوں کی ریاست کا بڑا عروج ہوا۔ جس ملک پر وہ فرماں روائی کرتے تھے اُس کے شمال مغرب میں الورا اور جنوب مغرب میں آگرہ تھا۔ اُس کی آمدنی دو کروڑ روپیہ کی تھی۔ ساٹھ ہزار فوج اُن پاس تھی۔

اس وقت دکن میں مرہٹے اپنی جھگڑوں میں آپ بھٹنچے ہوئے تھے۔ انھوں نے ہندوستان پر بالکل توجہ نہیں دی۔ ان کی اوجہ میں جو الہ آباد میں اُن سے بادشاہ سے معاملے ہوئے اُن کا بھی کچھ لحاظ نہیں کیا۔ مگر اُس ملک میں دیکھا جاتا تھا کہ بادشاہ انگریزوں کی اعانت سے قابض ہو گا۔ نجیب الدولہ نے گواپنی پاک طینتی اور سننیتی سے شاہجہاں آباد کا انتظام کیا۔ اور بک خوش راضی کیا۔ مگر وہ دہلی کی سلطنت کو مستحکم نہ کر سکا اور نہ وہ ملک دوبارہ لے سکا جس سے بادشاہ چین آرام سے اپنے باپ دادا کے قلعہ میں بسر کرتا۔ ابھی مشرق میں جاٹوں سے اُس نے اپنی دلیری اور جواہری سے پچھپھا ٹھٹھایا ہی تھا کہ مغرب کے سکھوں نے دہلی پر آفت لانی کا ارادہ کیا۔ مگر اس وقت شاہ ابدالی نے پھر اُس کی امداد کی۔ سکھوں نے اس بادشاہ کے نائب کو نکال دیا تھا اور سارے ملک میں غدر مچا رکھا تھا۔ اپریل ۱۷۶۱ء میں وہ لاہور میں آیا۔ سکھ بھاگ کر پہاڑوں میں چلے گئے۔ آلا حاکم نے سرہند میں دو لاکھ کے قریب پانچ جمع کی شاہ ابدالی نے نو سو کوس دور وزیں طرک کے اُس پر حملہ کیا۔ اور شکست دے دی۔

شاہ ابدالی کا اڈا کھول کا شکت دینا



میں ہزار آدمیوں کو قتل کیا۔ اور پانی پتے نواح میں پچاس ہزار سپاہ لے کر آیا۔ لیکن نور الدین خاں کو لاہور میں اپنا نائب مقرر کر کے چلا گیا۔ پھر کبھی ہندوستان میں نہیں آیا۔ شجاع الدولہ کو ایک لعنت ملامت کا خط لکھ کر بھیج دیا کہ ہم نے تجھے کیا کما تھا اور تو نے بادشاہ کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ مگر یہ بے وفائے کی رونگی کے بعد کب اُس کی بات کو مانتا تھا۔

اب مرہٹوں نے ۱۷۶۵ء میں تمام اپنے آپس کے جھگڑوں سے فرصت پائی۔ اوچنیل پارتر دی اور اس سنہ کے آخر میں وہ جو پور پر گرے۔ اور یہاں سولہ سال میں بھرتپور میں پہنچے وہاں سے محصول لیا اور دہلی پر حملہ کا ارادہ کیا۔ اُن کے سردار دوست تھے۔ ایک مادھوجی سیندھیہ ٹیل وہ رانوجی سیندھیہ کا بیٹا تھا۔ وہ رُہیلوں اور پٹھانوں کا جانی دشمن تھا۔ دوسرا لوجا جی ہلکر تھا وہ ملہراؤ ہلکر کا سردار فوج کا تھا۔ وہ اپنے آقا کی طرح پٹھانوں کو دوست رکھتا تھا غرض ان دوسرا دونوں میں ہمیشہ اختلاف رہا چلا آتا تھا۔ اسی سبب مرہٹوں کے معاملات سرسبز نہ ہو سکی اور اس اختلاف کے اُن کے اوپر بُری بُری نوبتیں آئیں۔ اب دہلی میں نجیب الدولہ ہلکر کے ساتھ اتفاق کر کے حملہ کرنے والوں سے مصالحت کر لی۔ اس میں جاٹوں کو تو نقصان ہوا۔ مگر رُہیلوں نے جو نجیب الدولہ کے کئے سے صلح کی اُس کے سبب وسط دو آب کے اضلاع مرہٹوں کے حوالہ کرنے پڑے جو بادشاہی اضلاع دہلی اور الہ آباد کے درمیان تھے۔ تھوڑی دنوں کے بعد یہ وزیر نیک تہسیر ساٹھ برس کی عمر میں مر گیا۔ کچھ ضرور نہیں کہ ہم اس شریف نجیب زیر کی خوبیوں کا زبان قلم سے اشتہار دیں خود اُس کو کام اُس کا اظہار کر رہے ہیں کہ پچاس سواروں کی سرداری سے اُس نے میدان جنگ میں دلاوارانہ کام کر کے اپنے تئیں اس رُتبہ پر پہنچایا۔ اور خوش اخلاقی اور نیک نیتی سے اپنا ان پڑھ مرنے اور عالی خاندان نہ ہونے کے عیبوں کو مٹایا سلطنت کی کل جو بالکل بند پر مٹی تھی اُس کو اپنی جوانمردی کے ہاتھوں سے چلایا۔ ضابطہ خاں اُس کا بیٹا جانشین ہوا۔ اگر اس بیٹے میں بھی باپ کی سی لیاقتیں ہوتیں اور شاہ عالم بھی عالی حوصلہ اور صاحب ہمت ہوتا تو سلطنت تیمور کے سوکھے کھیت کو یوں ہزار کر لیتا۔ کہ پھر رُہیلوں کو اپنا رفیق بناتا۔ سیندھیہ اور ہلکر کو آپس میں لڑتا تا بھڑاتا انگریزوں کے ساتھ دوستی رکھتا۔

جب ہٹو دو آب کے ادھر کے حصوں میں پھیلے اور تمام روہیلکنڈ میں فرخ آباد کے سوا پھیل گئے۔ تو

مرہٹوں کا پھر تھوڑا سا دور آنا

ضابطہ خاں کا دلی سے مرہٹوں کا ٹھکانا۔



ضابطہ خاں نے کوئی لڑنے کا سامان نہیں کیا۔ یہاں تک کہ لڑنے والے اس مرتد دارالسلطنت پر بھی قابض ہو گئے۔ قلعہ میں انھوں نے جوان نجات کو بہتور قائم رکھا اور خود اُس کی طرف سے انتظام کرنا شروع کیا۔ ضابطہ خاں نے مرہٹوں کا مقابلہ نہیں کیا۔ بلکہ وہ اپنی ریاست سہارنپور اور نجیب گڑھ کو چلا گیا۔

شاہ عالم اپنی پست فطرتی اور کم عقلی سے ہمیشہ محکوم اپنے کسی ملازم کا ہو جاتا۔ ابکل وہ امیر الدولہ اور انگریزوں کے کہنے میں چلتا تھا۔ اب یہاں الہ آباد میں رہتے رہتے ایسا تنگ ہو گیا تھا کہ اُس نے شاہجہاں آباد کا ارادہ کیا مگر اس کا وہ محتاج تھا کہ کوئی اُس کو وہاں تک پہنچاؤ اس کام کے واسطے مرتبہ مقرر ہوئے۔ اور سیف الدین خاں سیف بن کے مرہٹوں کے سرداروں پاس دکن میں گئے۔ اور لڑنے میں بادشاہ نے کلکتہ میں انگریزی حاکموں سے اس امر میں مشورہ پوچھا انھوں نے نہایت اپنی مرضی کے خلاف یہ ارادہ بتایا شجاع الدولہ نے اپنے اغراض نفسانی کے سبب سے درپردہ بادشاہ کے اس ارادہ کی تائید کی مئی ۱۷۷۷ء میں الہ آباد سے بادشاہ دلی کو چلا۔ اُس کے ساتھ اس وقت فوج تھوڑی تھی مگر آراستہ تھی۔ ایک پلٹن انگریزی وردی پہنچے ہوئے تھی میڈوک فرانسس اُس کا افسر تھا اگرچہ اُن پڑھتا تھا مگر سپاہی اچھا تھا۔ پہلے سالانہ مزناخت خاں تھا۔ اور میجر جرنیل سر روبرٹ پاکر صاحب کچھ فوج لے کر کڑا تک بادشاہ کے ساتھ گیا۔ یہاں ان جرنیل صاحب نے بادشاہ سے عرض کیا کہ آپ دلی نہ جائیے۔ مگر بادشاہ نے نہ مانا۔ جن اضلاع میں بادشاہ ہو کر چلا گیا پھر اُس کی حکومت کا کوئی نشان اُن میں نمودار نہ ہوا۔ اب اس بادشاہ کی سلطنت میں دو مخالفت گروہ تھے۔ ایک مسلمان جو یہ چاہتے تھے کہ شاہ ابدالی جس قدر ملک ہماری لئے چھوڑ گیا ہو اُس کو اپنے قبضہ میں رکھیں۔ دوسرے مرتبے تھے جو یہ چاہتے تھے کہ پانی پت کی لڑائی میں جو نقصان ہمارا ہوا ہو اُسے پورا کریں۔ اُس کے سوا شجاع الدولہ تھا جو اس تاک میں رہتا تھا کہ جو گروہ ضعیف ہو اسی کو کچھ لے کر انگریز بھی اپنی دشمنی سے اعتدال ساتھ اسی منصوبہ کے درپے تھے۔ اب بادشاہ فتح گڑھ میں پہنچا۔ یہاں احمد خاں بنگش ان ہی دنوں میں مر گیا۔ اُس کے بیٹے مظفر الدولہ نے پانچ لاکھ روپیہ نذرانہ کا پیش کیا۔ بادشاہ نے یہاں برسات کے سبب سے مقام کیا۔ اس وقت تین ہزار مرہٹوں کی سپاہ دہلی میں تھی۔ مادھو جی سیندھیہ پہلے فرخ آباد میں

شاہ عالم دلی میں آنا

بادشاہ پاس آیا اور اپنے عہد و پیمان بادشاہ سے ٹھرا گیا۔ اور ۲۵ دسمبر ۱۷۵۷ء کو بادشاہ قلعہ میں داخل ہوا عبدالاحد خاں کشمیری بادشاہ کا مقرب ہوا۔ مجدد الدولہ کا اُس کو خطاب ملا وہ مدارالمہام بادشاہ کے گھر کا ہوا یہ ایک آدمی بڑا مکتار اور فریبیا تھا اُس کے کاموں سے آگے حال معلوم ہو گا۔ مرزا نجف خاں نے سپاہیوں اور بہادروں کو تلامش کر کے اپنے تئیں لایق سپہ سالار بنایا۔ اب یہ بادشاہ کو اُس کے دوستوں یعنی مرہٹوں نے چین نہیں لینے دیا۔

ابھی ہم نے لکھا ہے کہ ضابطہ خاں کو ایک برس گزر گیا تھا کہ وہ اپنے علاقہ بادونی محال یعنی اضلاع سہارنپور اور مظفرنگر کو چلا گیا تھا اُس کے پاس تین بڑے مضبوط قلعے تھے۔ دو پتھر گڑھ و سکر تال دریا گنگا کے بائیں اُس طرف تھے یہ اُس کے باپ کے بنائے ہوئے تھے تیسرا قلعہ غوث گڑھ مظفرنگر کے قریب اُس نے خود بنایا جس کی عالیشان مسجد آج تک اُس کا نشان بتاتی ہے۔ اول ان قلعوں پر بادشاہی لشکر نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا اُس نے اول سکر تال کا محاصرہ کیا اور مدت تک لڑائی ہوتی رہی۔ اور ضابطہ خاں جب محاصرے سے تنگ ہوا تو اُس نے بھائی بندوں کو لکھا کہ جہاں جہاں گنگا پایاب ہو گئی ہو ان مقامات کی حفاظت کرو اگر دشمن گنگا پار ترائیں گے تو نہ مجھ چھوڑیں گے نہ تمہیں اس لئے پرانے افغانوں نے معایر کا انتظام کیا اس نظام سے مرہٹوں اور نجف خاں کو بھی معلوم ہوا کہ گنگا پایاب ہو اس لئے وہ چند معایر کے سامنے سے گزرا جسے محافظین نے یہ جاننا کہ وہ اوپر کو چلا گیا مگر دفعتاً ایک مضبوطی سے اتر کر حملہ آور ہوا۔ ضابطہ خاں نے مقابلہ اُس کا اچھی طرح کیا مگر شکست کھا کر شجاع الدولہ پاس بھاگ گیا گھر بار اہل و عیال اور خزانہ اُس کا دشمنوں کے ہاتھ لگا ان اہل و عیال میں غلام قادیان اُس کا بڑا بیٹا بھی تھا وہ ایسا خوبصورت تھا کہ جب بادشاہ پاس بھیجا گیا تو اُس نے محل سرا کی بیگم بنایا شاید اسی کا عرض آخر اُس نے لیا۔

اگرچہ یہ لڑائی مرہٹوں کی ضابطہ خاں کے ساتھ تھی مگر اس میں مرزا نجف خاں نے بڑا نام پایا۔ وقتی وہ ناموری کے لایق ہی تھا۔ اصل میں وہ ایران کا شاہزادہ تھا۔ وہ اپنی بہن کو ساتھ ہندوستان میں آیا تھا اور اُس کی بہن آصف الدولہ کے بھائی اعز الدولہ کو سیاہی گئی تھی اُس نے لیاقت اور شجاعت سے اپنا مالی خاندان ہونا اور ہندوستان کے امیروں سے برتر ہونا دکھا دیا۔ اول اپنے بہنوئی کے بیٹے محمد قلی خاں پاس



الہ آباد میں رہتا تھا جب شجاع الدولہ نے دغا سے اپنے بھتیجے کو مار ڈالا تو وہ پھر شاہ عالم کی رفاقت میں رہنے لگا۔ اُس کے ساتھ جو رفاقت اور لیاقت کے کام کے اُنھیں آگے پڑھ لینا۔

بادشاہ نے سٹائیں برسات تو دہلی میں بسر کی۔ مرہٹے آگرہ کے ارد گرد پڑے رہے۔ سہیلیں فرشتے الدولہ کے ساتھ اتفاق کر کے اہل اسلام کو متفق کرنا چاہا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپس میں ملنا نہ لکھا گیا اور اس میں سرسار پار کرنا۔ جزیل شریک تھا اور اسی کی صلاح اور مشورہ سے یہ صلح ہوئی کہ حافظ رحمت خاں شجاع الدولہ کے ساتھ اُن سب لوگوں میں اطاعت کر دے جو ضابطہ خاں کی معاونت کے معین ہوں اور چالیس لاکھ روپیہ چاقوٹوں میں اس کام کے واسطے ادا کرے کہ مرہٹوں کو ہلکھنڈ سے خارج کرنے کے جائیں غرض یہ صلح جو مرہٹوں کے حق میں زہر ہوئی اور جوں کے لئے کو لکھی گئی پھر ان افغانوں میں آپس میں ایسی تلوار چلی کہ بھائی بھائی کے خون کا پیاسا تھا۔ مینا بائی کے لئے تلوار سونے پھرتا تھا۔ باپ بیٹے کو فوج کرنے کے لئے ڈھونڈتا تھا شجاع الدولہ کی تحریک سے ضابطہ خاں نے مرہٹوں سے سازش کی۔ مرہٹوں نے اُس سے وعدہ کیا کہ بادشاہ سے تیرے قصور معاف کرادے جائیں گے۔ اور باپ کا عمدہ امیر الامرائی دلا دیں گے۔

مرہٹوں نے رنجیت سنگھ کو اُکسایا کہ وہ اپنے کسی بھائی سے ریاست لب گدھ کی چھین لے جب اس کے ارادہ کی خبر رئیس لب گدھ کو ہوئی تو اُس نے بادشاہ سے استعانت چاہی شہر کے آخر میں مرزا نجف خاں نے جس کا اب خطاب ذوالفقار الدولہ ہو گیا تھا ایک لشکر اُس کی استعانت کے واسطے ایک بلوچ سردار کے ماتحت بھیجا۔ مرہٹوں نے اپنا لشکر بھرت پور کے جاٹوں کی ملک کے لئے بھیجا۔ اُس نے بھرت پور کے لشکر کے ساتھ مل کر بادشاہی لشکر کو دلی کی طرف پس پکڑا۔ سینہ دھیانے اس لڑائی کو اس لئے نہیں پسند کیا کہ اُس میں ضابطہ خاں کا سپرینچ میں تھا۔ اُس کو رُہیلوں سے نفرت تھی۔ اس لئے وہ توجہ پور ٹوٹنے چلا گیا تو کاجی ہلکار مرہٹے آگے دلی کی طرف بڑھے۔ بدر پور پر مرزا نجف خاں نے اُس کا مقابلہ کیا۔ اگرچہ سپاہ اچھی تھی اور اُن کے ساتھ میٹرمیڈوک تھا۔ مگر تعداد اُس کی قلیل تھی۔ دشمنوں کے کثیر لشکر کے سامنے نہ ٹھہر سکی اور پست پا ہو کر ہمایوں کے مقبرہ کے پاس آئے چار روز یہاں بھی لڑائی کا ہنگامہ چڑھا رہا اور مرزا کا بھانجہ مرزا حسن لڑائی میں مارا گیا۔ مرزا بھی سپاہ کو گردیا گنج کی راہ سے نہریں

ہیلیوں اور شجاع الدولہ کی صلاح

دلی کے قریب لڑائی اور ضابطہ خاں کا امیر الامرا ہونا

داخل ہوا۔ دشمن بھی اُس کے پیچھے آئے قلعہ کی خفایات مرزا نے اچھی طرح کی مگر حاکم الدولہ مرہٹوں کے لشکریں پیغام صلح لے کر چلا گیا۔ اس وقت بادشاہ کی ضعیفی اور نالایقی سے مرزا کی ساری بادیاری خاک میں مل گئی۔ مرہٹوں کو اس وقت دکن جانے کی ضرورت تھی اس لئے بادشاہ سے فقط یہ شرائط پیش کیں کہ ضابطہ خاں امیرالامرا ہو۔ اور وہ اضلاع دوآب جو بادشاہ پاس انگریزوں کی حمایت کے سبب تھے وہ اُن کو دینے جائیں۔ یہ شرائط منظور ہو گئیں۔ اب مرہٹوں نے سکر تال کی لڑائی کی تنخواہ کا دعویٰ مرزا سے شروع کیا۔ اور اُس کے دربار میں نہ آنے کا حکم بادشاہ سے دلا دیا۔ یہ ذکر دسمبر ۱۷۸۱ء یعنی بادشاہ کے آنے سے گیارہ مہینے بعد کا ہے۔ اب آگے نکلنے کی وارداتیں سنو۔

اس وقت مرزا نجف خاں کے ساتھ تھوڑے سے آدمی مرنے لڑنے والے جو اندھو۔ سہارنپور سے اُس نے بہت سی افواہیں پھیلانے کو بھیجی بالیا۔ اور لکھنؤ اور وازدہ کی طرف اسماعیل خاں کا بلی کی مستحکم حویلی میں بونٹیا مڑھنے سے کسی طرح نہ ڈبا۔ برابر جواب دیتا رہا۔ اور اُن سے کہہ دیا کہ میں تمہاری تنخواہ نہیں دیکتا۔ ایک دن نجف خاں ہتیار لگا اور ستر کپڑے پہن اور اپنے لشکر کو لے کر مرہٹوں سے لڑنے کو نکلا۔ اور جب وہ اُن کے لشکر کے قریب پہنچا تو کوجی نے مرزا کا استقبال کیا اور بڑی خاطر داری اور عزت سے اپنے خیمہ میں لے گیا۔

اب مرزا نجف خاں سے اتحاد پیدا کر کے مرہٹوں نے زمبابوں پر حملہ کر دیا اور ارادہ کیا کہ اور لکھنؤ سے وہ سیکھڑ میں آن پڑے۔ بادشاہ نے جو صوبے سپہ دوآب ترین میں چھوڑے تھے اور اُن کا انتظام نہ کر سکتا تھا وہ انگریزوں نے سپاس لاکھ روپیہ کو شجاع الدولہ کے ہاتھ بیچ ڈالے تھے۔ اب انگریزی سپاہ شجاع الدولہ کے ساتھ مرہٹوں سے لڑنے کے لئے سیکھڑ میں متعقد ہوئی۔ حافظ رحمت خاں کو چالیس لاکھ روپیہ کی ضرورت پڑی اُس نے مرہٹوں سے دستی کر لی جب شجاع الدولہ اور انگریزوں کی فوج اُس کو نظر پڑی تو وہ پھر مرہٹوں کو چھوڑ کر آئی ملا۔ مرہٹے اس لئے آمادہ ہو چکے تھے۔ پٹنیا کے مرنے کے سبب اُن کو ضرورت دکن میں جانے کی تھی وہ وہاں چلی گئی۔

مرزا نجف خاں شجاع الدولہ کا رشتہ مند تھا۔ اُس پاس چلا آیا۔ نواب وزیر شجاع الدولہ نے اُس کو اپنا نائب مقرر کر کے بادشاہ پاس بھیجا اور انگریزوں نے اُس کی بہت سفارش بادشاہ سے کی کیونکہ



وہ ایک ایسا سردار تھا جو انگریزوں کے دشمنوں کا یعنی مرہٹوں اور رہیلوں دونوں کا دشمن تھا اس لئے وہ بھی اُس کا بادشاہ پاس رہنا چاہتے تھے غرض ان سفارشوں کے زور اور کچھ اپنی سپاہ اور جو انگریزوں سے وہ اپنے عہدہ پر بحال ہوا۔ ضابطہ خاں جاٹوں پاس چلا گیا جسام الدولہ قید ہوا۔ اور سارا روپیہ جو ناجائز طور سے کما گیا تھا وہ پندرہ لاکھ روپیہ کے قریب اُگھوایا گیا۔ اسے شاہ عالم کا انتظام سمجھ لینا چاہیے کہ ایک نوکر جو دوسرے نوکر تھا۔ پندرہ لاکھ کما گیا اُس کی جگہ عبدالاحد خاں مدار الملہام مقرر ہوا منظور علی خاں ناظر ہوا عبدالاحد خاں کشمیری کا حال پہلے لکھ چکے ہیں منظور علی خاں بھی سنگدل و غا باز نمک حرام تھا۔

مرزا کا مدت سے ارادہ جاٹوں سے لڑنے کا تھا۔ مگر وہ ششہ میں روہیلکھنڈ کی مہمات میں مصروف رہا۔ اُس نے اکبر آباد کا قلعہ جاٹوں سے لے کر مخمبیک بھدان کے سپرد کر دیا۔ جاٹوں کے راجہ نجیت سنگھ کو اس کا بڑا داغ تھا۔ اُس نے دار السلطنت پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اور دس ہزار سوار لے کر سکندر آباد میں پہنچا دیلی میں اس وقت سپاہ پانچ ہزار سوار اور دو پلٹین سپاہیوں کی تھیں وہ ان جاٹوں کے نحال دینے کے واسطے کافی ہوئیں۔ مگر پھر نجیت سنگھ شہر کو ساتھ لے کر آیا اس وقت مرزا روہیلکھنڈ سے آگیا تھا ششہ کے برسات کے بعد وہ اُن سے لڑنے کے لئے روانہ ہوا۔ کہریانہ سے ایک سردار نجیت قلی خاں دس ہزار سپاہ لے کر آگیا تھا۔ یہ سردار بڑا عمدہ سپاہی تھا۔ اور وہ بڑا وفادار اور خیر خواہ اپنے آقا کا تھا وہ ذات کا راٹھور جو پت بیکانیر کا رہنے والا تھا۔ پہلے محمد قلی خاں کے باپ کے پاس رہتا تھا مرزا کے کہنے سے مسلمان ہو گیا تھا۔ اب اس زمانہ میں سیف الدولہ خطاب ہو گیا تھا۔ اور جو میں لاکھ روپیہ کے مالک پرصوبہ تھا جب مرزا اس بڑی لڑائی کے لئے روانہ ہوا تو عبدالاحد خاں مجد الدولہ کی بن آئی۔ جہاں تک ہو سکا مرزا کی طرف سوشاہ کے کان بھری اور بہت منصوبے اُس کے بگاڑنے کے سوچے اور یقینی وہ بڑا فساد کھڑا کرتا۔ مگر اس وقت آصف الدولہ نیا وزیر اپنے باپ کی جگہ ہوا تھا۔ اس کا ویل لطافت خاں پانچ ہزار سپاہ لے بادشاہ کی خدمت گزاری کے لئے حاضر تھا۔ اس لشکر نے عبدالاحد خاں کی بددیانتی سے دلی کو بچا لیا اب جاٹ ہوڈل میں تھے۔ یہاں سوان کو مرزا نے نحال دیا تو وہ کوٹ بن میں چلے گئے۔ یہاں دو ہفتہ تک لڑائی کی پھر چھاڑ دی۔ پھر وہ ڈیگ میں چلے گئے اب مرزا نے یہ دیکھ کر کہ جاٹوں کے حملے موقوف ہوئے وہ

جاٹوں سے مرزا نجف خاں کی لڑائیاں



اُن کے لشکر کو اپنے پیچھے چھوڑ کر برسانہ میں چلا گیا یہاں بڑی لڑائی ہوئی۔ بادشاہی فوج کا ہر اول قلی خاں تھا قلب شاہ میں مرزا تو دہتا تھا۔ اُس کے بازوؤں میں پلٹنیں سپاہیوں کی تھیں جن کے افسروں نے بنگال میں انگریزی قواعد کی تھی بہت سپاہ پر مغلوں کے سوار تھے۔ دشمنوں کی سپاہ میں پانچ ہزار سپاہیے قواعد وہ تھے۔ شمر و اُن کا سپاہ سالار تھا۔ اُس نے حملہ کیا۔ اور اپنی توپ بندوق کی آتشازی شروع کی۔ اُس کا جواب دوسری طرف سے بھی توپوں سے دیا گیا۔ مگر اُس میں مرزا کی سپاہ کے عمدہ عمدہ افسر مار گئے اور خود اُس کے بازو زخم آ گیا جس کو اُس نے ایک کنوین پر بٹھیکر باندھا۔ پھر اُس نے تکبیر کا نعرہ مار کر اپنے مغل سواروں سے دشمنوں پر حملہ کیا اور نجف قلی خاں سپادیوں کی پلٹنوں سے جاٹوں پر گرا۔ شمر نے اپنی پلٹنوں سے اُس کا سخت مقابلہ کیا۔ مگر تھوڑی دیر میں وہ ہست پا ہوا۔ اور سب سے سب ڈیگ کی طرف چلا گیا فتح پانچواں لو کے ہاتھ میں بہت غنیمت آئی۔ اور انھوں نے جا کر قلعہ ڈیگ کا محاصرہ کر لیا برس روز کے بعد محاصرہ میں وہ شمشیں ہاتھ آیا چھ لاکھ روپیہ نقد سوار اسباب کے ملا۔ جاٹ ہاتھوں پر بٹھیکر اپنا ہلکا اسباب کمیر کے قلعہ میں چلے گئے جب مرزا یہ فتوحات عظیم حاصل کر کے ملک کا انتظام کر رہا تھا تو اُس کو دربار شاہی سے یہ خبر آئی کہ عبدالاحد خاں مجدد ولد دیوان کی شرارت سے ضابطہ خاں نے بہت لکھوں کی فوج بھرتی کر لی ہے اور اُس کا ارادہ شاہجہاں آباد میں آنے کا ہوا۔ یہ جو افسر مرزا دہلی میں فوراً چلا آیا۔ یہاں لوگوں نے اُس کی بڑی تعظیم کی۔ برسانہ کی لڑائی میں شمر بھی اُس کے ساتھ ہو گیا تھا۔ اُس کا یہ قاعدہ تھا کہ جس کسی کو زبرد اور چلتا ہوا دیکھتا اُس کے ساتھ اپنی پلٹنوں سمیت ہولیتا اب مرزا کے سبب مردہ سلطنت میں دم آتا تھا۔ اس طرف ہندوستان میں سوار انگریزوں کے بنگال میں کوئی صاحب اقتدار اور ختم مرزا سزا زیادہ نہ ہوتا۔ جاٹوں پاس صرف تین قلعہ رہ گئے تھے اگر دیں صوبہ مقرر کیا تھا اُس پاس سوار ایرانی اور مغلوں کے سوار دو برگید سپادیوں کے تھے جن کے اوپر شمر اور میڈوک تھے۔ مرزا کے دلی رفیق ہندوستانیوں میں نجف قلی اور محمد بیگ ہمدان تھے۔ مرزا شفیع بھی ایک رتبہ کا امیر اُس کا بڑا رفیق تھا۔ بادشاہ اس قوت قلعہ معلیٰ میں عیش و عشرت میں مصروف تھا۔ نجف خاں کے اقتدار پر اگر کسی کو حسد تھا تو عبد الاحد خاں کشمیری اور اوز نامر دامیروں کو تھا۔ قاعدہ جو مرد اوز نامر د میں محبت نہیں ہو سکتی۔ رہیلیوں کی رہائشیں



برباد ہو گئی تھیں اس لئے مرزا کے گرد رہیلوں کا بھی جگمگ رہتا تھا۔ مگر عبداللہ صاحب نے خفی خفی مضابطہ خاں کو بھٹکا کر باغی کر دیا مرزا نے بھی اُس کی گوشمالی واجب جانی اور اُس کے لشکر کو تباہ کر دیا۔ مضابطہ خاں کو کچھ مرہٹوں اور جاٹوں سے اعانت کی امید رہی نہ تھی اس لئے اب کی دفعہ اُس نے سکھوں کا دامن پکڑا۔ ان دونوں میں سرہند کے اندر پیٹالہ اور جنید میں سکھوں کا بڑا زور شور ہو رہا تھا مضابطہ خاں سکھوں سے ایسا مل جل گیا کہ اُس کے سکھ ہونے کا شہرہ ہو گیا یہ سارے سکھ اُس نے غوث گدڑ کے قلعہ میں جمع کر بیٹھ خاں امیر الامرا بہادر نے جا کر خود قلعہ کا محاصرہ کیا۔ پٹھانوں نے بھی مورچہ باندھے بغرض ایک مہینہ تک بڑی بڑی لڑائیاں رہیں۔ ایک دفعہ مضابطہ خاں خود پیغام صلح لے کر مرزا پاس آیا۔ مگر صلح اپنی مرضی کے موافق نہیں دیکھی اس لئے اُلٹا چلا گیا۔ پھر سکھوں اور رہیلوں کو ساتھ لے کر سخت لڑائی لڑا۔ ابدالی اور مرہٹوں کی لڑائی جو پانی پت میں ہوئی تھی اُس کے بعد یہ سخت لڑائی ہوئی۔ ساری دن ہنگامہ کارزار گرم رہا۔ دونوں طرف مردوں نے مردانگی اور مردی دکھائی جیسا کہ ہوئی تو سکھ اپنے گھروں کو چلے گئے مضابطہ اپنے قلعہ غوث گدڑ میں چلا آیا۔ دوسرے روز صلح کا اُمید دار اور عفو و تقصیر کا خوشنما ہوا مرزا نے قلعہ کو معاف کر دیئے۔ تھوڑے دنوں وہ اُن کی خدمت میں رہا۔ اور ششہ مندی اُن میں آپس میں ہو گئی کہ مضابطہ خاں کی بہن خود امیر الامرا سے اور اُس کی بیٹی بیٹھ قلی خاں سے بیاہی گئیں اور اُس وسیلہ سے سہارنپور کی فوجداری پھر اُس کو مل گئی۔ بعد اس لڑائی کے ہندوستان میں امن ہو گیا۔ امیر الامرا دوبارہ آکرہ میں گیا۔ اور ملک کا انتظام شروع کیا۔ انگریزوں نے بھی اُس سے عہد و پیمان کرنے چاہے مگر اُس نے شمر کے حوالہ کرنے سے انکار کیا۔ اس لئے عہد و پیمان نہ ہوئی۔ اس وقت اودھ میں آصف اللہ بادشاہ کا وزیر صوبہ تھا۔ سرہند میں ملا۔ احمد داؤد فوجدار مقرر ہوا۔ بیٹھ قلی خاں بھی اُس ملک کا صوبہ تھا جو سرہند کی سرحد سے راجپوتانہ تک پھیلتا تھا۔ شمر کو وہ ملک دیا گیا جو مضابطہ خاں کے ملک کے پاس تھا اس لئے اُس کا صدر مقام سرحدتہ مقرر ہوا۔ یہ ملک چھ لاکھ روپیہ کی آمدنی کا اُس کو لشکر کی تنخواہ میں دیا گیا۔ اس بہ معاش کو بھی اپنی بدکاریوں کا پورا انعام مل گیا۔ اور وہ اُس کی آمدنی ہو گئی جو اُس کے ملک کے اچھے اچھے امیروں کی نہ تھی۔

اب مرز نجف خاں کو پھر ولی میں لڑائیاں لڑنے کے لئے آنا پڑا سکھوں نے سر ہند کے فوجدار احمد داؤد خاں کو شکست دے کر مار ڈالا۔ جب یہ خبر بادشاہ پاس آئی تو عبداللہ خاں نے یہ سمجھ کر کہ میں سکھوں کو شکست دے کر اور ان کو بلا کر مرز نجف خاں کا ہم پلہ ہو جاؤں گا اس ہم کا بیڑا اٹھایا اور مرزا خوان بجت علیہ کو یا مرزا فرخزہ بخت کو یا مرزا اکبر کو ان بیٹوں میں سے کسی شاہزادہ کو ساتھ لے کر خیمہ باہر کھڑا کیا۔ اور صلہ عام خلافت کے ازدحام کے نوکر رکھنے کے لئے کی چونکہ اس میں شاہزادہ کا بھی حکم تھا اس لئے اس کے ساتھ لشکر کا جو ہم ہو گیا اور پرنس نے سپاہی اور افسر بھی جمع ہو گئے۔ ایسے زمانہ میں نوکری کہاں ملتی تھی اور مرز نجف خاں کے لشکر کا بھی ایک حصہ اس کے ہمراہ گیا۔ غرض جب عبداللہ خاں پاس میں ہزار آدمیوں کا لشکر ہو گیا اور ایک توپخانہ ساتھ تھا۔ کرنال میں سکھوں کے قریب پہنچا۔ لڑائی سے پہلے صلح چاہی اور سکھوں سے کہا کہ تم ہمیں لاکھ روپیہ بھجھو دو اور آئندہ سالانہ خراج دینے کا وعدہ کرو۔ غرض کہ سکھوں کے لشکر کو اپنے ساتھ ملا کر وہ شمال کی طرف چلا۔ مگر امیر سنگھ جاٹ نے پٹیاہ میں اسے روکا۔ عبداللہ خاں نے پھر کا پیغام دیا۔ اب کیا تو وہ اس پیغام سے اس کشمیری کی جرأت اور ہمت کو سمجھ گیا۔ یا وہ کشمیریوں کے قول و فعل کو معتبر نہ سمجھتا تھا۔ کیونکہ اس بیوفا ملک میں بھی کشمیری بیوفا مشہور ہیں۔ مگر ہندی و کشمیری دونوں شخصی و فاد محبت میں اپنا جواب نہیں رکھتے جب یہ کشمیری بچہ نہ چلا تو لڑائی کی تیاریاں ہوئیں۔ سکھوں کا لشکر جو بادشاہی لشکر سے ملا تھا وہ بھاگ گیا۔ امیر سنگھ کے پاس لاہور سے ایک اور لشکر آمد کو آگیا۔ غرض بادشاہ کے لشکر کا سردار عبداللہ خاں نامر و تھا۔ شاہزادہ نا تجربہ کار تھا۔ یہ لڑائی ہوئی تھی کہ عبداللہ خاں تو ایسا بھاگتا کہ پیچھے پھر کر بھی نہیں دیکھا۔ بیچارے لشکر کی ماری گئی اور تباہ ہوئے۔ غرض بادشاہی لشکر پر بڑی آفت آئی۔ بہت راد میں ماری گئے۔ یہ واقعہ ۸۹۹ء کے موسم برسات کا ہے۔ اب یہ فتح پاکر پنجابیوں کا یہ حوصلہ ہوا کہ وہ آبہ میں لوٹ مار کرنے لگے۔ اور عبداللہ خاں کے درخت امید میں کوئی پھل نہیں لگا ساری کلکیاں جھڑ گئیں۔

۸۹۹ء میں نجف خاں اگر وہیں آیا۔ کچھ لڑائیاں ان بچہ توں سے ہوتی رہیں جنھوں نے عبداللہ خاں کے بھگانے سے سرکشی اختیار کی تھی۔ اب بادشاہ نے اس کو تاکید کر کے بلایا۔ وہ وہاں سے

عبداللہ خاں کی سازشیں اور سکھوں سے لڑائی

نجف خاں کا ولی آنا اور سکھوں کو شکست دینا



آیا۔ جیسا جہاں آباد کے قریب عبدالاحد خاں اور شاہزادہ سے ملا تو اُس کشمیری کو پکڑ لیا۔ اُس کی نزد گاہ میں قید کر دیا اور دہلی میں جا کر اُس کا سارا گھر باج ضبط کر لیا۔ بیس لاکھ روپیہ کا سرمایہ کل نکلا۔ وہ ترزاہ شاہی میں داخل ہوا یہ اس مرزاہی کی ایمانداری تھی کہ اُس کے اسباب منضبط میں سو سو اچند کتابوں اور دواؤں کے صندوق کے کچھ اپنے پاس نہیں رکھا عبدالاحد خاں کی حرکات بھی عجیب غریب تھیں۔ اُس کو کھانے کا اور دوائیوں کا برا شوق تھا۔ ہمیشہ وہ کشمیر کے چانول کھاتا تھا اور چانول کو دیکھ کر بتا دیتا تھا کہ وہ کشمیر کے ہیں یا نہیں مرزا نے اس کام کو تمام کر کے مرزا شفیع کے ماتحت لشکر سکھوں کی تہنیک کے واسطے روانہ کیا۔ میرٹھ کے قریب ایک لڑائی ہوئی مغلوں کی بہادری اور قواعد کے سامنے سکھوں کی کچھ نہ چلی ان کو سردار مارا گیا۔ پانچ ہزار سکھ قتل ہوئے اور اس ملک سے بالکل نکل گئے۔

۴۴ مئی ۱۷۸۷ء کو اگرہ میں شہر و مرگیا اُس کی قبر پر پرتگیزی میں یہی تاریخ لکھی ہے۔ یہ بڑا سفاک بے رحم بے وفاء ایمان تھا جو لشکر اُس کا تھا اُس کی سردار اُس کی بیگم ہوئی۔ یہ بیگم ایک عرب کی بیٹی کسی کے پیٹ تھی۔ وہ کوتاہ میں رہتی تھی ۱۷۸۷ء میں پیدا ہوئی تھی جب باپ مرگیا تو سوتیلے بھائی کے ہاتھ سے عاجز ہو کر وہ اور اُس کی ماں ۱۷۸۷ء میں دہلی میں جا رہے۔ کچھ دنوں اُس کی شہر و آشنا رہی پھر اُس سے شادی ہو گئی۔ شہر و کے بیٹا ایک مسلمان عورت کے پیٹ سے تھے۔ مگر مرزا نجف نے شہر و کی بیگم ہی لائق سمجھ کے ریاست عنایت کی ۱۷۸۷ء میں اس بیگم نے معلوم نہیں کس سبب سے عیسائی مذہب اختیار کر لیا۔ جو ہاں اُس کا عیسائی نام رکھا گیا۔

۲۶ اپریل ۱۷۸۷ء کو مرزا نجف نے بھی انتقال کیا۔ بیالیس برس وہ ہندوستان میں رہا۔ اٹھارہ برس کی عمر میں یہاں آیا تھا۔ ساتھ برس کے قریب اُس کی عمر تھی۔ ہاں کی طرف سید تھا۔ باپ کی طرف جعفری تھا جہاں تک بن سکا اُس نے اپنی نیک نیتی اور ایمانداری سے سلطنت کے بحال کرنے میں کوشش کی جو اس کا نتیجہ ہوا وہ تم نے پڑھ ہی لیا ہے۔ اب اُس کے جاہ منہ سے دد مدعی کھڑے ہوئے۔ ایک افراسیاب خاں جس کو اُس نے اور اُس کی بہن نے بیٹے کی طرح پالا ہوا تھا۔ دوسرا مرزا شفیع اُس کا قریب کا رشتہ دار تھا۔ اُس کو پس سپاہ بہت تھی۔ ان دونوں سببوں سے اُس کا دعویٰ قوی معلوم ہوتا تھا۔ مگر مرزا نجف خاں کی بہن کی بیٹے

شہر و کا مرزا اور اُس کی بیگم کو ریاست ملنا۔

مرزا نجف کی وفات اور مرزا شفیع اور افراسیاب خاں کا



آفرامیر الامرائی کا خلعت افزایا اب خاں کو بادشاہ سے بوساطت مرزا جو ان بخت نے دلایا مگر اُس کے ساتھ ہی  
 ایک پرچہ مخفی مرزا شفیع کو بھی بھیجا گیا کہ جلدی آؤ اب افزایا اب خاں نے اول کام یہ کیا کہ نواب عبدالاحد خاں کو  
 قید خانہ سے رہا کرایا۔ پھر وہ بادشاہ کے مژدہ پڑھا۔ اب مرزا شفیع دہلی میں آیا اور بخت خاں کے گھر میں آسٹرا  
 اُس کی بہن نے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کا وعدہ اُس سے کیا غرض کچھ معاملہ ایسا ہوا کہ افزایا اب خاں استعفا  
 دے کر باہر چلا گیا اور اپنے معاملہ کا فیصلہ عبدالاحد خاں اور بخت علی خاں کو سونپ گیا مرزا محمد شفیع ان دونوں  
 کے گھروں کے گرد پھرا اور عبدالاحد خاں کو قید کیا اور بخت علی خاں کو اپنی خالی کے گھر میں گھیر کر اپنی آنکھوں کے  
 سامنے رکھا۔ شاہزادہ جو ان بخت پاس بادشاہ کا حکم آیا کہ مرزا سے عہد و پیمان کر لو غرض وہ امیر الامرائی  
 ہو گیا۔ اس عہد کی تمام مدت سختی۔ مگر حریف اُس کا اس وقت یہاں سے غائب تھا۔ مسٹر لوی جو شہر کی بیگم کے  
 لشکر کا افسر تھا دوسرے لطیف خاں جو نواب وزیر کا نائب لشکر کے ساتھ دہلی میں بادشاہ کی خدمت گزار رہی  
 کے لئے رہتا تھا۔ دونوں اب اُس کی حمایت کے لئے کھڑے ہوئے۔ چند روز میں مرزا شفیع کے پاس لشکر بھاگ گیا  
 بادشاہ خود لشکر لے کر جامع مسجد تک گیا کہ مرزا شفیع کو کسی ضلع متھرا میں بھاگ گیا۔ پھر عبدالاحد خاں قید خانہ  
 سے رہا ہوا۔ جس وقت یہ ساری سانگ سلطنت کے بگڑنے کے دہلی میں ہو رہے تھے مرہٹے بھی چیل کی طرح تاک  
 لگا کر بیٹھے تھے۔ جب انگریزوں کو یہ معلوم ہوا تو انھوں نے بھی اس خوف کے کہ مرہٹے بازی نہ لیجائیں  
 بادشاہ کے پاس اپنے دو افسر لٹلے بنا کر بھیجے۔ پہلے اس سے کہ یہ لٹلے دار السلطنت میں پہنچے وہاں اور ہی  
 محل کھلے۔ مرزا محمد مہدائی کو جو آگرہ میں صوبہ تھا ساتھ لے کر آیا۔ اور اُس نے بادشاہ کی خدمت میں یہ درخواست  
 بھیجی کہ ہمارے پرانے متوسل لطف خاں اور مسٹر لوی کو ہمارے پاس صلح کی تمام شرائط پیش کرنے کا اختیار دو  
 یہ عہد وہ یہ درخواست منظور ہوئی اور یہ دونوں گئے۔ ہر چند مرزا جو ان بخت مسرتا رہا کہ کمبختوں کی کمر بستہ  
 ان سرکشوں پر لشکر کشی کرنی چاہیے۔ مگر اس وقت سب کی عقل کے کان بہر ہو گئے تھے یہ دونوں لٹلے  
 بن کر وہاں گئے اور دونوں ماری گئے۔ پھر محمد بیگ اور مرزا شفیع میں آپس میں جھگڑا شروع ہوا اب اس وقت  
 بادشاہ بھی بڑا دق تھا۔ مگر مرزا جو ان بخت نے افزایا اب خاں کو بلا کر اُس کو بھی رضی کر دیا اور مرزا شفیع کو امیر الامرائی  
 کا خطاب دلایا اور عبدالاحد خاں کو مدارالہمام مقرر کیا۔ اس وقت شاہ عالم پر غم و الم کی گھٹا چھائی ہوئی



تھی۔ کچھ نہ سوچتا تھا کہ کیا کئے اُس کے ساری نمک حلال نوکر دل میں حیران اور پریشان تھے کہ دیکھتے آگے  
 کیا ہوتا ہے۔ شاہ عالم کو اس پابندی مصائب میں انگریزوں کے سوار کوئی دیگر نظر نہ آتا تھا۔ سب خیر خواہ بنے  
 کہتے تھے کہ ہماری ان مصیبتوں کو خدا ملے یا انگریز اب ۲۴ ستمبر ۱۸۵۷ء کو مرزا شفیق جو اگر وہ آیا تو اُس کو قلعہ کے  
 اندر جانے کی ضمانت ہوگئی۔ شاید افراسیاب خاں کو پھر مٹنا امیر الامرائی کی ہوئی ہوگی اُس نے یہ تحریک کی  
 ہوگی۔ اس وقت پھر مرزا محمد بیگ جاسوس کے طور پر اُس پاس صلح کے لئے بھیجا ملاقات کی کھلے میدان میں  
 ٹھہری۔ جب دونوں ہاتھیوں پر سوار برابر آئے تو مرزا نے بغلیسر ہونے کے لئے ہاتھ بڑھائے کہ محمد بیگ نے پیچھے  
 اُس پہچلا کر موت کا ہم آغوش کیا بعض کہتے ہیں کہ اُس کے بھتیجے اسماعیل بیگ نے جو آگے ہاتھی پر بیٹھا تھا یہ کام  
 کیا۔ گو یہ کام افراسیاب کی تحریک سے ہوا۔ اور وہ اب امیر الامرا ہو گیا۔ مگر مرزا جو ان سخت کا دل دلی سے بنیرا  
 ہو گیا۔ انگریزوں کے پاس جانے کا ارادہ کیا جب اُس نے سنا کہ ۲۷ مارچ ۱۸۵۷ء کو انگریزی گورنر لکھنؤ میں آگیا  
 ہے تو یہ ارادہ کیا کہ کسی طرح سے دلی سے بھاگ کر اس گورنر کے پاس جاؤں۔ اور سارا حال دلی کا سناؤں۔  
 شاہزادہ نے اپنے بھل گئے ارادہ کو سوار اپنے حقیقی ماموں کے کسی اور کے آگے نہ بیان کیا۔ ماموں  
 نے اُس کے لئے اڑنے کے واسطے جتنا کٹارہ پر گوجر بٹھائے ۲۴ اپریل بھاگنے کی تاریخ ٹھہری۔ جب یہ دن آیا تو  
 اُس نے کہہ دیا کہ آج میں بیمار ہوں کوئی میرے پاس نہ لے۔ اپنی مکان میں جا کر جیس بدلانا۔ اگرچہ رات کو آدھی  
 چل ہی تھی اور اُس کو سوجی پرٹھا ہوا تھا۔ مگر وہ ارادہ کا ایسا پکا تھا کہ اپنے محل سے چھتوں کو کپڑا پہلا لگتا  
 فیض ہنر کے اندر سے ہوتا ہوا اُس کے کسی موٹے سے سلیم گدھ کی فیض پر پہنچا۔ اور فیصل پر سے رسی پر اُترنا۔  
 جس شخص نے اُس کو رستہ دریا میں پایاب بتایا وہاں ڈباؤ پانی نکلا اس پر شاہزادہ کو غصہ تو ایسا آیا تھا کہ وہ  
 سے اُسے اڑا دیتا۔ مگر اس خاندان کی رحم دلی ایسے موقعوں پر مشہور ہے کہ وہ غصہ پی کر چپکا ہو رہا اور اپنی تیش  
 خنکے حوالہ کیا۔ مگر وہ آدمی اس غصہ کی نگاہ کو پہچان گیا۔ فوراً پھر والے سے جا کر اُس کا حال کہہ دیا  
 ..... سید پھرہ والے اُس کے پیچھے آئے۔ مگر وہ اُن کے ہاتھ کب آتا تھا یہ دریا ہی نکلتے ہی  
 ہوا ہوا۔ اور لکھنؤ میں پہنچا۔ سب بڑی اخلاق اور دنیاک سے ملا اور جو کام کیا اُسے عاقل ہونا اُس کا ظاہر ہوا۔  
 اب محمد بیگ نے وزیر افراسیاب خاں کو بھی تکلیف پہنچانی شروع کی۔ اس لئے وزیر نے بھی ادھو

مرزا جو ان سخت کا دل سے انگریزوں پاس جانا

ادھو کی بندھتیا کا دل پر قابض ہونا



سیندھیا کی طرف رخ کیا۔ بادشاہ بھی ایسا اپنی بہکاردوں کے ہاتھوں کو تنگ تھا کہ اُس نے بھی یہ چاہا کہ میں اپنے  
 تئیں بالکل سیندھیا کے حوالہ کروں۔ چنانچہ بادشاہ دلی سے آگرہ کی طرف چلا اور سیندھیا آگرہ کی طرف سے نظر  
 سے آیا کہ دونوں مل کر آگرہ سے محمد بیگ کو نکالیں۔ مجدد الدولہ نے بادشاہ کو آگرہ جانے سے منع کیا اُس پر  
 بادشاہ ایسا خفا ہوا کہ اُس کا گھر باضبط ہو گیا اور قید خانہ میں بھیج دیا جہاں ۱۸۷۱ء میں وہ مر گیا۔ اب سیندھیا  
 سے افزایاب خاں کی ملاقات ہوئی۔ دونوں نے مل کر ارادہ کیا کہ محمد بیگ پر حملہ کریں۔ مگر تیسرے روز  
 ۲ نومبر ۱۸۷۱ء کو مرزا محمد شفیع کے بھائی زین العابدین نے افزایاب خاں کو مار ڈالا۔ لوگ کہتے ہیں کہ یہ قتل  
 سیندھیا کی شہزادہ کے ہوا اس لئے کہ قاتل مائے ہی نہیں چلا گیا۔ کوئی کتا ہو کہ اُس نے اپنے بھائی کے قتل کا  
 عوض لیا۔ راجہ بہت ہمدرد ساری مغلیہ میروں کو سیندھیا کے خیمہ میں لے گئے۔ وہاں باہم مبارک بادی  
 دی گئی۔ اب والی اودھ تو وزیر تھا پیشوا امیر لامرا مقرر ہوا۔ اور مادھوجی سیندھیا نائب امیر لامرا آگرہ  
 اور دلی کے صوبے اُس کے سپرد ہوئے ساری فوج کا وہ سپہ سالار مقرر ہوا۔ پینٹھ ہزار روپیہ ماہوار بادشاہ  
 کے خاص اخراجات کے واسطے اُس نے مقرر کر دیا۔ انگریزوں سے جو شرعی صوبوں کا خراج لیا جاتا تھا وہ بھی  
 بادشاہ نے معاف کر دیا۔ ۱۸۷۱ء میں ضابطہ خاں مر گیا۔ محمد بیگ کے پاس سے سپاہ بھاگ گئی وہ بھی سیندھیا  
 کے پاس چلا آیا۔ آگرہ کا قلعہ ۲۷ مارچ ۱۸۷۱ء کو سیندھیا کے حوالہ کیا گیا۔ اب غلوں کے پاس سوار علی گڑھ  
 کے قلعہ کے کچھ نہ رہا۔ اب افزایاب خاں کی بی بی بال بچوں پاس وہ تھا جب سیندھیا نے اُن کو بندوبست  
 توپ کا خوف دکھایا تو انہوں نے خوف کے مارے قلعہ اور مال اسباب سب اُس کے حوالہ کیا۔ سیندھیا نے  
 ڈیڑھ لاکھ روپیہ سال اُس کے بڑے بیٹے کا مقرر کر کے قلعہ بھی لے لیا اور اُس کا اسباب بھی کڑوڑ روپیہ کا  
 ضبط کر لیا۔ ترکوں کی ترکی تمام ہوئی۔ سب سردار سیندھیا کے مطیع تھے۔ اور بادشاہ لال قلعہ میں ایک مغز  
 قیدی تھا۔ معلوم نہیں کہ ان لڑائی جھگڑوں سے رعایا پر کیا گزری ہو گی اُس کو تو کسی مؤرخ نے کھنڈن  
 مگر سب مصائب میں چالیس قحط غضب تھا۔ روپیہ کا آٹھ سیرانج بکا۔ وہ ۱۸۷۱ء میں یعنی ۱۸۷۱ء  
 میں واقع ہوا تھا۔

جب ضابطہ خاں کا انتقال ہوا تو بادن محال میں اُس کا بیٹا غلام قادر باپ کا جانشین ہوا اور



اُس کو نجیب الدولہ ہوتا جنگ کا خطاب ملا۔ یہ افغانوں میں اور مغلوں میں محمد بیگ ہمدانی بڑی سردار تھے۔ محمد بیگ کو سینہ دھیانے راگھو گڈھ کے فتح کرنے کے لئے مالوہ میں بھیجا تھا۔ قلعہ نہایت مضبوط کچھواہہ راجپوتوں کے پاس تھا۔

سارودوآبہ میں سینہ دھیا کا عمل دخل ہو گیا تھا۔ اب اُس نے مرزا جوان نجات پیغام سلام شروع کیا اور اُس کو دہلی میں بلایا۔ مگر نواب اودھ نے انگریزوں کی صلاح سے اُسے جانے نہ دیا۔ کیونکہ اگر شاہزادہ وہاں چلا جاتا تو مرہٹوں کا سپر پوراجم جانا۔ اور وہ نواب اودھ اور سرکار کپنی کے حق میں اچھا نہ ہوتا۔ اُس میں گورنر جنرل نے دوآبہ میں اپنی چھافنی قائم کی ۸ راج شہ ۸ میں کلکتہ گزٹ میں مشتہ کیا گیا کہ مسلمانوں کی سلطنت تو نہایت حقور اور ذلیل ہو گئی ہے۔ ہندوؤں سے ہم کو کچھ خوف نہیں ہے۔ اگرچہ بہت آدمیوں نے یہ صلاح دی کہ مسلمانوں کو قوت دے کر ہندوؤں کی قوت کو مغلوب کرنا چاہیے۔ مگر یہ تدبیر انتظام اچھا نہیں ہے۔ کچھ ضرور نہیں ہے کہ ہم ایسے کام کریں جو ہندوستان کو ناگوار خاطر ہوں اور سلطنت جو برسرِ زوال ہے اور وہ حقیقت میں ہماری خفی دشمن اور رقیب ہے اُس کے حامی و مددگار ہوں۔ گورنر نے سینہ دھیا کو یوں بھی دھمکا دیا کہ ایک اپنا وکیل مینول کے دربار میں بھیجا دیا۔

اب سینہ دھیانے اپنے استقلال حکومت کے لئے اول یہ کام کیا کہ سپاہ کو قواعد داں بنایا اور جوہ آراستہ کیا۔ اُس کی سپاہ کا نہایت عمدہ فرنگستانی افسر ایم ڈی بوائن تھا۔ اور سپہ سالار اُس کا آپوکھانڈے تھا۔ انتظام ملکی اُس نے یہ کیا کہ مسلمان امیرزادوں کو جاگیریں سپاہ عوض میں دی گئی تھیں جب سپاہ کی ضرورت نہ رہی تو پھر ان جاگیروں کا ضبط ہی ہونا چاہیے تھا۔ اب اُس نے محمد بیگ ہمدانی کو کو بھی راگھو گڈھ سے بلا لیا۔ اور اُس سے کہا کہ اپنی سپاہ کو موقوف کرے۔ یہ باتیں سینہ دھیا کی عام پسند نہ تھیں اور ایک اور حرکت بہیودہ یہ کہ راجہ نرائن داس کو جس پاس خرچ کی آمدنی کا حساب رہتا تھا موقوف کیا اور اُس کی جگہ شاہ نظام الدین عرف شاہ جی کو مقرر کیا اور راجہ بہت بہادر و مجاہد محاسبہ اُس کی جاگیر کا طلب ہوا تو اُس نے علانیہ سرکشی اختیار کی۔

جب محمد بیگ راگھو گڈھ کو فتح نہ کر سکا تو راجپوتوں کو حوصلہ ہوا۔ اور ان سب نے آپس میں اتفاق کیا

مرزا جوان نجات کا کچھ بھونڈا اور انگریزوں کا اپنا اعتبار بظاہر

سینہ دھیا کے کئی اور جنگی انتظام

کئی اور انتظام اور اس کی رائی



جس کے سبب سینہ حیا کے دولت اور قوت دونوں میں فرق آگیا۔ اور پونہ کی خط و کتابت کی آمد و رفت بند ہو گئی۔  
 جو پور کے راجہ نے جو دھپور کے راجہ کے شکر کو پایا۔ اور پھر ان دونوں نے رانا اُدیو پر سے اتفاق کیا اور چھوٹے  
 چھوٹے رجوت راجاؤں کو جمع کیا۔ یوں ایک لاکھ فوج اور چار سو توپیں لالہ سوت میں جمع ہوئیں جو جو پور سے  
 سہ میل مشرق کو ہر اور یہاں رہ منتظر تھے کہ بادشاہی فوج ان پر سلا کرے گی اور یہ بھی جانتے تھے کہ مرہٹوں سے  
 مغل سردار ناراض ہیں ضرور ان سے کچھ کام نکلے گا۔ اب یہاں میٹھنڈا کو آخر میں سینہ حیا خود سپاہ لے کر گیا  
 امبا جی اٹھایا۔ الوکھانڈے راؤ۔ مشرڈی بوائن اور بعض اور مرہٹے سردار ہمراہ تھے۔ محمد بیگ کا بھی تاج راجا سہیل  
 بڑا دل چلا تھا۔ اول اسی نے تین سو سواروں کی چوتوں پر حملہ کیا۔ بہت رجوت اُس کو لگے سے بھاگ گئے۔  
 مرہٹوں نے اُس کی استعانت کی اس کو اُس کے آدھے سوار مار گئے۔ وہ الٹا پھر کر چلا آیا۔ دوسرے روز  
 چچا بھی ہاتھی پر بیٹھ کر پیچھے کے ساتھ لڑائی میں آگیا۔ اور رجوتوں سے خوب لڑائی ہوئی۔ اُنھوں نے مرہٹوں پر  
 خوب تلوار چلائی۔ انہیں آدھی چلنے لگی رات بھی قریب آئی توپ کی لڑائی شروع ہوئی۔ اتفاق سے ایک  
 گولہ مرزا محمد بیگ کے دائیں بازو میں آن کر لگا۔ وہ ہاتھی پر سے گرا۔ ہاتھی کے آگے چارہ کے واسطے دھنوں  
 کی ٹہنیاں پڑی تھیں۔ اُن سے اُس کی گینٹیں میں ایسی ضرب آئی کہ فوراً مر گیا۔ اُس وقت اسماعیل بیگ نے  
 پکار کر کہا کہ اب چچا کی جگہ میں سپاہ کا سردار ہوں۔ اول چون کو تیسری مرتبہ لڑائی شروع ہوئی اور شام  
 جاری رہی کہ اتنے میں چودہ ہزار مغلوں کی سپاہ نے سینہ حیا کے خیمہ کو گھیر لیا کہ تنخواہ غایت کیجو اور راجہ  
 جے پور پاس پیغام بھیجے یا کہ اگر دو لاکھ روپیہ دید تو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ اس راجہ نے روپیہ کا وعدہ لیا  
 یہ سپاہ اُن سے جاملی اور اپنے خیمہ کے تلے روپیہ لے لیا۔ اس وقت اس بیگانہ ملک میں مرہٹوں کا لشکر  
 میں بڑی مصیبت پڑی گیہوں روپیہ کے چار سیر کتے تھے۔ روز بروز قحط زیادہ ہوتا جاتا تھا۔ رجوت  
 چاروں طرف سے رسدوں کو لوٹ لیتے تھے۔ ہاتھیوں اور مویشیوں کو چر کر لیجاتے تھے۔ غرض اس وقت  
 سینہ حیا نے یہاں سے خیمہ اٹھایا۔ اور الود چلا گیا۔ اسماعیل بیگ ہزار سوار اور چار ہلینس اور چھ توپیں لے کر آگرہ  
 کو روانہ ہوا۔ اب جب سینہ حیا نے یہ حال دیکھا تو اُس نے رنجیت سنگھ جاسٹ بہت سی خوشامد کر کے استعانت  
 چاہی اور اُس سے کمک کر کھڑے کرنے کے لئے روانہ ہوا۔ اور قلعہ آگرہ میں سپاہ کو متعین کیا اور کھوادا کو



قلعہ دار بنایا۔ اور پونہ کو بھی ملک کے لئے بتا دیا۔ لیکن کبھی اس کا خیال نہ بیٹھا۔ اول اُس نے راجپوتوں کو بلانا چاہا۔ اگرچہ ان دونوں کا اتفاق ہو جاتا تو مرہٹوں کا عمل پھر اٹھ جاتا۔ اور بخت خاں کا سازنا اقبال آجاتا۔ مگر اس مغرور قوم نے اپنی کلمی سے اُس کا ساتھ نہ دیا۔ اب یہ سب کچھ سوہی رہا تھا کہ ایک سناڑہ گل یہ کہتا کہ غلام قادر غوث گڈھ سے آیا۔ اور اُس نے مسلمانوں کے معاملات میں تازہ جان دلائی۔ اُس کا اور آپ قائد اٹھانے کا قصد کیا۔ شاہ عالم کے پیغام سلام راجپوتوں سے چپکے چپکے ہو رہے تھے۔ انھوں نے ایک اور شکست امبا جی کو دے دی تھی۔ سیندھیا نے آخر لاچار ہو کر اس رٹائی سے ہاتھ اٹھایا اور گوالیار چلا گیا۔ اور اٹھیل بیگ نے اگرہ کا محاصرہ بڑی سرگرمی سے شروع کیا۔

شہنشاہ نے جب برسات ختم ہو کر آئی تو غلام قادر نے دلی کے قریب ہارسین خیمہ اس سبب ڈالے کہ اپنی باپ کا جاہ و منصب حاصل کرے۔ اُس کا بڑا رفیق شفیق مددگار صلاح کار منظور علی خاں ناظر تھا۔ اس ناظر کو یہ منظور نظر تھا کہ نوجوان بیٹھان کو دربار میں داخل کر کے انتظام ملکی میں ایسا دخل دلا دے کہ کچھ مسلمان ابھریں۔ کچھ ہندو دیں سیندھیا کا داماد اس وقت دیس کھڈ دلی کا تھا۔ اور شاہ نظام الدین یعنی شاہ جی ناظم تھے ان دونوں سرداروں نے دربار کی طرف غلام قادر کے لشکر پر گولوں کی بوچھاڑ شروع کی اُس نے بھی گولوں کو چھینٹ مارنے شروع کئے۔ اور کئی مکان قلعہ کے گولوں سے توڑ ڈالے۔ پھر یہ سپاہیانہ بیچ کھیلنا کہ شہر کے مغلوں کی سپاہ سے سازش کی اور ان کے وسیلہ سے شہر کے اندر داخل ہوا۔ اور بادشاہی فوج اور افسر بھاگ کر بلجہ گڈھ کے قلعہ میں چلے گئے۔ اپنا سارا گھر بار مال اسباب دشمن کے بس میں چھوڑ گئے۔ اب منظور علی خاں کی صلاح سے دیوان خاص میں جا کر اُس نے پانچ اشرفیاں بادشاہ کی نذر کیں۔ اور اپنے باپ دادا کی حسن خدمات کا انظار کر کے امیر الامرائی کی درخواست کی اور آئندہ جاں نثاری اور خدمت گزاری کا وعدہ کیا جب دو تین روز اس گفتگو میں گزر گئے تو ایسا مضطرب و متیاب ہوا کہ وہ بادشاہ کے حکم کا منتظر نہ رہا۔ کچھ سواروں کو ساتھ لے قلعہ کے اندر وہاں مقیم ہوا جہاں امیر الامرا ہا کر رہے تھے۔ اس اثنا میں شہر کی بیگم جو سکھوں سے لڑنے گئی ہوئی تھی پانی پست جلدی کر کے قلعہ میں آگئی اب غلام قادر اس خیر خواہ بیگم اور اُس کے فرہنگستانی افسروں کی سپاہ سے ڈرا اور کوئی اور بغل افسر اُس کے ساتھ بھی



نہ ہوا۔ اس لئے وہ حیران و پریشان ہو کر پھر شاہرہ میں اپنی سپاہ پاس چلا گیا۔ لواب باسی کر چس میں  
 اُبال آیا۔ بادشاہ کو بھی حرارت شاہانہ آگئی۔ اُس نے بجھ قلی خاں کو رواڑی سے حمایت کے لئے بلایا۔  
 اور چھ ہزار سپاہ اپنی ذات خاص کے نوکر رکھے اور اپنے سونے چاندی کے برتن گلا کر سپاہ کی تنخواہ  
 میں تقسیم کر دیئے۔ بجھ قلی خاں نے بادشاہ کے حکم کی تعمیل کی اور وہ ۲۷ نومبر ۱۸۵۸ء کو قلعہ کے بڑے  
 دروازہ کے سامنے شہر کی بیگم پاس خمیہ زن ہوا۔ ان دونوں کے لشکروں کا سپہ سالار مرزا اکبر مقرر ہوا۔  
 جسے جوان بخت چلا گیا تھا یہی شاہزادہ ولیعہد گنا جاتا تھا۔ اُس کو سات پارچہ کا خلعت ملا۔ اور  
 رام رتن مودی اُس کا نائب مقرر ہوا۔ اور غلام قاد کے لشکر پر گولہ زنی شروع ہوئی۔ اب اس وقت  
 سیندھیا کا منصوبہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا تھا۔ وہ خود گوالیار میں تھا۔ اُس کا ایک سردار لکھوادا اگر  
 میں اسماعیل بیگ نے گھیر رکھا تھا۔ امبا جی کچھ سپاہ لے کر جو دلی میں آیا۔ تو سب مخالفوں میں مصحت  
 ہو گئی اور غلام قادر امیر الامر ہو گیا۔ اور اُس کے سر پر خود بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے گوشوارہ باندھا  
 اس خلعت کے پانے کے بعد اُس نے علی گڑھ کے قلعہ پر جو سیندھیا نے چھین لیا تھا حملہ کیا اور لے لیا۔  
 اور اب وہ آگے اسماعیل بیگ کے لشکر سے جا ملا۔ اور کئی مہینہ تک قلعہ آگرہ کا محاصرہ کرتا رہا۔ مگر جب ہٹوں  
 پاس دکن اور جاٹوں کی کمک پہنچ گئی تو دونوں نے محاصرہ سے ہاتھ اٹھایا۔ فتح پور سیکری میں ۲۴ اپریل  
 ۱۸۵۸ء کو لڑائی ہوئی۔ مرہٹوں کا سردار رانا خان تھا۔ وہ پانی پت کی لڑائی میں تو پانی بھرتا تھا  
 مگر یہاں سے سیندھیا کو بچا کر لے گیا تھا۔ اس لئے وہ اس درجہ پر پہنچ گیا تھا۔ غرض مسلمان اس وقت  
 خوب لڑے۔ رانا خان رات کو بھرت پور چلا گیا۔ اسماعیل بیگ نے پھر آگرہ کا محاصرہ شروع کیا۔  
 غلام قادر اپنی جاگیر میں یوں دوڑا آیا کہ سکھوں نے اُس پر حملہ کر دیا تھا۔

۱۸۵۸ء کا آخر میں والی جو دھپور کا ایک ایلچی آیا۔ اور ایک معقول نذرانہ اور سونے کی کنبی لایا  
 اور اُس نے یہ عرض حال کیا کہ بچے سگھ نے یہ کنبی بھیجی ہے کہ حضور سپاہ لے کر تشریف لائیں۔ اور جمیر  
 کے ملک پر قابض ہو جائیں۔ پرتاب سنگھ راجہ جے پور کی بھی یہی متاقتی۔ بادشاہ نے برخلاف عقل  
 کے یہ کام کیا کہ وہ ۵ جنوری ۱۸۵۸ء کو بہتے شاہزادے اور شاہزادیوں کو ہمراہ لے کر روانہ ہوا۔

راجہ توپن کی امداد کے لئے بادشاہ کا جانا



بادشاہ نے سیندھیا سے طوطے کی طرح آنکھیں پھیر لیں۔ اُس کی خدمات کا کچھ خیال نہ کیا اس وقت جو بادشاہ کے ساتھ لشکر تھا اُس کی تفصیل یہ ہے تجبیوں کی پلٹن دلال کرتی قواعد فرنگستانی جاننے والی مغلوں کے دستے سواروں کے دو سو فرنگستانی گولہ انداز۔ تین پلٹنیں شہر کی قواعد کھائی ہوئی۔ اس سپاہ کے افسر شہر کی بیگم تھی۔ اب راہ میں ملے بغیر بجٹ قلی خاں سے ہوئی جو باغی اس سبب ہو گیا کہ اُس کے علاقہ میں مراد بیگ کو کسی خدمت پر مقرر کیا تھا وہ اس سے ناراض ہوا اور اُس کو رداڑی میں قید کر لیا غرض وہ اس وقت گولہ گدھ میں محصور کیا گیا۔ اپریل ۱۸۵۷ء کو اُس نے سخت مقابلہ کیا۔ اور بادشاہ کے خیوں تک حملہ کرتا ہوا آیا۔ مگر یہاں شہر کی بیگم اور طامس صفائے نے ایسی سرگرمی سے اُس پر حملہ کیا کہ لشکر شاہی کی عزت رہ گئی۔ پھر منظور علی خاں کی سفارش اور شہر کی بیگم کی شفاعت سے اُس کے قصور معاف ہو گئے۔ غرض ہمیں یہ ہم ختم ہوئی۔ سیندھیا کے نوکے اور راجپوتوں کے قول فعل نہ معتبر ہونے کے سبب ۱۸۵۷ء کو بادشاہ اُلتا دلی میں چلا آیا شہر کی بیگم سر دھنہ گئی۔ اُس کو بادشاہ نے زیب النسا کا خطاب دیا۔

اس شاہزادہ کو چلے جانے کے بعد اکبر شاہ ولیعہد شمار ہوتا تھا۔ اب پھر جوان بخت ولیعہد کے واسطے یہ آخر کوشش کی کہ کچھ سپاہ نواب اودھ سے لے کر دلی میں آیا۔ اُس نے ایک خط جارج سوم شاہ انگلستان کو جس کی پیشانی اور خلاصہ مضمون ذیل میں درج ہے خط لکھا جس کی پیشانی یہ تھی۔

نامہ جناب عالی ارکاب صاحب عالم مرزا جہاں دار شاہ بہادر برائے گیتی آرائے ممالک فرنگ  
اول حمد و نعت کھی ہے پھر لمبا چوڑا القاب ہے۔ اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ شاہ انگلینڈ پر واضح ہو کہ  
اس نیا زمند نے اسے پہلے یہ تفصیل مشروحاً ممالک ہندوستان کے اراکین کی اختلاف آرمی  
اور امر کے درشت مقصدانہ کاموں کو اپنے باپ کے ارشاد سے گورنر جنرل بہادر مسٹر گلس  
کی خدمت میں لکھ کر درخواست کی ہے کہ وہ خاندان شاہی کی امداد کریں۔ اس امداد  
کی توقع میں چار سال تک صاحبان انگریز اور برادر عزیز نواب وزیر کے ساتھ میں قفس  
رہا اور ایسٹ انڈیا کمپنی سے امداد کی استدعا میں کوئی دقیقہ فرو گزشت نہیں کیا کہ وہ

مرزا جوان بخت کا دلی میں آنا اور بنارس میں مرزا

ہماری شاہانہ حکومت موروثی کو بحال کریں۔ اس اثناء میں دور دور اطراف مفتور بڑھتا گیا۔  
 مرہٹہ سینڈھیا پٹیل جو شریروں کا سرغنہ ہے اوس نے سرکشوں کو بادشاہ سے دس گنا  
 زیادہ سرکش کر دیا ہے۔ ہر چند بادشاہ نے نضال ہوش افزا اوس کو اشد تکلیف کے ساتھ کاٹ  
 برائی کی تالیف قلوب میں اور عامہ رعایا کی حفاظت میں اور محالک محرومہ کی آبادی میں  
 ساعی ہو کر اوس نے کچھ نہیں سنا۔ اور ہر شخص سے اوس نے خالصت کی بیانتک کہ چھوڑ کے  
 راجہ پر تار بے سنگہ سوائی اور جو دیور کے ہمارا جہجے سنگہ نے جو قدیم سے دولت عظمیٰ کے  
 اراکین میں سے ہیں اور خاندان شاہی سے رشتہ موصلت رکھتے ہیں اوسکو شکست دی  
 اور امیر الامرائی کے درجہ سے گرا کر ذلیل کیا۔ ان انقلابات تازہ میں سرکشوں کی بغاوت اندازہ  
 سے زیادہ بڑھ گئی۔ ضابطہ غار کے بیٹے غلام قادر خاں نے جنکی ساری زندگی سلطنت کے استیصال کی  
 تدبیروں میں گزری علم بغاوت بلز کیا۔ اسکی دیکھا دیکھی اوروں کو بھی بغاوت پر جرات ہوئی اور  
 محل شاہی تک اس بغاوت نے سرایت کی۔ میرے باپ نے اس آگ کے بجھانے کیلئے اپنے خاص  
 شقہ مجھے اور برادر عزیز نواب زید رضا جان انگریز اور گورنر جنرل کو رن والس کو بھیجے کہ آن کر  
 میری مدد کریں۔ مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ کی درخواست پر گورنر جنرل کو وزیر سلطنت  
 کو آپ نے حکم نہیں بھیجا کہ وہ ہماری امداد کریں اسلئے وہ امداد مطلوبہ کرنے سے باز رہے اگر  
 اسوقت وہ اورنگ آراے جہاں و کشور کشائے دوران ہمارے اولیائے دولت کے  
 نصرت کے لئے گورنر جنرل کو حکم حکم بھیجے تو مردمی اور مروت سے بعید نہیں ہوگا۔ کہ خاندان  
 تیمور کی اعانت کرنے سے اور اوسکو اپنی اصلی حالت پر لائیں سرکشوں اور مقررہوں کو خاک  
 میں ملائے گا اور اسطرح خلق خدا کو آرام ملے گا۔ رفہ عباد اور امن امان ہلا دے آپ کی  
 روزگار میں نیک نامی پہیلے گی۔

یہ خط آئے پہلے کہ شاہزادہ لکنئو سے دہلی کو روانہ ہوا تھا شہداء کے شروع میں لکھا گیا تھا  
 مگر تحقیق کرنے سے یہ نہیں ثابت ہو کہ وہ انگلستان روانہ ہوا۔ اس شاہزادہ اسمیل بیگ



کی استعانت سے ہرچیز چاہا کہ قلعہ گرہ کو فتح کروں مگر اس کام میں کامیاب نہ ہوا۔ اسلئے پھر انگریزوں پاس تبارس میں چلا گیا۔ اور یہیں شائع میں مر گیا۔ اس شاہزادہ کا نام جہاں دار شاہ مشہور ہے۔

رجپوتوں اور مرہٹوں میں لڑائیاں ہوتی رہیں۔ پھر کھوڑا دادا کی حمایت کیواسطے  
سینہ صیّا آگرہ کے قلعہ میں گیا۔ یہاں اسماعیل بیگ نے مقابلہ کیا۔ اور غلام قادر بھی اپنی جاگیر سے اسکی  
ملک کیواسطے آیا۔ مگر اسے نہ مل سکا۔ لڑائی میں اسماعیل بیگ زخمی ہوا۔ پھر فیروز آباد میں مرہٹوں سے  
ایک لڑائی ہوئی جس میں آگرہ کا قلعہ مسلمانوں کے ہاتھ لگ گیا اب غلام قادر پھر دلی میں آیا اور شاہدرہ  
میں آترا اور منظور علی خاں کی معرفت اپنی خیر خواہی کا اظہار شروع کیا۔ اسکا اور اسماعیل بیگ کا یہ  
مطلب تھا کہ کسبِ طرح سے سلطنت کو مرہٹوں کے ہاتھ سے بچائیں۔ اسلئے مسلمانوں نے آپس میں اتفاق کرنا  
شروع کیا۔ اور یہاں لشکر کا جماؤ ہوا۔ مگر جولائی کا مہینہ تھا کہ نہ پینے کی تنگی کچھ ایسی ہوئی کہ یہ مسلمانوں  
کی جمیعت پریشان ہو گئی سینہ صیّا کا لشکر قلعہ میں بدستور جارہا۔ شاہدرہ سے غلام قادر کے لشکر نے قلعہ  
پر گولہ زنی شروع کی شاہ عالم نے سینہ صیّا کو اپنی اعانت کے لئے بلایا۔ اسوقت اس نے میرالامرا کا کام  
تھا کہ بادشاہ کی اعانت کرنا وہ متھرا میں موجود تھا جہاں ایک دودن میں دلی میں پہنچ سکتا تھا۔ مگر وہ  
بادشاہ کی تلون مزاجی سے کچھ غصہ تھا۔ دوسرے مسلمانوں کی لڑائیوں نے مجھے بھی بہت کچھ چکھا تھا۔ اسلئے وہ  
خود تو نہیں یا مگر شرو کی بیگم کو لکھا کہ آپ بادشاہ کی امداد کو جائیے یہ ہوشیار بیگم سمجھ گئی کہ دال میں کچھ کالا  
ہے جو سینہ صیّا خود اس ہم میں شریک نہیں ہوا۔ سینہ صیّا جی نے امیا جی کو دو ہزار سواروں کے  
ساتھ بادشاہ کی امداد کیلئے بھیج دیا۔ بلب گڑھ کے جات بھی ملک کو آ گئے۔

جب غلام قادر نے یہ سامان دیکھا تو اس نے اپنے سب فقیوں کو غوث گدھے بلا لیا اسمعیل بیگ نے ساری مظل سپاہ کو بادشاہ کی طرف سے توڑ لیا۔ اب بادشاہ کا حامی کوئی مسلمان نہ تھا۔ یہ حال دیکھ کر ہندو بھی چلتے بنے صرف بہت بہادر گسائیٹس بادشاہ کے ساتھ رہ گیا۔ اوسکو بھی مسلمانوں نے دھمکیاں دیکر علیحدہ کر دیا اب بادشاہ کو بڑا فکر تر دو ہوا (اوسے منظور عینی) کہ کہا کہ غلام قادر اور اسمعیل بیگ

راہنما خاں اور اسماعیل میاں کی لڑائی

مغربی کی مورتی اور رینڈ و فوج کا بیگانہ اور غلام قارر کا تسلط



کو میرے پاس لاؤں اور انے زبانی سب باتوں کا فیصلہ کرونگا۔ یہ دونوں بادشاہ کے روبرو گئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ ہم جو کام کرتے ہیں وہ صرف حضور کی خیر خواہی کیلئے کرتے ہیں۔ بادشاہ نے اسمعیل بیگ غلام قادر کو خلعت دے۔ الحاصل غلام پھر امیر الامرا ہوا۔ مادہوجی سیندھیا اپنے عہدہ سے موقوف ہوا اسمعیل بیگ ساری سپاہ کا سپہ سالار ہوا۔ غلام قادر نے بادشاہ سے ملکر عرض کیا کہ اب سپاہ کا ارادہ ہے کہ تمہارا جگر مرہٹوں سے لڑیں اور اوسکا نام و نشان ہندوستان سے مٹا دیں اور اہلکار ان شاہی نے بھی اس قصد کی تائید کی۔ مگر سیتل داس خزانچی نے کہا کہ بادشاہی خزانہ میں روپیہ اس خراج کے لئے نہیں ہے۔

خزانچی کی یہ بات سنکر غلام قادر غصے کے مارے آگ ہو گیا اور منہ سے جھاگ نکلتے لگے کہیں بادشاہ نے ایک خط سیندھیا کو لکھا تھا کہ امداد کے واسطے آؤ۔ وہ غلام قادر کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اسوقت اس نے یہ خط بادشاہ کے آگے ڈالا۔ اور اوسکو اور اوسکے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ہتھیار ڈال دو۔ انہوں نے حکم کی اطاعت کی اس کجنت موذی نے بادشاہ کو قیدیں ڈال دیا۔ اور سلیم گڑھ میں کسی مزرعتی مرزا کو بنا کر بادشاہ کے تخت پر بٹھا دیا اور بیدار بخت اوسکا لقب رکھا اور سب ورامیروں سے اوسکو بادشاہ منوایا تین روز بادشاہ پر سید واندہ آب گذرے۔ اب غلام قادر نے انتظام کے ساتھ قلعہ کے ٹوٹنے کا ارادہ کیا۔ بابر کو دیکھ کر اوسکا مرزا اسمعیل بیگ تھا اوسے یہ بہکڑا ل دیا کہ اپنے لشکر میں چلے جاؤ۔ وہ چلا تو گیا مگر بہت جلد اوسکو اپنی حماقت یہ معلوم ہوئی کہ بغیر لئے دیئے چلا آیا۔ ایک آدمی غلام قادر پانچ بجکر پہلا بھیجا کہ یاروں کا حصہ یاد رہے۔ سارے شہر کے دولت مند اور معزز اہلکاروں کو بلا کر کہہ دیا کہ ہوشیار ہو۔ اور اپنی حفاظت کا بندوبست کرو اور اپنے سپاہیوں اور نائبوں کو حکم دیدیا کہ اگر سبیلے ٹپیں تو تم بھی لو۔ غلام قادر نے اول اپنے لئے بادشاہ سے کہا کہ تمام بیگات سے جواہرات لے لو۔ اوس نے لئے۔ جیسا اس سے بھی پیٹ نہ بھر اتوا شاہ عالم پر دولت بتانے کے لئے منخضد توڑنا شروع کیا اوسے یقین تھا کہ اس بوڑھے کو سارے خزانہ و فنیہ معلوم ہونگے۔ اب کوئی ظلم و ستم باقی نہ رہا جو اس ظالم نے اس ضعیف پیرانہ سال بادشاہ اور اوسکی اولاد پر نہیں کیا۔ اوسکو بیدار بخت کے ہاتھوں سے پٹوایا۔ اور



طرح طرح کی جہانی تکلیفیں دیں۔ ۳۰ جولائی کو بیگیوں کے بدن پر مار مار کر نیل ڈال دیئے۔ اون کے گلابی گال مارے تھپڑوں کے لال کر دیئے۔ اونکے دردناک آہ و نالے سے سارا محل تھراتا تھا۔ مگر اس کجنت کے دل میں ذرا رحم نہ آتا تھا۔ اسمعیل بیگ سے ذرا کتنی دبی تھی او اس پاس ۳۱ جولائی کو پانچ لاکھ روپیہ بھجوا دیا۔ اور پھر کئی روز بعد سات لاکھ روپیہ بھیجا ہوا جنوں سے بھی ان منیت کے ساتھ روپیہ لیا۔ پہلی اگست کو بھیر بادشاہ کو خزانہ بتانے کیلئے اڑے ہاتھوں لیا اسپر بوڑھا بادشاہ چلایا کہ اسے کجنت خزانہ کہاں دہرا دی میرے پیٹ میں رکھا ہے۔ او سے پیر کر نکال لے اپنے زہی بوڑھی بیگیوں کی کجنتی آئی۔ اتنا دیکھی تعظیم و تکریم ہو رہی تھی کہ اونے ساری دولت کا پتا لگ جایا کہ جب اونے کام نہ چلا تو او پر غضب ڈھالیا۔ ان سب ٹھہروں میں ممتاز محل سب سے زیادہ ممتاز تھیں انہیں کی سب سے زیادہ فہمی تھی۔ سب مال سب سب بچیں بچاری کو قلعہ سے باہر نکال دیا جبکہ بادشاہ بتایا تھا او سکی تعظیم و تکریم کو بھی اونے سلام کیا۔ حقے کے دم او سکے سامنے اوڑائے۔ دیوان خاص میں تخت پر بادشاہ کی برابر جا بیٹھا۔ تاریخ کو تخت کو بھی آگ لگا کر سارا چاندی سونا او اس میں سے نکال لیا تین روز کے اندر سارا فرش اکھیر ڈالا کہ اسے اس کے نیچے سے دھینے ہاتھ لگے۔ اب ۱ اگست ۱۷۵۷ء کی یہ وجہ تاریخ ہے کہ جبکہ ہمیشہ خاندان تیموری کی تاریخ میں یاد رکھنا چاہیئے۔ غلام قادر نے یعقوب علی اور تین چار چھوٹا کو ساتھ لیا۔ اور شاہ عالم کو دیوان خاص میں بلایا۔ اور پھر خزانہ کو پوچھا او نے کہا کہ اگر خزانہ مجھے معلوم ہے تو میں کیوں اپنے ظروف و طلائی کو بچکا اپنے نوکروں کی تنخواہ تقسیم کرتا۔ اگر کوئی دھینے گڑا دیا ہو ا موگا تو مجھے کیا اوسکا علم ہے۔ او سپر غلام قادر نے کہا کہ اب تو کسی کام کا نہیں تیرا دنیا میں رہنا بیکار ہے آنکھیں تیری نکال لینی چاہئیں اس پر آہ سرد بھر کر بادشاہ نے کہا کہ یہ وہ آنکھیں ہیں جو ساٹھ برس تک انہیں پڑھتی رہی ہیں او پر رحم کر یہ سنکر ظالم نے بادشاہ کے بیٹے پوتوں کو جو اس عالم میں بھی اوسکے ہمراہ تھے بے تحاشہ مارنا دھاڑنا شروع کیا۔ او سپر بادشاہ نے کہا کہ ان آنکھوں کو کیسے کرے میں نے اس عذاب پر مصیبت کے دیکھے کیواسطے نہیں کہا تو ابھی انھیں نکال لے غرض وہ سفک تخت پر سے کودا۔ اور بادشاہ کو نیچے لٹھچاتی پر چڑھ ایک آنکھ اپنے خنجر سے نکال لی۔ دوسری آنکھ نکالنے کو یعقوب علی سے کہا

اوس نے انکار کیا تو فوراً اوسکا تلوار سے سراڑا دیا۔ اس خوف سے اور بچانوں نے دوسری آنکھ نکال لی۔ اور پھر بادشاہ کو سلیم گدھ میں بٹھالے۔ اوسوقت جو قلعہ کی کیفیت تھی قلم سے بیان نہیں ہو سکتی کوئی شاہنشاہ بے یس و یار کس غم کی تصویر بنا کر کھڑا تھا۔ کوئی شاہنشاہی سکتہ کے عالم میں یہ ہوش رقی کوئی ہائے شاہ عالم ہائے شاہ عالم ہیکر سر پیٹ رہی تھی۔ کوئی آنکھ نہ ملتی جو آنسو سے پر نہ ملتی۔ کوئی دل نہ تھا جو اس غم سے خالی تھا۔ ۱۲۔ اکو اسمیں بگ پاس بہت سارو پیہ او سنے بھیجا شہر والوں کو ادا دل خبر نہ ہوئی کہ ان لال دیواروں کے اندر کیا ہو رہا ہے جب معلوم ہوا تو انہوں نے شہر چھوڑ کر بیگانہ شہر کیلئے گئے۔ انہوں نے کچھ شہر والوں کو تشفی کی اور ان کو جو کچھ باقی گذرے پر بہت فوج مرہٹوں کی آگئی اور انہوں نے غوث گدھ کی راہ بند کر دی اور کہتے تھے یوں کو مار ڈالا۔ اسمیں ایک سپاہی سے غلام قادر کے مزاج سے واقف تھا۔ وہ بھی مرہٹوں کے سردار انا خاں سے مل گیا۔ اب قلعہ میں سامان رسد کی قلت شروع ہوئی۔ اور سپاہ کوٹ کا حصہ مانڈا بول ماہ اگست دی پر گذرے۔ اسے تعمیر پر باستم کرو۔ اب غلام قادر گھبرا یا۔ اوسنے سلیم گدھ میں بارود کے میگزین کو اڑا دیا۔ اور بھاگ کر میرٹھ کے قلعہ میں چلا گیا۔

اب پونہ کے دربار نے سینہ صفا کی حمایت کر نہیں مانڈا سمجھا۔ اسلئے ٹوکاجی بلکر کو بہت سی سپاہ کے ساتھ روانہ کیا جب یہ لشکر آیا تو شہر والوں اور انا خاں کو بڑی تقویت ہوئی۔ اس لشکر نے میرٹھ کے قلعہ میں غلام قادر خاں کو گھیر لیا۔ ۱۲۔ دسمبر ۱۸۵۷ء کو رانا خاں اور سرٹڈی بوائے نے سخت حملہ اوس پر کیا۔ دنگو اوسنے اچھی طرح مقابلہ کیا۔ اوسنے ٹوکھک گئے تھے۔ اور یہ جانتے تھے کہ اس ذات شریعت کی اب پوری کجی آگئی ہے۔ اسلئے رات کو چھوڑ کر وہ بھاگ گئے جب اوسنے یہ دیکھا تو وہ خود بھی گھوڑے پر سوار ہو کر اور اپنے ساتھ وہ سارے جو اہرات بیش بہا لیکر چلا گیا جو قلعہ سے ہاتھ آئے تھے اور ہر دم انکو کسی وقت کی ضرورت کیلئے ساتھ رکھتا تھا۔ اس جائزے کی رات میں بارہ میل وہ چلا اور اوسکا ارادہ تھا کہ جتنا پار ہو کر سکھوں کے جا ملوں۔ مگر صبح کو گھر پڑ رہی تھی گھوڑا ایک کنوئے کے نیچے میں جا پڑا چاہ کن را۔ چاہ در بیش کا مضمون پیش آیا۔ گھوڑا تو اٹھ کھڑا



ہوا۔ اور پھر ڈہلان پر چڑھ کر باہر نکل آیا۔ مگر سوار نہ اٹھ سکا۔ اور وہیں پڑا رہا۔ جب دہوپ نکلی تو برہمن اپنے میلوں کی جوڑی سے کمنے پر چرس کھینچنے کے لئے آیا۔ تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک خوبصورت آدمی مکلف لباس پہنے پڑا ہے۔ وہ دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی حضرت ہیں جنکے پاس میں یہ فریاد لیکر گیا تھا کہ بچھانوں نے مجھے لوٹ لیا ہے اور انہوں نے کچھ نہ سنا تھا۔ اس برہمن نے کہا کہ نواب صاحب سلام۔ غلام قادر نے جواب دیا کہ مجھے نواب کیوں کہتے ہو میں غریب سپاہی ہوں زخمی ہو گیا ہوں گھرا پنا ڈھونڈ رہا ہوں جو کچھ میرے پاس تھا وہ سب کچھ لٹ گیا اب یہ گلے کا مار باقی ہے یہ میں تجھے دیتا ہوں تو مجھے غوث گزہ کا راستہ بتا دے اس نے کہا بہت اچھا میرے ساتھ چلیے۔ اس کو اپنے گھر میں لے آیا اور بند کر دیا اور رانا خاں پاس دوڑا گیا۔ وہ یہاں لڑائی کے سبب قریب ہی فروکش تھا اس نے یہ سننے ہی آدمی دوڑائے وہ آنکر غلام قادر کو اپنے لشکر میں پکڑ لے گئے۔ اور سیندھیا کے پاس اس کو متھرا میں بھیج دیا۔ میرٹھ کے قلعہ کو بچھانوں نے خالی کر دیا۔ ادھر اُدھر چلے گئے۔ بیدار بخت پکڑ کر دی بھیجا گیا وہاں وہ قتل ہوا۔ اور منظور علی خاں بھی ہاتھی کے پیروں سے باندھے گئے۔ اور شہر کے بازاروں میں گھسٹ گھسٹ کر مر گئے۔ جب غلام قادر متھرا میں پہنچا تو سیندھیا نے اس کی بڑی فضیلت کی۔ ایک گدھے پر اوٹا سوار کیا۔ اور ایک پہرہ اساتھ کیا اور ہر ایک دوکان سے ایک ایک کوڑی نواب باون محال کے نام سے منگوائی۔ پھر اس کی زبان کاٹ لی۔ پھر اس کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔ پھر ناک کان ہاتھ پیر کاٹ لئے اس طرح تو متھرا بنا کر بادشاہ کی خدمت میں دی بھیجا۔ مگر راہ میں موت نے بڑی رفاقت کی۔ کہتے ہیں۔ ۳۰ مارچ ۱۸۵۹ء ایک درخت میں دسکوٹ لٹکا کے پھانسی دیدی۔ یہ لاش قیمہ قیمہ اندھے بادشاہ کے روبرو دیوان خاص میں پیش کش ہوئی۔ لوگ شاہ عالم کے استقلال و صبر و تحمل کی بڑی تعریف کرتے ہیں کہ جسوقت آنکھیں اوس کی نکالی گئیں تو اس نے آف نہ کی۔۔۔ اور خدا کو یاد کرتا رہا اور اس صدمہ کے بعد بھی اتنے دنوں تک نہ درہا کاش میں استقلال اور عالی ہمتی کا دموال جمع وہ میدان جنگ میں دکھاتا تو اس دفعہ اپنی سلطنت کو بحال کر لیتا۔ اب سیندھیا نے شاہ عالم کو تخت پر بٹھا دیا۔ اگرچہ اب تک کوئی اندھا بادشاہ تخت پر

ہنیں میٹھا تھا۔ اور یہ بھی مشہور ہے کہ بادشاہ اندھانہ ہونا چاہیے۔ لولاکھ روپیہ سالانہ اس کے خرچ اخراجات کیلئے مرہٹوں نے مقرر کر دیا اور بہت جہنگزوں اور لڑائیوں کے بعد تھلہ میں لارڈ لیک صاحب اپنی انگریزی فوج لیکر دلی میں داخل ہوئے اور مرہٹوں کو مار کر نکال دیا اور بادشاہ کی پیشین ایک لاکھ روپیہ سال مقرر کر دیئے۔ اسکا مفصل حال انگریزی زمانہ کی تاریخ میں بیٹے لکھا ہے۔ یہ بادشاہ پنپتالیس برس تک تخت نشین رہا۔ اور تھلہ میں مر گیا۔ شاہ عالم نے انڈی ہونیکے بعد یہ اپنا مرثیہ لکھا ہے۔

داد بر باد و سر و برگ جہان داری ما  
بر در شام زوال آہ سیہ کاری ما  
کہ نہ بیم کہ کند غیر جہان داری ما  
کیست جز ذات خدے کہ کند یاری ما  
چیت امید کہ بخش گنہ گاری ما  
زود تریافت تلافی ستم گاری ما  
کیست جز محل مبارک بد پرستاری ما  
کردہ تاراج نمودند سبکساری ما  
محملیاں خوب نمودند وفاداری ما  
عاقبت گشت بجورے خو خوار ی ما  
بسکہ گشتند مجوز گرفتاری ما  
بانی جور و ستم شد بدل افکاری ما  
چہ قدر کرد و کالت بہ گرفتاری ما  
ہر سہ بستند کمر بہ دل آزاری ما  
زود باشد کہ بیاید بہ بدد گاری ما  
ہست مصروف تلافی ستم گاری ما

چہ حادثہ برخاست پے خواری ما  
آفتاب فلک رفت شاہی بودم  
چشم من کندہ شد از جور فلک بہتر شد  
داد افغان بچہ شکست شاہی بر باد  
کردہ بودیم گناہے کہ ستر ایش این بود  
کردہ سی سال نظارت کہ مراد داد بر باد  
نازبتان پری چہرہ کہ ہم ہر دم بودند  
حق طفلان کہ ز سی سال فراہم کردند  
عہد و پیمان عیان دادہ نمودند و غا  
شیر دادیم بہ افنی بچہ پرور دیم  
قوم افغان و منلیہ ہمہ بازی دادند  
آں گدازادہ ہمدان کہ بدوزخ برود  
گل مجید کہ ز مرداں بشرات کم نیست  
ہم الہ یار و سیلماں و بدل بگ لیس  
شاہ تیمور کہ وارد سر نسبت با من  
مادہ بوجی سیندہیہ فرزند جگر بند من



حیث باشد کہ فزند بہ غم خواری ما  
کرو تقدیر ازل روزی ما خواری ما  
دفع از فضل الہی شدہ بیماری ما  
چہ عجب گر بنایند مدد گاری ما  
باز فردا دہد ایزد سر سرداری ما

راجہ در او وز میندار امیر و چہ فقیر  
حال مانشتہ تبرہم چو امان زیند  
بود جانکاہ زرو مال جهان بچو مرض  
آصف الدولہ وانگریز کہ دلسوز من اند  
آفتاب از فلک امروز تباہی دید

## ابوالنصر معین الدین اکبر شاہ ثانی

مرزا جوان بخت جب مرگیا تو ہی شاہزادہ شاہ عالم کا ولیعہد ہوا ۱۵۵۵ھ میں پیدا ہوا  
اور بعد شاہ عالم کے مرنے کے ۱۵۵۵ھ میں تخت نشین ہوا۔ اکتیس برس تو یہ تخت پر بیٹھا ۱۵۵۵ھ  
میں اسی برس کی عمر میں مرگیا۔ شاہ عالم جب بوڑھا ہو گیا تھا تو اس کے خرچ بلی بوڑھے ہو گئے تھے  
کچھ اس کے مزاج میں خست بلی آگئی تھی غرض کئی لاکھ روپیہ اس کے خزانہ میں جمع ہو گیا جب وہ  
مرگیا تو اکبر شاہ بادشاہ ہوا نہ وہ آنکھوں سے اندھا تھا نہ ہاتھوں کا تنگ تھا۔ اونے یہ فریاد  
کرنی شروع کی کہ ایک لاکھ روپیہ ہمینہ اس کے خرچ کے لئے کافی نہیں ہے پہلے بادشاہوں کی  
اولاد اور بہت شاہزادے جنکی پرورش بادشاہ کے ذمہ تھی ایک لشکر تھا۔ شاہ عالم کی اولاد کے  
بڑے بڑے وظیفے تھے غرض بادشاہ کی اس درخواست پر لارڈ ٹیٹونے التفات کیا۔ پہلے انگریزی  
گورنمنٹ نے وعدہ بھی کیا تھا کہ جب انتظام مالی ہماری گورنمنٹ کا درست ہو جائیگا تو اضافہ بادشاہ  
کی پنشن میں کیا جائیگا۔ شہنشاہ میں گورنر جنرل نے اضافہ کا ارادہ کیا۔ جب تک شاہ عالم کا روپیہ جمع کیا  
ہو یا تا رہا اکبر شاہ چپکا بیٹھا رہا۔ جب یہ روپیہ خرچ ہو گیا تو وہ اپنے اضافہ پنشن کیلئے جسکو وہ اپنے  
ملک کا خراج جانتا تھا بھرا ہوا اور اسے اپنے بیٹے کو جو لکھنؤ میں نواب وزیر کے پاس تھا اس  
مضمون کا خط لکھا کہ۔ تو چشم راحت جان طو لمرہ

بعد و عدا رازی عمر معلوم ہو کہ جو روپیہ خزانہ میں شاہ عالم کا جمع کیا ہوا تھا وہ سب خرچ ہو گیا

انگریزی گورنمنٹ نے جو خراج ملک کا مقرر کیا وہ اخراجات کیواسطے کافی نہیں ہے تم ایسی تدبیر کرو کہ نواب وزیر سے میرے مدعا حاصل کرنے میں کوشش کرے۔ اتفاق سے یہ خط پہلی صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ کے ہاتھ پڑ گیا۔ غرض اسپر شاہزادہ کو مطلق العنانی سے روکا۔ اور بادشاہ کو بھی رزیڈنٹ دہلی نے سمجھایا کہ آپ کو ایسی حرکات سے کچھ فائدہ نہیں حاصل ہوگا۔ بلکہ اولٹا نقصان ہوگا۔ دہلی کے آدمی مدت سے بادشاہ اور شاہنزاؤں کو کاٹھ کاٹا تو سمجھتے تھے۔ کئی ایک بد معاشوں نے ایک اور سازش شروع کی۔ ایک ہندو ایک مسلمان دو بد معاش جمع ہوئے۔ ایک مولوی صفاؤنگے معاون ہوئے چیف جسٹس سل صاحب کا خط بادشاہ کے سامنے پیش کیا۔ اور عرض کیا کہ ہم کلکتہ جاتے ہیں اور مرزا جہانگیر کو ولیہد مقرر کراتے ہیں۔

بادشاہ سلامت راضی ہو گئے دونوں کو وکیل مقرر کر کے کلکتہ بھیج دیا مولوی صاحب ہیں بادشاہ پاس سمجھانے بچھانے کے لئے رہے غرض مدت تک اس جھوٹے بادشاہ کو پہلاتے رہے خطوط بادشاہ کے نام بھیجے تھے۔ ایک خط میں لکھا کہ جب ہم نے حضور کی پریشانیوں کا حال لارڈ رسل صاحب کے سامنے بیان کیا تو افسوس کہ ہاتھ ملتے گئے۔ اور جب حضور کا خط پڑھا تو بچ کے مارے ہونٹھ چبانے لگے انہوں نے وعدہ فرمایا کہ نظام الملک یعنی مشکلف صاحب رزیڈنٹ دہلی کو گورنر جنرل کی طرف سے حکم بھجواتے ہیں کہ جتنے ملکبادشاہ کے آرام اور آسائش اور اغزاز اور اکرام کیلئے مقرر کیا تھا یا تکلیف اور بوجھ پہنچانے واسطے اگر آئندہ کوئی ایسی حرکت سننے میں آئیگی تو موقوف کر دیئے جائے اسکے بعد پھر بادشاہ کو عرضی لکھی کہ ہم اب مسٹر سیٹن صاحب اور گورنر جنرل کے ساتھ لندن جاتے ہیں خراج بھجوادیکجے اور ہمارا در ماہ ماہ گھر بھجاتے رہے۔ غرض یوں ہی بد معاش رویہ مارتے رہے۔ جب تک کہ انگریزوں کو اس ساری سازش کا حال نہ معلوم ہوا۔ بعد اسکے لارڈ مشکلف صاحب نے بادشاہ کو سمجھادیا کہ آپ ایسے دھوکے بازوں کے فریب میں نہ آئیے مرزا جہانگیر نے سیٹن صاحب کو لولو کہرتیخ میں گولی ماری وہ انکی ٹوپی پر لگی۔ اس سبب یہ شاہزادہ الہ آباد میں عزت کے ساتھ قید کیا گیا یہاں لہجی پھلانہ بٹھا۔ شادی کی تقریب سے نواب وزیر پاس لکھنؤ میں گیا۔ وہاں لہجی



اوس نے انگریزوں کے خلاف سازش کرنی چاہی مگر یہ راز کھل گیا۔ قلعہ میں بادشاہ کو کل اختیار تھا وہاں انگریزی حکومت کہ مداخلت نہ تھی اسلئے اوسکی عجیب کیفیت تھی۔ سارے شہر کے بد معاش اوس میں گھسے رہتے تھے۔ شہر سے مال چرا کر لجاتے تھے قلعہ میں کھلے بازار پر کچرا کھا جاتے۔ لاوارث لڑکوں اور لڑکیوں کو پکڑ لیتے اور وہاں دام کھڑے کر لیتے۔ ڈگریدار مارے مارے پھرتے قرضدار وہاں مرے اڑاتے نہنہ اڑے عجیب عجیب حرکتیں کرتے کبھی مال چراتے کبھی کسی کو قتل کرتے کسی کو مارے کسی کو پیٹتے۔ آپس میں لڑتے اوسکے زمانہ میں سولے خفیف بد معاشوں کی سازشوں کے کوئی اور بات نہیں واقع ہوئی تعظیم و تکریم اوسکی اور نام بادشاہت کا اور قلعہ کی حکومت قائم رہی۔

### محمد سراج الدین ابو ظفر بہادر شاہ

یہ بادشاہ ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوا۔ تاریخ تولد اوسکی ابو ظفر ہے۔ تعلیم اچھی ہوئی تھی خوشنویس تھا طغرا خوب لکھتا تھا شعر خوب کہتا تھا۔ اوسکی غزلوں کا شور سارے شہر میں کیا دور دور رہتا تھا چار بھائی دیوان اوسکے یادگار ہیں مرزا اسد اللہ خاں غالب جو فارسی زبان میں دوسرے میر خسرو تھے اوسکے ہاں متعلق تھے۔ ابراہیم ذوق طوطی ہند جو ریختہ گوئی میں دوسرے میر تھے وہ اوسکے استاد تھے۔ بادشاہ علم تصوف میں ماہر تھا۔ ساری گستاخ کی شرح علم تصوف میں لکھی ہے وہ خاندان چشتیہ میں مرید تھا۔ اور خود بھی پیر و مرشد تھا اور اوک مرید کرتا تھا۔ خاص مریدوں کو دو دور وہ یہ ہینہ بھی دیتا تھا کثیر الارزواج اور کثیر الاولاد تھا۔ دو ولیہد اوس کے سامنے مرچے تھے سب بڑا زندہ بیٹا مرزا قویا ش مستحق ولیہدی تھا۔ بادشاہ چھوٹے بیٹے مرزا جوان بخت کے لئے ولیہدی چاہتا تھا غریب وری کی صفت اوسکی قابل یاد رکھنے کے ہے۔ لنگڑے لوے۔ اندھے بہرے ایانج جتنے اوسکے ملازم تھے سب کی تنخواہ گھر بیٹھے پہنچتی تھی۔ فقط انکی ہر قلعہ میں جاتی تھی۔ وہی تنخواہ آتی تھی۔ ساری عمر میں شاید کسی نوکر کو موقوف کیا ہو۔ ہمیشہ نوکروں سے محبت کی بایتں کرتا۔ اور کبھی سخت کلامی نہ کرتا۔ سوا ایک دفعہ کہ اوسنے دو ایک بدکار لونڈیوں کا سر منڈوا دیا اور

ایک لوٹدی کی ناک کاٹنے کا ارادہ کیا روز بروز بادشاہ کی قدر کم ہوتی جاتی تھی۔ قلعہ کی لال  
 حویلی کا ایسا ہی لحاظ رہا تھا جیسا کہ اور دو تختہ شریفوں کے مکان کا ہوتا تھا۔ مذکورہ لارڈ ڈیلیہوسی  
 نے بند کر دی تھی۔ قلعہ اب شہر کے اویاشوں اور بد معاشوں کی کہیں گاہ اور امن گاہ نہ رہا تھا۔ نہ  
 اوس میں بردہ فروشی ہو سکتی تھی۔ نہ کوئی عجم سنگین بغیر تحقیقات کے رہا ہو سکتا تھا۔ نہ چوری کا  
 مال غائب ہو سکتا تھا۔ قرضدار عدالت کی ڈگری گرفتاری سے محفوظ ہو سکتا تھا۔ قاعدہ ہے  
 کہ جب چراغ بجھنے کو ہوتا ہی تو لوٹا اٹھتی ہی جب مردہ مرنیکو ہوتا ہی تو سنبھالا لیتا ہی۔ اسطرح جب  
 سلطان تیموریہ کا چراغ گل ہو نیکو ہوا اور آخر وقت آیا تو اوسے اپنی وہ روشنی چمکائی اور ایسا  
 سنبھالا لیا کہ اوسکی نظیر کہیں شکل سے تاریخ میں ملے گی ۱۵۵۷ء میں مئی کا مہینہ آیا۔ اور ہنگامہ بناوت  
 بنگالہ کی انگریزی سپاہ کا برپا ہوا۔ کیا قدرت الہی اور شان کبریائی ہو کہ آن کی آن میں کیا سے  
 کیا ہو گیا کہ اوس بادشاہ پاس جسکے خزانہ میں پھوٹا بادام نہ ہو۔ پندرہ بیس درے عرصہ میں طلب  
 لاکھوں روپیہ جمع کرا دیئے اوس بادشاہ پاس جسکے ہاں چار سپاہی ایسے نہوں کہ بدوق کو بھر سکیں۔  
 ہزاروں وہ سپاہ بے بلائے کٹھی کر دی کہ جسکے ہاتھوں پر سارے ہندوستان فتح ہوا ہی اور جسکے گلے  
 میں لڑائیوں کے فتح کرنے کے تمغوں کے ہار پڑے ہوئے ہوں۔ اوس بادشاہ کے پاس جسکے ہاں لڑائی  
 پھوٹی ایک توپ نہ ہو۔ گھوڑوں کے توپخانے اور ہزار ہا قلعہ شکن توپیں بہم پہنچا دیں اوس بادشاہ  
 پاس جسکے میگزین میں سیر بھر بارود اور ایک پٹاخہ نہ ہو اوسکے قبضہ میں دلی جیسے میگزین کا لال  
 پٹارہ آگیا ہو جس فقیر بادشاہ کی نذر میں کوئی لچھوٹی کوڑی پیشکش نہ کرتا ہو اوسکے سامنے آج شاہ  
 اودہ کی اور کل والی رامپور کی پیشکش رکھی ہو جس ساقط الاعتیار اور بے اعتبار بادشاہ کو  
 کوئی ارمیں خط بھی نہ لکھتا ہو اوس کے پاس چاروں طرف سے عمائد ملک کی عرضیاں آتی ہوں ہندوستان  
 میں کوئی بڑا راجہ نواب نہ ہوگا جسکا کوئی وکیل یا کوئی آدمی شہر کے گلی کوچوں میں چپا ہوا نہ  
 پڑا ہوگا۔ اور اوس نے اگلی کچھلی کتابوں کو دیکھ بھال کر خاندان تیموریہ سے اپنے پرانے ناتے  
 رشتے اور واسطوں کا مسودہ نہ ٹھٹھا ہوا اور وقت کا منتظر نہ بیٹھا ہو۔ اسوقت دہلی کے دیکھنے سے



یہ حقیقت کھلتی تھی کہ اس مردہ سلطنت تیموریہ کے نام بادشاہ کو کتنے ہندوستانی دل میں مانے ہوئے اور اس شہر کو اپنا ملک کا دار السلطنت جانے ہوئے بیٹھے تھے۔ مئی ۱۵۱۹ء سے ستمبر سنہ الیہ تک ہنگامہ کارزار برپا رہا۔ بہتر بہتر لڑائیاں ہوئیں سب میں باغیوں کو شکست ہوئی آخر کار سرکار انگریزی ہی نے دلی کو فتح کیا۔ باغیوں کے جدھر سینگ سمائے اودھر چلے گئے۔ بادشاہ نے ہالیوں کے مقربین اپنے تئیں انگریزوں کے حوالہ کیا۔ رنگون جلا وطن ہوا۔ اپنے جوان بیٹوں اور پوتوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے قتل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اس بادشاہ پر خاندان تیموریہ کی سلطنت کا خاتمہ ہوا۔

اسلے میری تاریخ کا بھی خاتمہ بالآخر ہوا۔

## خاتمہ

مسلمانوں کے ہاتھ سے ہندوستان کی سلطنت کیا گئی اُن کے عروج و اقبال کا زمانہ ہی گیا۔ اور اُن کے زوال کا زمانہ ساری دنیا میں آ گیا۔ ہم نیچے ایک مضمون لکھتے ہیں جس سے یہ حال معلوم ہوگا کہ اب بھی اونکی سلطنت ایشیا میں کہاں کہاں ہیں۔

مسلمانوں کی سلطنتیں ایشیا میں کہاں کہاں ہیں اور  
بالفعل اونکا کیا حال ہے

اگرچہ مسلمانوں کے عروج و اقبال کا زمانہ وہ نہیں رہا کہ اونکی سلطنت وسط و جنوب کا آفتاب رچ سکون پر اپنی روشنی پھیلاتا تھا اور اونکی مملکت کو وہ وسعت ملی کہ جسکے اندر ایک ہی وقت میں کہیں سحر ہوتی تھی کہیں دوپہر کہیں شام کہیں آفتاب بر لب بام کہیں آفتاب پر

مقام مگر اس تنزل کے زمانہ میں کچھ تینوں بر اعظم ایشیا۔ افریقہ یورپ میں انکی چوٹی بڑی سلطنتیں اور بڑی بھلی ریاستیں موجود ہیں ہم انکا نہایت مختصر حال جو فی الحال ہی بیان کرتے ہیں کہ انکی وسعت کیا ہے نظم و نسق کیسا ہے۔ رعایا کی مرفع الحالی کی کیا حالت ہے۔

اول ایشیا سے شروع کرتے ہیں کیونکہ وہی انکی سلطنت کا سرچشمہ تھا۔ اسی میں تبک انکی بہت سی رنگ برنگ کی قومیں اپنی خصائل و عادات و قابلیت و استعداد مختلف درجہ کی دکھا رہی ہیں ایک طرف میں تاتاری ترک بہت بیٹھے ہیں جو نہایت صابر۔ جلیم۔ سخت جفاکش نفس کش مگر اپنی حالت پر ایسے مستقل جے ہوئے ہیں کہ عقل و فہم کے اندر آگے ترقی کرنیکی قابلیت جاتی رہی ہے۔ ایک طرف ارمنی ہیں کہ نہایت ذہین اور کاروبار روزگار میں ہنرمند و سلیقہ شعار مگر قوم بنکر قومی خوبیوں کے دکھانے کی قابلیت نہیں رکھتے ایک طرف اہل عرب ہیں کہ خدا پرست مستقل مزاج بڑے گنجھیر اپنی تنہائی میں آزاد۔ ایک جانب ایرانی ہیں خوبصورت۔ نفیس مزاج زبان میں طلاقت رکھنے والے مگر کسی کام میں استقلال نہیں رکھتے بڑے متلون۔ ترکمان اسلام کے غلام ناحق پیروں کے اعتقاد کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے کہ کسی طرف حرکت نہیں کر سکتے۔ افغان جنگجو کینہہ خوبہ اور غرض یہ قومیں ایشیا کو چمک عرب۔ الجزائرہ۔ ایران۔ افغانستان بلوچستان میں اپنی شائستگی و تہذیب مختلف درجوں کی دکھا رہی ہیں۔ آپس کے نفاق و عناد سے اور باہر کے حملوں اور فساد سے کوئی خالی نہیں ہاں اہل عرب اپنے صحرا اور ریگستان کو ہستان میں بڑے شادمان اور آزاد ہیں۔

اب ہم ایشیا کے چار حصے باعتبار سلطنت کے کرتے ہیں۔ اول مسلمانی ایشیا وہ ایشیا کا مغربی حصہ ہے۔ دوم انگریزی ایشیا وہ جنوبی حصہ ہے۔ سوم روسی ایشیا وہ شمالی حصہ ہے۔ چہارم بدہ مذہب والوں کا ایشیا وہ مشرقی حصہ ہے یوں چاروں سمتوں میں ہر سمت کی الگ الگ کیفیت ہے اور دو میں عیسائی اور ایک میں مسلمان۔ ایک میں بدہ مذہب والے سلطنت کرتے ہیں ایشیا کو ہمدینی آدم تھا۔ اور ساری قوموں کو اسے تہذیب اور شائستگی کا سبق پڑھایا



تھا اور ساری قومیں اسی کے پیٹ سے پیدا ہوئیں تھیں۔ مگر اس زمانہ میں وہ پیرختہ حال ہی کہ اس میں ایسی سکت نہیں رہی کہ جب تک اسکی نسل میں اہل یورپ اپنے دونوں ہاتھوں کو نہ دیں وہ کھڑا ہو سکے یا آگے قدم بڑھا سکے۔ جب تک اہل یورپ اس پیرتا بان کو بچہ بنا کے اپنی تہذیب و علم و ہنر کے مدرسہ میں بچا کے تعلیم نہ دیں تو وہ خود ایسی ترقی و شائستگی و تہذیب نہیں کر سکتا جس سے انسان انسان کہلاتا ہو۔ اب جہاں کہیں اس میں ترقی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں وہ اہل یورپ ہی کی سعی و کوشش کا نتیجہ ہوتا ہے غرض روز بروز اہل ایشیا اہل یورپ کی ہر بات میں دست نگر ہوتے جاتے ہیں۔ اہل یورپ کے ہاتھ میں سارا ایشیا ہی اگر انہوں نے سارے ایشیا کو ہڈ بٹ شائستہ نہ بنایا تو سمجھو نبی آدم ہی شائستہ و ہڈ بٹ ہوا اسلئے کہ ساری دنیا میں جتنے آدمی رہتے ہیں ان میں دو ہتائی کے قریب ایشیائی آباد ہیں انکی ترقی کا معدوم ہونا اور تہذیب سے محروم ہونا گویا دہتائی آدمیوں کا انسانیت سے محروم ہونا ہے۔ کوئی ایشیا کا ایسا حصہ نہیں کہ جہاں اہل یورپ کا کسی نہ کسی پیرایہ میں پاؤں درمیان میں نہ ہو۔ زمین پر ایشیا کے تمام ملکوں کا یورپ کی نسبت ایسا حال ہی جیسا کہ آسمان پر ستاروں کا کہ ضرور ہے کہ وہ کسی نہ کسی آفتاب کے گرد طواف کریں ایسی ہی ہر ایشیائی سلطنت ضروری ہے کہ کسی یورپ کی سلطنت کے گرد و صدفے ہو یعنی کوئی سلطنت یورپ کی رعب داب کے اثر سے خالی نہیں۔ شمالی حصہ جو روسیوں کے عمل و دخل میں ہے وہ کل ایشیا کی ایک ہتائی کے قریب ہے۔ سارے ہندوستان کی مالک حباب ملکہ معظمہ قیصر ہند ہیں اور اسکے ساتھ برہما سیام۔ لنکا۔ بحر ہند کے جزائر بلجی زیر فرمان ہیں۔ بلوچستان اور افغانستان میں برٹش گورنمنٹ کا رعب داب اثر کرتا ہے مغرب میں شمالی ایشیا میں سلطان روم کی سلطنت میں ایشیا کو چمک شام۔ عرب ہیں جنگی حفاظت میں سلطان روم کی صلاح کار برٹش گورنمنٹ اور اور سلطنتیں ہیں اور ایران میں شاہ ایران کی حکومت ہے جسپر روس اور انگلستان دونوں کا رعب داب اثر کرتا ہے مشرقی سلطنت کے چار حصے ہیں چین۔ جاپان۔ سیام۔ برہما۔ آخر کے دو حصے۔ انگریز و فنی عہدار ہی میں آگئے باقی چین نے اپنے بندر گاہ تمام اہل یورپ کے ساتھ تجارت کھولنے کے لئے کھول رکھے

ہیں جاپان نے اہل یورپ کی ساری شائستگی اور تہذیب کو اختیار کر لیا ہے۔ ایک چھوٹی سی ریاست مسلمانوں کی ملاکا ہے جسکو کشش ثقل خود بھاری سلطنت انگریزی کی طرف کھینچنے لگے جاتی ہے۔

اب باعتبار آبادی اور وسعت اس چاروں حصوں کی کیفیت یہ ہے کہ جو مسلمانوں کی سلطنت مغربی ایشیا میں ہے جسکا رقبہ اکیس لاکھ میل ہے اور آبادی تین کروڑ بیس لاکھ جنوبی ایشیا جس میں انگریزی سلطنت ہے اور سکا رقبہ ستائیس لاکھ میل اور آبادی سینتالیس کروڑ مغربی ایشیا جس میں بڑہ مذہب کی عملداری ہے رقبہ پچیس لاکھ میل اور آبادی پچاس کروڑ شمالی ایشیا جنہیں روس حکومت کرتا ہے ستر سٹھ لاکھ تیس ہزار میل اور آبادی ایک کروڑ اسی لاکھ یہ سب کل رقبہ ایک کروڑ بہتر لاکھ تیس ہزار مربع میل اور آبادی ایک ارب دو کروڑ۔

تمام ایشیا میں برٹش انڈیا اور سیلون میں نظم و نسق خوب ہے سیریا میں روسی عملداری میں اچھا بندہ ولست ہے۔ وسط ایشیا میں قوقاز بخارا جینو میں و سیلون کے اہتمام سے انتظام ہوتا جاتا ہے کیمبوڈیا کے جزیرہ نما میں فرانسیسی بھی عمل دخل کرتے جاتے ہیں چین کی عملداری میں گونگس میں بیڑی خوبیاں ہیں مگر بحیثیت مجموعی وہ نیم وحشی ہی ہے جاپان نے تمام اپنے آئین قوانین تعلیم و تہذیب میں اہل یورپ کا چربہ آوتا رہا ہے مگر اچھی یہ امر تحقیق کے درجہ پر پہنچا ہے کہ وہ اپنے سارے کاموں میں اس تقلید کے اندر کامیاب ہو دو نوں ایران اور رٹ کی ایشیا میں کسی قدیمی قوانین آئین کی ترمیم نہیں ہوئی عرب میں سب سے نرالا انتظام ہے وہ اپنے قدیمی انتظام جو قبیلوں کا ہے رکھتے ہیں۔

## سلطان روم کی فرمان روائی ایشیا میں

عرب میں اور اس میں جو جنوب مغرب میں دریاے دجلہ کے واقع ہواں سب میں سلطان روم فرمانروا ہے اسکی سرحد پر روس اور ایران کی عملداری ہواں سلطنتوں کے



اسکا ڈانڈ اسینڈا کوہ ارا رات کے قریب ملتا ہے۔ اسکے تینوں طرف پانی ہے مصر کی طرف خشکی اور اسکے چار حصے ہیں ایک عرب دوم ایشیا مانی ترم سوم شام چہارم فلسطین (پلیٹائن) ایشیا کوچک جسکا یہ نام ایشیا سے چھوٹے ہونے کے سبب رکھا گیا ہے۔ اسکو اہل یونان انٹی اولیا کہتے تھے اسکی سرحدیں ہمیشہ متغیر ہوتی رہی ہیں۔

اب ترکی نظم و نسق کی کیفیت ایشیا میں یہ ہے کہ وہ شخصی سلطنت ہے مگر شرع اسلام کی پابندی تمام رواج کا پاس و اداب سلطنت کو مطلق العنان نہیں ہونے دیتا۔ سوائے اسکے سلطان کے بچا اور اول کا مزارعہ وزیر اعظم سلطنت اور دیوان بھی ہوتا ہے مگر دیوان کے تمام اراکین کو سلطان خود مقرر کرتا ہے ان اراکان سلطنت کے لئے کوئی مدت ملازمت پہلے سے نہیں متعین ہوتی۔ اس لئے اس میں طبع و حرص ایسی دست درازیاں کرتی ہیں کہ اونکار و کتا مشکل ہوتا ہے شہداء میں انتظام ملکی اور مالی کے لئے ملک کی تقسیم ولایتوں میں اور سنجوں میں ہوتی ہے۔ ولایت کو ایسا سمجھو جیسے یہاں کمشنری کی قسمت ہوتی ہے اور سنجک ایسا جیسے کہ ضلع ولایت کا نام جو بڑا شہر اس میں ہوتا ہے اور سپر رکھا گیا۔ اس میں والی حکمران مقرر ہوا ان میں جو اعلیٰ درجہ کا والی ہوتا ہے اسکو مشیر یا پاشا کہتے ہیں سنجک یعنی ضلع میں جو حاکم مقرر ہوتا ہے اسکو قیما فان کہتے ہیں۔ ان اول درجہ کے حاکم کو متصرف یا درجہ دوم کا پاشا کہتے ہیں۔ پھر ان کے ماتحت قضائیں ہیں یعنی ضلع کے حصے ان میں جو حاکم مقرر ہوتا ہے اسکو مدبر کہتے ہیں اگرچہ برائے نام رعایا اسکو اپنی طرف سے مقرر کرتی تھی۔ مگر درحقیقت وہ والی ولایت کی طرف سے مقرر ہوتا تھا۔ ایک نامی کا بھی عہدہ ہوتا ہے جو ذی اختیار اور صاحب اعتبار آدمیوں کی طرف سے ایک سال کے لئے مقرر ہوتا ہے۔ اسکے تقرر میں مدبر کو بڑا دخل ہوتا ہے۔ اور بہت سے عہدے ہیں مگر کسی عہدے کے واسطے امتحان اور لیاقت کی شرط نہیں ہے بلکہ عہدہ دینکا پانا سفارش اور رشوت پر موقوف ہے۔

قاضی وہاں بمنزلہ مجسٹریٹ اور پولس فسر کے اور محاسب ہاں بمنزلہ پرمٹ کے افسر کے ہوتے ہیں خراج وہاں وہ یکی کے قدیمی انتظام کے موافق لیا جاتا ہے مگر جتنا روپیہ رعایا سے وصول ہوتا ہے اتنا

خزانہ میں نہیں جاتا۔ بہت اہلکاروں میں اڑ جاتا ہے۔ عدالت فوجداری اور دیوانی کے قوانین نہایت انصاف پر مبنی ہیں۔ مگر انکی تعمیل ایسے ملازموں کے ہاتھ میں دی جاتی ہے کہ انصاف و عدالت میں بڑی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں عدالتوں کا بڑا جز اعظم رشوت ہے۔ گو ترک اپنی ذات سے بڑے دیانت دار سمجھے ایماندار مصنف ہوتے ہیں مگر کچھ انتظام عدالتوں کا ایسا ہوتا ہے کہ اگر کوئی فرشتہ بھی اس میں حاکم بنے تو شیطان ہو جاتا ہے۔ یا لجنہ اسکو بد اخلاقی اپنے میں پیدا کرنی پڑتی ہے عیسائی جو وہاں رہتے ہیں انکی شہادت تمام عدالت کی کچھریوں میں لی جاتی ہے مگر اسکی وقعت ایسی نہیں سمجھی جاتی جیسے کہ مسلمان کی شہادت کی۔ اسی کی بڑی شکایت اونکو ہے۔ اگر یہ دور ہو جائے تو شاید پھر کوئی اور شکایت نہیں رہے۔ سلطان فقط معاملات دنیا کے انتظام کی واسطی بادشاہ نہیں سمجھا جاتا۔ بلکہ وہ معاملات دین کی واسطی بھی خلیفہ مقرر کیا جاتا ہے۔ اسلئے تمام قوانین اور آئین سلطنت کی بنا قرآن شریف پر رکھی جاتی ہے۔ اور ساری ضرورتوں میں اسی کی طرف رجوع کرنی پڑتی ہے۔ مسلمانوں کا مذہب تمام اور مذہبوں سے مستثنیٰ اس باب میں ہے کہ اس نے کوئی شخص کسی فریق کے ساتھ مرشد و ہادی دین ہونے کے نہیں مقرر کی ہر مسلمان مولوی ہو سکتا ہے۔ اور وہ قرآن شریف کے احکام اور مسائل کو مسلمانوں میں بیان کر سکتا ہے۔ قرآن میں فقط احکام دین ہی نہیں ہیں بلکہ اس میں دنیا کے معاملات کے باب میں بھی احکام ہیں اس لئے اُن مولویوں اور عالموں کو دنیا کے معاملات و مقدمات میں فیصلے کرنے میں بھی مداخلت ہوتی ہے پس اس سبب شیخ الاسلام جو تمام عالموں اور مولویوں کا امام و پیشوا ہے سلطان کے بعد دنیا کے معاملات میں اختیار رکھتا ہے اور دین کے معاملات میں اوسکا اقتدار سلطان سے بھی بڑا ہوا ہے۔ تعلیم جو اس زمانہ کے موافق ہونی چاہیے اسکے بڑے خارج اور مزاحم یہ مولوی ہیں ۱۸۴۷ء میں تعلیم کی ترمیم ہو کر دنیا دی تعلیم کی تجویز ہوئی اور اوس کے واسطی ایک ہی یونیورسٹی قسطنطنیہ میں قائم ہوئی۔ اور ابتدائے تعلیم کے واسطی احکام جاری ہوئے کہ سب کو بالچر دی جائے۔ مگر ان عالموں کا اثر عوام کے لوگوں پر ایسا تھا کہ انہوں



نے اس انتظام تعلیم کو چلنے نہیں دیا۔ اور صرف تعلیم عوام کو قرآن شریف کے پڑھنے اور حساب کے چند قوانین سیکھنے پر محصور کر دیا۔ غرض مسجدوں اور مدرسوں میں ہزاروں طالب علم پڑھتے ہیں مگر کوئی گروہ ایسا کہ جن میں اصل تعلیم کے جوہر نمودار ہوں وہ نہیں دکھائی دیتا۔ پس یہی صورت تعلیم کی ٹرکی ایشیا میں ہے۔ عرب اس سے بھی مستثنیٰ ہے۔ جو کچھ تعلیم اس میں ہے وہ دینی ہے اور کچھ نہیں۔

ایشیائے ٹرکی میں غیر مذہب والوں کے ساتھ رعایتیں اور حسن سلوک مسلمانوں کا بڑھتا جاتا ہے۔

ٹرکی ایشیا اور عرب کی آبادی اور رقبہ کی یہ کیفیت ہے۔

نام	رقبہ	آبادی
اٹلی اور ایشیا مائی نر	۲۲۰۰۰۰	۱۰۸۵۹۱۲۴
آرمینیا	۳۰۰۰۰	۶۶۶۶۰۸
کروستان	۵۰۰۰۰	۱۵۰۵۸۶
میسوپوٹانیہ (الجزیرہ)	۲۲۰۰۰۰	۹۳۴۳۳۳
شام یعنی سریا	۱۰۸۰۰۰	۲۳۰۹۸۳۶
فلسطین یا پیلستان	۱۲۰۰۰	۶۰۰۰۰۰
ٹرکی عرب	۳۰۰۰۰۰	۱۶۱۴۸۵۶
آزاد عرب	۵۰۰۰۰۰	۳۴۰۰۰۰۰
میزان	۱۴۴۰۰۰۰	۲۶۰۵۵۳۴۶

ان صوبوں میں ترک۔ عرب۔ شامی۔ کرد۔ سرکیشین۔ یورک ترکمان لینیزی۔ متولی مسلمان رہتے ہیں اور ۳۶۱۰۰۰ عیسائی بھی آباد ہیں بعض اور قویں یہودی اور سدری مصری بھی جن کی تعداد ۲۶۰۰۰۰ ہے آباد ہیں تمام ملک ۲۶ ولایتوں اور ۷۸ شہجہ میں

تقسیم ہیں اور ان میں یہ ولایتیں مشہور ہیں۔ سقوتہ۔ قنیہ۔ ارض روم۔ بغداد۔ دمشق۔ یمن۔ شام۔  
 میں روس و روم کی لڑائی کے سبب بیطوم وغیرہ وسیعوں کے پاس اور جزیرہ سانی پر اس  
 انگریزوں کے پاس اور فطور شاہ ایران کے پاس ترکوں کی علداری سے نکل کر آگئے ہیں  
 قصبہ و شہر جن میں چار ہزار آدمیوں سے زیادہ آباد ہیں ساٹھ تعداد میں ہیں ان میں سے یہ مشہور  
 ہیں۔ ہمرنا۔ اس میں ڈیڑھ لاکھ آدمی رہتے ہیں۔ دمشق اس میں ایک لاکھ تیس ہزار قصبہ ساٹھ ہزار  
 مسقط میں ساٹھ ہزار۔ ارض روم میں پچیس ہزار۔ مکہ معظمہ میں پینتالیس ہزار۔ دیار بکر میں پتالیس  
 ہزار۔ عرفہ چالیس ہزار۔ جدہ تیس ہزار۔ عدن میں تیس ہزار۔ اور شلیم میں اٹھائیس ہزار۔  
 قنیہ میں پچیس ہزار۔ حدیدہ میں پچیس ہزار۔ مدینہ منورہ میں بیس ہزار۔ طائف میں آٹھ ہزار  
 مخاین سات ہزار۔ بنوین چھ ہزار۔ بصرہ میں چھ ہزار۔ بایزید میں پانچ ہزار۔

## سلطنت ایران

۱۸۶۲ء میں جو سیستان اور افغانستان کا سرحدی کمیشن مقرر ہوا تھا اس نے اور روس  
 اور ترکی کے ساتھ صلح ناموں کے بالفعل ایران کی یہ سرحدیں مقرر کی ہیں۔ شمال میں روس  
 کی علداری ہے۔ روس ایران کا سرحدی کمیشن ۱۸۶۲ء میں مقرر ہوا تھا۔ اس نے ابھی اس طرف  
 کی سرحد کا فیصلہ کیا۔ اور مغرب کی طرف سرحد ترکی ایشیا کی علداری سے ملی ہوئی ہے۔ جنوب  
 مغرب اور جنوب میں خلیج فارس و بحر عرب ہے۔ مشرق کی سرحد افغانستان اور بلوچستان  
 سے ملی ہوئی ہے۔ غرض ایران کی سرحدیں مشرق و مغرب و شمال میں ایسی علداریوں سے ملی  
 ہوئی ہیں کہ ہر وقت وہاں مگر کہ جنگ برپا ہو سکتا ہو وزیر کرمان نے اپنا لقب میر بلوچستان  
 رکھا ہے اور اس نے اپنے علاقہ میں دو بڑے ضلعے بام پیر اور مغربی بکران شامل کر لئے ہیں  
 جو حقیقت میں ایران کی سلطنت سے متعلق ہیں ان اضلاع کی علیحدگی نے ایران کی  
 سلطنت کو ایک منحرف کی شکل سے مثلث کی شکل بنا دیا ہو۔ تمام بیلاڑ اور میدان سلطنت



ایران کی ملکر ایسی شکل اپنی بناتے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ٹیڑھی پر بلی بیٹھی ہوئی ہے۔ یہ مشابہت اس سبب سے بھی خوب مناسبت رکھتی ہے کہ ایران کی بلبلان بڑی مشہور ہیں۔ کل رقبہ اس کا چھ لاکھ دس ہزار مربع میل ہے۔ اور پچاس لاکھ اور کروڑ کے درمیان آبادی ہے باوجودیکہ ایران کی سلطنت میں نو سو میل ساحل بحر واقع ہے مگر اس میں جزیرے نہیں ہیں صرف ایک جزیرہ ہے اور جزائر کثرت جو ہیں وہ سلطان عمان کے پاس ہیں اشروہ ایک چھوٹا سا جزیرہ تھا وہ روسیوں نے لے لیا ہے۔

ایران میں ہمیشہ سے سلطنت شخصی چلی آتی ہے۔ وہاں بادشاہ کا لقب شہنشاہ ہے آج کل ناصر الدین شاہ جو ترک قوم کا قاجار ہی شاہ ہے قریب سوا دو کروڑ روپیہ کے تمام ملک کی آمدنی ہے۔ یہ آمدنی سلطنت کے خرچ کو کافی ہوتی ہے۔ آب و ہوا دزین کی برائیوں سے رعایا کی بُرائیاں اور رعایا کی برائیوں سے انتظام کی برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ برائیوں کا ایک دور چلا جاتا ہے۔ ملک میں ریگستان و کوہستان بہت ہے۔ قاعدہ ہے کہ جب ریت اُڑ کر دیوار سے ٹکراتی ہے تو وہ اونچی ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ دیوار کے اوپر اُڑنے لگتی ہے اور پھر اس کے تودے میدان میں لگنے شروع ہوتے ہیں اور وہ بلندی میں بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس دیوار کے نشان باقی نہیں رہتے ہیں میدان میں فقط ریگستان ہی نظر آتا ہے اس طرح شہر کے شہر ریت کے تلے دب جاتے ہیں۔ پس جب ملک کی یہ صورت ہو کہ ریت یوں اڑتی ہو اور پہاڑ اس سے اٹھتے ہوں۔ اور بھڑکے دن آپس میں فساد رہیں چاروں طرف سے دشمنوں کے حملے ہوتے رہیں تو سلطنت کا کیوں نہ زوال ہو آخر صدی میں ان سببوں سے یہ سلطنت وسعت میں بہت کم ہو گئی ہے اور قوت میں ضعیف نادر شاہ کے زمانہ سے اس ملک پر زوال آنا شروع ہوا ہے۔ جس شان و شکوہ کی یہ سلطنت دنیا میں تھی اسکے سارے نشان لڑائیوں نے مٹا دیے ہیں۔ بادشاہان سلف کی عمارت عالی شان کا نام و نشان باقی نہیں رہا۔ نہ ان کے وہ بڑے بڑے شہر ہیں۔ نہ میوہ دار باغ ہیں غرض سارے

ملک پر ایک ویرانی برستی ہے۔ شاہ ایران جو آج کل ہے وہ نہایت مدبر و انا ہے اوس سے اپنی سلطنت کی صورت بنا رکھی ہے۔ ایک لاکھ سپاہی جس میں سے ایک تہائی مسلح رہتی ہے باقی مسلح نہیں رہتی کھیتی کا کام کرتی ہے۔ مگر وہ ایک ساعت کے اندر ضرورت کی حالت میں جمع ہو سکتی ہے۔ اوسکے ہتھیار بندوق و تیغے پرانی وضع کے فرانسیسی انگریزی میں اسلحہ میں سو توپیں لگی ہیں ملکوں کی بنی ہوئی آگئی ہیں۔ افسر مطلق جاہل ہیں اور نہ قواعد داں ہیں۔ سپاہیوں کی وردی اکثر دیدہ اور بوسیدہ ایسی رہتی ہیں کہ وہ محافظ ملک نہیں معلوم ہوتے بلکہ مفلسوں کی سی صورت ہوتی ہے۔ جو اچھی سپاہ ہے۔ اوسکی وردی فرانسیسی یا انگریزی قطع کی ہوتی ہے۔ مگر اس میں کچھ نہ کچھ خرابی ہوتی ہے کبھی کبھی تنخواہ چڑھ جاتی ہے۔ گوانے لباس اور ہتھیاروں کی حالت اچھی نہ ہو مگر سپاہیوں کی صورت پر بہادری اور لشکر پر دلادری برستی ہے وہ اس دریدہ بوسیدہ وردی میں سپاہیانہ شان دکھا دیتے ہیں سخت جفاکش ترکمان کرد۔ آذربائیجان کی لودی قومیں میں گروستان اور بختیار کے گوبستانی آدمی اکثر سپاہی ہوتے ہیں۔ ایران کے برابر دنیا میں کہیں اور جو انفر و سپاہی نہیں مل سکتے۔ اگر یہ قومیں اہل یورپ کی قواعد سیکھیں اور اسلحہ جنگ فرنگستانی اسلحہ ہاتھ میں ہوں تو ایک سپاہ بے مثل و نظیر تیار ہو سلطنت ایران میں پہلے زیادہ تر تعلیم فقط مذہبی ہوتی تھی۔ مگر اسکی اب یہ ترقی ہوئی ہے کہ اسلحہ میں اصفہان میں بڑے بڑے مدرسے قائم ہوئے ہیں جس میں مشرقی و مغربی زبانیں اور علوم و فنون و ہنر سکھائے جاتے ہیں۔ ایران کا پہلے اصفہان اور اب تہران دار السلطنت ہے سارا ملک بہ تفصیل ذیل ان اصناف میں جنگو ملک و بان کہتے ہیں تقسیم ہوا ہے۔

نام	رقبہ	آبادی
شمال میں		
استر آباد	۱۰۰۰۰	۱۵۰۰۰۰
مازندران	۸۰۰۰	۲۵۰۰۰۰
گیلان	۶۰۰۰	۴۰۰۰۰۰



آبادی	رقبہ	نام	
۱۳۰۰۰۰	۳۵۰۰۰	آذربائجان	جنوب میں
۱۰۰۰۰۰	۱۱۵۰۰۰	عراق عجم	
۱۵۰۰۰	۶۰۰۰	اردلان	
۶۰۰۰۰۰	۳۰۰۰۰	خجستان	
۳۰۰۰۰۰	۳۰۰۰۰	لورستان	
۱۲۰۰۰۰۰	۶۰۰۰۰	فارستان	جنوب
۸۸۰۰۰۰	۲۰۰۰	لارستان	
۶۰۰۰۰۰	۱۵۰۰۰۰	کرمان مہد کوہستان	
۸۶۰۰۰۰۰	۱۴۰۰۰	مکران مع سیستان	
۶۹۹۸۰۰۰	۶۱۰۰۰۰		

ایران میں اکثر مسلمان شیعہ مذہب کے رہتے ہیں اور ملکی تعداد کا تخمینہ سرسٹھ لاکھ ستر ہزار ہوا ہے ایک لاکھ پچھتر ہزار عیسائی رہتے ہیں ۵۳ ہزار اور مذہب کے یہودی وغیرہ رہتے ہیں۔ علی الہی یا نصیری بھی بعض جگہ ہیں وہ مسلمان نہیں سمجھے جاتے۔ بہت سے عرب یہاں بس کر شیعہ ہو گئے اصل باشندے یہاں کے آتش پرست بہت تھوڑے چالیس پچاس ہزار رہتے ہوں گے خاکستری رنگ کی کلاہ انکی علامت ہے سات ہزار باشندوں سے زیادہ جن شہروں و قصبوں میں آدمی رہتے ہیں ان میں سے مشہور یہ ہیں تبریز آبادی ایک لاکھ بیس ہزار۔ طہران آبادی ایک لاکھ۔ اصفہان آبادی ساٹھ ہزار۔ مشهد آبادی ساٹھ ہزار۔ کرمان شاہ تیس ہزار۔ شیراز تیس ہزار۔ قزوین تیس ہزار۔ شوش پچیس ہزار۔ رشت پچیس ہزار۔ بوشہر پچیس ہزار۔ کرمان پچیس ہزار۔ استرآباد بیس ہزار۔ کاشان بیس ہزار۔ قم بیس ہزار۔ بندرعباس یک ہزار۔ نیشاپور آٹھ ہزار۔ خراسان ملکی ملک سواد و کرور و رومیہ اور خچ و کرور قرض کچہ نہیں شیعہ ہیں ڈاکٹروں کا انتظام ہوا ہے

ہڈا کھانے ہیں جن میں تین لاکھ اسی ہزار خط سالانہ روانہ ہوتے ہیں۔ چالیس ہزار روپیہ سالانہ کی آمدنی ان ڈاکٹروں کی ہے۔ ۶۶ دفتر تار برقی کے ہیں۔ اسکی لین ۲۱۲۰ میل طول میں ۵۵۰۰ میل تار لگا ہوا ہے۔ اور پچاس ہزار پیغام اس تار پر آتے جاتے ہیں۔

## افغانستان اور بلوچستان

بلوچستان کا رقبہ ایک لاکھ ستر ہزار میل کا ہے۔ ان کو خانانہ قلات کہتے ہیں۔ اور افغانستان کا رقبہ دو لاکھ تیس ہزار مربع میل کا ہے۔ بلوچستان کا ایک لاکھ رقبہ ستر ہزار مربع میل کا سلطنت ایران میں سے مل گیا ہے اسکو افغانی ترکستان کہتے ہیں۔ عرض اب افغانستان کی سلطنت کا رقبہ تین لاکھ مربع میل ہے اور اسکی آبادی کا تخمینہ پچاس ساٹھ لاکھ آدمیوں کے درمیان کیا جاتا ہے۔ کابل اور قلات کے درمیان جو سرحد ہے وہ اچھی طرح مقرر نہیں۔ مگر ان دو سلطنتوں کی حدود جو برٹش گورنمنٹ کی سلطنت سے ملتی ہیں وہ بہت اچھی طرح مقرر ہیں۔ عرض ان دو سلطنتوں کا رقبہ ملکر چار لاکھ ستر ہزار میل کا ہوگا جسکی آبادی تقریباً پینسٹھ لاکھ آدمیوں کی ہوگی۔

افغانستان میں جو قومیں رہتی ہیں جنگجویی ان کی طبیعت میں ہے۔ وہ نہایت مضبوط اور توانا زندہ دل ہوتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے ہمسایہ سے لڑتے رہتے ہیں اور زیادہ تر خونریزی کرتے ہیں کہ وہ اپنے خیل کو آزاد رکھنا چاہتے ہیں ان میں پوندہ کے خیل ایسے لمبی ہیں کہ وہ دنگا و فساد نہیں پسند کرتے زراعت تجارت کرتے ہیں۔ باوجودیکہ ان کو اور ہمسایہ کی قومیں اتنی ہیں موسم گرما میں وہ اپنے خیمے قلات غلزی اور غزنین کے میدانوں میں لگاتے ہیں اور امیر کو کچھ خراج دیکر وہاں مولشی کے چرانے کا استحقاق حاصل کرتے ہیں۔ اور خورتوں اور بچوں کی بڑی حفاظت کر کے خود شمر قند۔ بخارا۔ ہرات۔ کابل میں تجارت کرنے چلے جاتے ہیں حالے میں وہ ہندوستان میں ملتان۔ لاہور۔ بنارس وغیرہ میں جاتے ہیں۔ دوائیں افنی ریشی کپڑے۔ گھوڑے۔ زعفران۔ مشک۔ میوے۔ اور اور چیزیں بیچتے ہیں۔ پھر اپریل میں قندھار



اور غزنین کو چلے جاتے ہیں۔

بلوچستان میں فرمان روا بلوچی نہیں ہیں بلکہ برہو قوم کے آدمی سلطنت کرتے ہیں وہی اس ملک کے اصلی باشندے ہیں۔ وہاں یہ نام بلوچستان کا کوئی نہیں جانتا۔ یہ نام ان کے ملک کا باہر والے آدمیوں نے رکھ لیا ہے۔ برہو سنت جماعت ہیں۔ بلوچ شیعہ اکثر وہ کہتی کرتے ہیں امیر دوست محمد خاں کا جب سے انتقال ہوا ہے آپ کے عناد و فساد کے سبب امیر کا بل ملک کا انتظام سوائے اسکے کہ زمین کا خرانج وصول کر لے اور کچھ نہیں کر سکتا۔ وہاں اپنی جان و مال کی حفاظت آدمی خود کر سکتا ہے کوئی گورنمنٹ کی طرف سے اس کا انتظام نہیں ہے۔ امیر شیر علی خاں نے جو انتظام کیا تھا سو وہ بھی اب جاتا رہا امیر عبدالرحمن خاں جو بالفعل امیر ہے وہ انتظام کرتا رہی مگر اسکو لڑائیوں سے فرصت نہیں ہوتی۔

بلوچستان میں ایک امیر ہوتا ہے اس کے ماتحت بہت سے جاگیر دار رئیس ہیں مگر ان میں ایسی تعلقات رہتے ہیں کہ جس سے ملک کے امن و امان پر اطمینان نہیں ہو سکتا۔ افغانستان اور بلوچستان میں یہ بڑے بڑے صوبے ہیں۔ وادخستان۔ بدخشان۔ قندز۔ بلخ۔ اندخوی۔ شایبیر خاں۔ اچک۔ سیریل۔ بمینہ۔ غزنین۔ کافرستان۔ چترال۔ سوات۔

مشہور شہر کابل جس میں پچھتر ہزار آدمی رہتے ہیں۔ قندہار جس میں ساٹھ ہزار آدمی رہتے ہیں۔ پچاس ہزار آدمی۔ مزار شریف میں پچیس ہزار آدمی بستے ہیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

## جلد دہم

اگرچہ میرا ارادہ تھا کہ جلد دہم کو پہلے نو جلدوں کا ضخیمہ بنا کے بہت سے مفید مضامین لکھوں مگر تاریخ اس قدر بڑھ گئی کہ ان سب مضامین لکھنے کی گنجائش نہیں رہی چند ضروری مضامین تحریر کر تا ہوں (۱) ہندوستان اور ہندوؤں کو مسلمانوں کی سلطنت سے فائدہ پہنچایا نقصان ہوا۔ یہ مقدمہ ایسا ہی کہ اس کو کوئی مسلمان یا ہندو انصاف سے بے تعصب فیصلہ کرے تو نہایت مشکل ہے اسلئے ہم اس فیصلہ کو لکھتے ہیں جو اس مقدمہ کا جیمس مل صاحب نے اپنی بمبئی تاریخ برٹش انڈیا کے باب پنجم میں لکھا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مورخ نہ ہندو ہے نہ مسلمان ہے کہ مسلمانوں کا یا ہندوؤں کا طرفدار ہو گا۔ بلکہ وہ عیسائی ہے اور عالی و مانع ایسا ہے کہ اس کی برائے مشکل ہے کہ کوئی ہندو یا مسلمان فیصلہ کر سکے۔ وہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کی تہذیب و شائستگی کا تحقیق کرنا تاریخ کا واقعہ عظیم ہے اس کا تحقیق کرنا اس لئے ضروری ہے کہ جس سے معلوم ہو کہ مسلمانوں کی سلطنت و غلبہ سے ہندوؤں کا تہذیب و تمدن یا ترقی ہوئی۔ یہ تحقیق ثابت ہو گیا ہے کہ ایشیا کے مغربی حصہ میں جو قومیں آباد تھیں یعنی ایرانی اور عرب اور نیز ترک بہ نسبت ان قوموں کے جو ان سے پرے مشرق میں رہتی تھیں (ہندو) مانع یا قابلیتوں میں بڑھی ہوئی تھیں۔ کیونکہ یہ جاہل سوسائٹی کی برائیوں اور فرخرفات میں کم مبتلا تھیں اور شائستگی کے بلند تر درجہ کو پہنچ چکی تھیں۔

یہ بات ثابت ہو چکی ہے اور غالباً آئندہ اس کی ترویج نہ کی جاوے گی۔ اس تحقیق سے بڑا مقصد اس بات کا ثابت کرنا ہے کہ وہ قومیں جنہوں نے ہندوستان پر حقیقت میں حملہ کیا اور جو ہندوستان



کے اتنے بڑے حصہ ملک کے باشندوں پر حکمران رہیں وہ بہ اعتبار شائستگی کے اس درجہ تک پہنچ چکی تھیں جس پر ایرانی اور عرب اپنی تہذیب کے معراج کے زمانہ میں پہنچ چکے تھے۔ مسلمان جنہوں نے ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کی: زیادہ تر اس بڑے ملک کے مغربی حصہ سے آئے تھے۔ جو کہ وسیع سلطنت ایران کی حدود میں واقع تھا۔

اس زمانہ میں جبکہ مسلمانوں کی حکومت کو ہندوستان میں قائم کرنے والے مسلمان پیدا ہوئے ایران کے مشرقی صوبجات بلخ اور ماوراء النہر اور اس کے مضافات تہذیب یافتہ ہونے کے اعتبار سے ایران کے سب شہروں پر فضیلت رکھتے تھے بلخ کی فارسی زبان نہایت فصیح اور پاکیزہ زبان سمجھی جاتی تھی اور مسلمانوں کے عقیدہ کے موافق خدا تعالیٰ اپنے عرش کے گرد بی فرشتوں سے اس بلخ کی زبان میں نرم اور دہیمی آواز سے باتیں کرتا ہے۔ فارسی کے علم ادب میں جو نامور گزرے ہیں وہ اکثر بلخ ہی کے رہنے والے تھے ان میں سے صرف تین شخصوں کا ذکر کرنا ہم کافی سمجھتے ہیں۔ محمد بن عمر خوافی، نند شاہ جس کو اہل یورپ خوند کے نام سے زیادہ جانتے ہیں۔ اس شخص نے ایک مکمل تاریخ لکھی ہے۔ اہل یورپ کو ایران کی تاریخ زیادہ تر اسی تاریخ کے ذریعہ سے معلوم ہوئی ہے۔ ہر شہید یہ ایک نامور شاعر گزرا ہے۔ انصری ایک نامی شاعر اور علم نجوم کا بڑا ماہر ہوا ہے۔ چنگیز خاں کے جانشینوں کے عہد حکومت میں بلخ ایسی ترقی پر تھا کہ قبۃ الاسلام کہلاتا تھا۔

بخارا مشرق میں بہت بڑا دارالعلوم تھا۔ یہاں کے مشہور و معروف دارالعلوم میں تحصیل علم کی غرض سے دور دراز ملکوں سے طالب علم آتے تھے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ مغلوں کی زبان میں لفظ بخارا کے معنی ایک عالم آدمی کے ہیں۔ ان نامور فاضلوں میں سے جن کی وجہ سے بخارا کی درسگاہوں کی شہرت تھی ایک شخص تھا جو اس وقت دنیا کے بڑے فاضلوں میں شمار کیا جاتا تھا یہ شخص شیخ بوعلی سینا تھا۔ اس کی تصانیف نثر سے زیادہ ہیں ۳۲۵ میں ۸۵ سال کی عمر میں اس نے وفات پائی کچھ بڑی عمر نہ پائی۔

جبکہ مغلوں نے مغربی ملکوں کی طرف بڑھنا شروع کیا تو وہ کوئی وحشی قوم نہ تھے۔ یہ بات بخوبی ثابت ہو چکی ہے کہ ان میں تحریر کا رواج تھا۔ ان کے حروف تہجی آ ب۔ ت۔ الگ تھے جیسی حروف کی طرح وہ مشکل نہ تھے۔ بلکہ رومی حروف کی طرح نہایت سہل اور عمدہ تھے مغل ملکہ کام کرنے کی قابلیت رکھتے تھے جس کی وجہ سے انہوں نے فتوحات کیں اور چین۔ ایران اور بعد ازاں ماوراء النہر پر انہوں نے نہایت ہی ذہانت اور عقلمندی سے باقاعدہ حکومت کی اور سب سے ثابت ہوتا ہے کہ کس حد تک اپنی دانش کے لحاظ سے مغلوں نے اپنے آپ کو ایشیا کی نہایت مہذب اور روشن ضمیر قوموں کے درجہ تک پہنچا دیا تھا۔ ان ملکوں پر چنگیز خاں کے جانشینوں نے جس دانائی اور لیاقت سے حکومت کی شاید پھر کسی بادشاہ کو نصیب نہ ہوئی ہوگی۔ اپنے فتوحات کے زمانہ میں تہذیب کے میدان میں قدم بڑھانے کے لئے مغل ایسے آمادہ رہتے تھے کہ جب وہ چین اور ایران کے تہذیب یافتہ لوگوں میں پہنچے تو انہوں نے حیرت انگیز عملیت سے اپنے آپ کو ان کی مثل بنالیا اور تھوڑے عرصہ کے بعد وہاں سے اصلی باشندوں سے کچھ کم تہذیب یافتہ ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ اپنے آداب و اخلاق اور خصائص کی وجہ سے ممتاز ہو گئے۔ ایران اور ماوراء النہر میں علوم کے سینے میں ان کی سعیدی مشہور تھی۔ خاص کر انہوں نے علم نجوم۔ علم جغرافیہ اور علم ہندسہ کو بہت ترقی دی۔ خاص سمرقند میں جو چنگیز خاں کے بیٹے اور اُس کے جانشینوں کا پایہ تخت تھا۔ ایک بڑا مشہور درس گاہ تھا جس کی نسبت ایک یونیورسٹی ہسٹری کے مورخ نے لکھا ہے کہ یہ دارالعلوم مسلمانوں کی درس گاہوں میں سب پر تفوق رکھتا ہے اور جہاں قریب کے ملکوں سے مسلمان پڑھنے آتے ہیں۔ ابوالفدا مسلمانوں کے اعلیٰ تہذیب کے دو ثبوت دیتا ہے۔ ایک تو یہ کہ اس کی زندگی میں بچتہ سڑکیں بننے لگی تھیں۔ دوسرے شہروں میں پانی سیسہ کے ٹنوں کے ذریعہ سے لایا جاتا تھا۔ سمرقند کا کاغذ جو ریشم سے بنایا جاتا تھا۔ ایشیا میں نہایت نفیس کاغذ خیال کیا جاتا تھا اور ایشیا کے تمام ملکوں میں اس کی بڑی مانگ رہتی تھی۔



سلطان محمود غزنوی جس نے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت کی بنیاد ڈالی ایشیا میں سب سے بڑا بادشاہ ہوا ہے اس کے دربار میں فاضلوں کا ہجوم رہتا تھا۔ ایشیا کے ملک اشعرا فرخ سی نے اس کی دارالحکومت میں اپنی کتابیں تصنیف کیں اور سلطان کے سایہ عاطفت میں پلا۔ سلطان محمود اور اس کے اراکین نے غزنی میں وہ وہ عالیشان عمارتیں تعمیر کرائیں کہ ایشیا میں غزنی اول درجہ کا خوبصورت شہر ہو گیا۔ سلطان نے اس میں ایک یونیورسٹی بھی قائم کی جس کے لئے رستم کثیر وقف کی اور غزنی کو ایشیا میں علوم و فنون کا مرکز بنادیا۔

محمود غزنوی نے اپنے تخت کے گرد بڑے بڑے عالموں اور فاضلوں کو جو کہ اس وقت کی تہذیب پیدا کر سکتے تھے جمع کیا تھا یہ ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ ہندو اس کے عہد حکومت میں ایسے لوگوں کے ماتحت تھے جو شائستگی میں ہندوؤں سے کم ہوں۔ اور نہ یہ بات محمود کے جانشینوں کی نسبت کہی جاسکتی ہے۔ اگرچہ ذاتی لیاقتوں میں تو وہ محمود کے ہم پلہ نہ تھے تاہم انہوں نے اور ان کے تلامذہ اراکین نے ایران کے علوم و فنون میں تعلیم پائی تھی چنانچہ ایشیا ہی حال خاندان غوی کے پادشاہوں کا تہادہ اور سر دار جو ان کی خدمت میں رہتے تھے علم و تربیت کے لحاظ سے حقیقت میں ایرانی ہی تھے۔ اس بات کا کوئی انکار نہیں کرے گا کہ خاندان مغلیہ جو کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا تہذیبی حکمران تھا ہندوستان کے فتح کرنے سے پہلے ایران اور ماوراء النہر میں کافی عرصہ تک رہ چکا تھا اور اس نے وہاں کی تہذیب ان سے سیکھ لی تھی۔ ان کی زبان ایران کی زبان تھی ان کا قانون اور مذہب ایران کا قانون اور مذہب تھا وہ ایران ہی کا لٹریچر پڑھتے تھے اور جبکہ وہ ہندوستان پر قابض ہوئے تو وہ ایران کے علوم و فنون سے بخوبی فائدہ اٹھا چکے تھے۔

اب سوال یہ ہے کہ جب ایسی طرز حکومت کی جگہ جس کا نظم و نسق ہندوؤں کے طریقہ تمدن کے موافق ہو تا تھا وہ طریقہ سلطنت قائم ہوا جس کا انتظام ایران کے اعلیٰ تہذیب اور اصولوں کے مطابق ہوتا ہو تو ہندوؤں کو فائدہ پہنچایا نقصان؟ صرف اس وجہ سے مسلمانوں کی حکومت

سے نفرت کرنا کہ مسلمان ہندوؤں سے غیر تھے یا یہ کہ اُن کا مذہب اسلام ہے حکومت اور  
 خوبوں کو نظر انداز کرنا محض تعصب کی بات ہے اور عقل کے خلاف ہے۔ مغلوں نے ہندوستان  
 پر اس طرح حکومت نہیں کی کہ ہندوستان کو کوئی غیر ملک خیال کیا ہو اور اس کو اپنے ملک  
 یا وطن کی ترقی اور بہبودی کا ذریعہ قرار دیا ہو۔ بلکہ انہوں نے ہندوستان کو اپنا وطن اور اپنا  
 ملک سمجھا جس کی وجہ سے مغلیہ حکومت کا ہندوستان سے اتنا قریب تعلق ہو گیا جتنا کہ  
 شخصی حکومت میں پادشاہ کا اپنی رعایا کے ساتھ ہونا ممکن ہے۔ ہندوؤں کے ساتھ مغلوں کا  
 برتاؤ ایسا نہ تھا جیسا کہ غیر قوموں سے ہوتا ہے بلکہ ایسا جیسا کہ اپنے ہموطنوں کے ساتھ ہوتا ہے  
 جس وقت کوئی محقق ان سب باتوں پر غور کرے گا تو اس کو اس بات میں حجت کرنے کی گنجائش  
 نہیں رہے گی کہ ہندوؤں کے ہاتھ سے مسلمانوں کے ہاتھ میں غنا حکومت جانے سے ہندوستان  
 کو فائدہ ہوا اور بہت بڑا فائدہ پہنچا۔ اس بات کا کافی ثبوت بغیر تفصیلی حالات کے لکھنے کے  
 ہم کو یہ تحقیق ہو سکتا ہے کہ جیسی ہندوؤں کی حکومت خرابیوں اور برائیوں سے بھری ہوئی تھی  
 ایسی مسلمانوں کی حکومت میں ان کی برابر برائیاں نہ تھیں۔  
 ہندوؤں کی تہذیب کا حال زیادہ بڑا معلوم اور پوشیدہ ہی۔ برخلاف اسکے ایران کی  
 تہذیب کا علم اہل یورپ کے تعلیم یافتوں پر بخوبی ظاہر ہے مسلمانوں اور ہندوؤں کا مقابلہ  
 ان چند عنوانوں سے معلوم ہوگا۔

## ۱، رعایا کی تقسیم اور تفریق

اس اہم کام کو مسلمانوں نے جس خوش اسلوبی سے انجام دیا تھا وہ بیان سے باہر ہے  
 مسلمانوں میں ذات کے جگڑے نہ تھے جتنی رسوم کہ تلون مزاراجی اور خود غرضی کی وجہ سے  
 جاری کی گئی ہیں ان سب سے زیادہ انسان کی ترقی کے مانع ذاتوں کی تفریق ہے جمہوری  
 سلطنتوں کی مانند مسلمان کی خود مختار شخصی حکومت میں کل انسانوں کے ساتھ یکساں برتاؤ



کیا جاتا تھا۔ امر اور شرفاء کی کوئی خاص جماعت نہ تھی۔ بلکہ صرف منصب اور سرکاری عہدہ کے موافق لوگوں کی عزت ہوتی تھی۔ عہدے کسی خاندان کے ساتھ مخصوص نہ تھے بلکہ ہر روز ادنیٰ درجہ کے لوگ ترقی کر کے اعلیٰ عہدوں پر پہنچتے تھے۔ ہر ایک کی قدر و منزلت اُس کی ذاتی اہلیت اور قابلیت کی وجہ سے ہوتی تھی۔ نہ کہ صرف اس کے باپ کی ثروت و امارت کی وجہ سے۔

(۲) طرز سلطنت مسلمانوں کی طرز سلطنت کی خوبیاں جو ہندوؤں کے طریقہ حکمرانی سے ممتاز ہیں وہ یہ ہیں:

مسلمان بادشاہ انتظام سلطنت کے واسطے عہدہ دار مقرر کرتے تھے۔ مثلاً بخشی وزیر امیر لالہ وغیرہ وغیرہ۔ ہندو راجاؤں کے وقت میں عجب بے ترتیبی اور ابتری تھی۔ راجہ برہمنوں کی عجا کے وسیلہ سے حکومت کرتا تھا۔ چوراج کے اختیارات کو مجوزہ قانون کے مطابق عمل میں نہیں لاتے تھے۔ بلکہ جو شخص سازش کر کے یا شہرت کی وجہ سے عروج پا جاتا تھا سو کرتا تھا۔ اُس زمانہ میں یہ دستور تھا کہ بعض لوگ قوت حاصل کر لیتے تھے اور اور لوگ تہرات میں اُن کی فرمانبرداری کرتے تھے ایسے لوگ وزارت یا پیشواؤں کا رتبہ جیسے کہ مرہٹوں میں ہوئے حاصل کر لیتے تھے جس صورت میں یہ برہمنوں کی جماعت باضابطہ مقرر نہیں کی جاتی راجہ ایک وزیر منتخب کر لیتا ہے جس کو راج سے کل اختیارات حاصل ہوتے ہیں اور وہ اختیارات کو ضرورت کے موافق عمل میں لاتا ہے اور رسم و رواج یا کسی خاص قاعدہ کا پابند نہیں ہوتا۔

اگر بادشاہ مطلق العنان ہو اور سلطنت کا انتظام اچھی طرح نہ کرے تو جو بظنمیاں پیدا ہوتی ہیں اُن کے انداز کے لئے صرف تین چیزیں ہیں۔ اول مذہب۔ دوسرے بغاوت کا اندیشہ۔ تیسرے اخلاقی حالت۔ اول جب یہ کہیں کہ بادشاہ کی مرضی کا مخالفت مذہب ہے تو اُس سے یہ مراد ہوتی ہے کہ پیشوایان دین بادشاہ کی مخالفت کر رہے ہیں۔ کیونکہ جس طرح ملکی تدبیریں بغیر مدبران سلطنت کے چل نہیں سکتیں اسی طرح مذہب بھی بغیر پیشوایان مذہب کے کچھ کام نہیں کر سکتا۔ مذہب کے پیشوا صرف اس حالت میں راجہ کی مخالفت کر سکتے ہیں

جس صورت میں لوگوں میں اُن کا رسوخ ہوا اور اُن کے اختیارات اتنے بڑھے ہوئے ہوں کہ بادشاہ اُن کو ناراض کرنے سے ڈرتا ہو۔ راجاؤں کی سختیوں سے رعایا کو پیشوایانِ مہب اس وقت بچا سکتے ہیں جبکہ بادشاہ ملکی اختیارات میں ان کو اپنا صلاح کار بنائیں۔ جس صورت میں کہ راجہ پیشوایانِ دین کو اپنا صلاح کار بنالیتے ہیں اور اُن کے ظلم کرنے سے پیشوایانِ دین کو بھی فائدہ پہنچتا ہے تو وہ ان راجاؤں کو ناجائز حرکتوں سے روکتے نہیں بلکہ اُن کو ترغیب دیتے ہیں۔ ہندوؤں کے طرزِ سلطنت میں پیشوایانِ دین اور راجاؤں کے اختیارات ایک دوسرے سے وابستہ تھے کہ راجہ تو برائے نام ہوتے تھے حقیقت میں پیشوایانِ دین راج کرتے تھے۔ جب کہ راجاؤں کی سختیوں سے اُن کو فائدہ پہنچاتا تو اُن کو کیا غرض تھی کہ وہ راجاؤں کو برائیوں سے روکتے۔ چنانچہ یہی وجہ تھی کہ ہندو راجاؤں کو بد نظمیوں سے مذہب نے کبھی نہیں روکا۔

مسلمانوں کی طرزِ حکومت میں مذہب اور سلطنت میں ایسا قریب کا تعلق نہیں تھا یہ بالکل درست ہے کہ ایک زمانہ میں خلیفہ ملک اور دین دونوں کے بادشاہ ہوتے تھے لیکن اکثر حالات میں مسلمان بادشاہوں کے عہد میں سوائے چند باتوں کے جو رواج پر منحصر تھیں۔ علماء دین کو بہت کم ملکی اختیارات حاصل تھے لیکن وہ رعایا کی حالت کو بہتر بن کر سکتے تھے۔ مسلمان کی حکومت میں پیشوایانِ مذہب کو کافی رسوخ پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ ظاہر میں اُنہوں نے اپنا میلان خاطر اس طرف ظاہر کیا کہ بادشاہ کی طرف سے جو سختییں عیاں پر ہوتی ہیں ان کا انہاد ہو اس بات میں مسلمان ہندوؤں کی مذہبی جماعت سے اختلاف رکھتے ہیں اور یہ بہت بڑا فرق ہے کہ مسلمانوں کے پیشوایانِ مذہب ان لوگوں سے ملے ہوئے نہیں ہوتے جو اختیارات کے بل پر رعایا پر ظلم کرتے ہیں مسلمانوں کے پیشوایانِ مذہب کو خود ان لوگوں سے پناہ نہیں ہوتی۔

(۳) ایشیاء کی طرزِ حکومت میں بغاوت کا اصول رعایا کے حق میں اکثر مفید ثابت ہوا



ہے اگر رعیت کو ہر قسم کی خوشی اور آسائش میں ہوسکتی ہے تو صرف اسی ذریعہ سے ہوسکتی ہے جس صورت میں پادشاہوں اور اس کے اراکین کی آرزوں خواہشوں اور تلون مزاجی کی کوئی حد نہ ہو تو حکام بالا دست کی بے شمار خواہشوں آرزوں اور تلون مزاجی کی وجہ سے رعیت پر جو تباہی اور مصیبت آتی ہے۔ رعایا کو اس سے پناہ دینے والی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جیسا کہ اس کے باغی ہونے کا ڈر۔ لیکن جس صورت میں آدمیوں کے پاس کوئی چیز نہ ہو جس کے جاتے رہنے کا ان کو اندیشہ ہو تو رعیت کو بغاوت پر آمادہ کر دینا کوئی دشوار بات نہیں ہے۔ ایشیائی پادشاہوں کو اس بات کا تجربہ ہے کہ اگر رعیت پر ایک خاص حد سے زیادہ ظلم کیا جائے تو وہ غدر کر دیتی ہے اور ظلم کرنے والوں کو پامال کر ڈالتی ہے اور ایسی حالت میں اس کو سب گروہ کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ یہ خیال ہمیشہ حاکموں کے پیش نظر رہتا ہے اور ان کو اعتدال کے ساتھ حکومت کرنے پر مجبور کرتا ہے۔ اگر ایشیائی خود مختار حکومت میں کچھ خوبیاں پائی جاتی ہیں تو صرف اسی وجہ سے ہیں لیکن ہندوستان میں بغاوت کا خوف بالکل جاتا رہا تھا۔ کیونکہ ہندوؤں کو لڑائی کی طرف سے نفرت تھی اور مصیبت کے وقت ان کا صبر اس درجہ بڑھا ہوا تھا کہ وہ دنیا کی سب قوموں سے بڑھی ہوئی تھی۔ البتہ ہندوستان کی مسلمان رعایا کی جرات اور دلیری اور بہادری نے ہندوستان کے پادشاہوں کو لیاقت اور دانائی سے حکومت کرنے کی تحریک کی تھی۔

سوم جو تہذیب ہندوؤں اور مسلمانوں میں پائی جاتی ہے اس سے کہیں بڑھ کر تہذیب اس بات کے لئے درکار ہے کہ محض نیکی اور اخلاق کی وجہ سے پادشاہ سختیوں سے باز رہیں جس قدر انسان لوگوں کی تعریف سے خوش ہوتا ہے اور ان کے برا کمنے سے بڑا رنجیدہ دل ہوتا ہے اسی قدر اخلاق اس کے بجا اختیارات کو روکتا ہے۔ چنانچہ ہندو اور مسلمان پادشاہوں پر اخلاق کا عمدہ اثر نہیں ہوا تھا۔ اگر کچھ اثر پایا بھی جاتا تھا تو

مسلمانوں میں تھا۔ مسلمان فاتحان ہند کے اوضاع و اطوار میں ایسی انسانیت اور دلیری اور عملی قابلیت پائی جاتی تھی کہ مسلمانوں میں خود مختار حکومت اس قابل نفرت اور وحشیانہ عیاشی کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتی تھی جیسے کہ ہندوؤں کی سلطنت کا اس درجہ کو پہنچنا آسان تھا۔

اگرچہ وحشت کے آثار مسلمان قوموں میں بھی پائے جاتے تھے جیسا کہ ایشیا کے تمام باشندوں میں۔ لیکن ساتھ ہی مسلمان فاتحین میں فہم اور فراست تھی برخلاف اسکے ہندوستان کے اصلی باشندوں میں وحشی قوموں کے علاوہ کام کرنے کی عقل سب قوموں سے کم ہے جس قوم میں کام کرنے کی قابلیت ہوتی ہے اس کا اثر طرز حکومت پر اور بادشاہوں کے دماغ پر ضرور ہوتا ہے چنانچہ ذیل میں تیمور کے آئین سے یہ بات ثابت ہے کہ مغلوں نے ہندوستان میں آنے سے پہلے حکمرانی کے عہدہ عہدہ طریقے ایجاد کئے تھے وہ لکھتا ہے کہ

”میں نے ایک قاضی مقرر کیا جو کہ نہایت عالی خاندان اور مقدس آدمی تھا۔ تاکہ وہ دین دار آدمیوں کے چال و چلن کو دیکھتا رہے اور اس وقت کے آداب اور اخلاق کو درست کرے اور مذہبی امور کے واسطے لوگ معین کرے اور ہر ایک شہر اور قریہ میں تیر فہم اور زیرک قاضی اور مفتی مقرر کرے اور محتسب مقرر ہوں جو تجارت اور اوزان وغیرہ اور پیمانوں کے نگران رہیں۔“

”ایک قاضی فوج کے واسطے اور دو مہر قاضی رعیت کے واسطے میں نے مقرر کیا اور ہر ایک صوبہ اور شہر میں میں نے شارع بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو برائیوں سے باز رکھے اور ان کو راہ راست پر لائے میں نے حکم دیا کہ ہر ایک شہر اور قصبہ میں ایک مسجد، درس گاہ، خانقاہ، غریب اور محتاجوں کے لئے خیرات خانہ اور مرہضوں کے لئے شفا خانہ بنایا جائے اور طبیب نوکر رکھا جائے جو شفا خانہ میں صبح و صبح موجود رہے ہر دیہ میں سرکاری مکان اور



عمارئیں بنائی جائیں اور نگران مقرر کئے جائیں تاکہ وہ مزروع زمینوں اور زمینداروں کی خبر گیری کر سکیں  
میں نے حکم دیا کہ معابد اور خانقاہیں تعمیر کی جائیں اور شاہراہ پر مسافروں کے ٹھہرنے کی واسطے  
سرائیں بنائی جائیں اور دریاؤں پر پل تعمیر کرائے جائیں۔“

”میں نے حکم دیا کہ سنگستہ پلوں کی مرمت کی جائے اور دریائی نالوں پر پل بنائے جائیں اور  
سڑکوں پر ایک ایک منزل کے فاصلہ پر کاروان سرائے تعمیر کرائیں۔ اور محافظ اور چوکیدار سڑکوں پر  
تعیینات ہوں۔ ہر ایک کارواں سرائے میں آدمی رہیں اور سڑکوں کی حفاظت انکے سپرد کی جائے اور  
اگر سڑک پر غافل مسافروں کی کوئی چیز چوری جائے تو ان چوکیداروں سے باز پرس ہو۔“

”میں نے حکم دیا کہ صدر اور مفتی وقتاً فوقتاً میرے مملکت کے دینی امور میرے سامنے پیش  
کریں اور میں نے ایک قاضی مقرر کیا تاکہ تمام ملکی نزاع کے مقدمات جو کہ میری سپاہ اور رعایا کے  
درمیان ہوں وہ میرے پاس بھیجا رہے۔“

حکومت کے نہایت ضروری مقاصد میں سے چار منتخب مقصد تھے جن کے پورا کرنے میں  
شاہان مغل نے بہت کوشش کی۔ اول عدل گستری کی۔ دوم انہوں نے لوگوں کو تعلیم اور تربیت دی  
تیسرے سفر کرنے میں آسانی کر دی۔ چوتھے جو کچھ ان کے ملک میں واقع ہوتا تھا اس سے وہ با  
خبر رہتے تھے۔ اس بات کا ہمارے پاس کافی ثبوت ہے کہ ان مقصدوں کو خاطر خواہ تو وہ پورا  
نہیں کر سکے لیکن جس وقت سے یہ مقصد ضروری ثابت ہو گئے اُس وقت سے طرز حکومت کے  
علم و فن میں بہت کچھ ترقی ہو گئی اور جب سے ان کے حاصل کرنے میں سرگرمی سے کوشش کی  
گئی تو اور بھی زیادہ کامیابی ہوئی۔

تیمور کی طرز حکومت کے بارہ اصولوں کا انتخاب حسب ذیل ہے۔  
نہایت ذی عقل و غمیدہ۔ ہوشیار و محتاط۔ تجربہ کار۔ دور اندیش لوگوں کو اپنا مشیر و صلح کار بنایا  
سپاہ اور رعیت کو ایک نظر سے دیکھا اور ان دونوں میں ایسا بند و بست کیا کہ ایک دوسرے  
پر ظلم و تعدی نہیں کر سکتا تھا۔

دورانِ پیش اور عاقل لوگوں میں سے چند آدمی منتخب کئے جو کہ مجھے معتبر معلوم ہوئے اور جن کو میں نے اس لائقِ سمجھا کہ سلطنت کے کاموں میں اُن سے صلاح لی جاوے اور اُن سے میں سلطنت کے راز کہہ سکوں۔ اُن کو میں نے اپنا راز دار بنایا اور سلطنت کے اہم اور پوشیدہ کام میں نے اُن پر ظاہر کئے۔

وزیر اور منشیوں اور محرموں کے ذریعہ سے میں نے دربارِ عام کا انتظام اور انصرام کیا۔ میں نے اُن کو اپنی سلطنت کا آئینہ بنا دیا جس میں کہ اُنہوں نے سلطنت کے تمام کاروبار دکھائے اور رعیت اور لشکر کی ضرورتوں سے مجھے آگاہ کیا۔ اُنہوں نے شاہی خزانہ کو دولت سے مالا مال رکھا۔ اور رعیت کی بہبودی میں اور ہر چیز اُن کے واسطے افرام سے متیا کی۔ جہاں جہاں ٹنک میں منظمی تھی نہایت مناسب اور بہترین طریقہ سے اُنہوں نے اُس کا اسناد کیا۔ سلطنت کی آمدنی اور خرچ کو اُنہوں نے درست رکھا اور ٹنک کی آبادی بڑھانے میں اُنہوں نے سعی کی۔

حاذق طبیبوں اور تجربہ کار معالجوں اور بنجیومیوں اور ہندسوں کو جو سلطنت کی زمینت کے واسطے ضروری ہیں میں نے اپنے گرد جمع کیا۔ طبیبوں اور جراحوں سے میں نے بیماروں کو تندرست کرایا۔ بنجیومیوں کی مدد سے تلوں کا ملک پر ٹنک و بدائر اور ستیاریوں کی رفتار اور گردش میں نے دریافت کی۔ ہندسوں اور معماروں کی مدد سے میں نے باغ لگواے۔ اور عالیشان عمارتیں تعمیر کرائیں۔

علم تاریخ کے جاننے والے اور واقف کار لوگ میرے پاس موجود رہتے تھے۔ وہ انبیاد پیغمبروں اور شاہانِ سلف کا حال سنایا کرتے تھے اور میں اُن واقعات کو غور سے سنا کر مانتھا جس کی وجہ سے لوگ بادشاہی کے رتبہ تک پہنچے یا جو اُن کی سلطنت کی تباہی کا باعث ہوئے زمانہ قدیم کے پادشاہوں کے تاریخی حالات سے اور روایتوں اور ان کے اخلاق اور چال و چلن سے میرا تجربہ بڑھا اور میرے علم کی توسیع ہوئی۔ ان لوگوں کی زبانی میں نے روئے زمین کے مختلف مقامات کی کیفیت اور وہاں کی روایتیں سنیں اور میں نے معلوم کیا کہ سلطنتیں کہاں واقع ہیں۔



ایک ملک کے مسافروں اور سیاحوں کو میں نے تحریک دی تاکہ وہ تمام قوموں کی فراست اور کاروبار سے مجھ کو اطلاع دیں۔ سوداگروں اور کارواں سرائے کے سرداروں کو میں نے ہر ایک ملک اور مملکت کی طرف روانہ کیا۔ تاکہ خن چین۔ جاپن۔ ہندوستان۔ عرب کے شہروں سے مصر۔ شام۔ روم اور عیسائیوں کے ملکوں سے ہر قسم کے قیمتی اسباب تجارت اور نادرہ روزگار اشیاء لاویں اور ہر ملک کی حالت اور وہاں کے باشندوں کی عادات اور اخلاق سے مطلع کریں اور غور سے دیکھیں کہ ہر ملک کے بادشاہ کا برتاؤ اُس کی رعیت کے ساتھ کیسا ہے اور مجھ سے آکر کہیں۔

یہ باتیں جو حکومت کے قابل غور اور ضروری مقاصد میں لگی ہوئی تھیں صاف بتلاتی ہیں کہ تیمور کے وقت میں لوگ عقل و دانش میں وحشی قوموں سے بہت بڑھے ہوئے تھے۔

ناقص طریقہ حکمرانی میں رعیت کی خوشی زیادہ تر مالگزاری کے جمع کرنے کے طریقہ پر منحصر ہوتی ہے اُس کے واسطے حسب ذیل قانون جاری کیا۔ یہ قوانین انتظام کرنے کے اعلیٰ درجہ کی قابلیت ظاہر کرتے ہیں۔

میں نے حکم دیا کہ مقررہ محصول اور راہ داری سے زیادہ لوگوں سے ہر گز امیر نہ لینی پادشاہ میں نے حکم دیا کہ ہر ایک صوبہ میں جو بادشاہ کی طرف سے بطور جاگیر کے امرا کو دیا گیا ہو دودھ دہ دار اس کے نگران ہوں۔ اُن میں سے ایک مالگزاری کا معائنہ کرے اور رعایا کے حقوق کی نگہبانی کرے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ رعیت تباہ ہو جاوے یا جاگیر دار اُس پر ظلم کریں اور تمام رقوم جو صوبہ سے جمع کی جائیں اُن کا حساب رکھے۔ دوسرے عام اخراجات کا رجسٹر اپنے پاس رکھے اور مالگزاری کے روپیہ کو سپاہیوں میں صرف کرے۔

میں نے حکم دیا کہ ہر ایک جاگیر دار کے پاس جاگیر تین سال تک ہے اُس کے بعد صوبہ کا معائنہ کیا جاوے۔ اگر وہاں کے باشندے جاگیر دار سے خوش ہوں اور ملک میں ترقی ہو اور آبادی بڑھ گئی ہو تو پھر اُسی کو جاگیر واپس دیدی جائے۔ لیکن اگر صوبہ کی حالت اس کے خلاف

پائیں تو جاگیر سرکار کو واپس کر دی جائے اور تین سال تک جاگیردار کو جاگیر کی آمدنی نہ دی جائے  
میں نے حکم دیا کہ ضرورت پڑے تو رعایا کو دہمکا کر محصول جمع کریں لیکن ان پر ظلم اور جبر نہ  
کریں اور تازیانے نہ لگائیں۔ وہ حاکم جس کا رعب لوگ اتنا ہی نہ مائیں جتنا کہ کوڑے سے ڈرتے  
ہیں حکومت کرنے کے لائق نہیں ہے۔

میں نے حکم دیا کہ مالگزاری اور محصول اس طرح جمع کیا جائے کہ رعایا کی تباہی کا باعث  
نہ ہو دے۔ اور ملک غیر آباد نہ ہو جاوے۔

زرخیز اور شاداب زمینوں کی پیداوار کا ایک ثلث مہرکاریں داخل کیا جاتا تھا اور یہی آمدنی کا  
ذریعہ تھا۔

میں نے حکم دیا کہ جو شخص دیران زمین میں کاشتکاری کرے یا نہر لاوے یا باغ لگا دے  
یا غیر مزرعہ زمین پر زراعت کرے اس سے پہلے سال کچھ نہ لیا جائے۔ دوسرے سال جو وہ خوشی  
سے دیوے لیلو۔ تیسرے سال سے قانون کے مطابق اس پر جمع مقرر کر دو۔

میں نے حکم دیا کہ اگر غریبوں پر امیر ظلم کریں اور ان کے مال و متاع کو نقصان پہنچائیں تو  
ظالم امیروں سے نقصان سکے برابر رستم لے کر مظلوم غریبوں کو دے تاکہ ان کی پھر پہلی سی حالت  
ہو جاوے۔

میں نے حکم دیا کہ ہر ایک ملک میں وزیر مقرر ہوں۔ ایک وزیر رعایا کے واسطے ہو سکے  
یہ خدمت سپرد کی جائے کہ وہ مالگزاری اور راہ داری کا باقاعدہ حساب رکھے کہ رعیت نے کیا  
اور کتنی رقیں کس مدین دیں کس بات کی دیں وہ ان سب کا نقشہ تیار رکھے۔ دوسرا وزیر فوج  
میں مقرر ہو جو حساب رکھے کہ سپاہ کو کتنا روپیہ دیا گیا ہے اور ان کو کتنا روپیہ اور دینا باقی ہے  
تیسرے وزیر کو متفرق کام دیے ہیں جن کے بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ مغل جب کہ وہ پہلی ہی دفعہ ہندوستان میں آئے علم سیاست  
مدن خوب جانتے تھے اور ان کے آنے سے ہندوستان کو بڑا فائدہ پہنچا۔ خاندان مغلیہ کے



بڑے بادشاہوں کے عہد میں مثلاً اکبر کے زمانہ میں سلطنت کے اختیارات بے ہوشے تھے اور ایسی لیاقت سے حکومت کی جاتی تھی جو علم اور تہذیب کے اعتبار سے اُس مشہور زمانہ کے شایاں تھی۔

اگرچہ شخصی حکومت میں بہت سی چیزوں کا انحصار بادشاہ کی صفات پر ہوتا ہی لیکن اگر حکمرانی کا عمدہ طریقہ ایک دفعہ بخوبی رواج پا جاتا تو تھوڑے عرصہ تک تو اس کا اثر ضروری رہتا تھا اور اکثر وہ قاعدہ ہمیشہ کے لئے جاری ہو جاتا تھا۔

(۳) قانون۔ ہندوؤں کا قانون ایسے لوگوں نے بنایا تھا جن کی دماغی قوت ایسی ضعیف تھی کہ اس سے زیادہ اور ضعیف نہیں ہو سکتی۔ قانون کا بڑا نتیجہ عظیم الشان کچھ ملک کو فائدہ پہنچا۔ لیکن دنیا میں جتنے قوانین آج تک بنائے گئے ہیں۔ ان سب میں بدتر ہندوؤں کا قانون ہی جس سے بہت ہی کم ملک کو فائدہ پہنچ سکتا ہے اور قانون کی علت غائی ملک کی نفع رسانی کی مفقود ہے۔

اگر مفروضہ بہترین قانون سے مسلمانوں کے ان قوانین کا مقابلہ کیا جائے جن کو انہوں نے ہندوستان میں جاری کیا تو بہت سے نقص ملیں گے لیکن اس کا کسی ملک کے موجودہ نظم قوانین سے مقابلہ کرو۔ مثلاً قوانین روم یا قوانین انگلستان سے تو وہ خوبیوں میں ایسا کم نہیں ہوگا جیسا کہ ان قوانین کی نظموں کے جاننے والے جاہل آدمیوں کے تعریف پر غش ہونے والے یقین کرتے ہیں۔ مسلمانوں کے قوانین لکھنے میں ہم انگریزی قوانین کا بھی ذکر کریں گے تاکہ لوگ دونوں قوموں کے قانون سے واقف ہو جائیں اور یہ اس وجہ سے اور بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا قانون منسوخ ہو کر انگریزی قانون جاری ہوا ہے

اول قوانین دیوانی ہیں جن میں فوجداری کا قانون شامل نہیں ہے۔ وہ حقوق شامل ہیں جو قوم کے ہر فرد کو قوم کی بہبودی کے واسطے حاصل ہونے چاہئیں۔ یا یوں کہو کہ قانون

دیوانی ان اختیارات پر مشتمل ہے جو قوم کی ترقی کے واسطے ہر شخص کو آدمیوں اور اشیاء پر حاصل ہونے چاہئیں۔ یہ اختیارات حقوق کے قائم کرنے کے لئے ضرور ہیں اور عام تجربہ ہی خوب معلوم ہوا ہے کہ اس باب میں مذہب قومیں ایک دوسرے سے اتفاق کرتی چلی آئی ہیں۔ البتہ حقوق کے استحکام کے واسطے انہوں نے مختلف طریقے اختیار کئے ہیں۔

سب سے عمدہ اور بہتر ذریعہ جس کے بغیر لوگوں کے حقوق کی حفاظت ناممکن ہی یہ ہے کہ لفظ حق کی صحیح اور درست تعریف کی جائے۔ حقوق کی درست اور ٹھیک تعریف کرنے کے اعتبار سے رومی اور انگریزی اور مسلمانوں کے قانون ایک سے ہیں۔ تعریفات کا درست ہونا گویا قانون کو کمال کے درجہ تک پہنچا دینا ہے اور یہ بات اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ قوم تہذیب کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ گئی ہو۔ تعریفات کے واسطے اول تو تمام مختلف واقعات کے تجربہ پر عبور ضرور ہے۔ دوسرے انسان کا دماغ اتنا مشاق نہیں ہے کہ تمام واقعات کو ترتیب دے سکے اور بغیر عمدہ ترتیب کے صحیح تعریف کرنا ناممکن ہے۔ تیسرے رسوم کا منسوخ کرنا بہت دشوار ہے۔ مفسرین رسوم کی ناپائیداری سے خوش ہوتا ہے اور وہ کوشش کرتا ہے کہ کہیں رسوم ترقی نہ کر چکی ہوں اور اختیارات کی وجہ سے وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہوتا ہے۔

زبانہ حال تک یورپ کے کسی ملک میں بھی قانون مال قلمبند نہیں کیا جاتا تاہم یعنی لوگوں کے حقوق کی کیفیت مقررہ الفاظ میں نہیں بتائی جاتی تھی۔ تمام قانون زبانی تھا۔ بہت سے لوگ تو یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ لفظ حق کیا چیز ہے۔ بیچ کے پاس اُس کی رہبری کے لئے کوئی مقررہ تعریف نہیں ہوتی تھی وہ ہر موقع پر حسب ضرورت نئی تعریف گھڑ لیتا تھا۔ یہ بے شمار تعریفات جو مختلف جگہوں نے بے شمار موقعوں پر کی تھیں۔ ایک دوسرے سے کم و بیش مختلف تھیں۔ اگر تعریفات میں کچھ صحت و درستی تھی تو صرف اس وجہ سے کہ فیصل شدہ مقدمات سے ایک احاطہ پہنچ لیا تھا اور بیچ ہر موقع پر بغیر و تبدل ان فیصلوں کی حد کے اندر کرتا تھا۔ کیونکہ جو شخص بے انصافی کرنے کی غرض سے مقررہ حد سے تجاوز کرتا تھا اُس کو لوگ برا سمجھتے تھے۔ چند سال پہلے



کہ جرمن کی بعض ریاستوں نے کوشش کی تھی کہ مضابطہ قوانین بنائیں اور خاص عبارت میں لکھ کر قانون کو مستقل کر دیں۔ یہ کوشش صرف تھوڑے ہی لوگوں کی طرف سے تھی اور اس میں ہندیاؤہ کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ شہنشاہِ ہولین ہدائت شخص تھا جس نے قانون کی تدوین کر کے رعیت کو بچہ فائدہ پہنچایا۔ اگر ہم نکتہ چینی کریں تو ہولین کے مضابطہ قانون میں بہت سے نقص نکال سکتے ہیں لیکن باوجود ان سب باتوں کے فرانسیسیوں کو بہ اعتبار قانون کے سب قوموں پر تفوق حاصل تھا (انگلیٹنڈ کا کامن لا (رسم درو لاج) عام قانون جس میں دیوانی اور فوجداری دونوں شامل ہیں صرف زبانی تھا۔ قانون جو سٹے ٹوٹ لا (لائین پارلیمنٹ) کے نام سے مشہور تھا وہ فضول لفظوں سے ملبو تھا۔ اس میں عجیب بے ترتیب فقرے ایسے اہل دذو معنی ہیں کہ مقنن کہتے ہیں کہ عام قانون جس میں تغیر و تبدل ہمیشہ رہتا ہے اس سے زیادہ قابل اعتبار ہے۔ صاحبِ ممدوح نے بہت کچھ اس قانون کے بابت لکھا ہے اور یورپ و مسلمان و ہندوؤں کے قوانین کا مقابلہ کر کے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مسلمانوں کے قوانین عیسائیوں کے قوانین سے تہذیب میں بعض برابر بعض کم تھے مگر مسلمانوں کے قوانین دیوانی اور فوجداری ہندوؤں کے قوانین سے بدرجہا بہتر تھے۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
www.pdfbooksfree.pk

(۴) ٹیکس محصول لگانے میں مسلمانوں نے وہی طریقہ اختیار کیا جو ہندوؤں کے عہد حکومت میں تھا پیداوار کا ایک خاص حصہ بادشاہ کو دیا جاتا تھا اور یہی سلطنت کی آمدنی کا ذریعہ تھا۔ اکبر بادشاہ نے مالگزاری جمع کرنے کے عہدہ طریقے مقرر کئے اور مالگزاری و بندوبست کے قانون کو ایسی ترقی دی جو دوسرے بادشاہ کے عہد میں کہی نصیب نہیں ہوئی تھی۔ جو کچھ ہندوؤں کی طرز حکومت کی بابت معلوم ہے اور جس لیاقت سے مسلمانوں نے سلطنت کے کام کو انجام دیا اس سے ہم یہ نتیجہ بخوبی کمال دے سکتے ہیں کہ مغلوں کے آنے سے ہندوستان میں بہت ترقی ہوئی۔ یہ بات کہ مسلمانوں نے مالگزاری کے کام میں اکثر ہندوؤں سے کام لیا اور ہندوؤں کی مدد سے انہوں نے کام کیا کس اس خیال سے متناقض نہیں ہے کہ مسلمانوں کے عہد میں مالگزاری کا کام ہندوؤں کے زمانہ سے بہتر کیا گیا تھا۔ چونکہ پیداوار کا ایک خاص حصہ لیا جاتا تھا۔ اس لئے

مالگزاری کے مفصل حالات سے آگاہ ہونا دشوار اور مشکل تھا اور اس کے واسطے رعایا کے اخلاق اور زبان سے واقف ہونا ضروری تھا اور یہ واقفیت صرف ہندوؤں ہی کو ہو سکتی تھی۔ ہندو اس کام میں مدد دینے کے تو قابل تھے لیکن ان میں اتنی قابلیت نہ تھی کہ خود کر سکیں۔ مالگزاری جمع کرنے کا وہ طریقہ جو اکبر کے وقت میں اختیار کیا گیا تھا تاکہ مالگزاری کی بدانتظامیوں کا اشد کیا جائے اور رعایا پر ظلم نہ ہونے پائے۔ اور تحصیل میں غبن نہ ہو جس وقت تک کہ مغلیہ حکومت میں کچھ بھی قوت رہی ہے کم و کاست وہی طریقہ چلا آتا تھا لیکن جب ملک کئی حصوں میں تقسیم ہو گیا۔ اور ہر ایک صوبہ خود مختار بن بیٹھا اور وہاں کے حاکم صوبہ کی بد نظمیوں کا اشد ادا نہ کر سکے تو وہ طریقہ بٹ گیا۔

(۵) مذہب۔ اس پر ہم بحث نہیں کرتے۔

(۶) اخلاق و اوصاف مسلمانوں کے۔ اخلاق و اوصاف ہندوؤں کے اخلاق سے بہتر تھے۔ ہندوؤں کا اخلاق زیادہ تر ذات کی ظالمانہ ذریعوں پابندی پر مبنی تھا۔ لیکن جو اخلاق مسلمانوں کے اخلاق کی طرح نوع انسان کی مساوات و اخوت پر مبنی تھا وہ اس اخلاق سے جو سمرنا پادشاہ کی بھلائی پر مبنی ہوا یا فرق رکھتا ہے جس کی شکل سے کوئی قیمت مقرر ہو سکتی ہے۔ ہندوؤں کا اخلاق مذہبی رسوم کے ادا کرنے پر مشتمل تھا۔ یہ رسمیں آزار رساں دیہودہ تھیں۔ ہر ایک ہندو کی زندگی کا بڑا حصہ دیہودہ رسموں کے ادا کرنے میں صرف ہوتا ہے یا ہونا چاہئے۔ مسلمانوں کا مذہب ہم مذہب قومیں سب سے زیادہ رسموں سے مبرا اور مندرجہ انسان کی زندگی کا بڑا حصہ لطیف اور لذیذ پکوانے اور کھانے میں صرف ہوتا ہے ہندو مسلمانوں کی خوراک میں فرق تھا۔ مسلمان گوشت خوار تھے۔ ہندو گوشت خوار نہ تھے ان کی غذا نباتات تھی۔ ان غذاؤں کے فرق سے بھی ان کے درمیان فرق تھا۔ شراب دونوں ہندو مسلمانوں میں ممنوع تھی۔

مسلمانوں کی طرز گفتگو بہ نسبت ہندوؤں کے ملایم و دلاویز کم ہوتی ہے انگریزی حکام ان کو



ہند نہیں کرتے کیونکہ وہ ان کو محض اپنا ابعاد بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔ اہل بات یہ ہر کہ ہندو خواجہ سراؤں کی طرح غلامانہ صفات میں بڑھے ہوئے ہیں۔ انگریزی حکام سرکاری کام اور خانگی امور میں دیکھتے ہیں کہ ان کے عیش اور حفاظت اور خود بینی میں ہندو سب قوموں سے کم نخل اور مانع ہوتے ہیں۔ اگرچہ مسلمان ہندو جیسے نرم نہیں ہیں مگر اسی کے ساتھ ہی وہ مردانہ وار اور طاقتور ہیں۔ وہ زیادہ تر ہمارے نیم مذہب بزرگوں سے ملنے ملتے ہیں جو کہ برتاؤ میں تو ایسے نرم نہ تھے لیکن ہندوؤں کے مقابلہ میں اعلیٰ درجہ کی تہذیب سیکھنے کی قابلیت رکھتے تھے۔ ہم دیکھ چکے ہیں کہ ہندوؤں کا چال و چلن بہت خراب ہوتا ہے مسلمان ان سے کسی قدر بہتر ہیں۔ ظاہر داری۔ دروغ گوئی۔ بیوفائی اور دوسروں کی دل آزاری کی طرف سے بے پروائی اور زر پرستی میں ہندو اور مسلمان دونوں کی ایک سی حالت ہے مسلمانوں کے پاس جب دولت آتی ہے تو وہ فضول خرچ اور عیاش ہو جاتے ہیں۔ ہندو ہمیشہ کنجش اور محتاط ہوتے ہیں۔

دعا، آرٹ صناعی وغیرہ۔ یہ بات سب لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ مسلمان فائقین ایران کے فنون کو اپنے ساتھ ہندوستان میں لائے۔

عمارت اور زیور اور کپڑے کے بنانے میں ہندوؤں کی بہت تعریف کی جاتی ہے پہلے دونوں چیزوں میں مسلمانوں سے ہندو بہت کم لیاقت رکھتے تھے مسلمانوں کی بعض عمارتیں تو یورپ کے بہترین عمارتوں کے نمونہ کی برابری کرتی ہیں محراب بنانے کی تکب سے ہندو بالکل ناواقف تھے اگر ہندوؤں سے مسلمان کسی چیز میں گئے ہوئے تھے تو کپڑا بنانا تھا یہ بات فیصلہ طلب ہی کہ آیا فارس کے ریشمی کپڑے اور محفل بھی صناعی کے ایسے حیرت انگیز نمونے تھے جیسے ہندوؤں کی ٹل۔ سرکوں اور پلوں کے بنانے میں جس میں کہ سخت محنت اور ہنر و کار ہی مسلمانوں کے حملہ سے پہلے ہندو وحشی قوموں سے کچھ یوں ہی سے بہتر تھے تیمور کے قوانین کے انتخاب میں جس کا اکثر ذکر آیا ہے ہم دیکھ چکے ہیں کہ مغلوں کو ہندوستان

فتح کرنے سے پہلے ہی سے ان چیزوں کا شوق تھا۔

علم موسیقی اور نقاشی اور سنگ تراشی میں مسلمان چینی اور ہندو ترقی کے میدان میں برابر تھے۔ نقاشی کے واسطے ان تمام قوموں کا مذاق اور قابلیت ایک دوسرے سے ایسی ملتی جلتی تھی کہ حیرت ہوتی تھی۔ علم موسیقی میں ہندو ایسے ہی گھٹے ہوئے ہیں جیسے کہ سنگ تراشی میں فارس کے لوگ ہندو اور چینیوں سے بڑھے ہوئے ہیں۔

فن جنگ خواہ ان فنوں میں شامل ہو سکے یا نہ ہو سکے اور انسانی قابلیتوں میں سے کتنی ہی قابلیتیں اس کے لئے درکار ہوں مسلمان جیسا کہ امید کی جاسکتی ہے بوجہ ذہین اور عقلمند ہونے کے یہ نسبت ہندوؤں کے لڑائی کے فن سے بہتر واقف تھے جبکہ کوئی قوم جو تعداد میں قلیل ہو اپنے سے بڑی جماعت پر غالب آجائے اور ان کو اپنا تابع رکھے تو اس صورت میں یہ نتیجہ کانا بالکل درست ہے (نمبر ٹیکہ قلیل العدد فریق کو کوئی خاص فائدہ حاصل نہ ہو) کہ بمقابلہ مفتوح کے فاتحین فن جنگ کو بہتر جانتے ہیں۔ جو باتیں ہم ان دونوں قوموں کی بابت جانتے ہیں وہ ہمارے اس نتیجہ کی تصدیق کرتی ہیں۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY  
www.pdfbooksfree.pk

(۸) علم ادب۔ یہ بات ثابت کرنی ناممکن ہے کہ ہندو علم میں مسلمانوں سے بڑھے ہوئے تھے۔ غالباً اس بات میں کوئی بحث نہیں کرے گا کہ ہر قسم کا علم مسلمان حملہ آوردوں میں ہندوؤں سے زیادہ تھا۔ علوم ہندسہ اور شاعری میں ہندوؤں کی بہت تعریف کی جاتی ہے۔

علوم ہندسہ میں زیادہ تر تعجب اس کی فرضی قدامت پر کیا جاتا ہے نہ کہ اس کی ترقی پر وہ خواہ کتنا ہی قدیم ہو۔ یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ مسلمانوں میں بھی یورپ کا علم ریاضی اتنا موجود تھا جتنا کہ ہندو جانتے تھے اس موقع پر صرف اتنا ہی ثابت کر دینا کافی ہے۔

جو لوگ ہندوؤں کی نظم کی بہت تعریف کرتے ہیں اور تعریف کرانی چاہتے ہیں یہ بات تسلیم کرتے ہیں کہ فارسی نظم ہندو نظم سے بہتر ہے۔ ہندوؤں کی مشہور نظم مہابھارت کا شاہنامہ سے مقابلہ کر لو۔ شاہنامہ میں غزلیہ اور ناممکن باتیں اس کثرت سے نہیں پائی جاتیں جیسی



کہ مہاجرات میں اس میں واقعات بعید از عقل نہیں ہیں اور افسانے صنعتوں سے مملو ہیں۔ لیکن جس علم میں کہ مسلمان ہندوؤں سے بہت بڑھے ہوئے ہیں وہ علم تاریخ ہے ہمارا تمام علم تجربہ پر مبنی ہے اور تاریخ کی خوبی اس بات میں ہے کہ زمانہ ماضی کے واقعات کو اس طرح قلمبند کیا جائے کہ لوگ آنے والے زمانے میں اس سے سبق سیکھیں۔ علم تاریخ سے ہندو بالکل بے بہرہ تھے۔ ہندوستان کے مسلمان نے ایشیاء کے سب ملکوں سے زیادہ علم تاریخ کو کمال کے درجہ تک پہنچا دیا تھا تاریخ فرشتہ اور غلام حسین کے تذکرہ سیر المتاخرین ایسی سلیس عبارت میں ہیں اور ایسے معنی خیز ہیں کہ فارسی زبان میں وہ اپنی نظیر آپ ہی ہیں۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ تاریخ کے علاوہ فارسی کی بہترین نظم شاہنامہ بھی ہندوستان کے مسلمان فاتحین کے عہد میں لکھی گئی تھی۔

(۲) دہلی میں مسلمان بادشاہوں کے پایہ تخت کا بدلنا اور ان کی عمارت کا بننا۔ جنما کے بائیں کنارہ اور دوہات تغلق آباد و مہرولی و چندرادان کے درمیان ایک قطعہ زمین ۵۰۰ جریع میل ہے جس سے زیادہ دھچک کوئی اور قطعہ زمین کہیں اور نہ زمین پر مورخوں کے مطالعہ کے لئے انقلابات و عمارات کے مشاہدہ کرنے کے واسطے موجود نہیں ہے۔ اسی میں تیرہ شہر ہندو راجاؤں اور مسلمان بادشاہوں کے دارالسلطنت بنے اور بگڑے ان میں سے ایک تو اب بھی سلامت ہے۔ باقی سب کے سب اپنے کھنڈروں یا حکایتوں سے یاد دلاتے ہیں بعض کے کھنڈر اپنی خاموش زبان سے پکار رہے ہیں

از نقش و نگار و دیوار شکستہ آثار پدید است صنایع عم را  
بعض کے کھنڈر بھی نہیں ہیں جو اپنی گنگی زبان سے انگلیوں کے اشاروں سے کچھ بتا رہے ہیں  
صرف ان کی روایتیں اور حکایتیں باقی ہیں۔ فرنگستانی محققین کی یہ رائے ہے کہ حضرت عیسیٰ سے چند سو برس پہلے راجہ یدیشٹر نے پانڈوک کی سلطنت عظیم قائم کی اور جنما کے بائیں کنارہ پر شہر اندر پرست یا اندر پت آباد کیا جو بعض اوقات اس کا پایہ تخت رہا یہ شمالی ہندوستان کا دوسرا دارالسلطنت تھا۔

اندر پرستھ کی تاریخ اگر کچھ صحیح مل سکتی ہے تو وہ اندر پرستھ مہاتما یا مہا بھارت میں ہے  
اندر پرستھ نام ظاہر اندر کے نام پر رکھا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ کوئی اس کی وجہ تسمیہ یہ کہتا ہے کہ  
اندر نے یہاں پرستھ کیا تھا اس لئے یہ نام رکھا گیا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ پرستھ کے معنی کھلے  
میدان سے ہیں اس لئے اس شہر کا نام اندر پرستھ یعنی اندر کا کھلا میدان رکھا گیا۔ اس کو اندر  
کھیرا بھی کہتے ہیں۔ اس شہر کی بنیاد ۱۴۵۰ برس پہلے حضرت عیسیٰ سے بتائی جاتی ہے۔ یہ صحیح  
نہیں معلوم ہوتا کہ شمالی ہندوستان میں گنگا کے کنارہ پر ہستنا پور دوسرا دار السلطنت پانڈوکا  
کب بنا۔ یدہشتر کے خاندان میں میں پڑھی تک راج نسل بعد نسل چلا آیا اور حضرت عیسیٰ سے  
پیشتر پندرہ صدی سے ساتویں صدی تک اندر پرست پانڈوکا کی راج دہانی رہا۔ جب اس  
خاندان کے سیناپت و بیار داس نے یہ راج چھین لیا تو اس کے خان کے چودہ راجاؤں کا یہ شہر  
راج دہانی پانچو برس تک رہا۔ بعد اس کے گپتا کے خاندان میں راج آیا جس نے اپنی راج  
دہانی پالی کو پوٹھرا کو مقرر کیا اس لئے اندر پرستھ شمالی ہندوستان کا دار السلطنت نہ رہا۔ میرے  
دلی دوست بڑے عالم پنڈت بشیشتر ناٹھ سرگ باشی نے نہایت تحقیق سے یہ ثابت کیا ہے کہ یہ  
شہر موضع دکھلہ سے موضع براری تک پھیلا تھا۔ اب تک اس شہر کی دیوار گاریں موجود ہیں ایک  
جنا کا گھاٹ ٹم بودھ۔ دوسری مینی چھتری جہاں یدہشتر نے ہوم کر کے ایک مندر بنایا تھا جکی  
وہ یادگار ہے۔ اندر پرست کی جگہ دہلی قائم ہوئی بکراجیت راجہ اجین نے اندر پرستھ کو فتح کر کے  
اپنے راج میں ملایا اس شہر کو کہتے ہیں کہ تواری میں سے کسی نے حضرت عیسیٰ سے ۱۹ برس  
پیشتر آباد کیا اور اس کا نام دہلی اس لئے رکھا کہ اس کی زمین ڈھیلی ہے۔ یہاں کی زمین اسی پولی ہے  
کہ اس میں مچھیں نہیں گر سکتیں۔ بعض یہ کہتے ہیں کہ قنوج کے راجہ دیوکاناٹھ اس سلطنت میں  
دست تھا جس نے اندر پرست کی جگہ جو دیران ہو گیا اس شہر کو آباد کیا اور اپنے راجہ کے نام پر  
اس کا نام دہلی رکھا مگر اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ راجہ دیوکاناٹھ ۳۲۸ء میں حضرت عیسیٰ سے ہوا  
ہو جس کو راجہ پورس نے مغلوب کیا ہے اور اس نے اپنی دلی راجہ کیا یوں پانچویں صدی سے بہت



پہلے دلی آباد ہو چکی تھی۔ غرض کسی راجہ نے جس کا نام دیلو تھا اس شہر کو آباد کیا ہے گو تاہیں کے راجہ دھرم پال یا دھرنی دھرنے اپنا راج دلی میں جمایا اس کے آخری راجہ کو قنوج کے راجہ نے مغلوب کیا اور بعد اس کے کئی خاندانوں کے راج بدلے تو توارہیں کا راج قائم ہوا۔ ۳۱۰ء میں انگ پال نے دلی کو پورے میں اس کے جانشینوں میں سے انگ پال دوم نے اس شہر کو دوبارہ بسایا۔ ان خاندانوں کی انقلابات میں ۹۲ برس تک دلی کو دار السلطنت ہونے کا شرف حاصل رہا۔ یہ وہ زمانہ ہے جو انجین کے راجہ کے فتح کرنے اور انگ پال کے دلی دوبارہ آباد کرنے کے درمیان گذرا ہے۔

۳۱۰ء میں چوہان نے توار کے راجاؤں کو شکست دیکر اپنا راج قائم کیا اور ان کا آخری راجہ پرتی راج عرف راجے پتورا شمال ہندوستان میں سب راجاؤں کا راجہ بنا اس نے ایک قلعہ بنایا جس کا نام اب راجے پتورا کا قلعہ لیا جاتا ہے۔ یہ قلعہ ۱۱۲۰ء میں اس غرض سے بنایا جس کا نام کہ شہر کو شمالی ہندوستان کے مسلمانوں کی حملہ آوری سے بچاے اس قلعہ کے بعض حصے اب بھی موجود ہیں۔

۱۱۹۰ء میں مسلمانوں نے دلی کو فتح کر لیا اور ان کا پہلا بادشاہ قطب الدین ایبک یہاں تخت نشین ہوا۔ شمالی ہندوستان سے ہندوؤں کا راج کا عدم حوا۔ قطب الدین کے بعد جو آٹھ بادشاہ (۱) آرام شاہ (۲) شمس الدین لہٹش (۳) رکن الدین فیروز شاہ (۴) سلطان رضیہ بیگم (۵) معز الدین بہرام شاہ (۶) علاء الدین مسعود شاہ (۷) ناصر الدین محمود (۸) غیاث الدین بہمن ہوئے۔ انہوں نے قلعہ راجے پتورا ہی میں اپنا دار السلطنت قائم رکھا اور ان میں عمارت ذیل بنوائیں۔

(۱) قصر سفید ۱۱۹۰ء میں راجے پتورا کی وفات سے سولہ برس بعد قطب الدین ایبک نے بنوایا اس کا ذکر تاریخ کی جلد اول میں دیکھو۔ اب اس قصر کا کوئی نشان باقی نہیں رہا۔  
(۲) کوشک فیروزی اس کو شمس الدین لہٹش نے بنایا۔

(۳) قصر سبزیہ ناصر الدین محمود کے زمانہ میں بنایا گیا۔

(۴) چوہدرۃ ناصرہ۔ ناصر الدین محمود نے بنایا۔

(۵) مسجد قوت الاسلام قطب الدین ایبک نے اسے پتھور کے مندر کی جگہ بنوائی ان سب عمارات کا ذکر اپنے محل میں نے جلد اول میں بیان کیا ہے ۷۸۶ھ میں دسویں بادشاہ کیتباؤ نے جو نامور بلبن کا پوتھا موضع کیلو کھڑی میں قلعہ بنانا شروع کیا۔ اس نے جمنائے کنارہ پر باغ لگایا تھا اس گاؤں کو جو پہلے سے بھی مشہور تھا ایک خوبصورت شہر بنادیا۔ ۷۸۶ھ میں کیتباؤ نے جو قلعہ بنانا شروع کیا تھا سلطان جلال الدین خلجی نے اس کی تعمیر کو پورا کیا۔ تھوڑے دنوں بعد اس کیلو کھڑی کو نیا شہر اور قلعہ لے پتھور کو پرانا شہر کہنے لگے۔

جلال الدین خلجی نے کوٹک لال بنوایا جس کا اب کچھ نشان نہیں ہے۔ جلال الدین کے بعد اس کا بھتیجا علاء الدین جانشین ہوا۔ وہ کچھ دنوں قلعہ لے پتھور میں رہا۔ بعد اس کے اس نے موضع سیری میں ایک قلعہ بنایا جو دہلی کی سلطنت کا پایہ تخت تھا۔

علاء الدین خلجی کے پسر خرد مبارک شاہ کا اور اس کے قاتل خسرو خاں کا دار السلطنت سیری رہا۔ اس قلعہ کی قصر ہزار ستون بڑی عمدہ عمارت تھی۔ بعد اس کے خسرو خاں کو غیاث الدین تغلق شاہ ماہر بادشاہ ہوا۔ اس نے سیری سے تغلق آباد میں دار السلطنت کو منتقل کیا۔ ۸۱۵ھ میں اس شہر اور قلعہ کی تعمیر شروع ہوئی اور ۸۲۴ھ میں ختم ہوئی۔ اب تک اس قلعہ کو شکستہ حالی کی صورت میں جو باہر سے دیکھتا ہے تو اس کی شوکت و ہیبت دل میں ہمیشہ پیدا کرتی ہے اور اندر جا کر اس کی ویرانی دیکھنے سے عجب عبرت ہوتی ہے اب گوجر اس میں بستے ہیں مثل مشہور ہے کہ یا بے گوجر یا رہے اوچر۔ سلطان غیاث الدین تغلق کے بیٹے محمد شاہ عادل نے عادل آباد یا محمد آباد بسایا۔ جو تغلق آباد سے تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ اس میں دو قلعے ہیں جو قلعہ تغلق آباد کے نمونے پر بنائے گئے ہیں اور کچھ تھوڑے دنوں کے بعد اس نے قلعہ لے پتھور اور سیری دو دنوں کو ملا کر ایک حصار اس کے گرد بنایا اور اس کا نام جہان پناہ رکھا۔ اس کے



جانشین فیروز شاہ تغلق نے اس دارالسلطنت کو چوڑ کر شہر فیروز آباد بسایا۔ یہ شہر ۱۳۵۵ء میں  
 بسایا گیا ہے۔ پرانی دہلی کی عمارت کو مسمار کر کے ان کا مصالحہ اس شہر کی عمارت میں لگایا گیا  
 ہے اور عمارت کا مفصل حال تاریخ جلد دوم میں لکھا گیا ہے۔ امیر تیمور کے حملہ نے پٹھانوں کی  
 سلطنت کا خاتمہ کیا اور سیدوں کی سلطنت کا عہد آیا ۱۵۱۹ء میں اول سیدوں کے اول پادشاہ  
 خضر خاں نے خضر آباد جہنا کے کنارہ پر بسایا۔ خضر خاں کی قبر ۱۵۲۴ء میں بیٹے سید مبارک شاہ  
 نے بنوائی جس کو خضر کی گمٹی کہتے ہیں اسی پادشاہ سے ۱۵۳۸ء میں جہنا کے کنارہ پر ایک شہر  
 مبارک آباد بنانا چاہا مگر وہ پورا نہ ہوا تھا کہ اس کے اندر وہ شہید ہوا اور شہر مبارک آباد سے  
 نامبارک آباد ہوا۔ سیدوں کے بعد لودیوں کے خاندان کی سلطنت شروع ہوئی۔ بھلول لودی  
 نے آگرہ کو اپنا دارالسلطنت مقرر کیا اور دہلی کو چھوڑا۔ ہمایوں نے اس کے بیٹے کو شکست دی  
 اور ہندوستان سے نکالے جانے سے پہلے شہر دین پناہ کی عمارت کو شروع کیا اس کے پاس  
 ایک گاؤں اندر پت اہتک اندر پرستھ کو یاد دلادہا ہے یہاں ایک چھوٹا سا قلعہ ہے جس کا نام  
 پڑنا قلعہ مشہور ہے ہمایوں نے اس قلعہ کی مرمت کی اور اس کا نام دین پناہ رکھا۔ یہاں کے  
 دہاتی اس قلعہ کے بعض حصہ کو پانڈو کے عہد کا بتاتے ہیں۔ اس دین پناہ کا حال تنگرف نامہ ہمایوں  
 جلد سوم میں بیان ہوا جب شیر شاہ نے ہمایوں کو ہندوستان سے نکالا اور دہلی پر اس کا قبضہ  
 ہوا تو اس نے بھی شیر گٹھ آباد کیا جس کو دہلی شیر شاہی کہتے ہیں شیر شاہ نے دین پناہ کے نصار  
 کو پورا کیا اور اسی کا نام شیر گٹھ رکھا جس کا بیان اپنے محل پر رزم نامہ شیر شاہی میں میں نے  
 لکھا ہے۔ شیر شاہ کے بیٹے سلیم شاہ نے قلعہ سلیم گٹھ جہنا کے اندر بنایا پھر ہمایوں نے خاندان  
 سور سے سلطنت چھین لی اور دین پناہ میں وہ مر گیا۔ اس کا بیٹا اکبر اور پوتا جہانگیر اکبر آباد میں ہے  
 اس کے پڑپوتے شاہجہاں نے شاہجہاں آباد آباد کیا جس کا حال ظفر نامہ شاہجہاں میں میں نے مفصل  
 لکھا ہے۔ یہ شہر ۱۶۳۸ء تک دارالسلطنت رہا۔ پھر اس کو انگریزوں نے فتح کر لیا۔ جب سے  
 وہ دارالسلطنت نہیں رہا۔ مگر اب بھی وہ ہندوستان کے اعلیٰ درجہ کے شہروں میں شمار ہوتا ہے

مسلمان پادشاہوں میں سے اکثر پادشاہوں کو اپنے نام و نمود کے لئے ایک نیا دار السلطنت بنانے کا خیال رہا اس لئے پایہ تخت نے اپنے مقامات بدلے۔

(۳) سکون کا بیان۔ مسلمانوں میں پادشاہ ہونے کے لئے ضرور ہے کہ خطبہ میں ان کا نام پڑھا جائے اور ان کے نام کا سکہ جاری کیا جائے۔ یہ سکہ اور خطبہ پادشاہی کا قطعی ثبوت ہے۔ ان سکوں کا بیان فقط اس سبب سے کرتا ہوں کہ ان کی قیمت معلوم ہو جائے کہ کیا تھی جس کی بہت ضرورت تاریخ میں ارقام سمجھنے میں پڑتی ہے ہم اس قیمت کے بتلانے کے لئے سو نے چاندی تانبے کے سکوں کے وزن لکھتے ہیں جس سے ان کی اصلی قیمت آپ ہی معلوم ہو جائے گی یہ سکے میرے پاس موجود نہیں ہیں کہ میں ان کو کانٹے میں ہندوستانی اوزان سے تول کر بتلاؤں مگر میرے پاس طاسن ایڈورڈ صاحب کی کتاب موجود ہے جس میں صاحب مدد رح نے ان سکوں کو تول کر ان کا وزن گرین میں لکھا ہے اور اس گرین کے وزن بتلانے کے لئے بتلاتا ہوں کہ قصیر منہ کا ردپیہ جو بیاں ہندوستان میں مروج ہے اس کا وزن ایک سو اسی گرین ہے یعنی ایک تولہ بس تولہ کے یعنی ۹۶ رتی کے ۸۰ گرین ہوئے اسی سے معلوم ہوا کہ ایک ماشہ میں ۵ گرین ہوتے ہیں یعنی آدھی رتی کے قریب ایک گرین ہوتا ہے یہی مہر کا وزن سے تانبے کے ادھتے سکے کا وزن ۲۰۰ گرین یعنی ۱۳ ۱/۲ ماشہ اور پاؤ آٹھ یعنی سپے کا وزن ۱۰۰ گرین یعنی ۶ ۱/۲ ماشہ اس بیان سے سکون کا وزن گرین میں جو ہم لکھتے ہیں تم سمجھ کر ہر پادشاہ کے عہد کی چاندی سو نے تانبے کے سکوں کی قیمت کا حساب کر لیا کرو۔ خاندان تیمور کی سلطنت تک اوّل سے چالیس پادشاہ مختلف خاندان غوری خلجی تغلق۔ سادات۔ لودھی۔ سور۔ افغان کے ہوئے ہیں۔ انہوں نے ۱۱۹۳ھ سے ۱۵۵۴ھ تک سارے مین سو برس کے قریب سلطنت کی اور ان کے سو نے چاندی تانبے کے سکوں کے وزن گرین ذیل میں لکھے جاتے ہیں جن کی قیمت کا حساب کر کے پادشاہوں



کے عہد میں اجناس کی اور اس کے اور خربشوں اور الفاموں وغیرہ کی قیمتوں کو سمجھ سکتے ہیں مثلاً کسی پادشاہ کے خزانہ میں لاکھ روپے کے جواہر لکے ہیں تو اس کے چاندی کے سکے کے وزن سے اپنے روپے رائج الوقت کی قیمت پر حساب کر کے اس آگے کی فرست سے سمجھ سکتے ہیں۔

(۱) مغزالدین بن سام اول سلاطین کا بانی ہے اس کے سونے کے سکوں کا وزن یہ تھا ۹۶ و ۹۱ و ۳۲ گرین چاندی کے سکے ۶۸ و ۴۷ و ۳۳ و ۲۶ و ۱۰۸ گرین و چاندی و تانبے کے مخلوط سکے ۴۹ و ۳۸ و ۵۵ گرین مخلوط سکے سے سب جگہ یہ سمجھو کہ وہ چاندی اور تانبے کے مرکب کرنے سے بنائے ہیں۔

(۲) قطب الدین ایبک کے عہد میں اوپر کے سکے جاری تھے۔

(۳) آرام شاہ کے عہد میں سونے و چاندی و مخلوط پہلے سکے جاری رہے اور تانبے کا سکہ ۴۸ گرین کا اس پادشاہ کے نام سے جاری ہوا۔

(۴) شمس الدین لہتن سونے کا سکہ ۶۰ گرین چاندی کے سکے ۴۵ و ۴۱ و ۵۱ و ۶۸ گرین تانبے کے سکے ۴۵ و ۴۴ و ۲۸ و ۴۰ گرین و مخلوط سکے ۵۰ و ۴۶ و ۳۵ و ۹۲ و ۳۸ گرین۔

(۵) رکن الدین شاہ کے مخلوط سکے ۱۵ گرین

(۶) سلطان رضیہ بیگم چاندی کے سکے ۱۲۵ و ۱۶۷ و ۴۷ و ۴۹

(۷) مغزالدین بہرام شاہ چاندی کا سکہ ۱۶۷ گرین مخلوط سکے ۵۶ گرین

(۸) علاء الدین مسعود شاہ چاندی کے سکے ۱۶۷ گرین و تانبے کے سکے ۵۶ و ۴۹ و ۴۱ و ۵۲ و ۴۱

(۹) ناصر الدین محمود تانبے کے سکے ۵۶ و مخلوط سکے ۱۲ و ۱۲

(۱۰) غیاث الدین بلبن تغلق سونے کا سکہ ۱۶۳ و چاندی کا سکہ ۱۶۷ و تانبے کا سکہ ۴۱

۶۷ گرین۔ مخلوط ۲۶ گرین۔

(۱۱) مغزالین کی قباد۔ چاندی کا سکہ ۱۶۸ گرین مخلوط سکہ ۵۲ گرین ۲۹۰ گرین۔

(۱۲) جلال الدین فیروز خلجی۔ چاندی کا سکہ ۱۶۸ و مخلوط سکے ۵۲ و ۲۹۰ گرین۔

(۱۳) رکن الدین ابراہیم۔ چاندی کا سکہ ۱۵۸ و تانبے کا سکہ ۵۹ و ۳۸ و مخلوط ۵۲

(۱۴) علاء الدین محمد شاہ سونے کا سکہ ۱۶۹ گرین و چاندی کا ۱۶۸ گرین و تانبے کا سکہ

۶۷ و ۳ و ۵ و مخلوط ۵۵ و ۵۵۔

(۱۵) شہاب الدین عمر۔ مخلوط سکے ۵۴ و ۵ گرین۔

(۱۶) مبارک شاہ سونے کا سکہ ۱۶۹ گرین و مخلوط ۵۵ گرین۔

(۱۷) خسرو خاں مخلوط ۵۵ و ۵۔

(۱۸) غیاث الدین تغلق سونے کا سکہ ۱۶۲ و چاندی کا سکہ ۱۶۲ و تانبے کا سکہ ۵۳ و

۱۳۶ و ۱۰۳ و ۵۴۔

(۱۹) محمد بن تغلق سونے کے سکے ۱۶۸ و ۱۶۷ و ۱۶۶ و ۱۶۵ و ۱۶۴ و ۱۶۳ و ۱۶۲ و ۱۶۱ و ۱۶۰ و ۱۵۹ و ۱۵۸ و ۱۵۷ و ۱۵۶ و ۱۵۵ و ۱۵۴ و ۱۵۳ و ۱۵۲ و ۱۵۱ و ۱۵۰ و ۱۴۹ و ۱۴۸ و ۱۴۷ و ۱۴۶ و ۱۴۵ و ۱۴۴ و ۱۴۳ و ۱۴۲ و ۱۴۱ و ۱۴۰ و ۱۳۹ و ۱۳۸ و ۱۳۷ و ۱۳۶ و ۱۳۵ و ۱۳۴ و ۱۳۳ و ۱۳۲ و ۱۳۱ و ۱۳۰ و ۱۲۹ و ۱۲۸ و ۱۲۷ و ۱۲۶ و ۱۲۵ و ۱۲۴ و ۱۲۳ و ۱۲۲ و ۱۲۱ و ۱۲۰ و ۱۱۹ و ۱۱۸ و ۱۱۷ و ۱۱۶ و ۱۱۵ و ۱۱۴ و ۱۱۳ و ۱۱۲ و ۱۱۱ و ۱۱۰ و ۱۰۹ و ۱۰۸ و ۱۰۷ و ۱۰۶ و ۱۰۵ و ۱۰۴ و ۱۰۳ و ۱۰۲ و ۱۰۱ و ۱۰۰ و ۹۹ و ۹۸ و ۹۷ و ۹۶ و ۹۵ و ۹۴ و ۹۳ و ۹۲ و ۹۱ و ۹۰ و ۸۹ و ۸۸ و ۸۷ و ۸۶ و ۸۵ و ۸۴ و ۸۳ و ۸۲ و ۸۱ و ۸۰ و ۷۹ و ۷۸ و ۷۷ و ۷۶ و ۷۵ و ۷۴ و ۷۳ و ۷۲ و ۷۱ و ۷۰ و ۶۹ و ۶۸ و ۶۷ و ۶۶ و ۶۵ و ۶۴ و ۶۳ و ۶۲ و ۶۱ و ۶۰ و ۵۹ و ۵۸ و ۵۷ و ۵۶ و ۵۵ و ۵۴ و ۵۳ و ۵۲ و ۵۱ و ۵۰ و ۴۹ و ۴۸ و ۴۷ و ۴۶ و ۴۵ و ۴۴ و ۴۳ و ۴۲ و ۴۱ و ۴۰ و ۳۹ و ۳۸ و ۳۷ و ۳۶ و ۳۵ و ۳۴ و ۳۳ و ۳۲ و ۳۱ و ۳۰ و ۲۹ و ۲۸ و ۲۷ و ۲۶ و ۲۵ و ۲۴ و ۲۳ و ۲۲ و ۲۱ و ۲۰ و ۱۹ و ۱۸ و ۱۷ و ۱۶ و ۱۵ و ۱۴ و ۱۳ و ۱۲ و ۱۱ و ۱۰ و ۹ و ۸ و ۷ و ۶ و ۵ و ۴ و ۳ و ۲ و ۱ و ۰

۱۳۲ و ۱۱۲ و ۱۱۱ و ۱۱۰ و ۱۰۹ و ۱۰۸ و ۱۰۷ و ۱۰۶ و ۱۰۵ و ۱۰۴ و ۱۰۳ و ۱۰۲ و ۱۰۱ و ۱۰۰ و ۹۹ و ۹۸ و ۹۷ و ۹۶ و ۹۵ و ۹۴ و ۹۳ و ۹۲ و ۹۱ و ۹۰ و ۸۹ و ۸۸ و ۸۷ و ۸۶ و ۸۵ و ۸۴ و ۸۳ و ۸۲ و ۸۱ و ۸۰ و ۷۹ و ۷۸ و ۷۷ و ۷۶ و ۷۵ و ۷۴ و ۷۳ و ۷۲ و ۷۱ و ۷۰ و ۶۹ و ۶۸ و ۶۷ و ۶۶ و ۶۵ و ۶۴ و ۶۳ و ۶۲ و ۶۱ و ۶۰ و ۵۹ و ۵۸ و ۵۷ و ۵۶ و ۵۵ و ۵۴ و ۵۳ و ۵۲ و ۵۱ و ۵۰ و ۴۹ و ۴۸ و ۴۷ و ۴۶ و ۴۵ و ۴۴ و ۴۳ و ۴۲ و ۴۱ و ۴۰ و ۳۹ و ۳۸ و ۳۷ و ۳۶ و ۳۵ و ۳۴ و ۳۳ و ۳۲ و ۳۱ و ۳۰ و ۲۹ و ۲۸ و ۲۷ و ۲۶ و ۲۵ و ۲۴ و ۲۳ و ۲۲ و ۲۱ و ۲۰ و ۱۹ و ۱۸ و ۱۷ و ۱۶ و ۱۵ و ۱۴ و ۱۳ و ۱۲ و ۱۱ و ۱۰ و ۹ و ۸ و ۷ و ۶ و ۵ و ۴ و ۳ و ۲ و ۱ و ۰

(۲۰) فیروز شاہ تغلق سونے کا سکہ ۱۶۸ گرین۔ مخلوط ۱۶۸ گرین ۵۴ و ۸۴ گرین ۱۶۸ و ۱۶۷

گرین تانبے کا سکہ ۵۴ و ۵ گرین ۱۰۶ گرین اس پادشاہ کے حال میں سکون کی بڑی تفصیل لکھی ہے

بعض سکے ایسے بھی ہیں کہ ان میں دو نام فیروز شاہ و فتح خاں کے لکھے ہیں سونے کا سکہ

۱۶۸ گرین مخلوط ۱۶۸ گرین اور ایسے بھی سکے ہیں جن میں دو نام فیروز اور بیٹے ظفر کا نام لکھا ہے سونے

کا سکہ ۸۴ و ۱۶۸ گرین چاندی کا سکہ ۱۶۸ گرین مخلوط ۱۶۸ گرین ۸۴ و ۸۴ گرین و تانبے کا ۸۴ گرین۔

(۲۱) غیاث الدین تغلق شاہ دوم مخلوط ۱۶۸ گرین ۱۶۸ گرین ۸۰ و ۵ گرین ۵۰ و ۶۸ گرین۔

(۲۲) ابوبکر شاہ بن ظفر خاں مخلوط ۱۶۸ گرین۔ ۸۴ گرین و تانبے کا ۸۴ گرین ۵۵ و ۸۴ گرین و



۴۰۔ اگرین ۵۸۵ گرین۔

(۲۳) محمد شاہ فیروز شاہ۔ سیم قلب ۶۷۷ گرین و تانبے کا ۷۶ گرین۔ سونے کا سکہ ۷۷۷ مغلوط

۴۱۔ اگرین و تانبے کا ۶۸۷ گرین ۳۰ گرین ۵۲۵ گرین۔

(۲۴) ناصر الدین محمد مغلوط ۱۴۲ گرین تانبے کا ۱۳۴ گرین و ۶۷۷ گرین۔

(۲۵) محمود بن محمد سیم قلب ۱۴۱ گرین تانبہ ۱۴۰ گرین و ۵۶۷ گرین ۳۲ گرین۔

(۲۶) نصرت شاہ تانبہ ۱۴۳ گرین و ۵۷۷ گرین و ۶۷۷ گرین۔

(۲۷) دولت خاں لودی۔ اور

(۲۸) خضر خاں نے کوئی سکہ اپنے نام کا نہیں جاری کیا۔

(۲۹) مبارک شاہ دوم چاندی کا سکہ ۷۷۷ گرین مغلوط ۷۲ گرین ۵۸۳ گرین و ۴۰ گرین

(۳۰) محمد شاہ مغلوط ۱۴۲ گرین تانبہ ۱۳۶ گرین و ۳۳۳ گرین۔

(۳۱) عالم شاہ۔ تانبہ ۱۳۵ گرین و ۶۶۷ گرین و ۴۶۷ گرین۔

(۳۲) بھلول شاہ۔ تانبہ ۶۷۷ گرین اوسط وزن ۱۴۰ گرین چاندی ۱۳۹ و ۱۴۵۔

(۳۳) سکندر شاہ لودی۔ تانبہ ۱۳۹ گرین و ۵۷۷ گرین۔

(۳۴) ابراہیم سکندر شاہ۔ تانبہ ۸۷۷ گرین و ۴۲۷ گرین و ۱۲۰ گرین۔

(۳۵) ہمایوں۔ سونا ۸۷۷ و ۱۳۹ گرین چاندی ۷۷۷ گرین۔

(۳۶) شیر شاہ۔ سونا ۱۴۵۷ چاندی ۷۷۷ گرین۔ تانبہ ۳۲۹ گرین۔

(۳۷) اسلام شاہ۔ چاندی ۱۶۸ گرین تانبہ ۷۸۷ و ۱۴۲ گرین و ۳۱۵ گرین۔

(۳۸) محمد عادل شاہ۔ چاندی ۷۷۷ گرین۔

(۳۹) ابراہیم سور۔ چاندی ۷۷۷ گرین۔

(۴۰) سکندر شاہ کے بعد ہمایوں پھر فرماں روا ہوا تانبہ ۷۷۷ گرین۔

(۴۱) سکندر شاہ سکون کاغذ حال اقبال نامہ اکبری میں پڑھو۔ سکون کی اصلاح و درستی

سب طرح سے شیر شاہ کے زمانہ سے شروع ہوئی۔ اُس نے سکون میں جو پہلے سے عیث نقص چلے آتے تھے دور کئے۔ اول سب سے بڑی بُرائی سکون کی یہ دُور کی کہ سب کھالوں میں مخلوط دھاتوں کا سکہ بننا بالکل موقوف کر دیا۔ ظاہر ہے کہ جب سکہ میں وہ دھات جن میں سے ایک بیش قیمت دوسرا کم قیمت ہو۔ کیسی بیخ بیار میں دشواریاں پیدا کرتا ہے اور کھالوں کے اہلکاروں کے ہاتھ میں دغا بازی کا کیسا اوزار دیتا ہے۔ یہ تحقیق نہیں معلوم کہ شیر شاہ کے زمانہ میں سونے چاندی کے سکوں میں مبادلہ کیا کیا نسبت رکھتا تھا مگر تخمیناً یہ تحقیق ہوا ہے کہ سکہ ۷۷ میں ان کی قیمتوں میں ۱۰ یا ۸ اور ان کی نسبت تھی۔ سونے کے سکے کو چاندی کے سکے سے نسبت ۴۴ اور آ کی تھی۔ اُٹن اکبری سے سکوں کی تحقیقات کو ہم نے اقبال نامہ اکبری میں لکھا ہے۔ ٹنگہ اور جیتل وغیرہ سکوں کا بیان بادشاہوں کی تاریخ میں ہوا ہی فقط

## انتباہ

اول کل کتاب میں چار قسم کے سونے کا حوالہ دیا گیا ہے (۱) ہجری (۲) عیسوی (۳) جلوس (۴) ہجرت۔ زیادہ تر سنہ کے اوپر ہجری اور نیچے عیسوی لکھے گئے ہیں سن ہجری سے سنہ عیسوی چھ سو برس کے قریب بڑا ہے اس لئے اُن کے ساتھ ۷۷ وع کا اشارہ نہیں کیا گیا۔ بغیر ان کے فقط سنوں کے چھوٹے بڑے ہونے سے پڑھنے والے اُن کو سمجھ سکتے ہیں۔ سن جلوسی اکثر چالیس پچاس برس۔ سن زیادہ نہیں ہوتا۔ وہ سن ہجری سے بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے اس لئے بغیر اس کے کہ جلوس کا لفظ اس کے ساتھ لکھا جائے وہ خود بخود سمجھا جائیگا۔

دووم۔ خطوط قوسی (۱) کے درمیان جو نام یا لفظ یا عبارت لکھی گئی ہے اس کی یہ صورتیں ہیں (۱) ایک موج کے بیان میں دوسرے مورخ کا بیان ان خطوں کے اندر زیادہ کیا گیا ہے (۲) فارسی کتابوں میں ناموں کی الاما میں بہت اختلاف ہوتا ہے۔ پس ان اختلافوں کو ان خطوط میں لکھ دیا ہے (۳) کسی لفظ کے معنی بھی لکھے ہیں۔



سوم ہندوستان کے مختلف حصوں میں بعض الفاظ کی املا میں اختلاف ہے اور شریہ تعلیم نے اون کے کچھ قواعد مقرر کئے ہیں مثلاً پورب میں یا سے معروف کے اوپر ہمزہ نہیں لکھتے وہ اس سے کوہی بجائے ہمزہ سمجھتے ہیں مثلاً ہوئے وکے کو ہوئے وکے لکھیں گے۔ ایسا ہی نون غنہ کا بعض الفاظ میں حال ہے کوئی ہنسنا لکھتا ہے کوئی ہنا۔ ایسی ہی تھ ہے جو الفاظ کے آخر میں ہوتی ہے اوس کی جگہ الف بھی لکھتے ہیں جیسے بنگالہ کی جگہ بنگالا لکھیں گے اور ان ہی کی جگہ انہیں اور جون ہی کی جگہ جو ہیں اور بعض اور الفاظ اسی قسم کے ہیں۔

میرے قلم کو ان الفاظ میں نون لکھنے کی عادت پڑ گئی ہے خواہ وہ غلط ہو یا صحیح تلفظ پر زیادہ خیال رہتا ہے۔

پہلے ہم میں نے ہر جگہ کے ساتھ غلط نامہ لکھ دیا ہے مگر اکثر لفظوں کی غلطیوں کو یہ سمجھ کر چھوڑ دیا ہے کہ

عامتلاں پرودی لفظ نمکسند یا سخا نند یا غلط نمکسند

بہتر ہوگا کہ پڑھنے سے پہلے غلط نامہ کے موافق کتاب کو صحیح کر لیں۔

پہلے ہم نام خواہ مقاموں کے ہوں یا آدمیوں کے اون کی املا میں فارسی کتابوں میں بڑا اختلاف ہے۔ میں نے اون کو اس لئے مختلف طرح لکھا ہے۔ حروف ثقیلہ کا تلفظ مسلمانوں کی زبان سے پہلے زمانہ میں نہیں ہوتا تھا اس لئے وہ ڈ کی جگہ د اور ز کی جگہ ز اور علیٰ ہذا القیاس لکھتے تھے۔ میں نے اس بات پر خیال لکھا ہے۔

زمانہ سابق و حال کے مسلمانوں کے تلفظ میں بڑا فرق ہو گیا ہے۔ میں اس تلفظ کا بھی ناموں کے لکھنے میں پابند رہا ہوں۔ فقط



جلد ششم - کارنامہ جمانگیری جس میں شمشادہ جانگیر کا حال کل لکھا ہر قیمت - - - - -  
 جلد ہفتم - اظفر نامہ شاہجہاں جس میں شاہجہاں کا حال از اول تا آخر منبج ہر قیمت - - - - -  
 جلد ہشتم - بادشاہ نامہ عالمگیر یعنی شمشادہ عالمگیر کا حال اول سے آخر تک درج ہر قیمت - - - - -  
 تاریخ محمد سلطنت ملکہ معظمہ قیصر ہند مؤلفہ جناب خان بہادر شمس العلماء مولوی محمد ذکار احمد  
 صاحب مرحوم یہ تاریخ پانچ حصوں میں لکھی ہے (حصہ اول) میں بطور مقدمہ شمشادہ تک لکھا ہے کہ انگلیسین  
 کو ہندوستان سے کس طرح تعلق پیدا ہوا اور انگریزوں نے فرانسیسیوں وغیرہ کو کیوں کر نکالا اور اپنی  
 فرازروائی کا سلسلہ کس طرح جایا۔

(دوسری حصے) میں شمشادہ سے شمشادہ تک کے حالات لکھے ہیں جس میں والیان ہند سے  
 جنگ پیکار میں برٹش گورنمنٹ کو فتح پانے کے حالات تفصیلی درج ہیں۔  
 (تیسری حصے) میں شمشادہ سے ۱۸۵۷ء تک کے جس میں ملکہ وکٹوریہ نے وفات پائی  
 حالات لکھے ہیں اور واقعات عظیمہ شمشادہ کے غدر و بغاوت کو بالتفصیل بیان کیا ہے دہلی کا بیان  
 مؤلف نے اپنی چشم دید لکھا ہے۔

(حصہ چہارم) میں ان محاربات عظیمہ کا ذکر کیا گیا ہے جو انگلستان کے اور ملکوں سے یورپ  
 ایشیا، افریقہ، آس سولے ہندوستان کے ہوئے ہیں جیسے جنگ کریمیا، جنگ ٹرنسوال  
 جنگ سوڈان اور مصر ہیں۔

(پانچویں حصے) کا نام آئین قیصری ہے اس میں مفصلہ ذیل مضامین ہیں۔  
 ساری دُنیا میں قیصر ہند کی سلطنت کہاں کہاں ہے۔ ہند اور انگلینڈ میں گورنمنٹ کیوں  
 منتظم ہوئی وقتاً فوقتاً کیا تبدیلیاں ہندوستان کے لئے قوانین کیوں کر بدوں ہوئے عدالتیں  
 کیوں کر مقرر ہوئیں بحری و بری حدود کس طرح مستحکم ہوئیں سپاہ کیوں کر مرتب ہوئی وغیرہ وغیرہ  
 تعداد صفحات (۲۱۳۰) قیمت ہر پانچ حصوں بلا جلد - - - - -

ملی کاپیتہ: آنریری منیجر بک ڈپو مدرستہ العلوم علیگڑھ

(دیگر ہر قسم کی کتابوں کے لئے مفصل فہرست طلب فرمائیے جو بالکل مفت روانہ کی جاتی ہے)



# بفضلِ خدا

انسٹی ٹیوٹ پریس میں (جو سرسید علیہ الرحمۃ کا قایم کیا ہوا اور محمد ن کالج کی ملک ہونے کی وجہ سے حقیقی معنوں میں ایک قومی پریس ہے) لپے اور پتھر دونوں قسم کے چھاپوں میں اردو انگریزی ہر قسم کا کام بہت صحت اور کفایت کے ساتھ ہوتا اور وقت پر دیا جاتا ہے۔ اہل وقت و ضرورت کم از کم ایک بار ضرور امتحان فرمائیں۔ نسخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔ مطبع کو اس کے قدیم و اہل نظر سرپرستوں کی جانب سے جو اطمینان بخش اسناد حاصل ہوئی ہیں ان کی نقل عند الطلب و انہ کی جاسکتی ہے۔

علی گڑھ انسٹی ٹیوٹ گزٹ نامی ایک اخبار بھی اس پریس سے نکلتا ہے جو کالج کا سرکاری اخبار ہے اور جو سرسید علیہ الرحمۃ نے کالج کی بناسے بھی قبل جاری کرنا شروع کیا تھا اور جس میں کالج کی خبروں کے علاوہ عام اور مفید و دلچسپ مضامین شائع ہوتے ہیں قیمت سالانہ مبلغ چار روپے شتاہی دور و سیہ لکھ آنے۔ نمونہ مفت۔

اشتہارات کا نسخ زبانی یا خط و کتابت سے طے ہو سکتا ہے۔ ہر قسم کی خط و کتابت کے لئے پتہ :-

مینجر ضا انسٹیٹیوٹ پریس علی گڑھ کالج